فقہ شافعی - تاریخ و تعارف

مرتب

مفتی محمد سراج الدین قاسمی

ایفا پبلی کیشنز - نئی دھلی

نام کتاب	:	فقہ شافعی - تاریخ وتعارف
مرتب	:	مفتی محمد سراج الدین قاسمی
کمپوزنگ	:	محمد سیف اللہ
صفحات	:	۴۴۴
قیمت	:	۳۰۰/روپے
سن طباعت	:	فروری ۲۰۱۴ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر:۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل:ifapublication@gmail.com
فون:011 - 26981327

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

تیسرا باب: فقہ شافعی اور علماء ہند کی خدمات

پیش لفظ

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"الیوم أکملت لکم دینکم، وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دینا" (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا)۔

اس آیت میں جہاں اس بات کا ذکر ہے کہ اب احکام الٰہی اپنی آخری شکل میں آچکے ہیں، جس میں نسخ وتبدیلی کا کوئی احتمال نہیں، وہیں اس بات کا بھی اشارہ موجود ہے کہ یہ دین منجانب اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا، دین وشریعت کی حفاظت کے لئے جو غیبی نظام اس امت میں شروع ہوا، اور اس کا سلسلہ آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ قائم ہے، اس میں اہل علم کے تین گروہوں کا نمایاں رول رہا ہے، ایک قراء وحفاظ کا، جنہوں نے قرآن مجید کے الفاظ اور لب ولہجہ کی حفاظت کی، دوسرے محدثین وناقدین رجال کا، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو امت تک پہنچایا اور بڑی ذہانت اور تندہی کے ساتھ کھرے اور کھوٹے کو الگ کیا، تیسرے فقہاء کا، جن کے ذریعہ قرآن واحادیث کے معانی ومفاہیم کی وضاحت ہوئی، اور ان حضرات نے قرآن مجید کو معنوی تحریف سے بچایا۔

یوں تو فقہ اسلامی کے خادمین کی فہرست طویل ہے؛ لیکن جیسے حدیث میں کچھ محدثین اور ان کی کتابوں کو خاص پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور اس درجہ کی پذیرائی دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکی، اسی طرح فقہ کے میدان میں بھی منجانب اللہ بعض فقہاء کو جو قبول عام وتام حاصل ہوا، وہ دوسروں کے حصہ میں نہیں آیا، اس کی ایک وجہ تو کثرت استنباط ہے کہ ان حضرات نے زندگی کے بیشتر مسائل میں اجتہاد واستنباط کی کوشش کی اور اس طرح لوگوں کو ان کے ذریعہ مرتب شدہ شکل میں پورا نظام حیات حاصل ہوگیا، دوسرے ان کو لائق تلامذہ ملے، انہوں نے اپنے اساتذہ کے اجتہادات کو محفوظ بھی کیا،

حسب ضرورت اس میں اضافہ بھی کیا اور دلائل وتفصیلات کے اعتبار سے تنقیح وتوضیح پر بھی توجہ دی۔

ایسے خوش قسمت فقہاء میں سرفہرست ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نام آتے ہیں، اللہ تعالی ان سبھوں کے درجات کو بلند فرمائے، اور امت مسلمہ کی طرف سے انکو بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے۔

پوری دنیا کے مسلمان صدیوں سے کتاب وسنت پر عمل کرنے کے لئے ان فقہاء کے اجتہاد کو مشعل راہ بناتے رہے ہیں، ہزاروں مسائل میں ان فقہاء کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے؛ لیکن یہ اختلاف امت کے لئے زحمت کے بجائے رحمت کا باعث بنا ہے۔

ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو سب سے بڑھ کر مقبولیت اور مرجعیت حاصل ہوئی، اور آج اہل سنت والجماعت کی غالب ترین تعداد اسی فقہ کی متبع ہے، فقہ حنفی کے بعد جس فقہ کو سب سے زیادہ قبول حاصل ہوا وہ فقہ شافعی ہے، امام شافعی کی شخصیت بڑی جامع تھی، انہیں غیر معمولی فہم قرآن حاصل تھا، وہ بلند پایہ محدث تھے، تفقہ واجتہاد میں بڑے بڑے معاصر اہل علم کو ان کے تفوق کا اعتراف تھا، عربی نظم ونثر میں ان کی مہارت کسی ایسے ادیب سے کم نہیں تھی، جس نے شب وروز شعرو سخن کی خدمت میں زندگی بسر کی ہو، ورع وتقوی اور حسن اخلاق کے اعتبار سے وہ تاریخ اسلام کے روشن ستاروں میں تھے، ان کے، ان کے شاگردوں کے اور ان کے متبعین کے اجتہادات کو ہم فقہ شافعی سے تعبیر کرتے ہیں۔

فقہ شافعی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بڑے بڑے محدثین وفقہاء پیدا ہوئے، انہوں نے اپنی تحریر سے اس دبستان فقہ کی خوب خوب خدمت کی، اور فقہی تالیفات کے ڈھیر لگا دیئے، فقہ شافعی کی ان خدمات میں کم لیکن اہم حصہ بعض ہندوستانی مؤلفین کا بھی ہے، مگر افسوس کہ برصغیر میں فقہ شافعی کا کما حقہ تعارف نہیں ہے، عوام تو کجا اہل علم بھی اس سے کم واقف ہیں، اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے ہندوستان میں فقہ شافعی کی ایک بڑی دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ شری وردھن (کوکن) سے خواہش کی کہ اکیڈمی فقہ شافعی کے تعارف پر سمینار منعقد کرنا چاہتی ہے، وہ اس کی میزبانی

قبول کرے، ذمہ داران جامعہ نے نہایت خوش دلی اور والہانہ جذبہ کے ساتھ اس دعوت کا استقبال کیا اور مؤرخہ ٦-٧ /جنوری ٢٠١٣ء کو یہاں دو روزہ سمینار منعقد ہوا، جس میں ہندوستان کے علاوہ پڑوسی ملک سری لنکا سے بھی شافعی علماء نے شرکت کی، اکیڈمی اپنے سالانہ فقہی سمیناروں کے مختصر پیمانہ پر جو سمینار منعقد کرتی ہے، یہ غالباً اس میں سب سے کامیاب اور شرکاء کی تعداد کے اعتبار سے بڑا پروگرام تھا۔ اس حقیر کے خیال میں اس سمینار کا سب سے خوشگوار پہلو یہ تھا کہ امام شافعیؒ اور ان کی فقہ پر ایک ایسا ادارہ سمینار منعقد کر رہا تھا جس کے منتظمین بھی حنفی ہیں، کارکنان اور اس کے پروگرام کے بیشتر مشارکین بھی، اس طرح ایک مثال سامنے آئی کہ مسلمان اختلاف رائے کے باوجود تمام سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا احترام کرتے ہیں، اور سبھوں کو توقیر واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہی فکری منہج ہے، اور یقیناً اہل علم کا بھی یہی طریقہ کار ہونا چاہئے۔

اس سمینار میں اچھی خاصی تعداد میں مقالات پیش کئے گئے، یہ مجموعہ انہی مقالات پر مشتمل ہے، جس میں امام شافعی کے حالات وخصوصیات، فقہ شافعی کی تاریخ، اس کے امتیازات اور فقہ شافعی کی توضیح کرنے والی تالیفات نیز اس بات میں علماء ہند کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور میرے علم کے مطابق اردو زبان میں پہلی بار اس موضوع پر اتنا تفصیلی مواد منظر عام پر آیا ہے، یہ یقیناً اکیڈمی کے لئے مسرت اور اس سے بڑھ کر سعادت کی بات ہے، محبی فی اللہ جناب مفتی محمد سراج الدین قاسمی (رفیق شعبہ علمی) اس مجموعہ کے مرتب ہیں، اللہ تعالی ان کو اور جامعہ حسینیہ شری وردھن کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ کو بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے کہ ان سب حضرات کی محنتوں سے یہ علمی سوغات قارئین تک پہنچ رہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی اس امت کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے، واللہ هو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا

٨/محرم الحرام ١٤٣٥ھ، مطابق ١٣/نومبر ٢٠١٣ء

پہلا باب

امام شافعی - حیات و خدمات

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کا سوانحی خاکہ

مولانا عتیق احمد قاسمی ☆

امام شافعی تاریخ اسلام کی چند مشہور ترین شخصیتوں میں سے ہیں، تمام علوم اسلامیہ میں انہوں نے زندہ جاوید اور تابندہ نقوش چھوڑے، مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہر دور میں ان کے فقہی مسلک کی پیرو رہی، ان کی تقلید نہ کرنے والے بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے اجتہادات وآراء کو بڑا وزن دیتے ہیں، ذیل کی سطروں میں ان کی حیات وخدمات کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے، اس کے بعد علم اصول فقہ کے میدان میں ان کے کام اور مقام پر کچھ تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

امام شافعی کا نام محمد، والد کا نام ادریس ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف، دسویں پشت (عبد مناف) میں ان کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے، عبد مناف کے چار لڑکے تھے: (۱) مطلب (۲) ہاشم (۳) عبد شمس (۴) نوفل، اس سلسلہ نسب کے اعتبار سے امام شافعی قریشی اور مطلبی ہیں۔

امام شافعی کے پڑدادا کے باپ کا نام شافع ہے، اسی نسبت سے انہیں شافعی کہا جاتا ہے، اس نسبت سے انہیں اس قدر شہرت ملی کہ اصل نام پس منظر میں چلا گیا، بعض تذکرہ نگاروں نے امام شافعی

☆ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وسکریٹری برائے علمی امور اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

کے قریشی النسب ہونے کا انکار کیا ہے، ان کے نزدیک امام شافعی کے جد ثالث شافع ابولہب کے آزاد کردہ غلام تھے، اس لئے وہ نسباً قریشی نہیں بلکہ ولاءً قریشی تھے، لیکن مشہور روایات کے اعتبار سے امام موصوف نسباً قریشی اور مطلبی ہیں۔

۱۵۰ھ میں امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی، یہی امام شافعی کا سن ولادت ہے، بلکہ بعض تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق جس رات امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی اسی رات امام شافعیؒ کی پیدائش ہوئی۔

ان کی جائے پیدائش کے بارے میں تین روایتیں ہیں، اکثر راویوں کے بیان کے مطابق ان کی پیدائش ملک شام کے مقام ''غزہ'' میں ہوئی، دوسری روایت میں ان کی جائے پیدائش عسقلان ہے، جو ''غزہ'' سے تین فرسخ کی مسافت پر واقع ہے، یہ دونوں مقامات شام میں واقع ہیں، تیسری روایت کے مطابق ان کی پیدائش یمن میں ہوئی، ان میں سے پہلی روایت راجح ہے۔

راجح روایت کے اعتبار سے ان کی والدہ قبیلہ ازد کی خاتون تھیں، امام شافعیؒ کے مشہور تذکرہ نگار امام فخر الدین رازیؒ نے ان کی والدہ کے قریشی ہونے کو شاذ روایت اور مخالف اجماع قرار دیا ہے۔

امام شافعیؒ کی پیدائش ایک عالی نسب، لیکن غریب گھرانے میں ہوئی، ان کے والد کا ان کی کم سنی میں انتقال ہوگیا، ان کی والدہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں شام میں دوسرے قبائل کے درمیان بود و باش اور رہائش سے بچے کی نسل اور نسبی خصوصیات ضائع نہ ہو جائے، اس لئے وہ امام شافعی کو بچپن ہی میں لے کر مکہ مکرمہ آ گئیں تاکہ قریش کے درمیان رہائش سے نسلی خصوصیات میں ترقی ہو۔

تعلیم و تربیت:

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے خارق عادت ذہانت اور حافظہ سے مالا مال کیا۔ انہوں نے بہت مختصر مدت میں قرآن کریم حفظ کرلیا، اس کے بعد محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث کی تحصیل میں مشغول ہوگئے، چند برسوں میں انہوں نے احادیث نبویہ کا بڑا ذخیرہ یاد کرلیا۔ امام شافعیؒ نے عربی زبان و ادب میں کمال پیدا کرنا چاہا تو چند سال قبیلہ ''ہذیل'' میں گزارنے کا فیصلہ کیا، اس وقت عالم

اسلام کا رقبہ وسیع ہو چکا تھا، مختلف عجمی قومیں اسلام قبول کر چکی تھیں، بلاد اسلامیہ میں ان کی بڑی تعداد آباد تھی، عجمیوں کے اختلاط سے عربی زبان میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا، بہت سے غیر عربی الفاظ و اسالیب عربی زبان میں داخل ہو رہے تھے، خصوصاً شہر میں رہنے والے عربوں کی زبان عجمی الفاظ و اسالیب اور عجمی خیالات و تعبیرات سے زیادہ متاثر ہو رہی تھی، اس تاثیر و تاثر سے عرب کے وہی قبائل محفوظ تھے جو شہروں کی رونقوں اور ہنگاموں سے دور عرب کے ریگستانوں اور صحراؤں میں زندگی گذار رہے تھے۔

اس سلسلے میں قبیلہ ہذیل بہت ممتاز تھا، اس کی بود و باش قدیم عرب قبائل کے طرز پر تھی، اس لئے ان میں عربی کی خصوصیات پورے طور پر باقی تھیں، زبان کی فصاحت و بلاغت میں یہ قبیلہ بہت ممتاز تھا، امام شافعی نے عربی زبان و ادب میں کمال پیدا کرنے اور عربی خصوصیات حاصل کرنے کے لئے چند سال قبیلہ ہذیل میں گذارے، ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق انہوں نے بادیہ میں دس سال گذارے، اس طویل مدت میں ہذیل کی زبان سیکھتے، ان کے اشعار و اخبار یاد کرتے، عربوں کی عادات و روایات سیکھتے۔ انہوں نے زبان و ادب کے علاوہ تیر اندازی میں بڑی مہارت پیدا کر لی، دس سال کے بعد جب مکہ واپس ہوئے تو قبیلہ ہذیل کے اشعار و اخبار اور اسالیب کے سب سے بڑے ماہر تھے، اصمعی جیسے امام ادب و لغت نے ان سے ہذیل کے اشعار کی تصحیح کی۔

امام شافعی نے مکہ کے فقہاء اور محدثین سے تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا، مکہ مکرمہ اس وقت ایک اہم علمی مرکز تھا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ صحابہ کرام میں خصوصی مقام رکھتے تھے، کم عمری کے باوجود علمی فضل و کمال کی وجہ سے اکابر صحابہ میں ان کا شمار تھا، تفسیر قرآن میں خصوصی امتیاز کی وجہ سے انہیں ''ترجمان القرآن'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، احادیث نبویہ پر ان کی وسیع نظر تھی، تفقہ و اجتہاد میں ان کا مقام معروف تھا، عربی زبان و ادب کے ماہر اور ادا شناس تھے، حضرت ابن عباسؓ کی مسند درس مکہ مکرمہ میں بچھی ہوئی تھی، امام شافعی کے دور طالب علمی میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں کے شاگرد مکہ مکرمہ کی علمی مجلسوں کی رونق تھے، امام شافعی نے ان حضرات سے مختلف علوم سیکھے، ان میں کمال پیدا کیا، امام شافعیؒ کے مکی شیوخ میں سے چند یہ ہیں: (۱) سفیان بن عیینہ، (۲) مسلم بن خالد

زنجی، (۳) سعید بن سالم القداح، (۴) داؤد بن عبد الرحمٰن العطار، (۵) عبد الحمید بن عبد العزیز۔

شیوخ مکہ سے امام شافعی علم حاصل کر کے، حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ میں اس مقام پر پہنچ گئے کہ ان کے استاذ مسلم بن خالد زنجی نے انہیں فتوی دینے کی اجازت دے دی، لیکن امام شافعی کی اولو العزمی اور ہمت مردانہ نے اتنے علم پر قناعت کو مناسب نہیں سمجھا، اس وقت پورے عالم اسلام میں عالم مدینہ امام مالک کے علم و فضل اور ان کی تصنیف مؤطا کا شہرہ تھا، امام شافعی نے مدینہ منورہ جا کر امام مالک کی شاگردی اختیار کرنے کا ارادہ کیا، لیکن مدینہ منورہ جانے سے قبل مؤطا امام مالک حاصل کر کے اس کا مطالعہ کیا اور اس کی روایتیں یاد کیں۔

امام مالک نے پہلی ہی ملاقات میں امام شافعی کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بھانپ لیا، ان کے تابناک مستقبل کی پیشین گوئی کی، قیمتی نصیحتیں کیں، امام مالک کی خصوصی توجہات اور عنایات سے امام شافعی نے بہت مختصر مدت میں ان سے مؤطا پڑھ لی، اس کے بعد ۱۷۹ھ تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر اجتہاد و تفقہ کی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا ۱۷۹ھ میں امام مالک کا انتقال ہو گیا جب کہ امام شافعی کی عمر ۱۹ سال ہو چکی تھی، مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں انہوں نے امام مالک کے علاوہ درج ذیل شیوخ سے بھی علم حاصل کیا: (۱) ابراہیم بن سعد انصاری، (۲) عبد العزیز بن محمد درادردی، (۳) ابراہیم بن ابی یحییٰ، (۴) محمد بن ابی سعید ابن ابی فدیک، (۵) عبد اللہ بن نافع الصائغ۔

سرکاری ملازمت اور بغداد آمد:

امام مالکؒ کی وفات کے بعد امام شافعیؒ نے اپنی معاشی مجبوریوں سے سرکاری ملازمت کی راہ اپنائی، یمن میں ان کا تقرر ہوا، انہوں نے اپنی ولایت میں عدل و انصاف قائم کیا، ظالموں کا ہاتھ پکڑا، مظلوموں کی دست گیری کی، ان کے کچھ مخالفین پیدا ہو گئے، انہوں نے سازش کر کے خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں شکایت بھیجی کہ کچھ علوی آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، محمد بن ادریس شافعی بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔

ہارون رشید نے نو علویوں کو جن کے خلاف شکایت تھی اور امام شافعی کو دارالخلافہ بغداد طلب

کرلیا، علویوں کو بغاوت کے شبہ میں قتل کردیا گیا، امام شافعی اپنی قوت استدلال اور امام محمدؒ کی سفارش سے رہائی پا گئے۔ یہ واقعہ ۱۸۴ھ میں پیش آیا۔ امام شافعی کی بغداد آمد ملزم کی حیثیت سے ہوئی تھی، لیکن یہی آمد امام محمد بن الحسن الشیبانی سے تلمذ و استفادہ کا ذریعہ ثابت ہوئی، امام شافعی کی بغداد آمد سے پہلے ہی امام ابو یوسف کا انتقال ہو چکا تھا، امام محمد ان کی جگہ پر قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تھے، عراق کے فقہی دبستان کے سرخیل بھی وہی تھے۔

امام محمد سے تلمذ:

امام شافعی نے دار الخلافہ بغداد کی حاضری کو غنیمت سمجھتے ہوئے بغداد کے مشائخ اور علماء سے کسب فیض کیا، انہوں نے خاص طور سے امام محمد بن الحسنؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا، امام محمدؒ نے بھی ان کے ساتھ خصوصی توجہ وعنایت کا معاملہ فرمایا، اسی لئے امام محمد کے علم وفضل، اخلاق ومروت اور معلمانہ جانفشانی کے بارے میں امام شافعیؒ سے بلند الفاظ کثرت سے منقول ہیں۔

حرم مکی میں درس وتدریس:

بغداد میں امام محمد اور وہاں کے دوسرے محدثین وفقہاء سے تحصیل علم کے بعد امام شافعی مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حرم مکی میں ان کا درس ہونے لگا، بہت جلد امام شافعی کے حلقہ درس کی غیر معمولی شہرت ہوگئی، دور دراز سے راویان حدیث اور طالبان تفقہ واجتہاد ان کے حلقہ درس میں شرکت کرنے لگے۔

انہوں نے ایک نئے دبستان فقہ واجتہاد کی بنیاد ڈالی جس میں مختلف دبستانوں کی خصوصیات اور خوبیاں سمٹ آئیں۔ اللہ نے انہیں عالم اسلام کے مختلف فقہی دبستانوں کا گہرائی سے مطالعہ کرنے اور ان کا موازنہ کرنے کا بہترین موقع فراہم کیا، مدینہ اور عراق کے اجتہادی مکاتب فکر کے علاوہ انہوں نے امام اوزاعیؒ کے شاگرد عمر بن ابی سلمہ سے فقیہ شام امام اوزاعی کے اجتہادات وآراء کی واقفیت بہم پہنچائی، اور فقیہ مصر لیث بن سعدؒ کے فقہی مسلک کا مطالعہ ان کے شاگرد یحییٰ بن

حسان کی مدد سے کیا۔

امام شافعی نے مختلف فقہی دبستانوں کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنی خداداد ذہانت، عبقریت، طباعی اور نکتہ رسی کے ذریعہ ایک نیا فقہی دبستان ترتیب دیا، نصوص کتاب وسنت سے استنباط مسائل کے اصول وآداب مقرر کیئے، خبر واحد کی حجیت اور شرائط صحت پر فیصلہ کن گفتگو کی، اجماع اور قیاس پر اصولی بحثیں کیں۔

دوبارہ بغداد تشریف آوری:

مکہ مکرمہ میں تقریباً نو سال درس دینے کے بعد امام شافعی دوبارہ بغداد ۱۹۵ھ میں تشریف لائے، اس وقت ان کی مجتہدانہ شہرت پورے عالم اسلام میں پہنچ چکی تھی، ان کی طرف محدثین، فقہاء اور طالبان علوم کا بے پناہ رجوع ہوا، حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی کی فرمائش پر انہوں نے کتاب ''الرسالہ'' تصنیف کی جو اصول فقہ کی سب سے پہلی تصنیف قرار دی جاتی ہے، امام رازی کے بیان کے مطابق مصر جانے کے بعد انہوں نے ''الرسالہ'' کی تصنیف دوبارہ کی، بغداد میں دو سال قیام فرمانے کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئے، ۱۹۸ھ میں تیسری بار بغداد تشریف لائے، لیکن چند ہی ماہ بغداد میں قیام کرنے کے بعد مصر کا سفر اختیار کیا، ۱۹۹ھ میں مصر پہنچے، اس کے بعد وفات تک مصر ہی میں قیام فرمایا، رجب ۲۰۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، اور ۵۴ سال کی عمر میں پیوند خاک ہوگئے۔

مستقل فقہی مذہب کی تشکیل:

امام شافعی نے اپنے مستقل فقہی مذہب کی تشکیل اس وقت شروع کی جب ۱۹۵ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لائے، بغداد میں ان کا مستقل فقہی دبستان وجود میں آیا، ان کے بغدادی تلامذہ نے ان کے اجتہادات وآراء کی اشاعت کی، ۱۹۹ھ مصر تشریف لے جانے کے بعد انہوں نے اپنی فقہی آراء پر نظر ثانی کی، بہت سے مسائل میں ان کی تحقیق اور رائے تبدیل ہوگئی، فقہ شافعی میں امام شافعی کی دور بغداد کی آراء واجتہادات مذہب قدیم کے نام سے، اور دور مصر کے اجتہادات مذہب

جدید کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

امام شافعی کے تلامذہ اور تصنیفات:

امام شافعی کے نامور ترین شاگردوں میں امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کے نام آتے ہیں، لیکن ان دونوں حضرات کا مستقل فقہی دبستان وجود میں آیا، امام شافعی کے نامور تلامذہ کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱-مکی دور کے تلامذہ: امام شافعی نے بغداد میں پہلی مرتبہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لا کر تقریباً ۹ سال حرم مکی میں درس دیا، امام شافعی کے اس دور کے تلامذہ میں ابوبکر حمیدی (متوفی ۲۱۹ھ)، ابواسحاق ابراہیم بن محمد مطلبی (متوفی ۲۳۷ھ)، ابوبکر محمد بن ادریس، ابوالولید موسیٰ ابن ابی الجارود وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

۲- بغدادی دور کے تلامذہ: امام شافعی کے دوبارہ بغداد تشریف لانے کے بعد مصر تشریف لے جانے سے پہلے ان سے جن حضرات نے استفادہ کیا، ان میں سے چند نمایاں نام یہ ہیں: ابوعلی الحسن الصباح الزعفرانی (متوفی ۲۶۰ھ)، ابوعلی حسین بن علی کرابیسی (متوفی ۲۵۶ھ)، ابوثور کلبی (متوفی ۲۴۰ھ)، ابوعبدالرحمٰن احمد بن محمد بن یحییٰ اشعری۔

۳-مصری دور کے تلامذہ: امام شافعی کا آخری دور مصر میں گذرا، قیام مصر کے دوران ان سے استفادہ کرنے والے چند نامور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ (متوفی ۲۶۶ھ)، ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ بویطی (متوفی ۲۳۱ھ)، ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی (متوفی ۲۶۴ھ)، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکیم (متوفی ۲۵۸ھ)، ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار بن کامل مرادی (متوفی ۲۷۰ھ)۔

تصنیفات:

امام شافعی کی تصنیفات میں کتاب ''الرسالہ'' اصول فقہ کے بنیادی مباحث پر مشتمل ہے، امام شافعی نے عراق کے زمانہ قیام میں فقہ وفروع پر جو کتابیں تصنیف کیں ان کا مجموعہ ''الحجہ'' کے نام

سے جانا جاتا ہے، اس کی روایت زعفرانی اور کرابیسی نے کی، زعفرانی نے امام شافعی سے جن کتابوں کی روایت کی ان کے مجموعہ کو ابن ندیم نے ''المبسوط'' کے نام سے ذکر کیا، اس لئے بعض تذکرہ نگاروں کی رائے میں ''الحجۃ اور'' المبسوط'' ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں، اسی مجموعہ کتب میں امام شافعی نے مصر پہنچنے کے بعد کچھ تبدیلیاں اور حذف و اضافے کئے، اس کے بعد یہی کتاب'' کتاب الام'' کے نام سے معروف ہوئی، '' کتاب الام' ایک کتاب نہیں، بلکہ امام شافعی کی اکثر تالیفات کا مجموعہ ہے، علامہ سیوطی نے زمانہ مصر کی تصنیفات میں '' کتاب الام'' کے علاوہ '' الامالی الکبری''، '' الاملاء الصغیر'' کا نام لیا ہے، ابوالحسین آبری کی روایت کے مطابق امام شافعی کی ایک تصنیف '' کتاب السنن'' بھی ہے، ان کی تصنیفات میں '' احکام القرآن' اور '' اختلاف الحدیث'' وغیرہ بھی ہیں۔ امام صاحب کی بیشتر تصنیفات '' کتاب الام' میں شامل ہیں جو بار بار شائع ہو چکی ہے۔

مصادر و مراجع امام شافعی:

۱-ذہبی (۷۴۸ھ)	سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵-۹۹	نواں ایڈیشن بیروت
۲-ذہبی (۷۴۸ھ)	تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۶۱-۳۶۳	طبع اول حیدرآباد
۳-بیہقی (۴۵۸ھ)	مناقب الشافعی دو جلدیں	طبع اول ۱۹۷۱ قاہرہ
۴-جمال الدین اسنوی (۷۲۲ھ)	طبقات الشافعیہ اول/۱۱-۱۴	طبع اول ۱۹۷۱ء بغداد
۵-تاج الدین سبکی (۷۷۱ھ)	طبقات الشافعیۃ الکبری، جلد اول	طبع اول (تحقیق قاہرہ محمود محمد [illegible] ۱۹۷۰ء
۶-ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)	توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس	طبع اول بولاق قاہرہ
۷-ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)	تہذیب التہذیب ۹/۲۵-۳۱	طبع اول ۱۹۹۳ء قاہرہ دار الکتاب الاسلامی
۸-ابو حاتم رازی (۳۲۷ھ)	کتاب الجرح والتعدیل ۷/۲۰۱-۲۰۴	طبع اول ۱۹۵۲ء حیدرآباد
۹-خطیب بغدادی (۴۶۳ھ)	تاریخ بغداد ۲/۵۶-۷۳	دار الکتاب العربی بیروت

مصنف	کتاب	ناشر
۱۰- ابن خلکان (۶۸۱ھ)	وفیات الاعیان ۴/ ۱۶۳-۱۶۹	دار منار بیروت (تحقیق ڈاکٹر احسان عباس)
۱۱- ابونعیم اصفہانی (۴۳۰ھ)	حلیۃ الاولیاء ۹/ ۶۳-۱۶۱	طبع سوم ۱۹۸۰ء بیروت دار الکتاب العربی
۱۲- یاقوت حموی (۶۲۶ھ)	معجم الادباء ۱۷/ ۲۸۱-۳۲۷	طبع سوم ۱۹۸۰ء قاہرہ دار الفکر
۱۳- ابوزہرہ	الشافعی	طبع سوم، دار الفکر قاہرہ
۱۴- عبدالغنی الدقر	الامام الشافعی	طبع اول، دار القلم بیروت
۱۵- عبدالحلیم الجندی	الامام الشافعی	تیسرا ایڈیشن، قاہرہ دار المعارف

مسندالامام الشافعی-ایک تعارف

مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی ☆

فقہ و اجتہاد کا مقام ایسا ہے کہ جو کتاب وسنت سے بھرپور واقفیت اور ان سے متعلقہ و ماخوذ علوم میں کمال مہارت و مناسبت یعنی امامت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ علماء محققین نے ائمہ مجتہدین اور ممتاز فقہاء امت کو صرف فقہ کے ائمہ میں نہیں بلکہ علوم حدیث وسنت کے ائمہ میں بھی شمار کیا ہے۔

شیخ محمد بن جعفر کتانی (م ۱۳۴۵ھ) نے اپنی معروف کتاب ''الرسالۃ المستطرفۃ'' جس کے اندر انہوں نے علوم سنت سے متعلق تصنیفات وتالیفات نیز مصنفین ومولفین کا مختصراً بھرپور تعارف کرایا ہے، شیخ نے اپنی اس کتاب کا آغاز ہی امت کے دس چیدہ ائمہ اوران کی تالیفات سے کیا ہے۔

ان دس حضرات ائمہ میں چھ تو اصحاب صحاح ستہ ہیں یعنی مسلم، بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور چار حضرات ائمہ یعنی ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل ہیں (الرسالۃ المستطرفۃ ر ۴ تا ۱۹)۔

اسی طرح شیخ مصطفیٰ سباعی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی'' کے اخیر میں تقریباً ستر صفحات میں ان دس حضرات کا تذکرہ کیا ہے (السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ر ۳۹۹ تا ۴۷۱)۔

اوران حضرات نے ان چاروں حضرات کا مذکورہ دونوں کتابوں میں اس حقیقت سے تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے بھی اصحاب صحاح ستہ، جو بلاشبہ ائمہ حدیث ہیں کی طرح علم حدیث کی خدمت

☆ شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، یوپی، وسکریٹری برائے سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

اور حدیث کے جمع و تدوین اور تحقیق و تنقیح کا بڑا کام کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ان حضرات سے حق تعالی نے پوری شریعت کی نشر و اشاعت اور حفاظت کا کام لیا ہے، علوم قرآنیہ وعلوم حدیثیہ سب کی نسبت سے ان حضرات نے اپنی امت کو وہ بیش بہا خزانے عطا کئے ہیں جو اپنی جگہ تا قیام قیامت مثالی ہیں اور شریعت کی حفاظت کے ضامن ہیں۔

موضوع کی مناسبت سے زیادہ تفصیل میں نہ جا کر مختصراً عرض ہے کہ چاروں ہی حضرات نے اپنے زمانہ کے علماء محققین کی طرح احادیث کی تحصیل وحفظ روایت و تحقیق، کتابت و تالیف کا کام کیا، آج ہمارے پاس سب کی تحریریں اور مرویات کے مجموعے موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کا مجموعہ ''مسند امام ابی حنیفہ'' کے نام سے معروف ہے، اور کئی مجموعے اس نام سے ہیں، ''کتاب الآثار'' کے نام سے معروف و متداول مجموعہ خود ان کی تالیف شمار کیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو علوم الحدیث رص ۲۸۳-۲۹۴، الرسالۃ المستطرفہ ر ۱۵، قلائد الازہار ر ۲)۔

امام مالکؒ کی تالیف ''موطا'' کی شہرت مثل آفتاب ہے، اور ان کی مرویات متون حدیث کے ہر مجموعے میں موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کی ''مسند'' سے کون ناواقف ہے اور فضائل صحابہ وغیرہ مزید ہیں۔

امام شافعیؒ جو زمانی ترتیب کے اعتبار سے ائمہ اربعہ میں تیسرے نمبر پر ہیں، امام مالک کے خاص شاگردوں میں ہیں، اور امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کے خوشہ چینوں میں، اور امام احمد کے خاص اساتذہ میں تھے۔

ان کی تصنیف لطیف ''کتاب الام'' ایک شاہکار ہے، جو ان کے سارے علوم کی امین و ترجمان ہے، اور براہ راست ان کے قلم سے ان کی مرویات و تحقیقات کا مجموعہ ہے۔

ان کی طرف منسوب دیگر چیزیں دراصل اسی کے مرکزی و بنیادی اجزاء ہیں، خواہ ''الرسالہ'' ہو یا دوسری چیزیں، بعض چیزیں مستقل بھی ہوسکتی ہیں اور ہیں (مقدمہ معرفۃ السنن والآثار ر ۲۶ تا ۲۸)۔

امام شافعی نے اپنی مرویات کو خود اپنے قلم سے اور اپنی سند سے ''کتاب الام'' میں اہتماما

ذکر فرمایا ہے، کوئی ایسی تالیف جس میں ''کتاب الآثار''، موطا مالک، مسند احمد کی طرح صرف مرویات ہی آئی ہوں اور دوسری باتیں برائے نام۔ امام شافعی کی طرف منسوب خود ان کے قلم وکاوش سے ایسی کوئی تالیف نہیں ملتی، اگرچہ ان کی تالیفات کی ایک بڑی تعداد ذکر کی جاتی ہے۔

البتہ ان کے تلامذہ نے حق ادا کیا ہے، اور ائمہ اربعہ کا یہ بھی ایک امتیاز ہے، یا یہی امتیاز ہے کہ ان کے خواص تلامذہ نے اپنے اساتذہ ومربین کے علوم کو سینہ سے لگایا اور خدمت کر کے زندہ وتابندہ کیا (مقدمہ معرفۃ السنن والآثار ص ۱۲، ۱۳، نیز ملاحظہ ہو تاریخ التشریع الاسلامی وتاریخ المذاہب الاسلامیہ لابی زہرہ جلد دوم)۔

جن حضرات کو ائمہ اربعہ کے تلامذہ کی طرح مستعد تلامذہ وخدام علم نہیں ملے ان کے حقیقی علم سے دنیا محروم ہوگئی، مصر کے مشہور فقیہ ومجتہد لیث بن سعد علیہ کی بابت یہ جملہ بڑا بصیرت افروز ہے:

''كان أفقه من مالك لكن ضيعه تلاميذه'' یہ جملہ مذکورہ الفاظ میں کہیں نظر سے گذرا ہے، مرجع و ماخذ کی تلاش میں امام شافعی و ابوزرعہ سے یہ مضمون فی الجملہ مل گیا (سیر اعلام النبلاء ۷/ ۱۵۲)، امام شافعی کے الفاظ یوں منقول ہیں: ''كان أفقه من مالك ولكن أصحابه لم يقوموا به''۔

ضرورت کا احساس کر کے جیسے امام ابوحنیفہؒ کی مرویات خاصہ کے مجموعے ان کے تلامذہ اور دیگر حضرات نے مرتب کئے، امام شافعی کی مرویات کو بھی ان کی تصنیفات و افادات سے انتخاب و تلاش کے بعد ان کے تلامذہ نیز منتسبین نے جمع کیا، اور کتابی شکل میں پیش کیا، اسی کی برکت ہے کہ آج متون حدیث کی نسبت سے ان کی مرویات کے تین معروف مجموعے ہمارے پاس موجود ہیں: ۱-سنن شافعی، ۲-مسند شافعی، ۳-معرفۃ السنن والآثار۔

۱-سنن الامام الشافعی:

امام شافعیؒ کے عزیز وممتاز شاگرد اسماعیل مزنی (م ۲۶۴ھ) کے بھانجے امام طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ (م ۳۲۱ھ) کا مرتب کردہ مجموعہ ہے، امام طحاوی نے اپنے ماموں جو ان کے استاد بھی تھے اور امام شافعیؒ کے شاگرد تھے، ان سے حاصل کردہ امام شافعیؒ کی مرویات کو ''سنن امام

شافعی'' کے نام سے مرتب وجمع کیا (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۳۲)۔

۲- معرفۃ السنن والآثار:

مشہور محدث امام بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین (م ۴۵۸ھ) جو امام شافعی کے تلامذہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان کو امام شافعی کے علوم ومرویات سے بڑا شغف وتعلق رہا اور اس نسبت سے کئی کام کیے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی تالیفی وتحقیقی خدمات کا خصوصی مقصد امام شافعی کے علوم وروایات کو بنایا اور یکے بعد دیگرے متعدد کام کیے، جیسا کہ ان کے احوال میں معروف ہے، اور ''موسوعۃ الامام الشافعی'' نیز ''معرفۃ السنن والآثار'' کے مقدمات میں اس کا اہتمام و وسعت سے تذکرہ کیا گیا ہے (مقدمہ معرفۃ السنن ومقدمہ موسوعۃ الامام الشافعی)۔

۳- مسند الامام الشافعی:

اس سلسلہ کی تیسری کڑی ہے جو اس تحریر ومقالہ کا موضوع ہے، یہ ترتیب میں دوسری ہے کہ سنن کے بعد اور معرفۃ السنن سے پہلے کی کاوش ہے۔

متون حدیث کی تالیف ومؤلفات کے احوال سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ متون حدیث کے مجموعے مختلف انداز پر اور مختلف عنوانوں سے مرتب ہوتے ہیں، بہت سے عنوانات فنی و تالیفی اصطلاح کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ اصطلاحی عنوان ونظام شروع سے اپنایا گیا ہے، چنانچہ جامع سنن، مستدرک، معجم، مسند وغیرہ کی اصطلاح معروف ہے (ملاحظہ ہو: تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۶۸-۱۷۰، علوم الحدیث ص ۳۴۵ومابعد)۔

مسند متون حدیث کے دو قسم کے مجموعے کہلاتے ہیں:

ایک تو وہ مجموعہ جن میں احادیث کی جمع وترتیب صحابہ وتابعین کے ناموں کے اعتبار سے کی گئی ہے، یوں کہ ایک کے بعد ایک کی مرویات لائی جائیں، اور متعدد حضرات کی مرویات میں ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے بھی ہوسکتی ہے اور دوسری بھی۔

اس نسبت سے امام احمد کا مرتب کردہ مجموعہ سب سے زیادہ معروف و مقبول ہے۔ بنام ''مسند امام احمد'' آج کل اس کے متعدد محقق وغیر محقق مختلف انداز کے نسخے مروج ہیں، اس مجموعہ میں امام موصوف نے صحابہ کے ناموں کو مدنظر رکھ کر روایات کو جمع کیا ہے، اور ناموں میں ترتیب بھی مختلف انداز کی ہے۔

دوسرے وہ مجموعے جن میں کسی ایک فرد یا شخصیت کی مرویات کو جمع و یکجا کیا گیا ہے، خواہ صحابہ میں سے یا تابعین اور بعد کے حضرات ائمہ ومحدثین میں سے، اور خواہ ترتیب مبوب باعتبار مضامین مسائل ہو یا کسی دوسرے اعتبار سے۔

جیسے بعض اکابر صحابہ کی مرویات کے مجموعے، مثلاً مسند ابی بکر صدیق، مسند عمر فاروق وغیرہ، اسی طرح بعض اکابر تابعین و تبع تابعین کی طرف منسوب بھی بعض ایسے مجموعے ہیں۔

اسی طرح ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مسانید ہیں جو کافی تعداد میں ہیں، اور ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ سب میں امام صاحب کی مرویات کو جمع کیا گیا ہے، ان میں سے بعض مبوب ہیں، اور بعض غیر مبوب یا بعد میں ترتیب کا کام کیا گیا ہے، جیسے ''جامع المسانید'' کے نام سے کئی مسانید کو یکجا کر دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۰ وغیرہ، نیز علوم الحدیث و تیسیر مصطلح الحدیث)۔

''امام شافعی علیہ الرحمۃ'' کی طرف منسوب مسند بھی اسی قبیل کا ہے جس میں ان کی مرویات کو یکجا کیا گیا ہے، اور اسی مناسبت سے اس کو ''مسند'' کہا جاتا ہے کہ ترتیب سے قطع نظر اس میں امام موصوف کی روایات کا ذکر و جمع مقصود ہے ''الرسالۃ المستطرفۃ'' کے اندر ائمہ اربعہ کی مؤلفات حدیث کے بیان میں اسی کا تذکرہ کیا گیا ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۷، ۱۸)۔

بات آ چکی ہے کہ مسند امام احمد تو امام احمدؒ کی تالیف ہے لیکن مسند امام ابوحنیفہ اور مسند امام شافعی، ان دونوں حضرات کی تالیف نہیں بلکہ ان دونوں کی مرویات کا مجموعہ ہے جس کو ان کے تلامذہ اور بعد کے حضرات نے مرتب کیا ہے۔

مسند امام شافعی کے نام سے امام شافعی کی مرویات کو کتابی صورت میں جمع و مرتب کر کے

متعارف کرانے والے ابوعمرو-محمد بن جعفر مطری نیشاپوری (م ۳۶۰ھ) ہیں۔

اور محمد بن جعفر مطری، ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نیشاپوری (م ۳۴۶ھ) کے شاگردوں میں سے تھے بلکہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کے آخری شاگرد تھے، مطری نے اس مسند میں مذکور تمام روایات ان کے واسطے سے ہی حاصل کی تھیں، اور ابوالعباس-ربیع مرادی (م ۲۷۰ھ) کے خاص شاگردوں میں سے تھے

ربیع مرادی-ربیع بن سلیمان مرادی مصری کے نام سے معروف ہیں، جو ربیع مؤذن کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں، ربیع امام شافعی کے خاص شاگردوں اور ان کی کتب و مذہب کے خاص ناقلین و رواۃ میں شمار ہوتے ہیں (تاریخ التشریع الاسلامی/ص ۲۵)۔

یہ امام موصوف کے قیام مصر کے عہد کے ان کے مستقل مصاحب و خادم تھے اور مصر میں مسجد امام شافعی علیہ الرحمہ کا مرکز تعلیم و ترتیب تھی اس کے مؤذن تھے، اسی لئے "ربیع مؤذن" کہلاتے ہیں، وفات کے بعد ربیع امام صاحب کے جوار میں ہی مدفون ہوئے (واضح رہے کہ امام شافعی کے تلامذہ و خواص میں (اہل مصر میں سے) دو ربیع ہیں ایک ربیع مرادی دوسرے ربیع جنیری۔ یہ بھی مصر کے رہنے والے اور امام شافعی کے معروف رواۃ میں سے ہیں، مقدمہ تحقیق الکتاب الرسالۃ/ص ۲۸، اور دونوں ہی امام طحاوی کے اساتذہ و مشائخ میں سے ہیں)۔

ربیع مرادی-چونکہ امام شافعی کے آخری عہد کے خاص مصاحب و خادم تھے، اور امام موصوف کی علمی و تحقیقی زندگی میں اس عہد کا ایک خاص امتیاز مانا جاتا ہے حتی کہ اس کی نسبت سے قدیم و جدید-قول و مذہب کا کثرت سے ذکر آتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ المذاہب الاسلامیہ جلد دوم و تاریخ التشریع الاسلامی/ص ۲۵۴، ۲۵۶)۔ ربیع نے اپنی اس مصاحبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام شافعیؒ کی تالیفات و روایات کا حصول براہ راست ان سے کیا، اور اسی بنیاد پر وہ امام صاحب کے علوم و روایات کے ایک بڑے راوی قرار پائے بلکہ اپنے وقت میں شوافع کا مرجع قرار پائے (تاریخ التشریع الاسلامی/ص ۲۵۹)۔

البتہ ایک چھوٹا سا حصہ ایسا بھی ذکر کیا جاتا ہے جو وہ کسی وجہ سے امام شافعی سے براہ راست

حاصل نہ کر سکے، تو ان کے ایک دوسرے معروف و خاص شاگرد و راوی بویطی - یوسف بن یحیی - (م ۲۳۱ھ) سے انہوں نے اس کو حاصل کیا اور اس طرح وہ امام صاحبؒ کی تمام مرویات کے راوی و ناقل اور محافظ بن گئے (الرسالۃ المستطرفۃ رص ۱۷)۔

اور ذکر تو یہ کیا جاتا ہے کہ کل چار روایات ہیں جو ایسی ہیں کہ جن کو ربیع نے بواسطہ بویطی امام شافعی سے نقل کیا ہے، مگر مسند شافعی میں جس انداز میں ایسی روایات کو ذکر کیا گیا ہے، اس کے مطابق تو تعداد کہیں زیادہ ہوتی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ مسند میں ایسی روایات کو چار حصوں میں اور چار عنوانات کے تحت گویا چار مواقع و تالیفات سے اخذ کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے، البتہ مسند میں یہ حصہ بالکل اخیر میں ہے، کہا جا سکتا ہے کہ اس سیاق میں ''روایت'' کا لفظ اصطلاحی حیثیت رکھتا ہے، ویسے تو مسند میں تقریباً اوائل و آغاز میں بعض سند کے ساتھ بویطی کی چار روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کو ربیع نے ان کے واسطے سے سنا ہے (ملاحظہ ہو مسند الامام شافعی رص ۳۸-۳۹) اور اس کے مطابق تو ان روایات کی تعداد چار سے کہیں زیادہ ہے جن کو ربیع نے امام شافعی سے براہ راست نہیں سنا ہے۔

بہر حال ابو العباس اصم نے امام شافعی کی تمام مرویات جو ربیع مرادی کے پاس تھیں وہ اب ان سے سن کر حاصل کیں اور پھر حفظ و روایت کے ساتھ ان کو آگے بڑھایا۔

اور ابو العباس کے پاس موجود اس سرمایہ کو ان کے شاگرد عزیز ابو عمرو مطری نے حاصل کرنے کے بعد کتابی شکل میں منتقل کیا اور اس طرح ایک وقیع و قیمتی علمی سرمایہ ضایع سے محفوظ ہو گیا۔

مسند امام شافعی کی کل روایات تکرار کے ساتھ ۱۱۹۰ ہیں، اور مکررات کو حذف کر کے ۹۴۰ ہیں، جن میں سے ۸۲۰ مسند و مرفوع ہیں، اور ۱۲۰ روایات مرسل و منقطع ہیں (حاشیہ تدریب الراوی ا ر ۱۷۵)۔

یعنی مجموعی طور پر ایک ہزار کے قریب مرویات اس کتاب میں ہیں، یہی تعداد مؤطا امام مالک (بروایۃ امام محمد) اور کتاب الاثار کی بھی ہے قریب قریب (علوم الحدیث رص ۳۸۵، ۳۷۳، قلائد الازہار رص ۱۵، ۱۶، مسانید الامام رص ۷۹)۔

مسند امام شافعی اگر چہ خود امام موصوف کی تالیف نہیں ہے لیکن چونکہ مرویات وروایات امام موصوف کی ہیں، اس لئے متون حدیث کی اہم کتابوں میں اس کو شمار کیا جاتا ہے، اور متون حدیث لی اہم کتابوں کے رجال واطراف کی خدمت میں اس کتاب کو بھی شامل رکھا گیا ہے، چنانچہ معروف متون کے رجال سے متعلق کتابوں میں "التذكرة في رجال العشرة" (مولفہ محمد بن علی حسینی م ۷۶۵ھ) اور "تعجيل المنفعة بزوائد رجال الائمة الأربعة" (مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ) میں اس کتاب کو شامل رکھا گیا ہے (الرسالۃ المستطر فۃ ص ۲۰۹)۔

اور کتب اطراف میں حافظ ابن حجر کی "اتحاف المهرة بأطراف العشرة" میں مسند امام شافعی کو بھی شامل کیا گیا ہے (الرسالۃ المستطر فۃ ص ۱۷۱)۔

کتاب کا جو نسخہ میرے سامنے ہے وہ آج کے مروج درمیانی سائز کے ۳۹۲ صفحات پر مشتمل ہے، کتاب سے متعلق کوئی تحقیقی جائزہ میرے سامنے نہیں ہے اور نہ نسخہ مذکورہ کے ساتھ کسی شارح کا کوئی مقدمہ ہے، اس لئے خود اپنا ہی جائزہ پیش خدمت ہے:

۱- کتاب مسند امام شافعی: ۶۹ چھوٹے و بڑے حصوں میں ہے، جن کو باب کہا جاسکتا ہے، ویسے باب کا لفظ صرف دو جگہ شروع میں آیا ہے اس کے بعد نہیں باب ما خرج من کتاب الوضوء، باب من کتاب استقبال القبلۃ۔

۲- یہ انتخاب امام شافعی کی مختلف تالیفات سے کیا گیا ہے اور خصوصیت سے نیز بنیادی طور پر کتاب الام سے ہے، لیکن "کتاب الام" کی فہرست مباحث اور مسند کی فہرست مباحث سے یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ کل کا کل "الأم" سے ہی لیا گیا ہے۔

۳- ترتیب کا معاملہ یہ ہے کہ شروع میں عبادات کی حد تک طہارت تا حج تو کتب فقہ وکتب سنن کی ترتیب ہے، لیکن اس کے بعد پھر ترتیب نہیں ہے، کیفما اتفق انتخاب ہے۔

۴- یہ ترتیب کتاب الام کے مباحث کی بھی نہیں ہے، اسی سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے انتخاب میں صرف "کتاب الام" یا کوئی اور کتاب من وعن سامنے نہیں ہے۔

۵-بعض موضوعات سے متعلق روایات کا انتخاب مکرر بھی ہے دو یا دو سے زائد حصے ہیں، مثلاً حج سے متعلق تین اجزاء ہیں اور صیام، نیز نکاح اور وصایا سے متعلق دو دو ہیں۔

۶-آخری چار اجزاء ہیں جن میں یہ صراحت ہے کہ ربیع نے ان کو امام شافعی سے نہیں سنا، ا-من کتاب الوصایا الذی لم یسمع منہ، ۲-ومن کتاب الطعام والشراب وعمارۃ الأرضین مما لم یسمع الربیع من الشافعی-اور اس کے ساتھ مزید مذکور ہے: وأعلم أن ذا من قولہ وبعض کلامہ، ۳-ومن کتاب الوصایا الذی لم یسمع من الشافعی رضی اللہ عنہ، ۴-ومن کتاب اختلاف علی وعبداللہ مما لم یسمع الربیع من الشافعی، اور یہ چاروں اجزاء اخیر میں ہیں اور مسلسل ہیں، لیکن پہلے کے بعد ایک جز ادب قاضی کا بظاہر سنا ہوا ہے۔

۷-ان چار کے ماسواء اجزاء خود ربیع کے مسموع ہیں، کسی کسی جگہ اس کی صراحت بھی کر دی گئی ہے۔

مثلاً ایک موقع سے ہے: **ومن كتاب مختصر الحج الكبير من هنا يقول الربيع: أخبرنا الشافعي رضى الله عنه**، اس سے قبل ہے: **ومن كتاب الحج من الأمالي يقول الربيع في جميع ذلك حدثنا الشافعي**، اسی طرح بعض دوسرے مواقع میں بھی صراحت وعبارت ہے مگر ہر جگہ نہیں۔

۸-روایات سند کے ساتھ مذکور ہیں جو بنیادی طور پر امام شافعی سے سنی ہوئی اور ان کے الفاظ میں ہیں اور عموماً انہوں نے جو الفاظ ادا کئے ہیں اور جہاں سے سند شروع کی ہے وہیں سے ذکر ہے۔

۹-آغاز- پہلے جزو کی پہلی روایت کا یوں ذکر کیا گیا ہے:

أخبرنا الإمام ابو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي رضى الله عنه أخبرنا۔ اس انداز کی عبارت بعض دوسرے مواقع میں بھی آئی ہے جیسے کہ بعض جگہ آیا ہے: أخبرنا الشافعی (رص ۲۸)۔

۱۰-کسی کسی جگہ أخبرنا الربیع عن الشافعی- یا أنبأنا، یا أخبرنا الشافعی- بھی مذکور ہے (ملاحظہ ہو

رص ۸ / ۱۰ / ۲۲ جز اول)۔

۱۱-بعض مواقع میں سند یوں بھی ہے: حدثنا الأصم أخبرنا الربیع حدثنا الشافعی- گویا مرتب مسند ابوعمرو مطر نے مسند کو اپنے استاد سے شروع کیا ہے جبکہ عام طور سے امام شافعیؒ کی ذکر کردہ سند لائی گئی ہے، اور کہیں کہیں ربیع کی ذکر کردہ- یا الأصم کی ذکر کردہ بغیر صراحت کے۔ اور خال خال اصم کی صراحت کے ساتھ ہے جیسے مذکورہ جگہ (ص ۴۶) اور (ص ۵۲)۔

۱۲- کتاب استقبال القبلة فی الصلاة- کے عنوان سے جو جزء ہے جس میں نماز سے متعلق روایات مذکور ہیں اس کے درمیان میں (ص ۳۸ و ۳۹ پر) چار روایات اس طرح مذکور ہیں: حدثنا الأصم اخبرنا الربیع اخبرنا البویطی اخبرنا الشافعی الخ، اتفاق سے ان چاروں روایات کا رکوع سے تعلق ہے۔

-رکوع کی ایک دعا کے پڑھنے کا اور- رکوع میں تسبیح کا ذکر ہے اور کچھ مضمون اور بھی ہے۔

بظاہر یہی چار روایات ہیں جو ربیع نے امام شافعیؒ سے براہ راست نہیں سنی ہیں بلکہ بویطی کے واسطے سے سنی ہیں، اور شاید اسی خصوصیت کی وجہ سے مرتب مسند ابوعمرو مطری نے ان چاروں روایات کو ذکر کرتے ہوئے امام شافعی تک پوری سند ذکر کردی ہے، ورنہ تو عموماوہ نہ ربیع کا ذکر کرتے ہیں اور نہ اصم کا، بس کہیں کہیں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے۔

مسند امام شافعی کے تعارف میں فی الحال وقت و معلومات کے اعتبار سے اسی قدر ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے اور یہی ممکن ہوسکا ہے، **ولعل الله یحدث بعد ذلک أمرا**۔

الرسالہ پر ایک تحقیقی نظر

مولانا عتیق احمد بستوی☆

الرسالہ امام شافعی کی مشہور ترین کتاب ہے، بہت سے تذکرہ نگاروں نے الرسالہ کو اصول فقہ کی سب سے پہلی تصنیف قرار دیا ہے، لیکن یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ کتب طبقات وتراجم میں اصول فقہ پر امام ابو یوسف اور امام محمد کی بعض کتابوں کا ذکر آتا ہے، اس لئے یہ بات قطعیت کے ساتھ تو نہیں کہی جاسکتی کہ الرسالہ اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ اسلامیات کے دستیاب لٹریچر میں الرسالہ اصول فقہ پر اولین کتاب ہے۔

الرسالہ حضرت عبدالرحمن بن مہدی کی فرمائش پر لکھی گئی، امام شافعی کے متعدد تذکرہ نگاروں نے یہ بات لکھی ہے کہ عبدالرحمن بن مہدی نے امام شافعی کو ایک خط لکھا کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کریں جس میں معانی قرآنی کا بیان ہو، احادیث کے قبول ہونے کی شرطیں ہوں، اجماع کی حجیت کا بیان ہو، قرآن وسنت کے ناسخ ومنسوخ کی وضاحت ہو۔ حضرت عبدالرحمن بن مہدی کی اس فرمائش پر اور علی بن مدینی کی مزید تحریک سے امام شافعی نے اصولی مباحث پر مشتمل یہ کتاب تصنیف کی۔

امام شافعی نے ''الرسالہ'' کی تصنیف دوبار کی، یا یہ کہئے کہ ایک بار اس کتاب کی تصنیف مکمل کرنے کے بعد دوبارہ اس پر نظر ثانی کی اور اس میں خاصا حک وفک کیا، تذکرہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ الرسالہ پر آخری نظر ثانی اور حذف واضافہ کا کام مصر کے زمانہ قیام میں انجام دیا گیا، اس اصلاح شدہ نسخہ کو ''الرسالۃ الجدیدۃ'' کے نام سے جانا جاتا ہے اور الرسالہ کا یہی نسخہ دستیاب ہے، لیکن الرسالہ کی پہلی تصنیف وتدوین مکہ مکرمہ میں انجام پائی یا بغداد میں اس کے بارے

☆ استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وسکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

میں تذکرہ نگاروں کی رائیں مختلف ہیں۔

الرسالہ اصول فقہ کی اولین کتاب ہے، یا زیادہ محتاط الفاظ میں اصول فقہ کی اولین کتابوں میں سے ہے، اس لئے اس میں اصول فقہ کے تمام مسائل ومباحث کا احتواء نہیں کیا جاسکا ہے، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ اصول فقہ کے بہت سے بنیادی مباحث اس کتاب میں بڑی وضاحت سے آگئے ہیں، اسی طرح یہ کتاب اصول حدیث کے بڑے قیمتی مباحث پر بھی مشتمل ہے، اس لئے الرسالہ کو علم اصول حدیث کا بھی خشت اول کہہ سکتے ہیں۔

الرسالہ کے بارے میں یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس میں خیالات اور مضامین امام شافعی کے ہیں، لیکن ان خیالات ومضامین کو الفاظ کا جامہ ان کے کسی شاگرد نے پہنایا ہے۔ الرسالہ کو امام شافعی کی تصنیف قرار دیا جائے یا امالی، بہرحال اس میں معانی اور الفاظ دونوں امام شافعی کے ہیں، اس لئے ادب وبلاغت کے اعتبار سے اس کتاب کی بڑی قدر وقیمت ہے، امام شافعی کی لغت وادب میں امامت کبار ائمہ لغت وادب نے بھی تسلیم کی ہے، اصمعی، ثعلب، جاحظ، ابن ہشام ان کی ادبی عظمت کے بیان میں رطب اللسان ہیں، اس لئے الرسالہ عربی کے قدیم ترین نثری ادب کا عظیم تر شاہکار ہے۔

الرسالہ اسلامیات کے ذخیرہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب نے اصولی مباحث پر بحث ومناقشہ اور تصنیف وتالیف کے رجحان کو پروان چڑھایا، بہت سے چوٹی کے علماء نے الرسالہ کی شرح لکھی، بعض اہل تحقیق نے اس کتاب کے مباحث ومسائل پر تنقیدی اور تجزیاتی نظر ڈالی اور مختلف اصولی مباحث میں اپنا اختلافی نقطہ اجاگر کیا، الرسالہ کے مشہور شارحین میں امام ابوبکر محمد بن عبداللہ صیرفی (متوفی ۳۳۰ھ)، امام ابوالولید نیساپوری (متوفی ۳۴۹ھ)، قفال کبیر شاشی محمد بن علی بن اسماعیل (متوفی ۳۶۵ھ)، امام ابوبکر جوزقی نیشاپوری (متوفی ۳۸۸)، امام ابومحمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ) کے نام آتے ہیں۔

الرسالہ کے ایڈیشن:

الرسالہ کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، ہمارے پیش نظر الرسالہ کا وہ شاندار ایڈیشن

ہے جو شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق وشرح کے ساتھ شائع ہوا ہے، الرسالہ کے زیر نظر ایڈیشن کا تعارف کرانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قدیم اشاعتوں کا مختصراً تذکرہ کردیا جائے۔

۱-الرسالہ کا سب سے پہلا ایڈیشن ۱۳۱۲ھ میں یوسف صالح محمد الجزمادی کی تصحیح کے ساتھ المطبعۃ العلمیہ مصر سے شائع ہوا۔

۲-دوسرا ایڈیشن ۱۳۱۵ھ میں المطبعۃ الشرقیہ مصر سے شائع ہوا۔

۳-تیسرا ایڈیشن ۱۳۲۱ھ میں مطبعۃ بولاق مصر سے شائع ہوا۔

شیخ احمد محمد شاکر کے بیان کے مطابق یہ تینوں ایڈیشن اغلاط سے پُر تھے، اس لئے الرسالہ کے ایک مصحح اور محقق ایڈیشن کی ضرورت محسوس ہوئی۔

شیخ احمد محمد شاکر نے اپنی تحقیق وتصحیح میں مذکورہ بالا تینوں اشاعتوں کو پیش نظر رکھا ہے، اوران کے اغلاط کی نشاندہی کی ہے، شیخ کی تحقیق وتصحیح کی اصل بنیاد الرسالہ کے دومخطوطات پر ہے، ان میں سے ایک مخطوطہ امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد اوران کی کتابوں کی راوی ربیع بن سلیمان کے قلم سے ہے۔

تحقیق متن کی صحت واستناد کے لئے شیخ احمد محمد شاکر کا نام کافی ہے، انہوں نے بڑی عرق ریزی اور جگر کاوی سے الرسالہ کا یہ محقق نسخہ تیار کیا ہے، جا بجا قیمتی شرح وتعلیق سے کتاب سے استفادہ آسان بنادیا ہے، اوران کی افادیت دوچند کردی ہے، پوری کتاب کی پیراگرافنگ کی وجہ سے قارئین کے لئے فہم کتاب میں بڑی سہولت ہوگئی ہے۔

الرسالۃ کے مضامین کا تعارف:

اصل کتاب سے پہلے محقق کے قلم سے امام شافعی اوران کی کتاب الرسالہ کے بارے میں فاضلانہ مقدمہ ہے، اوردونوں مخطوطات کا تفصیلی تعارف ہے۔

امام شافعی اوران کی کتاب الرسالہ کا تعارف گیارہ صفحات (۵ تا ۱۵) میں کرایا گیا ہے، اس ضمن میں ڈاکٹر زکی مبارک کے اس دعوی کی پرزور تردید کی گئی ہے کہ کتاب الام امام شافعی کی تصنیف نہیں ہے (ص ۹ تا ۱۰)۔

الرسالہ کے جن دو مخطوطات کو بنیاد بنا کر تحقیق کا کام انجام دیا گیا وہ دونوں دار الکتب المصریہ کی ملکیت ہیں، ان دونوں نسخوں کا مفصل تعارف کرایا گیا ہے (ص ۱۷ تا ۲۹)۔ ربیع بن سلیمان (تلمیذ امام شافعی) کے تحریر کردہ نسخہ کے ساتھ بہت سے مشاہیر محدثین وفقہاء کے سماعات اور توقیعات ہیں، اسی طرح نسخہ ابن جماع میں بھی چند سماعات ہیں، ان سب کو محقق نے پوری تحقیق اور احتیاط سے نقل کر دیا ہے (ص ۳۰ تا ۸۴)، سماعات میں جن حضرات کے نام آئے ہیں، ان ناموں کی فہرست آٹھ صفحات (ص ۸۵ تا ۹۲) میں ہے، اس کے بعد بارہ صفحات میں مخطوطات کے مختلف اوراق کے فوٹو ہیں۔

مقدمہ اور تعارف مخطوطات وغیرہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ کتاب کے صفحات کی نمبرنگ علاحدہ سے کی گئی ہے، مقدمہ وغیرہ کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے، ٹائیٹل وغیرہ کے بعد صفحہ (۷) سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ امام شافعی نے حمد وصلاۃ کے دوران بعثت محمدی کے وقت پائے جانے والے دو انسانی طبقوں (اہل کتاب اور مشرکین) کا ذکر کیا ہے (ص ۸ تا ۱۶)۔

اس کے بعد امام شافعی نے قرآن کریم کے مرتبہ ومقام کا بیان کیا ہے (ص ۱۷ تا ۲۰)۔ ان ابتدائی مباحث کے بعد امام شافعی نے بیان قرآنی کے بارے میں ایک باب قائم کیا ہے اور بیان کے مختلف اقسام پر مثالوں کے ساتھ روشنی ڈالی ہے (ص ۲۱ تا ۵۳)، بیان کی حقیقت اور اقسام پر امام شافعی کی یہ بحث عربی لغت وادب کے طلبہ کے لئے بھی بڑی فکر انگیز ہے، اس ضمن میں امام شافعیؒ نے اس نقطہ نظر کی بھی مفصل تردید کی ہے کہ قرآن کریم میں کچھ عجمی الفاظ بھی ہیں (ص ۴۱ تا ۴۸)، اس کے بعد کے چند ابواب بیان قرآنی اور قرآن کے مختلف اسالیب بیان کے بارے میں ہیں (ص ۵۳ تا ۷۲)۔

اس کے بعد امام شافعی نے سنت رسول کی حجیت اور دین میں اس کے مقام پر مبسوط کلام کیا ہے، اس ضمن میں یہ ابواب قائم کئے ہیں: (۱) اس بات کا بیان کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اپنے نبی ﷺ کے طریقے کی اتباع لازم قرار دی ہے (ص ۷۳ تا ۷۹)، (۲) اس بات کا بیان کہ اللہ تعالی نے اپنی اطاعت کی فرضیت بیان کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی فرضیت بھی بیان کی ہے، اور علاحدہ بھی اطاعت رسول کی فرضیت بیان فرمائی ہے (ص ۷۹ تا ۸۲)، (۳) اللہ

تعالی کی طرف سے اطاعت رسول کا حکم (ص ۸۲ تا ۸۵)، (۴) اس بات کا بیان کہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوقات پر واضح فرمایا ہے کہ خود رسول کے لئے وحی الٰہی کی اتباع ضروری ہے، اور اللہ تعالی نے شہادت دی کہ نبی اکرم ﷺ احکام الٰہی کے پابند ہیں (۸۵ تا ۱۰۵)۔ اس باب میں امام شافعی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ احادیث رسول کا ایک حصہ اگر قرآنی احکام کی تفصیل وتشریح کرتا ہے تو دوسرا حصہ ایسے احکام اور تعلیمات پر مشتمل ہے جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، امام شافعی نے سنت رسول کی مستقل تشریعی حیثیت پر بہت مدلل کلام کیا ہے اور سنت کو مستقل دلیل شرعی نہ ماننے والوں پر حجت قائم کی ہے، اس سلسلے میں امام شافعی کی ذکر کردہ ایک حدیث کے متن اور سند پر شیخ احمد محمد شاکر نے بڑا محققانہ کلام کیا ہے (ص ۹۳ تا ۱۰۳)۔

اس ذیل میں امام شافعی نے ناسخ ومنسوخ کی بحث چھیڑی ہے اور اپنا یہ نقطہ نظر پیش کیا ہے کہ قرآن کا نسخ قرآن ہی سے ہوسکتا ہے اور سنت کا نسخ سنت ہی سے ہوسکتا ہے، ہاں احادیث سے ناسخ منسوخ آیات قرآنی کی شناخت ضرور ہوتی ہے (ص ۱۰۶ تا ۱۱۷)۔

نسخ کی بحث کا سلسلہ دراز کرتے ہوئے امام شافعی نے ایسی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں جن میں ناسخ ومنسوخ آیات کی شناخت احادیث سے ہوتی ہے، اور احادیث سے احکام قرآن کے بہت سے پہلوؤں کی وضاحت ہوتی ہے (ص ۱۱۷ تا ۱۴۶)، اس کے بعد ایسے بہت سے احکام وفرائض کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اجمالی ذکر قرآن کریم میں ہے اور احادیث نے ان احکام وفرائض کے بہت سے پہلوؤں کی وضاحت کی ہے (ص ۱۴۷ تا ۲۰۳)، صفحہ (۲۰۳) پر ربیع بن سلیمان کے نسخہ کے اعتبار سے الرسالہ کا جزاول ختم ہوجاتا ہے۔

صفحہ (۲۰۵) سے الرسالہ کا جزءثانی شروع ہوتا ہے، (۲۱۰) تک بحث کا سرا جزءاول کے آخر سے مربوط ہے، اس کے بعد امام شافعی نے ''علل احادیث'' کے بارے میں ایک طویل باب قائم کرکے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ احادیث میں اختلاف کے متعدد اسباب ہوتے ہیں، ان میں سے بعض اسباب پر امام صاحب نے سیر حاصل گفتگو کی ہے، انہوں نے حدیث میں غلطی کے اسباب پر

روشنی ڈالی ہے، ان کی یہ طویل بحث محدثین کے لئے بھی چشم کشا ہے (ص ۲۱۰ تا ۳۴۲)، اس کے بعد امام شافعی نے اللہ اور رسول کی نہی کے اقسام و احکام پر مختصر گفتگو کی ہے (ص ۳۴۳ تا ۳۵۵)۔

علم کے بارے میں ایک باب قائم کرکے امام شافعی نے واضح کیا ہے کہ علم دین کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم عام جس سے ناواقف ہونا کسی عاقل بالغ مسلمان کے لئے جائز نہیں، علم کی یہ قسم کامل طور پر پوری صراحت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہے، اس کی تفصیلات سے عام طور پر جمہور مسلمین واقف ہیں، اس علم کو مسلمانوں کی ہر نسل پہلی نسل سے سیکھتی چلی آئی ہے، اس کے نقل کرنے اور اس کے واجب ہونے میں امت کا کوئی اختلاف نہیں، اس علم عام میں نقل اور تاویل کسی راہ سے غلطی کا امکان نہیں۔

(۲) علم دین کی دوسری قسم فرائض کے ان فروع اور دوسرے احکام پر مشتمل ہے جن کے بارے میں کتاب اللہ کی کوئی نص موجود نہیں ہے، نہ ہی ان میں سے اکثر کے بارے میں اخبار خاصہ کے علاوہ کوئی منصوص سنت آئی ہے، خبر خاصہ سے خبر واحد مراد ہے، جس کے نقل کرنے والے حد تواتر سے کم ہوتے ہیں (ص ۳۵۷ تا ۳۶۹)، اس باب کے ذریعہ امام شافعی نے دراصل اگلے دو اہم ترین مباحث کی تمہید قائم کی ہے، یہ دونوں مباحث خبر واحد کے بارے میں ہیں۔

خبر واحد کے باب میں انہوں نے خبر واحد کی تعریف اور اس کی شرطیں ذکر کی ہیں، شہادت اور روایت کا فرق واضح کیا ہے، خبر واحد کن امور میں قبول کی جائے گی اور کن میں نہیں ان کی وضاحت کی ہے، خبر واحد کی حجیت ثابت کرنے کے ساتھ خبر واحد کی حجیت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا استدلالی انداز میں پوری قوت سے رد کیا ہے (ص ۳۶۹ تا ۴۷۱)، اس پوری بحث کو پڑھنے کے بعد اخبار آحاد کے بارے میں امام شافعیؒ کا نقطہ نظر پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آتا ہے، یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس دور میں خبر واحد کے بارے میں اہل علم میں کیا کیا نقطہ ہائے نظر رائج تھے۔

باب اجماع میں امام شافعی نے اجماع کی حقیقت اور حجیت پر بحث کی ہے (ص ۴۷۱ تا ۴۷۶)، اس کے بعد قیاس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے قیاس کے معنی، ماہیت، ضرورت اور قیاس کے اقسام پر بحث کی ہے، واضح کیا ہے کہ قیاس کرنا کس کے لئے درست ہے اور

کس کے لیئے درست نہیں (ص ۴۷۶ تا ۴۸۶)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قیاس اور اجتہاد ہم معنی ہیں، انہوں نے باب القیاس کے بعد باب الاجتہاد قائم کیا ہے لیکن دونوں ابواب کے مباحث تقریباً مشترک ہیں۔ اجتہاد کا باب (ص ۴۸۷) سے شروع ہوکر (ص ۵۰۳) پر ختم ہوتا ہے، امام شافعی نے باب الاستحسان کے تحت استحسان کی پرزور تردید کی ہے، بہ ظاہر استحسان کا باب (ص ۵۵۹) تک چلا گیا ہے لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ باب قیاس، باب اجتہاد، باب استحسان تینوں کی زیادہ تر بحثیں قیاس سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ قیاس اور اجتہاد دونوں امام شافعی کے نزدیک ہم معنی ہیں اور استحسان بھی منفی انداز سے قیاس ہی سے مربوط ہے، قیاس کی زیادہ تر فنی بحثیں باب الاستحسان ہی میں آتی ہیں۔

اس کے بعد اہل علم کے اختلاف کے بارے میں ایک باب قائم کر کے مصنف نے واضح کیا ہے کہ اختلاف کی دو قسمیں ہیں: (۱) اختلاف حرام (۲) اختلاف جائز۔ اختلاف حرام وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن پاک میں یا زبان نبوت سے حجت قائم کردی ہے، اور اختلاف جائز ان مسائل میں اختلاف کا نام ہے جو قابل تاویل ہیں اور قیاس سے ان کا علم ہوتا ہے، انہوں نے مذکورہ دونوں قسموں پر استدلال کیا ہے، اختلاف جائز کی بعض مثالیں دی ہیں، اس کے بعض اسباب ذکر کیے ہیں، نمونہ کے طور پر چند ایسے مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں فقہاء صحابہ کے درمیان اختلاف تھا، مثلاً عدت، ایلا، میراث وغیرہ (ص ۵۶۰ تا ۵۹۶)۔

اس باب کے آخر میں امام شافعی نے اقوال صحابہ کے بارے میں اپنا مسلک واضح کیا ہے، اس کے بعد ادلہ شرعیہ کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کا خلاصہ تحریر کیا ہے (ص ۵۹۸ تا ۶۰۱)، اس طرح (ص ۶۰۱) پر الرسالہ ختم ہو جاتی ہے۔

کتاب ختم ہونے کے بعد ۶ صفحات (ص ۶۰۳ تا ۶۰۸) میں استدراک ہے، دو صفحات (۶۰۹ تا ۶۱۰) میں مراجع کی فہرست ہے، لیکن یہ صرف مراجع کا تتمہ ہے، محقق نے ذکر کیا ہے کہ مراجع کی کامل فہرست میری شرح ترمذی کے مقدمہ جزء اول میں (ص ۹۷ سے ص ۱۰۳) تک میں درج

ہے، کتاب کی افادیت کو بڑھانے اور اس سے استفادہ آسان بنانے کے لئے مختلف پہلوؤں سے کتاب کی فہرست بنائی گئی، وہ فہرستیں یہ ہیں:

۱-آیات قرآنی کی فہرست ص:۶۱۲ تا ۶۲۰

۲-ابواب کتاب کی فہرست ص:۶۲۱ تا ۶۲۳

۳-اشخاص وغیرہ کی فہرست ص:۶۲۴ تا ۶۴۶

۴-مقامات کی فہرست ص:۶۴۷ تا ۶۴۸

۵-اشیاء کی فہرست (حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ) ص:۶۴۹ تا ۶۵۴

۶-ان مفرد الفاظ کی فہرست جن کی تشریح اصل کتاب یا اس کی شرح میں کی گئی ہے

ص:۶۵۵ تا ۶۵۸

۷-فوائد لغویہ کی فہرست ص:۶۵۹ تا ۶۶۲

۸-اصول فقہ، اصول حدیث، حدیث وفقہ کے موضوعات ومسائل کی فہرست

ص:۶۶۳ تا ۶۷۰ حروف تہجی کے اعتبار سے

اصل کتاب کے صفحات ۶۰۱ ہیں، لیکن کتاب سے قبل مقدمہ وغیرہ ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہیں اور کتاب کے آخر میں فہارس وغیرہ ۷۰ صفحات کی ہیں، اس طرح مجموعی صفحات ۷۷۵ بن جاتے ہیں۔

کتاب پر شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق وتشریح کا کام معیاری اور مثالی ہے لیکن اسے ستم ظریفی ہی کہا جائے گا کہ کتاب میں نہ کہیں ناشر کا نام درج ہے نہ سن اشاعت، ہاں محقق کے مقدمہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مرحوم سید مصطفیٰ البابی الحلبی کے صاحبزادگان کی فرمائش اور مالی سرپرستی سے تین سال میں اس کتاب کی تحقیق وشرح کا کام انجام دیا ہے، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کا ناشر "مكتبه مصطفى البابى الحلبى وأولاده" ہے۔

الرسالہ-تعارف وخصوصیات

مولانا عمر بن یوسف فلاحی ☆

علوم اسلامیہ میں "علم اصول الفقہ" ایک اہم اور اقدم مقام رکھتا ہے جس کا آغاز عہد رسالت سے ہی ہوتا ہے، تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی غیر معمولی ذہانت وذکاوت، باطنی صفائی، اسباب نزول قرآن کریم، موارد سنت، شریعت کے اسرار ومقاصد سے کامل بصیرت اور فطری عربی ملکہ کی وجہ سے مصادر ودلائل شرعیہ سے استنباط احکام کے لئے منضبط ومرتب قواعد واصول کے محتاج نہیں تھے، بلکہ خود ہی نصوص شریعت کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون نے واضح انداز میں صحابہ کرام اور سلف کے طرق استدلال پر روشنی ڈالی ہے (مقدمہ ابن خلدون ۱/۴۹۵، ط دار الکتب العلمیہ)۔

مدون اول:

جوں جوں زمن نبوت سے بعد ہوتا گیا نصوص شرعیہ کے سمجھنے میں اختلاف اور عربی ملکہ وذوق میں اختلال بڑھتا گیا تو ایسے اصول وقوانین کے مرتب مجموعہ کا شدید احتیاج لاحق ہوا جو مصادر سے استنباط احکام اور نصوص شرعیہ کے معانی اور دلائل وکیفیت استدلال کو سمجھنے کے لئے اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتا ہو، لہذا ان اصول کو مستقل مرتب ومنظم مجموعہ کی صورت میں سب سے پہلے مدون کرنے کی سعادت وشرف "امامنا محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ" کے حصہ میں آئی، اور آپ "علم اصول الفقہ" کے "مدون اول" ثابت ہوئے، اور اس میں کوئی شک وتردد نہیں کہ ایک مستقل فن کی حیثیت سے اس علم کو منظر عام پر لانے والے آپ ہی ہیں، نیز یہ اولیت صرف مذہب شافعی کے اعتبار

☆ جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن۔

سے نہیں بلکہ کلی وعمومی ہے، لہذا آپ کے بعد جو بھی اس فن میں تصنیفی وتالیفی خدمات کے لئے قلم بدست ہوگا وہ آپ ہی کا مرہون منت ہے۔

چنانچہ امام رازیؒ کا واضح کلام ملاحظہ ہو:

''كان الناس قبل الشافعي يتكلمون في مسائل أصول الفقه ويستدلون ويعترضون ولكن ما كان لهم قانون كلي مرجوع إليه في معرفة الشريعة و كيفية معارضاتها و ترجيحاتها، فاستنبط الشافعي علم أصول الفقه، ووضع للخلق قانوناً كلياً يرجع إليه في معرفة مراتب أدلة الشرع، فثبت أن نسبة الشافعي إلى علم الشرع كنسبة أرسطاطاليس إلى علم العقل'' (مناقب الشافعی:۵۷ ماخوذ الامام الشافعی لعبدالغنی الدقر)۔

(امام شافعی سے پہلے لوگ مسائل اصول فقہ میں کلام کرتے اور استدلال کرتے اور اس پر اعتراض کرتے لیکن ان کے واسطے کوئی قانون کلی نہیں تھا، جو شریعت کی معرفت اور دلائل کے تعارض وترجیحات کی کیفیت سمجھنے کے لئے ایک قابل اعتماد مرجع کی حیثیت رکھتا ہو، ایسے احتیاج کے وقت میں امام شافعی نے علم اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور جمیع خلق کے لئے ایسا جامع قانون کلی مرتب کیا جو دلائل شرعیہ کے مراتب ودرجات کی معرفت کے لئے معتمد مرجع ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح علم کلام کی جانب ''ارسطاطالیس'' کی مدون اول ہونے کی حیثیت سے نسبت ہے، اسی طرح امام شافعیؒ کو علم الشرع (اصول فقہ) میں مدون اول ہونے کی نسبت حاصل ہے)۔

اسی طرح علامہ ابن خلدون رقمطراز ہیں:

''اول من كتب فيه (أي علم أصول الفقه) الشافعي'' (مقدمہ ابن خلدون ۱/۴۸۲)۔

اور علامہ زرکشیؒ امام جوینیؒ کی شرح الرسالہ کے حوالہ سے قول نقل فرماتے ہیں:

''لم يسبق الشافعي أحد في تصانيف الأصول ومعرفتها'' (البحر المحیط ۱/۱۰)۔

حضرت امام شافعیؒ نے اپنی مختصر قیمتی زندگی میں مختلف بلاد وامصار کے علمی اسفار کئے اور

اسلاف وشیوخ کبار سے کسب فیض کر کے قدرداں اخلاف کے لئے عظیم وگراں قدر علمی سرمایہ میراث میں چھوڑا، جسے آپ کے بہت سے تلامذہ نے محفوظ کیا اور بلاکم وکاست اسی نہج وطرز پر بعد والوں تک منتقل کیا۔ اس علمی میراث میں صرف فقہ واصول فقہ میں ہی ''الام، الرسالہ، جماع العلم، اختلاف الحدیث، ابطال الاستحسان'' جیسی معتمد وعظیم المرتبت شاہکار تصنیفات آپ کے علم وفضل اور اجتہاد وقوت استنباط کے لئے شاہد عدل ثابت ہوئیں۔

آپ نے اپنے دور میں ''مدرسۃ الحدیث'' اور ''مدرسۃ الرای'' نامی دونوں منہل سے مکمل سیرابی حاصل کی اور اختلاف افکار وآراء میں معیار صحیح کی بنیاد رکھی۔

چنانچہ کتاب اللہ کے احکام، سنت نبویہ میں صحیح کو سقیم سے ممتاز کرنے اور ان کے طرق استدلال کی معرفت حاصل کی، اور کتاب یا سنت میں کسی نص کے میسر نہ ہونے کی صورت میں استنباط واستخراج احکام کے لئے اجتہاد کے واسطے کیا ضوابط واصول ہوں ان میں بھی درک وتعمق پیدا کیا۔

تدوین اصول فقہ کی ابتداء:

حضرت امام شافعیؒ نے اپنی خداداد صلاحیت کے ساتھ جب دوسری مرتبہ ۱۹۵ھ میں بغداد کا سفر کیا تو اپنے ہمراہ جمع کردہ اصول وضوابط بھی لے گئے، جن پر علماء وفقہاء کرام ٹوٹ پڑے، حتی کہ امام ابوثورؒ یہ کہنے پر مجبور ہوئے:

''لو لا أن من الله تعالى عليّ بالشافعي للقيت الله وأنا ضال، ولما قدم علينا ودخلنا عليه كان يقول: إن الله تعالى قد يذكر العام ويريد به الخاص وقد يذكر الخاص ويريد به العام وكنا لا نعرف هذه الأشياء فسألناه عنها فعلمنا أن كلامه ليس على كلام غيره'' (مناقب الشافعی للرازی:۲۰)۔

(اگر اللہ تعالی امام شافعیؒ کی صحبت کے ذریعہ احسان نہ فرماتے تو میں بے راہ روی وضلالت کی حالت میں اللہ تعالی سے ملاقات کرتا، جب آپ ہمارے یہاں تشریف لائے تو ہم آپ کی خدمت میں پہنچے، اور فرما رہے تھے: کبھی اللہ تعالی ''عام'' بیان کرتے ہیں اور اس سے ''خاص'' مراد ہوتا ہے اور کبھی

''خاص'' ذکر کر کے ''عام'' مراد لیتے ہیں، اور ہم یہ فنی مباحث نہیں جانتے تھے، اس لئے ہم نے امام شافعیؒ سے ان کے بارے میں دریافت کیا، تو ہمیں یقین ہوا کہ آپ کا کلام تو عام لوگوں سے جداگانہ کلام ہے)۔

وقت تالیف ''الرسالہ'':

مورخین وعلمائے تراجم نے وضاحت کی ہے کہ دوسری مرتبہ بغداد میں آمد پر آپ نے ''الرسالہ'' نامی کتاب تالیف فرمائی جس میں اصول فقہ کے قواعد وضع کئے، چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''**اعلم أن الشافعي رضي الله عنه صنف كتاب الرسالة ببغداد، ولما رجع إلى مصر أعاد تصنيف كتاب الرسالة وفي كل واحد منهما علم كثير**'' (مناقب الشافعی للرازی: ۵۷، ماخوذ الامام الشافعی لعبد الغنی الدقر)۔

(جان لیجئے کہ امام شافعی نے کتاب الرسالہ بغداد میں لکھی ہے، اور جب آپ مصر لوٹے تو کتاب الرسالہ دوبارہ تصنیف کی اور دونوں میں سے ہر ایک علمی خزانہ سے پر ہے)۔

لیکن کتاب الرسالہ کے مشہور ومعروف محقق علامہ شیخ احمد محمد شاکرؒ کا رجحان ہے کہ آپ نے یہ کتاب دو مرتبہ تالیف فرمائی (پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مصر میں)، اسی وجہ سے علمائے تراجم آپ کی مؤلفات میں دو کتابیں شمار کرتے ہیں: (۱) الرسالۃ القدیمۃ، (۲) الرسالۃ الجدیدۃ، لہذا آپ کے واضح بیان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

'' کتاب الرسالہ امام شافعیؒ نے دو مرتبہ تالیف فرمائی، اسی وجہ سے اہل علم آپ کی مؤلفات کی فہرست میں دو کتابیں شمار کرتے ہیں۔ ایک '' رسالہ قدیمہ'' دوسری '' رسالہ جدیدہ''۔

'' رسالہ قدیمہ'' کے بارے میں میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ نے اسے مکہ میں تالیف فرمایا ہے جبکہ عبد الرحمٰن بن مہدیؒ نے آپ کے زمانۂ شباب میں آپ کو خط لکھا اور درخواست کی کہ ایک ایسی کتاب مرتب کریں جس میں معانی قرآن، قبول اخبار کے اصول، حجیت اجماع اور قرآن وسنت کے ناسخ ومنسوخ کی بحث ہو تو آپ نے محدث کبیر کی وقیع درخواست پر '' کتاب الرسالہ'' ترتیب دی'' (تاریخ بغداد للحافظ الخطیب البغدادی ۲/ ۶۴-۶۵، معجم الادباء ۵/ ۲۱۰، ط دار الکتب العلمیہ)۔

اور علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: ''میں نے محمد بن ادریس الشافعیؒ سے کہا کہ عبد الرحمٰن بن مہدیؒ نے جو آپ کو خط لکھا ہے اس کا جواب دیجئے وہ آپ کے جواب کے بہت مشتاق ہیں، تو امام شافعیؒ نے اس کا جواب لکھا: یہی وہ کتاب الرسالہ ہے جو آپ کا عبد الرحمٰن بن مہدیؒ کے نام جواب ہے'' (الانتقاء لابن عبد البر ۷۲-۷۳، ماخوذ: التحقیق لاحمد محمد شاکر)۔

اور آپ نے یہ ''رسالہ'' حارث بن سریج النقال الخوارزمی ثم البغدادی کے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن ابن مہدیؒ کے پاس بھیجا، اسی وجہ سے اسے ''النقال'' بھی کہا جاتا ہے (الانتقاء لابن عبد البر ۷۲ ماخوذ التحقیق للرسالہ لاحمد محمد شاکر ۱۱)۔

بہر حال ''الرسالۃ القدیمۃ'' چاہے بغداد کی تالیف ہو یا مکہ کی وہ نایاب ومفقود ہے، فی الحال امت جس رسالہ سے استفادہ کر رہی ہے اور جو دستیاب ہے وہ ''الرسالۃ الجدیدۃ'' ہے۔

حضرت امام شافعی نے ''الام'' میں جن کتابوں کو جمع فرمایا تھا ان میں سے اکثر کتب کی تالیف کے بعد ''الرسالہ'' کی تالیف کا بھی اعادہ کیا ہے، جیسا کہ امام بیہقیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"قال أحمد: ثم إن للشافعي حين خرج إلى مصر وصنف الكتب المصرية، أعاد تصنيف كتاب الرسالة، وفي كل واحد منهما من بيان أصول الفقه ما لا يستغني عنه أهل العلم" (مناقب الشافعی ۱/ ۲۳۴ ط: مکتبہ دار التراث)۔

(جب امام شافعیؒ مصر پہنچے اور مصری کتابوں کی تصنیف کی تو کتاب الرسالہ کی تصنیف کا بھی اعادہ کیا، اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں اصول الفقہ کا ایسا جامع بیان ہے کہ اہل علم اس سے مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتے)۔

نیز ''الرسالہ'' میں ہی بعض مقامات پر اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مثلاً (فقرہ ۱۱۷۳) میں آپ فرماتے ہیں: "وفسرت هذا الحديث قبل هذا الموضع" آپ کے اس بیان سے کتاب الام (۶/ ۷۷) میں موجود کلام کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

نسخہ کتاب اور اس کا خط:

راجح یہی ہے کہ امام شافعیؒ نے اپنے تلمیذ رشید ''ربیع بن سلیمان'' پر ''کتاب الرسالہ'' املاء

کی ہے جیسا کہ (فقرہ ۳۴۷) کی عبارت سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے: "فخفف فقال: "علم أن سيكون منكم مرضى" قرء إلى "فاقرئوا ما تيسر منه"۔

یہاں عبارت میں "قرء إلی" ربیع بن سلیمان کی طرف سے اختصار ہے، یعنی آپ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ امام شافعی نے آیت کریمہ سے استدلال کے وقت اس حد تک یہ آیت پڑھی ہے۔

اہل علم کے نزدیک چند دہائیوں سے "الرسالہ" کی تحقیق میں زیادہ مقبول ومعتمد تحقیق علامہ شیخ احمد محمد شاکر کی ہے۔ محقق کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہ وقیع تحقیق وشرح مورخہ ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۹/دسمبر ۱۹۳۹ء کو منظر عام پر آئی۔

نسخ "الرسالہ" کی مکمل بحث وتمحیص کے بعد آپ نے جس نسخہ پر اعتماد کیا ہے وہ اس کتاب کے متعدد نسخوں میں سب سے مقدم اور زیادہ معتمد نسخہ ہے، جو صاحب شافعی امام ربیع بن سلیمان کے اصل خط سے ہے اور جسے آپ نے حضرت امام شافعی کی حیات ہی میں تحریر فرمایا تھا اور اپنی آخری زندگی میں اپنے ذاتی خط سے اس پر اجازت ثبت کی ہے، چنانچہ محقق موصوف کا عمدہ کلام ملاحظہ ہو:

"جب سے میں نے (کتاب الرسالہ) کو اصل ربیع میں پڑھا تو روز اول سے مجھے یقین ہوا کہ مکمل کتاب "ربیع" کے خط سے مکتوب ہے اور جوں جوں میں اسے پڑھتا اور غور کرتا گیا میرے یقین میں اضافہ ہوتا گیا اور امام ربیع کے ہی خط سے کتاب کے آخر میں نقل کرنے کی اجازت کی مہر ثبت ہے، جیسا کہ آپ کا یہ کلام وضاحت کرتا ہے:

"أجاز الربيع بن سليمان صاحب الشافعي نسخ كتاب الرسالة، وهي ثلاثة أجزاء في ذي القعدة سنة خمس وستين ومائتين وكتب الربيع بخطه"۔

(ربیع بن سلیمان صاحب شافعی نے کتاب الرسالہ جو تین اجزاء پر مشتمل ہے، اسے نقل کرنے کی اجازت دی ۲۶۵ھ میں، اور ربیع نے اپنے ذاتی خط سے لکھا ہے)۔

خطوط قدیمہ کے ماہرین کو یقین ہے کہ اجازت نامہ کی تحریر اسی ہاتھ کی ہے جس نے اصل نسخہ تحریر کیا ہے اور دونوں تحریروں کے درمیان عمر کی زیادتی کی وجہ سے فرق ہے، لہذا انتیس سال کی عمر

ے پہلے کی تحریر میں کوئی اضطراب اور ہاتھ میں رعشہ نہیں ہے جب کہ اجازت نامہ نوے سال سے متجاوز ہونے کے بعد تحریر کر رہے ہیں تو زیادتی عمر کے تقاضہ کے پیش نظر کاتب کے ہاتھ کا رعشہ واضطراب تحریر سے نمایاں ہوتا ہے، اور اس سلسلہ میں تنہا اپنی ہی رائے پر بھروسہ کرنے میں اندیشہ تھا اس لئے علم خطوط میں مہارت وتجربہ رکھنے والے اپنے بعض بھائیوں سے زیادتی اطمینان واعتماد کے لئے مشورہ کیا، تو انہوں نے میری رائے کی مکمل موافقت کی کہ اجازت کا کاتب اور کاتب اصل اور اجزاء ثلاثہ کے عناوین کا کاتب ایک ہی شخص ہے، ان میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ کاتب نے عناوین کو ''خط کوفی'' میں لکھا اور اجازت کو اپنے بڑھاپے اور سن رسیدی کی حالت میں لکھا، میرے نزدیک بالیقین راجح یہی ہے کہ ربیع نے امام شافعی کے املاء سے یہ نسخہ لکھا، اسی لئے کتاب میں جہاں بھی امام شافعی کا ذکر خیر آیا ہے وہاں آپ کے لئے ''صیغہ ترحم'' ذکر نہیں کیا، اگر یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد لکھی ہوئی ہوتی تو آپ کا نام آنے پر ایک ہی مرتبہ سہی ضرور آپ کے لئے ''صیغہ ترحم'' سے دعا کرتے، جیسا کہ عام اہل علم ومصنفین کی عادت ہے (مقدمۃ التحقیق للرسالہ لاحمد محمد شاکر: ۱۷-۱۸)۔

کتاب کا حقیقی نام:

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کا نام ''الرسالۃ'' یہ خود امام شافعی نے نہیں رکھا، بلکہ آپ نے اس کا اصل نام ''الکتاب'' یا ''کتابی'' یا ''کتابنا'' رکھا ہے، چنانچہ اطمینان کے لئے اسی کتاب کے (فقرات نمبر: ۹۶، ۴۱۸، ۴۲۰، ۵۷۳، ۶۲۵، ۷۰۹، ۹۵۳) کو دیکھئے، نیز ''کتاب جماع العلم'' میں ''الرسالۃ'' کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''**وفیما وصفنا ھھنا وفی (الکتاب) قبل ھذا**'' (الام ۷/ ۲۵۳)۔

تاہم حضرت امام شافعیؒ کے ہی دور میں یہ کتاب ''الرسالۃ'' کے نام سے مشہور ہوئی، کیونکہ آپ نے عبد الرحمٰن بن مہدیؒ کی طلب پر بشکل خط ان کے نام اسے ارسال کیا تھا، جیسا کہ امام بیہقیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے:

''**حدثنا الحارث بن سریج النقال قال: أنا حملت ''کتاب الرسالۃ''**

للشافعي إلى عبد الرحمن بن مهدي فأعجب به" (مناقب الشافعی ۱/۲۳۱)۔

(حارث بن سریج بن النقال فرماتے ہیں کہ میں امام شافعی کی "کتاب الرسالہ" عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس لے گیا، تو وہ اس سے بہت متعجب وحیران ہوئے)۔

وہ ابواب جن پر "الرسالہ" مشتمل ہے:

امامنا الشافعیؒ نے "الرسالہ" کی ابتداء بلیغ وبدیع خطبہ سے فرمائی جس میں بشریت کے لئے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی ضرورت اور کتاب عزیز کی اہمیت بیان فرماتے ہیں اور بعثت رسول ﷺ کے وقت خلق خدا کی زبوں حالی پر روشنی ڈالتے ہوئے اس حقیقت کو واشگاف فرمایا کہ لوگ دو حصوں میں منقسم تھے: ایک اہل کتاب جنہوں نے آسمانی کتاب میں تحریف کی اور اس کے احکام بدل ڈالے۔ دوسرے وہ مشرکین وکافرین جنہوں نے اللہ تعالی کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کو اپنی پرستش وپوجا کا معبود ٹھہرایا۔

☆ پھر قرآن کریم کے کتاب ہدایت ہونے اور باطل کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ومامون ہونے کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وإنه لكتاب عزيز لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد﴾ (سورہ فصلت: ۴۱-۴۲)۔

تاکہ قرآن عظیم کا اسلام میں مقام ومرتبہ اور اس کے حلال وحرام اور لوگوں کی عبادت کے لئے نکتہ وحدت کا بیان ہو، اور وعظ وعبرت کے لئے سابقہ امتوں کے اہم اخبار اور اہل طاعت کے ثواب اور اہل معصیت کے عقاب وسزا کا علم ہو۔

☆ اس کے بعد ایک اہم امر کو واضح فرمایا کہ طلب علم دین کے لئے قرآن حکیم کے علم وافر، ظاہر نص اور استنباط واستخراج کے لئے سعی پیہم وجہد مسلسل کے ساتھ اخلاص نیت نہایت ضروری ہے۔

☆ اس مقدمہ کے بعد صاحب کتاب، مباحث کتاب کی جانب منتقل ہوئے، چنانچہ پہلا باب قائم کیا (باب کیف البیان)، اس میں استنباط احکام کے لئے قرآن کریم میں وارد چار مراتب

بیان کوذکرفرمایا ہے:

الأولى: ما أبان الله لخلقه نصا بحيث يكون جليا لا يحتمل التأويل۔

الثانية: ما أحكم الله فرضه بكتابه، وبين كيف هو على لسان نبيه............۔

الثالثة: ما سن رسول الله مما ليس فيه نص حكم، فقد فرض في كتابه طاعة رسوله عليه الصلاة والسلام.....

الرابعة: ما فرض الله على خلقه الاجتهاد في طلبه (القواعد الأصولیہ تحدید وتاصیل للدکتور مسعود بن موسی ۱۱۱/۱)۔

یہ مراتب بیان کو اجمالاً ذکر کرنے کے بعد ان کی توضیح اور ان کے لئے شواہد وامثلہ بیان کرنا شروع کئے۔

☆ اس کے بعد کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ کے بیان کو شروع کیا، اس میں سنت کے ذریعہ ناسخ ومنسوخ پر طریق استدلال کو ذکر فرمایا، پھر سنت سے ثابت شدہ فرائض منصوصہ کا بیان اور اجمالی فرائض کی سنت رسول کے ذریعہ کیفیت ومواقیت کو واضح فرمایا، پھر کتاب اللہ کے عام سے عام اور کبھی عام سے خاص مراد لینا، اور اس حکم کی سنت کے ذریعہ مشروعیت کا بیان ہے جس میں کتاب اللہ کی کوئی نص صریح نہیں۔

ان ابواب میں بھی شواہد وامثلہ کے ذریعہ تفصیلی بحث فرمائی۔

☆ پھر ''علل فی الاحادیث'' پر کلام کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا۔

☆ پھر ''نہی'' اور اس کی اقسام پر تفصیلی بحث کے ساتھ اس امر پر بھی روشنی ڈالی کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔

☆ پھر مستقلاً ''علم'' کا باب قائم کیا جس میں علم کی دو اہم قسمیں بیان فرمائی (دیکھئے: فقرہ ۹٦۱ ومابعدہا، اور دوسری قسم کے لئے: فقرہ ۹٦٦ ومابعدہا)۔

☆ پھر ''خبر واحد'' کی حجیت دلائل کی روشنی میں اجاگر فرمائی۔

☆ پھر ''باب الاجماع'' کی جانب رخ کرتے ہوئے اس کی حقیقت اور اس کے حجت

ہونے کو مبرہن فرمایا۔

☆ پھر ''قیاس'' کے معنی اور اس کی حقیقت وانواع کو ذکر کرنے کے ساتھ اپنی قوت غور وفکر اور باطنی بصیرت کی روشنی میں اس راز کی نقاب کشائی فرمائی کہ امت کو ''قیاس'' کی حاجت کیوں پیش آتی ہے؟

☆ اس کے بعد ''باب الاجتہاد'' قائم فرما کر کتاب وسنت کے اصل ہونے کو ظاہر فرمایا، نیز ''اجتہاد'' میں ''صواب وخطا'' دونوں حیثیتوں پر عمدہ بحث فرمائی۔

☆ پھر ''استحسان'' کے بیان میں یہ ثابت فرمایا کہ امت مسلمہ میں کسی کو حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے ''استحسان'' اختیار کرنے کی گنجائش نہیں، ساتھ ہی ''قیاس'' اور ''استحسان'' کے درمیان فرق کو واضح فرمایا۔

☆ پھر اہل علم کے درمیان دلائل کی روشنی میں ظاہر ہونے والے اختلاف کی حیثیت اجاگر کرنے کے لئے ایک اہم باب ''باب الاختلاف'' قائم کر کے اس میں اختلاف کی بنیادی دو قسمیں بیان فرمائی: (۱) اختلاف محرم، (۲) اختلاف جائز، نیز اس میں اسباب اختلاف کو بھی اقوال صحابہ واہل علم کے کلام کی متنوع امثلہ کے ذریعہ ظاہر فرمایا۔

اپنی اس شہرۂ آفاق گراں قدر ''کتاب الرسالہ'' میں مذکورہ بالا ترتیب پر علمی لعل وگوہر اور قیمتی شہ پارے بکھیرتے ہوئے آخر میں ''مراتب ادلہ'' میں اپنے اجتہادی نقطہ نظر کی نشاندہی فرمائی، چنانچہ خوف طوالت کی وجہ سے آپ کے دوٹوک بیان کا محض ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

''ہم کتاب وسنت جس میں کوئی اختلاف نہ ہو ان کے ذریعہ حکم کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''حکمنا فی الظاهر والباطن'' اور وہ سنت جو انفرادی طریق سے مروی ہے جس پر اجماع ناس نہیں ہے، تو ہم کہتے ہیں: ''حکمنا بالحق فی الظاهر'' بظاہر جو حق تھا اس پر ہم نے فیصلہ کیا، اس لئے کہ خبر واحد میں راوی سے غلطی کا امکان رہتا ہے، اس کے بعد ''اجماع'' کے ذریعہ حکم (فیصلہ) کرتے ہیں، پھر ''قیاس'' کے ذریعہ جو ان سب میں کمزور ہے لیکن ضرورت کے دائرہ میں ہے''۔

(الرسالہ بتحقیق احمد محمد شاکر: ۵۹۹، فقرہ ۱۸۱۵ و مابعدہا)۔

مباحث ''الرسالہ'' کا اجمالی خاکہ:

''القرآن وبيانه، والسنة ومقامها بالنسبة للقرآن، والناسخ والمنسوخ، وعلل الأحاديث، وخبر الواحد، والإجماع، والقياس، والاستحسان، وما يجوز الاختلاف فيه وما لا يجوز''۔

''الرسالہ'' کا منہج تصنیف:

امامنا الشافعی نے اپنی مایہ ناز کتاب میں اصولی مباحث اور قواعد پر بحث کے لئے ایسا جامع انداز وطریق اختیار فرمایا کہ جس کی اپنی ناقص رائے میں چند اشارات سے توضیح ہوسکتی ہے:

الف۔نصوص شرعیہ سے قواعد اصولیہ کا استنباط اور ہر قاعدہ کے لئے نصوص کتاب وسنت سے بہت ہی قوی، واضح وعمدہ تمثیل، اسی بنا پر عناوین ابواب بھی قواعد اصولیہ کے بہت موافق ومطابق ہیں۔

ب- دلائل بیان کرنے میں آپ کا مکمل اعتماد ومطمح نظر محض کتاب وسنت رہتے ہیں، عقلی علتوں اور فرضی منطقی ابحاث سے قطع نظر، تاہم بعض مواقع پر اپنے اصلی منہج سے عدول کرتے ہوئے ''اجماع وقیاس'' سے بھی سہارا لیتے ہیں۔

ج- بسا اوقات نصوص شرعیہ میں سے کسی نص کے معنی کے تعیین واثبات کے لئے قدیم عربی اشعار بھی آپ استشہاداً پیش کرتے ہیں (الرسالہ ۳۴-۳۷)۔

د۔بعض مقامات پر اصولی مصطلحات کی تعریفات ذکر فرمائی ہیں، جیسا کہ ''البیان'' کی تعریف میں تحریر فرماتے ہیں: ''اسم جامع لمعاني مجتمعة الأصول متشعبة الفروع'' (فقرہ: ۵۳)۔

ہ۔بعض مقامات پر بعض اختلافی آراء ذکر کرکے ان کی ''خطأ'' کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں ظاہر فرماتے ہیں، جیسا کہ یہ طریقہ ان حضرات کے ساتھ اختیار فرمایا جو قرآن کریم میں ''عربی وعجمی'' دونوں کلمات منقول ہونے کے قائل ہیں (دیکھئے: فقرہ ۱۳۳-۱۷۸)۔

نیز آپ معرکۃ الآراء بحث میں اعتراض کو ذکر کرنے اور اس کا جواب دینے میں جدل ومناظرہ کے اسلوب وطریقہ کو اختیار کرتے ہیں، مثلاً: **(فإن قالوا............ قلنا)** یا **(فان قال**

...............قلت) وغير ذلك۔

و۔ قصہ مختصر یہ کہ صاحب کتاب نے قصر اجتہاد کو ٹھوس وانو کھے اسلوب ونہج کے ذریعہ مستحکم کرنے کے ساتھ اپنی فطری فصاحت اور صاف ستھرے ادبی ذوق کے زیور سے آراستہ کیا کہ پڑھنے اورغور وتدبر کرنے والا بغیر کسی میلان وتعصب کے اظہار تاثرات پر مجبور ہو جائے۔ جس کی صحیح ترجمانی کے لئے اپنی کوتاہ علمی کی وجہ سے تنگی الفاظ وتعبیرات کا شکوہ ہے۔ ''الرسالہ'' ایسا حسین ودپرکشش منظم علمی مجموعہ ہے کہ جس کی فصلیں باہم مربوط ومنضبط اور ابحاث سلیس ومتقارب الفہم گویا کہ وہ ایک نادر جوہر، فصاحت وبلاغت سے مزین گراں مایہ ''اللؤلؤ والمرجان'' ہے۔

اہمیت کتاب الرسالہ:

کتاب الرسالہ کے لئے بڑی شرافت وعظمت اور انشاء اللہ عند اللہ قبولیت کا مقام ہے کہ علمائے متقدمین واسلاف کرام نے اس کتاب کے درس وتدریس اور بسط وتشریح کی طرف خصوصی توجہات مبذول کیں اور اپنی تحقیق کا محور بنایا، چنانچہ محقق کبیر علامہ احمد محمد شاکر کی تحقیق کے مطابق متقدمین میں سے تقریباً ۵ رعلماء کبار کا ''الرسالہ'' پرشرح لکھنے کا تذکرہ بعض کتب تراجم سے معلوم ہوتا ہے۔ لہذا محقق موصوف کا ہی بعینہ کلام ملاحظہ کیجئے:

''والذين عرفت أنهم شرحوه خمسة نفر:

١ - ابوبكر الصيرفي محمد بن عبد الله، كان يقال: إنه أعلم خلق الله بالأصول بعد الشافعي تفقه على ابن سريج، مات سنة ٣٣٠ھ۔

٢ - ابو الوليد النيسابوري الامام الكبير حسان بن محمد بن احمد بن هارون القرشي الاموي تلميذ ابن سريج، مات ٣٤٩ھ۔

٣ - القفال الكبير الشاشي محمد بن علي بن اسماعيل، مات في أخر سنة ٣٦٥ھ۔

٤ - ابوبكر الجوزقي النيسابوري الامام الحافظ محمد بن عبد الله

الشيباني، تلميذ الاصم وابی نع[illegible]ت فی شوال سنة ۳۸۸ھ۔

۵- ابو محمد الجوینی الامام عبد الله بن یوسف والد امام الحرمین، مات سنة ۴۳۸ھ۔

اس کے بعد آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ اور بھی حضرات اہل علم نے شرح لکھی ہو اور ہم تک وہ خبر نہ پہنچی ہو، لیکن جن شروحات کا ہمیں علم ہوا موجودہ دور کے مکاتب عالم میں سے کسی بھی مکتبہ ولائبریری میں ان میں سے کسی بھی شرح کے موجود و دستیاب ہونے کی خبر ہمارے سننے میں نہیں آئی۔ یعنی کہیں بھی موجود نہیں ہے (مقدمہ الرسالہ: ۱۵، کشف الظنون ۱/ ۸۷۳)۔

تاہم چند تحقیقات کے ساتھ "کتاب الرسالہ" سے استفادہ کیا جارہا ہے اور وہ دستیاب بھی ہیں:

۱- الرسالہ: تحقیق وشرح لاحمد محمد شاکرؒ۔

۲- الرسالہ: تحقیق للشیخ خالد السبع العلمی الشیخ زهیر شفیق الکبیؒ۔

۳- الرسالہ: تحقیق للدکتور عبد اللطیف الهمیم للدکتور ماهر یاسین الفحل۔

۴- الرسالہ: تحقیق للشیخ عبد الفتاح کباره۔

۵- الرسالہ: تحقیق للشیخ أبی السنة۔

۶- الرسالہ: تحقیق للشیخ السید الغیلانی۔

کتاب اور صاحب کتاب اہل علم کی نظر میں:

الف- حضرت عبد الرحمن بن مہدیؒ جیسے جلیل القدر محدث کی طلب پر حضرت امام شافعیؒ نے اپنے دور شباب میں "کتاب الرسالہ" لکھی، جب یہ کتاب ان کے دست بوس ہوئی تو دیکھ کر تعجب کرنے لگے، اور فرمایا:

"هذا کلام رجل مفهم.... ما ظننت أنه یکون فی هذه الأمة الیوم مثل هذا الرجل، أو إن الله عزوجل خلق مثل هذا الرجل" (مناقب الشافعی ۱/ ۲۳۲)۔

(یہ عاقل اور سمجھدار شخص کا کلام ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت امت میں اس جیسا باکمال انسان کوئی نہیں ہوگا)۔

اور آپ ہی نے ایک موقع پر فرمایا:

"ما أصلي صلاة إلا وادعو فيها للشافعي" (مناقب الشافعی ۱ر ۲۳۰)۔

(میں جب بھی کوئی نماز پڑھتا ہوں تو اس میں امام شافعی کے لئے ضرور دعا کرتا ہوں)۔

ب- حضرت یحییٰ بن سعید القطان نے امام شافعیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"ما رأيت أعقل أو أفقه منه ... أنا أدعوا الله للشافعي في صلوتي منذ أربعين سنة" (مناقب الشافعی ۱ر ۲۳۳)۔

(میں نے امام شافعیؒ سے زیادہ عقلمند اور فقیہ کسی اور کو نہیں دیکھا، میں امام شافعیؒ کے لئے چالیس سال سے اپنی نماز میں دعا کرتا ہوں)۔

ج- حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ایک مرتبہ اسحاق بن راہویہ سے تاکیداً فرمایا کہ مجھے امام شافعی کی "کتاب الرسالۃ" بھیجئے۔

اسی طرح عبدالملک بن عبدالحمیدؒ فرماتے ہیں: مجھ سے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

"لم لا تنظر في كتب الشافعي؟ فقلت له: يا أبا عبد الله نحن مشاغيل، قال: فكتاب الرسالة فانظر فيها فإنها من أحسن كتبه" (مناقب الشافعی ۱ر ۲۳۵)۔

(آپ امام شافعیؒ کی کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتے تو میں نے جواب دیا: اے ابوعبداللہ ہمیں بہت سی مصروفیات وتقاضے ہیں تو آپ نے فرمایا: کتاب الرسالہ کو ضرور دیکھئے کیونکہ آپ کی بہترین کتاب ہے)۔

د- نیز امام بیہقیؒ اپنی سند سے صاحب شافعی امام مزنیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں:

"قرأت كتاب الرسالة للشافعي خمس مأة مرة، ما من مرة منها إلا واستفدت منها فائدة جديدة لم أستفد في الأخرى"

"قال المزني: أنا أنظر فى كتاب الرسالة عن الشافعي منذ خمسين سنة ما أعلم أنى نظرت فيه من مرة إلا و أنا استفيد شيئاً لم أكن عرفته" ۔

(میں نے امام شافعی کی کتاب الرسالہ پانچ سومرتبہ پڑھی، ہرمرتبہ میں ایسا نیا فائدہ حاصل کیا جواس سے پہلے حاصل نہ کرسکا تھا۔

میں امام شافعی کی کتاب الرسالہ کو پچاس سال سے دیکھ رہا ہوں، مجھے یقین ہے کہ ہرمرتبہ میں ایک ایسا قیمتی لعل وگوہر میں نے حاصل کیا جسے اس سے پہلے نہیں جانتا تھا)۔

یہ اس عنوان کے تحت بطور مشت نمونہ ازخروارے چند تراشے ہیں ورنہ کتاب اورصاحب کتاب کے کما حقہ تعارف کے لئے اپنی کم مائیگی کی بناء نہ وہ وسعت نظری، زورقلم اور نہ ہی چند سطور میں اس کی گنجائش۔

آخر میں ان عمدہ کلمات پرقلم بند کرنے کی جسارت کررہا ہوں جومحقق کبیر وشہیر علامہ احمد محمد شاکرؒ نے ابتداء کلام میں قلمبند کیے ہیں:

"هذا كتاب (الرسالة) للشافعي وكفى الشافعي مدحاً أنه الشافعي و كفى (الرسالة) تقريظاً أنها تاليف الشافعي وكفا نى فخراً أن أنشر بين الناس علم الشافعي"۔

جزاه الله عنا وعن سائر الأمة أحسن الجزاء بمنّه و كرمه، ومتعنا بعلومه وفيوضه، وهدانا إلي طريق الرسالة المحمدية وصل وسلم على النبى المختار وعلى آله وأهل بيته ومن سلك مسلكه إلى يوم الدين، آمين۔

کتاب الأم-تعارف وخصوصیات

پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی ☆

قدیم وجدید تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب الام حضرت امام شافعیؒ (۱) (محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف قریشی: ۱۵۰/ ۷۶۷-۳۰۰/رجب ۲۰۴ھ/۲۰ جنوری ۸۲۰ء) کے آراء وافکار کا سب سے بڑا ماخذ وسرچشمہ ہے اور ان کی متعدد تالیفات ورسائل کا مجموعہ بھی ہے، مقالہ نگار الشافعی اور دوسرے متعدد اہل علم نے ابن ندیم (محمد بن اسحاق الندیم الوراق، م ۳۸۰/۹۹۰) کی الفہرست، امام بیہقی (احمد بن حسین بن علی ۳۸۴/ ۹۹۴-۴۵۸/۱۰۶۶) کی مناقب الشافعی، حافظ ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی بن محمد مصری ۷۷۳/ ۱۳۷۲-۸۵۲/ ۱۴۴۸) کی توالی التاسیس، یاقوت حموی (م ۶۲۶/ ۱۲۲۹) کی معجم الادباء وغیرہ کے بیانات پر یہ دعوی کیا ہے (۲)۔ مقالہ نگار موصوف کا مزید دعوی ہے کہ ان تمام مآخذ میں حضرت امام کی تصانیف کے جو عناوین دیئے گئے ہیں وہ زیادہ تر کتاب الام کے اجزاء ہیں، استناد کے لئے کتاب الام کے مطبوعہ نسخہ کا حوالہ دیا ہے جو قاہرہ سے ۱۳۲۱-۱۳۲۵ھ کے درمیان سات جلدوں میں چھپا ہے (۳)، کتاب الام کا جدید ایڈیشن ابھی تک شائع نہیں ہو سکا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الام کی کتب کی تعداد ایک سو پینتالیس بتائی ہے، اور اس سے قبل کتاب الام کے اجزاء کتاب گنائے ہیں، ان میں اولین الطہارات ہے، پھر الصلوات ہے اور

☆ سابق صدر رڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔

اس میں جمعہ، صلاۃ الخوف، العید، الکسوف، الاستسقاء، التطوع، حکم تارک الصلاۃ، الجنائز شامل ہیں۔ دوسری کتب واجزاء حسب ذیل ہیں: الزکاۃ، قسم الصدقات، الصیام، الاعتکاف، المناسک، البیوع، الصرف، السلم، الرہن الکبیر، الرہن الصغیر، الحجر والتفلیس، سائر المعاملات، الوصایا، الفرائض، احیاء الموات، الودیعۃ، اللقطۃ واللقیط، کتاب النکاح اور اس کے متعلقات، الجنایات، کتاب قتال اہل البغی، الجہاد وسیر الاوزاعی وسیر الواقدی، کتاب الطعام والشراب، الضحایا، الصید والذبائح، القضاء بالیمین والشاہد، الدعوی والبینات، الاقضیۃ، الأیمان والنذور والعتق اور ان کے انواع اور کتاب الشروط، یہ کل اجزاء اور کتب کتاب الام ہیں جن کو حافظ موصوف نے اسی ترتیب سے بیان کی ہیں (۴)۔

مطبوعہ کتاب الام کے متن سے امام ابن حجر عسقلانی اور متعدد دوسرے قدیم وجدید اہل علم کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت امام کی ''ام الکتاب'' کا متن ان کے شاگرد عزیز امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ کی روایت وتالیف پر مبنی ہے، لیکن امام بیہقی کو کتاب الام کا ایک دوسرا متن بھی ملا تھا جو بہت منقح وواضح تھا اور جو امام ربیع مرادی کے متن سے مختلف ہے، مطبوعہ متن ام الکتاب کے بارے میں ایک تجزیہ یہ بھی ہے کہ اس کا ایک حصہ معروف ومشہور شافعی سراج الدین البلقینی (م ۸۰۵ / ۱۴۰۲) کے نسخہ پر مبنی ہے، اور اس مجموعہ کا قدیم نام معلوم نہیں، اس کا سب سے پہلے ذکر امام بیہقی نے کیا ہے (۵)۔

اسلامی علوم وفنون کی ایک مسلمہ روایت رہی ہے کہ استاذ امام کی ایک یا متعدد تالیفات کے مختلف متون ان کے شاگردوں کی روایات پر مبنی ہوتے تھے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی تھی کہ استاذ امام کی مجلس تدریس میں کتاب امام کی قراءت ہوتی تھی اور متعدد حاضر وشریک تلامذہ ان کی کتابت کرتے تھے اور وہ روایت کرتے تو ان کے تلامذہ کتابت کرتے، اس طرح استاذ امام کی کتاب کی متعدد روایات وجود میں آتی تھیں، اور ان کے متون وترتیب میں اختلاف درآتا تھا، پھر استاذ امام کا ایک اور مسلمہ طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی کتاب جامع یا مختلف کتب کے متون میں برابر کانٹ چھانٹ

کرتے رہتے تھے، ظاہر ہے کہ استاذ امام کے مختلف زمانی ومکانی مجالس تدریس وتعلیم کے شاگردان عزیز اور راویان معتبر ہوتے تھے، مختلف اوقات میں کتاب امام کی قراءت، روایت اور کتابت کے سبب اس کے متون مختلف بھی ہو جاتے تھے اور مختصر بھی، سیرت نبوی میں امام ابن اسحاق (محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی ۸۰/ ۶۹۹--۱۵۰/ ۷۶۷) کی سیرۃ الرسول اور حدیث شریف میں امام مالک بن انس اصبحی مدنی (۹۳/ ۷۱۲-۱۷۹/ ۷۹۵) کی الموطا اس کی نمائندہ مثالیں ہیں۔ان میں سے ابو مصعب زہری، سوید بن سعید حدثانی، ابن القاسم، ابن زیاد، محمد بن حسن شیبانی کی روایات مصمودی کے علاوہ چھپ چکی ہیں (۶)۔

امام شافعی کی کتاب الام اپنی عصری اسلامی روایت اور علمی وتصنیفی قاعدہ سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں رہ سکتی تھی، امام ربیع بن سلیمان مرادی کے متن کتاب الام کے علاوہ دوسرے متون کتاب لازما وجود میں مختلف اوقات میں آئے تھے، ان میں سے ایک حضرت امام کے عزیز ترین شاگرد وجانشین امام بویطی (یوسف بن یحییٰ قرشی، م ۲۳۱/ ۸۴۵) کی روایت کتاب الام تھی، بعض اہل علم نے جن میں کئی عظیم شخصیات شامل ہیں، بلا تامل وغور وفکر یہ شوشہ اٹھادیا کہ امام بویطی نے جو متن کتاب الام تیار کیا تھا اس کو امام ربیع مرادی لے اڑے، اور اس کو اپنی روایت ونام سے شائع کر دیا (۷)۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز اور مضحکہ خیز یہ دعویٰ ملتا ہے کہ کتاب الام حضرت امامؒ کی تالیف ہی نہیں ہے بلکہ وہ ان کے شاگرد امام بویطی کی تالیف ہے یا امام ربیع مرادی کی، شیخ محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب الشافعی میں اس پر بحث کی ہے، انہوں نے متعدد قدیم ومعاصر علماء وفقہاء اور مولفین کی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ کتاب الام بلاشبہ حضرت امام کی تالیف ہے، دراصل یہ غلط شہرت صرف اس بنا پر ہوئی اور بعض روایت پسند مؤلفین نے بلا نقد وتبصرہ اسے خوب ہوا بھی دی کہ وہ حضرت امام کے شاگرد کی تالیف ہے، صرف اس بنا پر کہ وہ استاذ امام کی کتاب کی مختلف شاگردوں کی روایت کی حقیقت سے غافل ہیں، حضرت امام کی تالیف وتصنیف اور زبانی قراءت وروایت کے خاص طریقہ کو نظر انداز کر دینے اور اسلامی علمی روایات کو نظر انداز کر دینے سے بھی یہ غلط روایت شہرت پا گئی، اس کو

مسترد کر دینے کی متعدد ٹھوس شہادتیں موجود ہیں (۸)۔

ان میں سے سب سے زیادہ قوی شہادت حضرت امام شافعیؒ کی زبان وطرز ادا ہے جس کا ثانی ملنا مشکل ہے، حضرت امام شافعی عربی زبان و ادب کے عظیم پارکھ اور عظیم ترین ماہر تھے، کچھ تو قرشی مطلبی ہونے کے سبب فصاحت و بلاغت ان کے خون میں تھی اور وہ ان کو قریشی فصاحت و بلاغت کا پیکر بناتی تھی جیسا کہ ان کے آباء واجداد میں سے متعدد کا خاصہ تھا، اس سے کہیں زیادہ حضرت امامؒ نے عربی زبان وادب سیکھنے کے لئے فصاحت و بلاغت کے لئے معروف بدو قبیلوں میں قیام کیا تھا، یہ بھی سنت نبوی کی ایک توسیع تھی کہ قریشی وسعدی زبان و ادب نے لسان نبوی کو افصح العرب بنا دیا تھا (۹)۔ اندرونی شہادت کے علاوہ بیرونی تاریخی شواہد کا ایک زریں سلسلہ ہے کہ کتاب الام حضرت امامؒ کی ہی تالیف ہے، حضرت امامؒ کے زمانے سے ان کے معاصر اہل علم نے اور ان کے شاگردوں، ناقدوں حتی کہ ان کے استاذوں نے بھی اس کا برملا اور واضح اعتراف کیا ہے کہ کتاب الام حضرت امام شافعیؒ کی تالیف وتصنیف ہے اور یہ تمام بیانات مستند و معتبر ہیں، اس کے مخالف بیانات بلا سند ہیں اور ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں جو اپنی احادیث وروایات کے لئے غیر معتبر بلکہ موضوع روایات پر مبنی ہیں، دراصل یہ شوشہ ایک کتاب تصوف کے مؤلف شیخ ابوطالب مکی (محمد بن علی حارثی م ۳۸۶/۹۹۶) نے اپنی کتاب قوت القلوب میں بلا سند بیان کر دیا اور امام غزالی (ابو حامد محمد بن محمد طوسی ۴۵۰/۱۰۵۸-۵۰۵/۱۱۱۱) نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں بلا حوالہ یہ نص قوت القلوب سے نقل کر دی اور ان دونوں نے غلط فہمی پیدا کر دی، غالبا کیا یقیناً یہ دونوں امامین ہمامین بھی خوب جانتے تھے کہ کتاب الام امام شافعیؒ کی کتاب ہے، لیکن روایت کے مارے ہوئے تھے۔

شافعی طریق تالیف:

امام شافعیؒ کا ایک عام طریق تالیف یہ تھا کہ وہ اپنی کتابوں کو بالعموم خود اپنے دست مبارک سے لکھتے تھے، طویل اور ضخیم کتابوں کے بعض اجزاء وہ اپنے شاگردوں کو خاص کر امام ربیع بن سلیمان

مرادیؒ اور امام بویطی کو املا کرا دیتے تھے، ان کے اولین ایڈیشن حضرت امامؒ نے اپنے قیام بغداد کے زمانے میں (۱۹۵-۱۹۸/ ۸۱۰-۸۱۴) تیار کئے تھے، بہر حال اس کا امکان بھی ہے کہ بعض کتب و رسائل انہوں نے اس سے قبل مکہ مکرمہ کے نو سالہ قیام کے دوران تیار کئے ہوں، بیشتر سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ حضرت امامؒ نے زیادہ کتابیں بغداد میں لکھی تھیں جو اولین ایڈیشن تھے، حضرت امام نے اپنے آخری قیام مصر کے زمانے (۲۰۰/ ۸۱۵-۲۰۴/ ۸۲۰) میں متعدد کتابیں لکھیں اور بعض کتب کو دوبارہ لکھا۔ امام بیہقیؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ کے خاص بیانات سے شیخ ابوزہرہؒ وغیرہ نے یہ نتائج نکالے ہیں:

امام شافعیؒ اپنی نئی کتابوں کی تالیف کے وقت اپنی قدیم کتابوں کو سامنے رکھتے تھے۔

جس رائے میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا اسے علی حالہ باقی رکھتے تھے اور قدیم نسخے جوں کے توں قائم رہتے تھے، لیکن جن مسائل میں رائے بدل گئی ہوتی، ان کتابوں کو حذف و اضافہ اور تغیر و تبدل کے بعد از سر نو لکھتے اور قدیم کتابیں ضائع کر دیتے تھے (۱۱)۔

شیخ موصوف کے اس بیان پر مزید یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے، جس کی تائید و توثیق ان کے متعدد بیانات کے ساتھ ساتھ مختلف قدیم مآخذ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام نے اپنی بعض کتابوں کو بغداد قیام کے زمانے میں لکھا تھا اور پھر ان کا دوسرا جدید ایڈیشن مصری دور تالیف میں تیار کیا، ان میں حضرت امام کا الرسالہ بھی شامل ہے، اور ان کی کتاب الام بھی، اول الذکر کے بارے میں امام رازی (فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین، ۵۴۳/ ۱۱۴۹-۶۰۶/ ۱۲۰۹) نے اپنی کتاب مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ شافعیؒ نے اپنی کتاب الرسالہ بغداد میں تصنیف کی تھی، پھر جب وہ مصر تشریف لائے تو انہوں نے اس تصنیف کو پھر سے لکھا، کتاب کے یہ دونوں نسخے علم کثیر پر مشتمل ہیں۔ شیخ ابوزہرہ نے اس بیان کو تسلیم کر کے خطیب بغدادی (احمد بن علی بن ثابت، ۳۹۲/ ۱۰۰۲-۴۶۳/ ۱۰۷۱) کی تاریخ بغداد سے بھی اس کی توثیق پیش کی ہے، اور اپنا خیال پیش کیا ہے کہ ہمارے خیال میں تو بات یوں ہے کہ شافعی نے ابن مہدی کی درخواست پر یہ کتاب مکہ میں لکھی اور اسے عراق

میں ان کے پاس بھیج دیا، یہیں سے ان کی شہرت پھیلنی شروع ہوئی (۱۲)۔

کتاب الام کی تالیف:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ کی روایت نقل کی ہے کہ امام شافعیؒ نے مصر میں چار سال قیام کیا، اور ڈیڑھ ہزار ورق (تین ہزار صفحے) املا کرائے، مصنفات میں ''کتاب الام'' دو ہزار ورق کی تھی، اس کے علاوہ کتاب السنن نیز اور بہت سی کتابیں یہ سارا تصنیفی کام چار برس میں انجام پایا، اس بیان سے یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے اور ہوئی بھی ہے کہ حضرت امامؒ نے کتاب الام اول اول مصر کے قیام کے زمانے میں تالیف یا املا کرائی تھی، شیخ ابوزہرہ نے بہر حال یہ تصحیح کی ہے کہ ''یہیں کتاب الام تکمیل کو پہنچی''، یعنی کتاب الام کی تالیف وتصنیف قیام بغداد کے زمانے میں شروع ہوچکی تھی اور حضرت امامؒ نے اس کا آخری کامل ایڈیشن مصر کے قیام کے زمانے میں تیار کیا تھا، یہی آخری ایڈیشن اب مطبوعہ شکل میں ملتا ہے، اور غالباً اسی کے بیشتر مخطوطے بھی پائے جاتے ہیں، اس موضوع پر ابھی کامل تحقیق اہل علم وتدوین پر واجب وقرض ہے۔

کتاب الام کی تالیف وتدوین میں حضرت امامؒ نے دو طریقے بیک وقت اختیار کئے تھے جو غالباً ان کے معمول تھے:

ایک کتاب کے بیشتر اجزاء حضرت امامؒ نے اپنے قلم سے لکھے تھے۔

دوسرے اس کے متعدد اجزاء حضرت امامؒ نے اپنے شاگردوں کو املاء کرائے تھے۔

شیخ ابوزہرہ نے اپنی تحقیق سے متعدد املاء شدہ اجزاء کی نشاندہی کی ہے جیسے صلح، حوالہ، وکالہ، وثیقہ، حبس، تغییر، وسیمہ، نکاح، اقرار وارث کے ابواب میں امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ نے صراحت کی ہے کہ امام شافعیؒ نے ہمیں املا کرایا یا املاء کراتے ہوئے باخبر کیا (اخبرنا) (۱۳)۔ کتاب الام کے تجزیہ میں مزید مثالیں ان دونوں طرق تالیف امام کی پیش کی جائیں گی۔ تالیف امامؒ کے طریقے کے بارے میں امام حرملہ (حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ، م ۲۶۶ / ۸۸۰) کا ایک بیان بھی بہت معنی خیز ہے،

تصنیف کتب کے وقت شافعی دوسروں کی کتابوں سے بھی مدد لیتے تھے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ موضوع زیر تصنیف سے متعلق احادیث اور آثار فقہیہ کیا ہیں؟ پھر اس مواد کو وہ پرکھتے اور اچھی طرح مطمئن ہوجانے کے بعد اس سے استفادہ کرتے، اپنے ساتھ وہ حجاز سے کتب ابن عیینہ بھی لائے تھے، یہ کتابیں وہ اپنے سامنے رکھ لیتے اور تصنیف شروع کردیتے، جب وہ لکھ چکتے تو ابن ہرم اس کی نقل شروع کردیتے، بویطی انہیں شافعیؒ کا لکھا ہوا سناتے اور تمام حاضرین ابن ہرم کا لکھا ہوا سنتے رہتے اور اس کے بعد اس کی نقل کرلیتے، ربیعؒ ان کاموں میں شافعیؒ کے کام سے کبھی کبھی اٹھ جایا کرتے، جاتے وقت بتا جاتے جب واپس آتے تو جو حصہ چھوٹ جاتا اس کی شافعیؒ کے سامنے قراءت کرلیتے (۱۴)۔

کتاب الام کی متعدد روایات:

امام حرملہؒ کے مذکورہ بالا بیان و روایت سے اور دوسرے بیانات اہل علم سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت امامؒ کی کتابوں کا راوی اور مولف ان کے متعدد تلامذہ تھے، یہ مؤلف و کاتب شاگردان امام صرف ناقل، ناسخ، کاتب اور مدون تھے، مصنف نہ تھے، ان میں امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ غالباً سرخیل کاتب و راوی تھے جیسا کہ متعدد علماء کا خیال و نظریہ ہے، لیکن یہ خاص نظریہ کہ صرف امام ربیع مرادیؒ ہی ان کے واحد راوی و کاتب تھے اور ان ہی کے ذریعہ حضرت امامؒ کی کتب خاص کر کتاب الام ہم تک پہنچی ہے، صحیح نہیں ہے، شواہد تاریخی اور بیانات راوی سے اس کی تردید ہوتی ہے، پہلے بھی بعض کا ذکر آچکا ہے، ان میں سے ایک امام بویطیؒ کا روایت کردہ متن کتاب الام تھا اور جس کو امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ نے اپنے متن کتاب کی تدوین میں استعمال کیا تھا، انہوں نے کتاب الام کی داخلی شہادتوں کی بنا پر حافظ ابن ابی الجارود کا متن بھی استعمال کیا تھا یا اس کے اجزاء سے استفادہ کیا تھا۔ امام بلقینی کے متن کا ربیع بن سلیمان مرادی کے متن میں شمول و دخول کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا بالعموم نام نہیں ملتا ہے، یہ تو روایات، قیاسات اور بعض داخلی شہادات کا معاملہ مطبوعہ متن کے بارے میں ہے، مخطوطات کی تحقیق و تدوین سے مزید ثبوت ملے گا (۱۵)۔

بہر حال کتاب الام کے مطبوعہ متن میں امام ربیع بن سلیمان مرادی نے جا بجا یہ اعتراف کیا

ہے، کہ وہ حصہ حضرت امامؒ سے راست اخذ وسماعت میں فوت ہوگیا تھا، لہذا اس کو میں نے بویطی سے سنا اور اس کو میں کلام شافعی سمجھتا ہوں، ''قال أبو محمد الربيع بن سليمان: فاتني من هذا الموضع من الكتاب وسمعته من البويطي وأعرفه من كلام الشافعي'' یہ رکوع کے لئے تکبیر کہنے کے موضوع میں حوالہ ہے اور اسی کے معابعد ''باب القول في الركوع'' میں امام بویطی کی خبر کا دوسرا حوالہ ہے: ''أخبرنا الربيع قال: أخبرنا البويطي قال: أخبرنا الشافعي الخ'' رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کی حدیث نبوی بھی امام بویطی کی خبر وسند پر مروی ہے: ''أخبرنا الربيع قال: أخبرنا البويطي قال: أخبرنا الشافعي الخ''(١٦)۔

اصحاب شافعی میں امام حرملہ بن یحییٰ (م٢٦٦/٨٨٠) کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، اور یہ روایت ابن عبد البر بھی کہ انہوں نے حضرت امامؒ کی متعدد کتب جیسے کتاب الشروط، کتاب السنن، کتاب النکاح اور بعض دیگر کتب کی روایت کی تھی اور ان میں وہ منفرد تھے، یعنی ان کی روایت امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ نے نہیں کی ہے، اس کا امکان ہے کہ کتاب الام کے بعض اجزاء بھی ان کی روایت پر مبنی ہوں۔

مطبوعہ کتاب الام کے اجزائے سبعہ:

کامل کتاب الام کے مطبوعہ نسخے میں سات اجزاء یا جلدیں ہیں جیسا کہ پہلے بھی ان کا ذکر آچکا ہے، متن کے سرورق اور اولین حاشیہ سے یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ وہ حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ کی روایت پر مبنی ہے، اور امام مرادیؒ سے ان کے شاگرد وراوی غالبا ابوالحسن علی بن حبیب بن عبد الملکؒ ہیں جو ''الرسالہ'' کے بھی ان سے راوی ہیں، حاشیہ نگار کا خیال ہے کہ ان کے علاوہ بھی کوئی دوسرا راوی ہوسکتا ہے، کیونکہ امام ربیعؒ سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت تھی، اور ان کا ذکر حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے کیا ہے، دوسری بات یہ کہی ہے کہ تمام دستیاب نسخوں رمخطوطوں میں اسی جملہ ''أخبرنا الربيع بن سليمان قال: أخبرنا الشافعي رحمه الله تعالى قال الخ-'' سے کتاب الام کا آغاز ہوتا ہے، اس باب میں چند دوسری چیزوں کا اضافہ ضروری

ہے جن کا ذکر حاشیہ نگار نے نہیں کیا ہے (۱۷)۔

اگر چہ مطبوعہ نسخہ میں ﴿ومن یتوکل علی الله فهو حسبه﴾ اور "بسم الله الرحمن الرحیم" ثبت ہے، تاہم یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ مخطوطہ اور کتاب الام میں بھی ہے یا نہیں، دوسرے عنوان باب میں صرف "الطہارۃ" لکھا ہے جبکہ حاشیہ پر مختصر مزنی میں باب الطہارۃ بھی ہے اور بسملہ کے بعد امام مزنی کا مختصر دیباچہ بھی ہے کہ "میں نے اس کتاب کا اختصار علم محمد بن ادریس شافعیؒ سے کیا ہے جو اکثر و بیشتر فرماتے تھے کہ نہ میری تقلید کرو اور نہ کسی اور کی، تقلید صرف کتاب وسنت کی کرو اور اپنے دین و نفس کے معاملہ میں محتاط رہو" (۱۸)۔ کتاب الام کے آغاز میں حمد وصلاۃ اور مختصر یا مفصل مقدمہ/دیباچہ کا فقدان باعث حیرت ہے، کیونکہ وہ اسلامی روایت اور عصری علمی طریقت کے خلاف ہے، بلاشبہ تمام مؤلفین کرام حمد وصلوۃ سے آغاز کتاب کرتے تھے، جیسا کہ بیشتر نے کیا، تمام کتب تفسیر وحدیث وفقہ اور تمام دوسرے علوم وفنون کی کتابوں میں ہر دور کے مؤلفین کا طریقہ ملتا ہے (۱۹)۔

اس باب میں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب الام کے مخطوطے/متون کسی ایک ناقص متن پر مبنی ہیں اور بنیادی متن کا نقص تمام متون اور نسخوں میں در آیا ہے، یہ صرف امام شافعیؒ کی کتاب الام کا معاملہ نہیں ہے اور دوسرے ناقص متون کا بھی ہے، اس نقص عظیم کی سب سے بڑی مثال امام مالک کی موطا بالخصوص موطا بروایت یحی بن یحی لیثی مصمودی (م ۲۳۴/۸۴۸) کی ہے، اس کے جدید ترین محقق ایڈیشن میں بھی یہ نقص ملتا ہے، اگر چہ اس کے بعض مخطوطات میں حاشیہ فوقانی میں کسی نے بسملہ اور صلوۃ ثبت کر دیا ہے، مگر محقق گرامی نے اسے قابل لحاظ نہیں سمجھا۔ ان کا ثبت کردہ بسملہ اضافہ محقق ہے، یہ نقص حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نسخہ مصمودی میں بھی پایا جاتا ہے (۲۰)۔

کتاب الام کی جلد اول ۲۵۷ صفحات پر مشتمل ہے جس کے بعد اس کی فہرست موضوعات اور پھر فہرست مختصر مزنی ہے، اولین باب کا عنوان صرف الطہارہ ہے (۲-۵۰)، پھر اس کے بعد لفظ کتاب کا اضافہ ملتا ہے جیسے کتاب الحیض (۵۰-۵۹)، کتاب الصلوۃ کا آغاز "باب اصل فرض

الصلاۃ'' سے ہوتا ہے اور وہ کتاب الصلاۃ کے عنوان سے خالی ہے اور بہت سے ابواب پر مشتمل ہے جن میں مواقیت الصلوۃ، باب صلاۃ العذر، باب صلاۃ المریض، باب جماع الاذان، باب جماع لبس المصلی، باب استقبال القبلۃ، باب النیۃ فی الصلاۃ، باب رفع الیدین، باب افتتاح الصلوۃ، باب القراءۃ کے بعد رکوع وسجود، تشہد وقعدہ وغیرہ سے متعلق ابواب ہیں۔ دوسرے اہم ترین ابواب میں: صلاۃ الجماعۃ، امامۃ، صلاۃ المسافر، ایجاب الجمعۃ اور دوسرے ابواب متعلقہ، اور خاتمہ السہو فی صلاۃ الجمعہ پر ہوتا ہے (۵۹-۱۸۶)، اس کے بعد کتاب صلوۃ الخوف وہل یصلیہا المقیم کا جلی عنوان وکتاب ہے (۱۸۶-۲۰۳)، جس کے بعد کتاب صلوۃ العیدین ہے (۲۰۳-۲۱۴) اور دوسری کتب صلوۃ ہیں جیسے کتاب صلاۃ الکسوف (۲۱۵-۲۱۸)، کتاب الاستسقاء (۲۱۸-۲۳۴) اس میں حکم تارک الصلوۃ اور المرتد عن الاسلام پر بھی بحث / باب ہے، آخری باب / کتاب ''کتاب الجنائز'' ہے (۲۳۴-۲۵۷) (۲۱)، حاشیہ پر مختصر مزنی کا آخری باب و کتاب الزکاۃ ہے جس سے کتاب الام کی جلد دوم شروع ہوتی ہے۔

جلد دوم کی اولین کتاب کتاب الزکاۃ ہے، جس کے بہت سے ابواب ہیں: نصاب ابل، فرضیت صدقہ، صدقہ بقر، باب الشاۃ، صدقۃ الغنم، صدقۃ الماشیۃ وغیرہ، وقت وجوب زکوۃ، النیۃ فی اخراج الزکوۃ، باب ان لا زکوۃ فی الخیل، باب من یجب علیہ الصدقۃ، اور دیگر ابواب (۲/ ۲-۸۰)، اس کے بعد کتاب الصیام الصغیر ہے جو مصحح کے حاشیہ کے مطابق تمام زیر تالیف نسخوں میں پایا جاتا ہے، کتاب الصیام الکبیر کا ذکر نہیں ہے، مصحح نے حاشیہ میں وعدہ کیا ہے کہ بحث وتفتیش کے بعد اگر اس کا پتہ چلا تو اسے اپنے مقام پر ثبت کیا جائے گا، اس کے اہم ترین ابواب حسب ذیل ہیں: باب الدخول فی الصیام، باب ما یفطر الصائم والسحور، باب الجماع فی رمضان، باب صیام التطوع، کتاب الاعتکاف (۲/ ۸۰-۹۳) (۲۲)، کتاب الحج اپنے متعدد ابواب کے ساتھ کتاب الصیام الصغیر کے بعد ہے اور اس میں قریب ڈیڑھ سو ابواب ہیں اور ان کا خاتمہ ایک دلچسپ عنوان: مختصر الحج الصغیر کے باب القبلۃ پر ہوتا ہے (۹۳-۱۸۷) (۲۳)، اس کے بعد ''کتاب الضحایا'' اور اس کے ابواب

ہیں(۲/ ۱۸۷-۱۹۱) پھر کتاب الصید والذبائح کے ابواب ہیں (۲/ ۱۹۱-۲۰۷) (۲۴)، اس کے بعد کتاب الاطعمہ الخ کے ابواب ہیں جن میں حلال و حرام ماکولات و مشروبات کا ذکر ہے (۲/ ۲۰۷-۲۲۷) (۲۵)، اس جلد دوم کا آخری باب و موضوع کتاب النذور ہے جو بہت مختصر ہے (۲/ ۲۲۷-۲۳۱) (۲۶)، ناشرین نے اس کے بعد المختصر کی فہرست دی ہے، اس جلد کے اواخر میں حضرت امام کا رسالہ بھی شامل کردیا ہے جو طباعت مطبعہ امیریہ بولاق (۱۳۲۱ھ) کے ۸۱ صفحات پر مشتمل ہے (۲۷)۔

کتاب الام کی جلد سوم کا آغاز کتاب البیوع سے ہوتا ہے جس کے بہت سے ابواب ہیں، ان میں بعض اہم ترین ہیں: بیع الخیار، باب الخلاف فیما یجب بہ البیع (ایک باب میں اختلاف مالک و شافعی کا ذکر ہے)، باب الربا، باب ماجاء فی بیع اللحم، الصرف سے متعلق متعدد ابواب، باب العرایا، باب فی المزابنۃ، باب المصراۃ، باب الشہادۃ فی البیوع، باب السلف اور اس کے متعدد مباحث، کتاب الرہن الکبیر، الرہن الصغیر (۳/ ۱۲۲-۱۶۴ اور ۱۶۴-۱۷۶)، باب التفلیس وغیرہ (۳/ ۲-۱۶۵)، اس کے بعد کے ابواب ہیں: باب الصلح، باب الحوالہ والکفالہ والدین، باب الضمان، باب الشرکۃ، باب الوکالۃ، باب الغصب وغیرہ (۳/ ۱۶۵-۲۳۱)، کتاب الشفعۃ، باب القراض، المساقاۃ، المزارعۃ، الاجارۃ والکراء، احیاء الموات، باب الرکاز، الاحباس، کتاب الہبۃ، کتاب اللقطۃ الصغیرۃ، کتاب اللقیط، باب الجعالۃ الخ (۲۳۱-۲۹۴)، بعض ابواب میں اختلاف مالک و شافعی کے علاوہ تراجم و عنوان کے تحت سیر الاوزاعی، اختلاف مالک والشافعی، کتاب اختلاف علی وابن مسعود وغیرہ کے حوالہ و مباحث بھی ہیں (۲۸)۔

جلد چہارم کا اولین مبحث کتاب الفرائض ہے، جس کے متعدد ابواب و مباحث ہیں جیسے باب المواریث الخ، خلاف کے ابواب، میراث الجد، میراث ولد الملاعنۃ، میراث المجوس، المرتد، المشرکۃ وغیرہ، یہ خاصا مختصر مبحث ہے (۴/ ۲-۱۸)، کتاب الوصایا اس کے بعد ہے اور اس کے متعدد ابواب ہیں (۴/ ۱۸-۵۱) اس کا آخری باب وصیۃ الامام الشافعی ہے جو بہت دلچسپ ہے، پھر

باب الولاء والحلف ہے(۴/ ۵۱- ۔۔) جس کے بعد الودیعۃ، قسم الفئی، قسم الغنیمۃ، الانفال اور ان کے متعلقہ ابواب ہیں (۴/ ۶۰-۸۲)، کتاب الجزیۃ اس کے بعد شروع ہوتی ہے جس کے ابواب میں فرضیت، اذن ہجرت، فرض الہجرۃ، اصل فرض الجہاد اور اس کے متعدد ابواب ہیں۔ فی اظہار الدین ردین النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الادیان کا ایک دلچسپ باب بھی ہے جس کے بعد جزیہ کے دوسرے ابواب ہیں (۴/ ۸۲-۱۳۳)، آخر میں صلح /ہدنہ، مقدار جزیہ، اہل کتاب اور ان سے ملحق اہل جزیہ، ذمی، آراضی/بلاد کی قسموں وغیرہ پر بہت عمدہ مباحث بھی ہیں۔ اس کے بعد کتاب اہل البغی واہل الردۃ شروع ہوتی ہے جس کے اہم اور مختلف ابواب ہیں (۴/ ۱۳۳-۱۴۷)، کتاب السبق والنضال وغیرہ اور دوسرے ابواب بھی جزیہ کی کتاب شامل میں لائے گئے ہیں جیسے الاساری والغلول، الفداء بالاساری، فرار غلام مسلم وغیرہ اسی پر سیر الواقدی کے عنوان سے ایک دلچسپ بحث ہے (۴/ ۱۶۷-۱۷۷) جس میں صرف بالغ پر فرضیت جہاد اور اس کے بلوغ کی عمر پر بحث ہے، اس کے بعد متعدد مباحث ہیں جو قتال و جہاد کے موضوع کامل سے تعلق رکھتے ہیں، اور خاتمہ ''فی المرتد'' کے احکام پر ہوتا ہے (۴/ ۱۴۷-۲۰۵) (۲۹)۔

کتاب الام کی جلد پنجم کا آغاز کتاب النکاح سے ہوتا ہے اور وہ اپنے ابواب کی بنا پر خاصا بڑا مبحث ہے (۵/ ۲-۷۷)، اس میں الصداق، باب الشہادۃ والاقرار بالرضاعۃ، باب التعریض بالخطبۃ، کتاب الصداق (دوبارہ)، التفویض، کتاب الشغار، باب الخیار فی النکاح وغیرہ بہت سے ابواب و مباحث شامل ہیں (۵/ ۲-۷۷)، کتاب النفقات بھی اسی سے متعلق ہے، پھر النفقہ علی الاقارب کا الگ مبحث ہے جس کے ذیلی ابواب بھی متعدد ہیں، اس کے ساتھ الفرقۃ بین الازواج بالطلاق والفسخ کے عنوان سے طلاق کی کتاب شروع ہوتی ہے بلکہ اس سے کچھ پہلے سے جو اللعان، الخلاف فی الطلاق الثلاث وغیرہ سے بحث کرکے محرمات سے نکاح، نکاح مشرک، نکاح الولاۃ والنکاح بالشہادۃ سے بحث کرتی ہے (۱۶۳)، اباحۃ الطلاق سے اصل کتاب الطلاق کے مباحث آتے ہیں جیسے اباحت، وجہ، طلاق السنۃ، الفسخ، خلع، نشوز، الخلع فی المرض وغیرہ۔ پھر کتاب العدۃ اور اس کے

مباحث ہیں جیسے عدة المدخول بہا، عدة الامة، عدة الحامل، المتوفی عنہا، الاحداد وغیرہ اور اس کے بعد کتاب سکنی المطلقات ونفقاتہن ہے اور اس کے بعد متعدد دوسرے ابواب طلاق ومباحث ہیں جیسے ایلاء، ظہار، خاتمہ جلد پنجم کتاب اللعان پر ہوتا ہے (۵-۱۶۳-۲۸۶)(۳۰)۔

جلد ششم کے مباحث وکتب اور ان کے ابواب یہ ہیں: اولین بحث ہے: کتاب جراح العمد، یہ قتل وقصاص، دیت کی کتاب ہے، اس کے بہت سے مباحث وابواب ہیں، ان میں خاص یہ ہیں: القسامة، مسئلة الجنین، دیات الخطا وغیرہ (۶/۲-۱۱۵)، اس میں کتاب الحدود وصفة النفی اور اس کے ابواب ہیں جیسے سرقہ، زنا، خمر، ضرب النساء، صفة النفی، قطع الطریق، ارتداد ومرتد، اس کے بعد الاستحقاق، الاشربة، الولیمة، صدقة الشافعی، العتق، السائبة، البحیرہ، کراء الدور کے مباحث بھی آئے ہیں (۶/۱۱۵-۱۹۹)، کتاب الاقضیة اس کے بعد شروع ہوتی ہے جس کے ابواب ہیں: ادب القاضی، مشاورة القاضی، حکم القاضی، مسائل القاضی وغیرہ (۶/۱۹۹-۲۳۷)، آخری بحث وکتاب ہے: الدعوی والبینات جس کے چند ابواب ہیں (۶/۲۳۷-۲۸۰)(۳۱)۔

کتاب الام کی ساتویں اور آخری جلد بہت ضخیم ہے اور بہت سے مباحث کے علاوہ متعدد کتب امام پر مشتمل ہے، اس کا آغاز ''باب مالا یقضی فیہ بالیمین مع الشاہد الخ'' سے ہوتا ہے جو بنیادی طور سے جلد ششم کے مبحث وکتاب الدعوی والبینات سے ہی متعلق ہے اور مزید سات ابواب ہیں، جیسے الخلاف مع الیمین والشاہد، المدعی والمدعی علیہ وغیرہ (۷/۲-۴۰)۔ اس کے بعد الشہادات کا مبحث ہے جس کے اہم ابواب ہیں: شہادة المحدود، الاعمی، الوالد للولد الخ، شہادة النساء، شہادة القاضی، شہادة الغلام والعبد والکافر، شہادة الصبیان، الشہادة علی الشہادة، شہادة الوارث، کتاب القاضی (۷/۴۰-۵۱)، باب الحدود کے عنوان کے بعد ''الایمان والنذور والکفارات'' کے متعدد ابواب مختلف مسائل وفروع پر ہیں (۷/۵۱-۸۴)، الدعوی والبینات کا مبحث پھر آیا ہے جس کے اہم ابواب ہیں: باب الاقضیة، اجتہاد الحاکم، المشاورة وغیرہ (۷/۸۴-۸۷)۔

اس جلد میں ایک کتاب ''ما اختلف فیہ ابوحنیفہ وابن ابی لیلی'' ہے جو امام ابو یوسف کی تحریر

کردہ ہے، اورالگ بھی چھپ چکی ہے، عنوان کے حاشیہ میں یہ صراحت ہے کہ بعض نسخوں میں اس کا عنوان کتاب اختلاف العراقیین بھی بتایا گیا ہے۔ اس کے متعدد ابواب ومباحث ہیں جیسے غصب، عیب، بیع الثمار، المضاربۃ، السلم، الشفعہ، المزارعۃ، الدعوی والصلح، الصدقۃ والہبۃ، الودیعہ، الرہن، الحوالہ والکفالہ، الدین، الأیمان، الوصایا، المواریث وغیرہ (۷/ ۸۷-۱۵۰: کل ۳۵ ابواب)۔

مستقل مطبوعہ کتاب قاضی ابو یوسف سے اس کا موازنہ ایک دلچسپ تحقیقی مطالعہ ہوگا ''اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی'' کے عنوان سے شیخ ابو الوفاء الافغانی نے مطبعۃ الوفاء قاہرہ (حیدرآباد) سے ۱۳۵۷ھ میں اسے شائع کردیا ہے، وہ دوسرے صاحب امام اعظم محمد بن حسن کی روایت پر مبنی ہے۔

دوسری کتاب ''اختلاف علی وعبد اللہ بن مسعود بھی اس جلد میں شامل ہے (۷/ ۱۵۱-۱۷۷: بیس ابواب)۔

تیسری کتاب ''اختلاف مالک والشافعی'' ہے (۷/ ۱۷۷-۲۵۰) ایک سو سے اوپر: اس میں تین ابواب حضرت ابن عباسؓ کے البیوع میں، حضرت زید بن ثابتؓ کے طلاق میں اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عشور اہل الذمۃ میں اختلاف کے ہیں اور چوتھا دو صحابہ حضرت سعیدؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے الایلاء کے اختلاف میں ہے۔ یہ کتاب دو بانیان فقہ کے مسلک کا بہترین بیان پیش کرتی ہے)۔

''کتاب جماع العلم'' حضرت امام کی ایک اہم تالیف بھی اس کے بعد شامل کی گئی ہے (۷/ ۲۵۰-۲۶۵)، اس میں سنت وقرآن کے باہمی ربط، خبر وحدیث کے قبول ورد پر بحث کے علاوہ بعض دوسرے اہم کلی مباحث ہیں، اس کے آخر میں کتاب صفۃ نہی رسول اللہ ﷺ ہے (۷/ ۲۶۵-۲۶۷)۔

حضرت امامؒ کی ''کتاب ابطال الاستحسان'' اس کے بعد داخل کی گئی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا آغاز حمد وصلوۃ اور مختصر مقدمہ سے ہوتا ہے اور پھر ''باب ابطال الاستحسان'' ہے (۷/ ۲۶۷-۲۷۷)، اس کے بعد کتاب الرد علی محمد بن الحسن ہے، جس کے متعدد ابواب ہیں جیسے

باب الدیات، القصاص بین العبید والاحرار، الجنین، الجروح وغیرہ (۷؍۲۷۷-۳۰۳: انیس ابواب)۔

''کتاب سیر الاوزاعی'' اس کے بعد آتی ہے جس میں مختلف احکام ومسائل پر اختلاف فقہاء ملتا ہے (۷؍۳۰۳-۳۳۶)۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک سے بحث کا آغاز ہوتا ہے یا ان کے صاحبین سے جس پر امام اوزاعی کا نقد اور استدراک ہوتا ہے پھر شافعی استدراک۔

اس کے بعد کتاب القرعۃ کے عنوان سے حضرت امام شافعیؒ کی بحث ہے جس میں قرعہ کی سنت نبوی کی بحث کے بعد ممالیک اور غلاموں کی آزادی؍عتق سے متعلق کئی ابواب ہیں اور خاصے مختصر ہیں (۷؍۳۳۶-۳۴۷)۔

احکام التدبیر حضرت امام کی دوسری کتاب و بحث ہے جو اس کے بعد ہے اور بسملہ سے شروع ہوتی ہے (۷؍۳۴۷-۳۶۱)، اس میں غلاموں کی آزادی، مکاتبت، التدبیر، کتابۃ المدبر، تدبیر اہل دار الحرب، مال المدبر، ولد المدبر وغیرہ کے مباحث ہیں۔ ''المکاتب'' کے عنوان سے دوسری کتاب متعلقہ حضرت امام کی شامل ہے اور وہ بھی بسملہ سے شروع ہوتی ہے (۷؍۳۶۱-۴۱۳)۔ اس کے متعدد ابواب ومباحث ہیں جیسے وجوب مکاتبت، تفسیر آیۃ ﴿وآتوھم من مال اللہ ....﴾ الخ، کتابۃ الصبی، موت السید، کتابۃ الوصی، النصرانی، الحربی، المرتد، العبید، الکتابۃ علی الاجارہ، علی البیع وغیرہ، خاتمہ تین سطری باب الولاء پر ہوتا ہے، کل باسٹھ ابواب ہیں۔ اسی پر کتاب الام اور اس کی ساتویں جلد کا حسن خاتمہ ہوتا ہے۔ اس جلد میں حاشیہ؍ہامش پر حضرت امام کی ایک اہم کتاب اختلاف الحدیث بھی چھاپ دی گئی ہے جو شروع سے آخر تک موجود ہے (۷؍۲-۴۱۳: خاتمہ پر کتاب اختلاف الحدیث کے اتمام کا واضح ذکر ہے۔ اس کتاب اختلاف الحدیث کے ابواب ومباحث کی فہرست کتاب الام کی ساتویں جلد کے موضوعات کی فہرست کے بعد دی گئی ہے، اس کے آغاز میں خطبۃ الکتاب ہے جو کتاب الام کے آغاز میں نہیں ہے۔ یہ کتاب بھی امام ربیع بن سلیمان مرادی کی روایت پر مبنی ہے، اس کے تمام مباحث کا تجزیہ مشکل ہے، تاہم باب

الاختلاف من جہۃ المباح کا مختصر تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ حضرت امام نے سنتوں/حدیثوں کا تنوع سے یہاں بحث کی ہے مثلاً وضو میں اعضاء ایک بار، دو بار اور تین بار دھونے کی احادیث صحابہ بیان کر کے بتایا ہے کہ ان میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے لیکن وہ ہے نہیں، وہ حلال وحرام کا اختلاف نہیں ہے بلکہ مباح کا اختلاف ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک بار دھونا فرض ہے، اور تین بار دھونا سنت یا کمل ہے، ایک بار دھونے سے وضو ہو جاتا ہے لیکن کمال سنت تین بار دھونے سے ملتا ہے، اسی طرح مباح کے اختلاف دوسرے ابواب ومسائل میں ہیں جیسے نماز میں سورتوں/آیتوں کی قراءت، تشہد، وتر، سجود القرآن، نماز قصر واتمام سفر میں، خوف و بلا خوف کی شرط، سفر میں روزہ وافطار (روزہ نہ رکھنا)، اسیروں کا قتل، فدیہ یا احسان سے رہا کرنا وغیرہ، تیمّم، امام کی بیٹھ کر امامت، مکروہ اوقات نماز، ضب (گوہ) کا کھانا، جزیہ کس سے لیا جائے، عورتوں کا مسجدوں میں نماز کے لئے آنا، جمعہ کے دن کا غسل، نکاح البکر، مختلف احکام ومعاملات بیوع، فجر میں اسفار وتغلیس، نماز میں رفع یدین، منفرد کی نماز، جنبی کا روزہ، نکاح المحرم، قربانی کا گوشت، نکاح المتعۃ، الجنائز، شفعہ، میت پر رونا، بول و براز میں استقبال قبلہ، نماز میں کلام، تمام نمازوں میں قنوت، احرام ومحرم سے متعلق مسائل، پیغام نکاح پر پیغام دینا، طلاق ثلاث مجموعہ، مصراۃ، قتل مومن وکافر وغیرہ (۳۳)۔

کتاب الام کے مطبوعہ نسخہ کی تمام ساتوں جلدوں کے موضوعات ومباحث کا مختصر تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ

-جلد اول سے جلد ہفتم کے آغاز تک حضرت امام کی مختلف فقہی موضوعات پر بحث ہیں۔ ان میں مختصر بھی ہیں اور مفصل بھی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ بعض مباحث وابواب کی تکرار ملتی ہے۔

کتاب الام کے بعض ابواب مختلف ترتیب سے دیئے گئے ہیں۔

مقالہ نگار الشافعی کا یہ خیال صحیح ہے کہ کتاب الام کے مطبوعہ نسخہ میں کئی ایک چھوٹے بڑے رسالے/حاشیے متن میں داخل کر دیئے گئے ہیں، جیسے الغزالی، ابن الصباغ (م ۴۷۷/۱۰۸۴) اور

الماوردی وغیرہ کے اقتباسات دیئے گئے ہیں (کتاب الام ۱/ ۱۱۴ و مابعد اور ۵۸ وغیرہ)۔

امام بیہقی نے جن تصانیف کو حضرت امام کی مستقل کتابوں اور جداگانہ تالیفات کے طور پر ذکر کیا ہے وہ بھی کتاب الام میں داخل ہیں جیسے:

کتاب جماع العلم۔

کتاب ابطال الاستحسان۔

کتاب بیان الفرض (کتاب الام میں اس کا عنوان کتاب فرض اللہ ہے: ۷/ ۲۶۲ و مابعد)۔

کتاب صفۃ الامر والنہی (کتاب الام میں کتاب صفۃ النہی رنہی رسول اللہ ﷺ ہے)۔

کتاب اختلاف مالک والشافعی۔

کتاب اختلاف العراقیین رکتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی مصنفہ قاضی ابو یوسف۔

کتاب الرد علی محمد بن الحسن۔

کتاب اختلاف علی وعبداللہ بن مسعود۔

حضرت امام شافعی کی دو مزید آزاد و جداگانہ کتابیں: المسند جلد ششم کے حاشیہ پر چھپی ہیں اور کتاب اختلاف الحدیث ساتویں جلد کے حاشیہ پر موجود ہے۔ ان میں بعض مفقودہ رسائل بھی شامل ہیں، جیسے احکام القرآن، فضائل قریش وغیرہ، المبسوط فی الفقہ، موخر الذکر لازماً ایک بڑی کتاب رہی تھی اور امام بیہقی کے زمانے تک متداول رہی تھی، کتاب وصیۃ الشافعی حضرت امام کا رسالہ العقائد ہے (۳۴)۔

شافعی اصول تالیف:

شیخ محمد ابوزہرہ نے اس موضوع پر بہت مختصر کلام کیا ہے کہ امام شافعیؒ پہلے ان مبادی کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے بسلسلہ استنباط وضع کئے تھے، پھر مسائل مختلف فیہا کا تذکرہ کرتے ہیں، پھر سنت رسول اللہ ﷺ اور اختلافات صحابہ کو زیر بحث لاتے ہیں، اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان آراء میں سے جس رائے کو صحیح خیال کرتے ہیں اسے مرجح قرار دیتے ہیں۔

مقالہ نگار الشافعی نے ایک اور نکتہ یہ اجاگر کیا ہے کہ ''کتاب الام کا مطالعہ کرنے والا یہ بھی ضرور محسوس کرے گا کہ اسمیں مسائل کلیہ کے لئے احکام فرعیہ بھی موجود ہیں''، حضرت امام کا الرسالہ دراصل قانون کلی کا مخزن اور ادلہ شرعی کا خزینہ ہے (۳۵)۔

کتاب الام کی متعدد کتب اور ان کے مختلف ابواب سے حضرت امامؒ کے طریق تالیف کا ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے، الطہارہ کے باب میں حضرت امامؒ نے وضو سے متعلق آیت کریمہ (سورہ مائدہ:۶) بیان کرکے اس سے استنباط فرمایا ہے کہ اس میں پانی (ماء) کا جوذکر ہے وہ عام ہے اور اس میں بارش، نہروں، کنووں، تالابوں اور دریاؤں رسمندروں کا پانی شامل ہے، خواہ وہ میٹھا ہو یا کھارا۔ اور وہ وضو اور غسل دونوں طہارتوں کے لئے کافی ہے، ظاہر قرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہر پانی طاہر ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے جو ظاہر قرآن کے موافق ہے اگر چہ اس کے اسناد سے میں واقف نہیں ہوں۔ پھر امام مالکؒ کی سند سے حدیث ابو ہریرہؓ نقل کی ہے جس کے مطابق ایک شخص نے سمندر کے پانی کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کا پانی طہارت دینے والا اور اس کا مردہ حلال ہے: ''**ھو الطھور ماؤہ والحل میتۃ**''، اس کے بعد امام شافعیؒ سے سمندر کے پانی، نجاست سے پاک پانی، اولہ، برف اور گرم پانی کی طہارت کے بارے میں ایک حدیث واقوال امام ہیں، آگ سے گرم کئے ہوئے پانی کے بارے میں ان کی رائے بہت معنی آفریں ہیں کہ پانی کی طہارت کو آگ نجس نہیں کرتی، کیونکہ حضرت عمرؓ گرم پانی سے وضو اور غسل کرتے تھے، البتہ طبی نقطہ نظر سے دھوپ سے گرم کئے ہوئے پانی میں مجھے کراہت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس سے غسل کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ وہ برص (سفید داغ) کا باعث بن سکتا ہے۔ پانی کی طہارت ہمیشہ قائم رہتی ہے جب تک کہ اس میں نجاست نہ مل جائے اور دھوپ اور آگ نجس نہیں ہیں اور صرف نجس حرام کرنے والا رحرام ہے: ''**إنما النجس المحرم**''، البتہ انسان درختوں اور پھلوں وغیرہ سے جو پانی نچوڑتا ہے وہ طہارت نہیں دیتا، کیونکہ اس پر پانی کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، اور ان کو اس کی اصل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے عرق گلاب وغیرہ، اسی طرح جسم ربدن ذی روح کا پانی کے

معاملہ وحکم ہے(۳۶)۔

پانی کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے بیان میں حضرت امامؒ نے ماء راکد (ٹھہرے ہوئے پانی) اور ماء جاری پر بحث کی ہے۔ وہ خالص ان کے فقیہانہ استنباط پر مبنی ہے اور آخر میں حدیث قلتین کا ذکر کرکے اس سے استفادہ و استشہاد کیا ہے۔ اس بحث میں مقدار قلتین کے بارے میں امام ابن جریج (۸۰/۶۹۹-۱۵۰/۷۶۷) اور امام مسلم (۲۰۲/۸۱۷-۲۶۱/۸۷۵) کے اقوال بیان کر کے حضرت جامعؒ نے اپنی رائے دی ہے کہ اس میں احتیاط کا تقاضا ہے کہ ایک قلہ ڈھائی مشک کے برابر ہو، یعنی کل پانچ مشک پانی نجس نہیں ہوگا، مکھی کے مشروب میں گرنے کے بعد ڈبو دینے کی حدیث اور مختلف جانوروں کے جوٹھے کی بحث بھی ہے۔ خنزیر اور کتے کے جوٹھے کو نجس قرار دیا ہے، اور بحث کی ہے۔ امام ربیعؒ نے بھی اپنی بعض آراء کا الگ سے تشریح کے نظر سے اظہار کیا ہے، کتے کے جوٹھے برتن کو صاف کرنے کے لئے سات بار دھونے اور آخر میں مٹی سے مانجھنے کی حدیث امام مالکؒ و ابن عیینہ سے استشہاد کرکے اسے قبول کیا ہے۔ قلتین کی مقدار کے بارے میں امام ابن جریج اور خاص کر امام مسلم کی آراء کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ کتاب الام میں بعد کے فقہاء کی آراء بھی داخل کی گئی تھیں (۳۷)۔

اس پوری بحث میں متعدد احادیث نبوی میں جو مختلف صحابہ کرام سے مروی ہیں اور ان میں سے کئی ایک امام مالک سے لی ہیں (۱/۳-۷)۔

وضو کے برتنوں اور مشکوک پانی میں بھی اسی طرح امام شافعیؒ نے احادیث خاص کر مرویات امام مالکؒ و ابن عیینہ سے استشہاد کر کے اپنا مسلک لکھا ہے۔ اس میں کبھی وہ پہلے حدیث لاتے ہیں اور کبھی اپنا مسلک بیان کر کے حدیث سے مستند کرتے ہیں (۱/۸-۱۰)، موجبات وضو میں آیت وضو، نقل کر کے "قمتم" سے مراد نیند سے اٹھنے کو لیتے ہیں اور امام مالکؒ اور سفیانؒ کی احادیث سے استدلال کر کے اس پر فقہی اور منطقی بحث کرتے ہیں جس میں لیٹ کر سونے، بیٹھ کر سونے اور بیٹھے بیٹھے ٹیک لگانے اور سونے کے احکام وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ اس میں ملامسہ سے ہاتھ سے صرف لمس کو مراد لے کر اسے حدیث مالکؒ سے مدلل و مستند بنا کر اپنا خاص فقہی مسلک بیان کرتے ہیں، اسی

طرح غائط، بول، ریح وغیرہ کو موجبات وضوقرار دیتے ہیں۔ان میں احادیث مالکؒ اور ابراہیم بن محمدؒ وابن عیینہ سے استدلال کیا ہے۔مس الذکر سے وضو کے وجوب پر مسلک امام کی تائید میں امام مالکؒ کی حدیث مروان بن الحکم کے علاوہ بعض دوسری سندوں سے مذکورہ احادیث میں امام شافعیؒ نے اسی پر قیاس کر کے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ اگر عورت مس الذکر یا مس الفرج کی مرتکب ہو تو اسے بھی وضو کرنا پڑے گا۔حضرت امامؒ نے ان تمام احکام فرعیہ کے بیان میں دوسرے فقہاء اور ان کے مسالک سے قطعی تعرض نہیں کیا ہے، صرف اپنی بات کہی ہے،''طہارۃ'' کے دوسرے ابواب جیسے وضو کے طریقے، ترتیب، فرائض وسنن، پانی کی مقدار، وضو میں تسمیہ، عدد، وضوء اعضاء، مسح خفین، غسل کے موجبات، کیفیت غسل، غسل جنابت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے مسالک، غسل و وضو کی علت، تیمّم کے مسائل وغیرہ سے، اسی طرح باب بہ باب بلکہ فصل بہ فصل اور مسئلہ بہ مسئلہ بحث کی ہے، آیات کریمہ سے زیادہ احادیث نبویہ سے استشہاد و استدلال کیا ہے، پھر زمین اور کپڑوں کی پاکی سے بحث کی ہے، کتاب الحیض والاستحاضہ کے بھی اسی طرح مباحث الام ہیں(۳۸)۔

''کتاب الصلوۃ'' کی بجائے''کتاب الام''میں''باب اصل فرض الصلاۃ'' سے بحث نماز کا آغاز ہوتا ہے، حضرت امامؒ نے آیت کریمہ:﴿إن الصلوۃ كانت على المؤمنين كتابا موقوتا﴾ (نساء:۱۰۳)، اور آیت کریمہ ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ الخ (البینۃ:۵)، وغیرہ کو اس معنی کے لئے نقل کیا ہے کہ ان میں نماز کی فرضیت کا ذکر ہے، پھر بلاسند یہ حدیث نبوی نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ رات ودن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، سائل نے پوچھا کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ واجب ہے؟ فرمایا: نہیں، البتہ تم نفل(تطوع) نمازیں پڑھ سکتے ہو، اسی طرح اولین نماز کی فرضیت کے بارے میں حضرت امام نے سند نہیں بیان کی اور حسب ذیل حدیث بیان کی ہے:''قال الشافعیؒ: سمعت من أثق بخبره وعلمه يذكر أن الله أنزل فرضا في الصلوة ثم نسخه بفرض غيره ثم نسخ الثاني بالفرض في الصلوات الخمس'' فرمایا گویا ان کی مراد سورہ مزمل کی اولین آیات

﴿يأيها المزمل قم الليل إلا قليلا نصفه أو انقص منه قليلا﴾ سے تھی پھر اسی سورہ میں آخری آیات: "إن ربک يعلم أنک تقوم الخ" سے کہ اسے منسوخ کیا گیا، اس کے بعد سورۂ مزمل میں جو کچھ بیان ہوا اس کو سورہ بنی اسرائیل: ۷۸ ﴿أقم الصلوة لدولک الشمس﴾ الخ سے منسوخ کیا گیا، رات دن میں پنجگانہ فرض نمازوں کو آیت کریمہ: ﴿فسبحن الله حين تمسون﴾ سے "المغرب والعشاء" اور ﴿حين تصبحون﴾ سے "الصبح" اور ﴿وله الحمد في السموات والارض وعشيا﴾ سے "العصر" اور ﴿حين تظهرون﴾ سے "الظهر" کو مراد لیا ہے (الروم: ۱۷)، اس بیان قرآنی کو امام مالکؒ کی روایت کردہ حدیث حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مدلل و مستند کیا ہے جس کا ذکر اوپر بلا سند اور مجہول کے صیغے سے کیا ہے۔

حضرت امامؒ کے خیال میں فرائض صرف پانچ ہیں اور باقی تطوع (نفل) ہیں جن میں وتر بھی شامل ہے، ان میں سے بعض باجماعت ہیں اور موکد ہیں اور بعض منفرد ہیں، اس کے بعد حضرت امامؒ نے عدد پنجگانہ، نماز کن پر فرض ہوتی ہے، صلوۃ المرتد، جماع مواقیت الصلاۃ، وقت ظہر میں تعجیل وتاخیر، وقت عصر وغیرہ، اختلاف الوقت، سفر میں وقت الصلوۃ، صلاۃ العذر، صلاۃ المریض وغیرہ سے اس طرح بحث کی ہے کہ کسی میں آیات ہیں اور کسی میں صرف احادیث (۳۹)۔

اب ابواب صلاۃ واذان اور اس سے قبل طہارت کے ابواب میں حضرت امامؒ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ آیات واحادیث کے ذکر کے بعد جس طریقہ، حکم اور فرع کو پسند کرتے ہیں اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان تمام میں یہ چیز سب سے زیادہ محبوب ہے: "هذا أحب إليّ" اور جس کو مناسب نہیں سمجھتے اس کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیتے ہیں: "أكره هذا" اس قسم میں بعض مسائل میں کافی ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور اسے دہرانے کی تجویز نہیں رکھتے اور بعض میں اتنا مکروہ قرار دیتے ہیں کہ اس کا دہرانا ضروری سمجھتے ہیں، مثلاً باب جماع الاذان میں تمام فرض نمازوں کے لئے اذان کو کافی سمجھتے تھے مگر امام زہریؒ کی روایت کی بنا پر عیدین، خسوف اور قیام شہر رمضان میں یہ زیادہ پسند کرتے تھے (فأحب إلي) کہ اذان میں "الصلاۃ جامعۃ" کہا جائے اور نہ کہا جائے تو کوئی

حرج نہیں، البتہ وہ افضل کو ترک کرے گا، اسی طرح وہ موذن کے اقامت کہنے کو افضل اور احب سمجھتے تھے اور دوسرے شخص کے اقامت کو کافی گردانتے تھے، ایسے بہت سے مسائل ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے(۴۰)۔

کتاب الزکاۃ کے مبحث میں فرضیت زکوۃ سے متعلق متعدد آیات کریمہ نقل کر کے متعدد احادیث صحابہ کرام سے نقل کی ہیں، بعد میں یہ منطقی بحث کی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں زکوۃ کی فرضیت بتانے کے بعد اپنے نبی ﷺ کی زبان وحی نما سے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ کس مال میں زکوۃ ہے اور کس مال میں نہیں ہے، رسول اکرم ﷺ نے اسی موضع و مقام پر فرضیت و وضاحت زکوۃ رکھی ہے جہاں اللہ تعالی نے رکھی تھی، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ بیان حکم الہی میں حکم ہے اور یہ بیان نبوی صرف اللہ تعالی کی وضاحت (ابانۃ) اور اس کے حکم و امر کے اتباع کی بنا پر ہوا تھا، حضرت امامؒ نے اس طرح قرآن وسنت کا تعلق اور سنت کے حکم کے اطلاق وغیرہ پر اصولی بحث کی ہے(۴۱)۔ پھر مختلف چیزوں کے نصاب اور اس کی زکوۃ، اونٹ اور مویشی وغیرہ پر احادیث کے مجموعی تناظر میں بحث کی ہے جو اپنے اپنے ابواب میں ہے، الماشیہ پر بحث مختلف ابواب میں آئی ہے اور اوقات وجوب زکوۃ کی بحث ایک مختصر فصل میں اور ان سب میں صرف احادیث ہی ہیں(۴۲)۔

''کتاب الصیام الصغیر'' سے جو مختصر اور اصولی باب رکتاب سے شروع ہوتی ہے اس میں حضرت امامؒ نے رویت ہلال سے روزہ رکھنے اور روزہ ختم کرنے (افطار) سے متعلق متعدد احادیث اور ان کے شواہد بیان کئے ہیں، رویت ہلال سے متعلق شہادت وغیرہ کے احکام بھی اسی طرح ہیں، روزہ کی نیت کرنے کے باب میں کہ رات ہی میں فجر سے قبل نیت کی جائے یا بعد میں بھی کی جاسکتی ہے؟ امام شافعیؒ نے اپنا مسلک بیان کر کے دوسروں پر نقد کیا ہے، اسی طرح کے بعض دوسرے مباحث بھی اس کتاب صغیر کے ہیں جن میں مختلف احادیث سے بحث کر کے حضرت امام نے اپنا مسلک پیش کیا ہے(۴۳)۔

کتاب الحج کے باب فرضیت حج میں حضرت امامؒ نے اصولی واطلاقی بحث یہ کی ہے کہ حج

کی فرضیت کا اثبات خاص تو کتاب اللہ میں ہے پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں ہے اور اس کے بعد مختلف آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے اپنی بحث کو مدلل و مستند کی ہے جس میں فقہی استدلال بھی ہے، اس کے بعض ابواب میں اختلاف فقہاء کا ذکر ہے جیسے باب الخلاف فی الحج عن المیت وغیرہ، ان سب میں مختلف احادیث میں تطبیق و ترجیح سے کام لیا ہے (۴۴)۔

کتاب الام کے دوسرے کتب و ابواب کا تجزیہ و تفصیل تو درکنار صرف ان کے تعارف و جائزہ کے لئے ایک طویل تحقیقی مقالہ درکار ہے، مذکورہ بالا مباحث سے ہی حضرت امامؒ کے کتاب الام میں اختیار کردہ اصولی طریق اور اطلاقی حکم دونوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ان کی تفصیل ابواب اس سے قبل تعارف ام الکتاب، میں پیش کی جا چکی ہے (۴۵)، ان تمام مباحث و کتب/ابواب میں حضرت امامؒ کا طریقہ تالیف و استدلال مختلف طریقوں سے چلتا ہے، ان میں احکام فرعیہ کے ساتھ ساتھ ادلہ احکام بھی برابر لائے جاتے ہیں، کتاب و سنت سے استشہاد اور اجماع و قیاس سے استدلال بھی ہے، اور بہت سے دوسرے اہم نکات و دقائق بھی ہیں جن پر بحث آگے آتی ہے۔

شافعی ادلہ احکام:

''الرسالہ'' کو حضرت امام شافعیؒ کی اصول فقہ میں اولین تالیف بتانے والوں میں عظیم شخصیات شامل ہیں (۴۶)، کتاب الام کو اس کے مقابل صرف فقہ کی تالیف مانا جاتا ہے جو دیگر کتب فقہ کی مانند کتاب بہ کتاب اور باب بہ باب اس سے بحث کرتی ہے، جزوی طور سے یہ تقسیم صحیح ہے، کیونکہ کتاب الام میں مسائل کلیہ کے لئے احکام فرعیہ بھی موجود ہیں، شیخ محمد ابوزہرہ کا یہ خیال ہے کہ ''یہ اکثر قواعد وہ ہیں جو مناظروں کے دوران میں (حریفوں سے) گفتگو کرتے ہوئے ان کی زبان پر جاری ہوئے''، پھر خود ہی اس کی تردید یا تصحیح کی ہو کہ کتاب الام میں بھی اکثر قواعد اور ادلہ احکام موجود ہیں اور ان پر مفصل ابواب لکھے ہیں (۴۷)۔

کتاب الام میں حضرت شافعیؒ نے علم کی دو قسمیں -علم عامہ اور علم خاصہ- کی ایک بنیادی

تقسیم کی ہے، علم عامہ ہر مسلمان پر حاصل کرنا فرض عین ہے اور اس کا تعلق فرائض دینی جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اور حلال وحرام سے ہے، یہ وہ علم ہے جو کتاب اللہ، قرآن مجید میں بطور نص موجود ہے، اس کے وجوب بیان میں کوئی تنازعہ ہے نہ اختلاف، نہ اس میں خبر کی کوئی غلطی ہے نہ تاویل کی، اس پر یہ اضافہ بھی کیا جانا چاہئے کہ ان تمام قرآنی منصوصات /احکام کی تفصیل سنت سے ثابت ہے، اس کے مقابلہ میں علم خاصہ بطور نص کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، اس میں قیاس اور گنجائش کا امکان ہے، اس علم میں اگر اخبار (اخبار احاد/احادیث) ہیں تو وہ اخبار خاصہ (مشکل احادیث) ہیں نہ کہ اخبار عامہ (احادیث متواترہ) اور وہ تاویل کے متحمل ہیں اور ان کا استدراک قیاس سے ہوسکتا ہے...... یہ علم خاصہ فرض کفایہ ہے اور مخصوص اہل علم اور خواص امت کے لئے لازمی ہے (۴۸)۔

حضرت امامؒ نے اسی علم خاصہ کے طبقات ومراتب پر کتاب الام میں ایک جگہ یہ بحث کی ہے کہ "علم کے مختلف طبقات، انواع اور مراتب ہیں، ان مراتب میں درجہ ومرتبہ کا فرق ہے، سب سے پہلے کتاب اور سنت صحیحہ میں حکم مطلوبہ تلاش کرو، پہلے قرآن مجید میں پھر سنت میں، اگر حکم مطلوبہ کتاب میں ہو نہ سنت میں تو پھر اجماع میں تلاش کرو، اس کے بعد قول صحابہ میں بشرطیکہ اقوال صحابہ مختلف نہ ہوں، اگر صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو کسی ایک صحابی کے قول سے تمسک کرو، اور آخر میں مذکورہ طبقات علم میں سے کسی ایک پر قیاس کر کے مطلوبہ حکم حاصل کرلو"، امام شافعیؒ نے اگرچہ قرآن مجید کو اولین درجہ میں اور سنت کو اس کے بعد کے درجہ میں بظاہر رکھا ہے لیکن وہ اصلا دونوں کو ایک ہی درجہ میں رکھتے ہیں کہ وہی دونوں ساتھ ساتھ اور بیک وقت علم شریعت کا مصدر اول ہیں، اس طرح وہ دونوں اول طبقہ علم ہیں، دوسرے طبقہ میں اجماع، تیسرے میں متفقہ قول صحابہ، چوتھے میں مختلف اقوال صحابہ اور پانچویں میں قیاس (۴۹)۔

کتاب وسنت کی مجموعی دلیل:

قرآن مجید اور سنت نبوی کو درجہ بدرجہ رکھنے کے باوجود حضرت امام شافعیؒ نے یہ انقلابی

نظریہ پہلی بار وضاحت کے ساتھ پیش کیا کہ کتاب وسنت ایک ہی درجہ ومرتبہ میں ہیں، کیونکہ وہ دونوں اللہ تعالی کی جانب سے رسول اکرم ﷺ کو بطریق وحی ملے ہیں، اگر چہ دونوں کے ذرائع وطرق جدا جدا ہیں، حضرت امامؒ نے سنت نبوی کے ہم مرتبہ ہونے کے لئے آیات قرآنی ﴿وما ينطق عن الهوى، إن هو إلا وحي يوحى﴾ (النجم:۳-۴)، اور ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ (الحشر:۷) وغیرہ سے استدلال کیا ہے، الرسالہ میں یہ بحث مفصل ہے لیکن کتاب الام بھی اس سے محروم نہیں ہے(۵۰)۔

کتاب قرآن مجید کے مرتبہ میں حضرت امامؒ جس سنت کو رکھتے ہیں وہ متواتر سنت ہے جسے مجموعہ سنت بھی کہا جاتا ہے، اخبار آحاد، احادیث متواترہ اور احادیث مشہورہ مستفیضہ کے ہم پلہ نہیں تو وہ قطعی الثبوت آیات قرآنی کے ہم مرتبہ کیوں کر ہوسکتی ہیں۔ سنت ثابتہ کا از روئے علم ویقین اور ثبوت ایک درجہ ہے اور ان سے قطعی حکم ثابت ہوتا ہے جبکہ احاد سے ان کے ظنی الثبوت ہونے کے باوجود احکام فروعی کے استنباط کا کام لیا جاتا ہے، وہ بہر حال قرآن مجید کو اصل اور سنت کو فرع بھی کہتے ہیں جو کتاب کی وضاحت کرتی ہے، سنت ثابتہ اور اخبار آحاد بھی قرآن پر اضافہ کرتی ہیں لیکن قرآن کی ناسخ نہیں، قرآن بھی اسی طرح سنت کو نسخ نہیں کرتا، صرف سنت ہی کرتی ہے، سنت وحدیث قرآن کو خاص کرتی ہیں اور مطلق کو مقید بناتی ہیں جیسے آیات مواریث یا سرقہ کی حد کو خاص کیا ہے ایسی بہت سی مثالیں ہیں(۵۱)۔

کتاب الام میں حضرت امامؒ نے متعدد ابواب وکتب میں قرآن مجید اور سنت ثابتہ اور خبر آحاد پر مختلف اصولی بحثیں بھی کی ہیں، ان کا خیال ہے کہ قرآنی نصوص کی ایک قسم وہ ہیں جس کی تشریح وتوضیح کے لئے کسی خارجی امداد کی ضرورت نہیں، وہ ظاہر قرآن کریم ہے، جیسے آیات لعان، البتہ سنت نے اس پر اضافہ کیا ہے، شہر رمضان کے روزے وغیرہ جن کی فرضیت کے لئے کسی سنت یا دوسری چیز کی ضرورت نہیں، دوسری وہ نصوص ہیں جن کی تشریح وتوضیح سنت کرتی ہے خواہ اجمال کی تفصیل کرے یا محتمل معانی میں سے کسی ایک کی تخصیص کرے یا عام کو خاص بنائے، ان تمام میں فرض نمازوں،

صدقات وزکوۃ اور حج وعمرہ کی تفصیلات قرآن کے اجمال کو تفصیل دیتی ہیں، اس کی مثالیں بہت سے احکام میں ہیں (۵۲)۔

احادیث میں تطبیق ونسخ:

مجموعہ احادیث یا سنت ثابتہ جس کو کہا گیا ہے اور حضرت امام جس کو کتاب الٰہی کے مرتبہ میں رکھتے ہیں اس کو جدید فنی اصطلاح میں مجموعی تناظر احادیث کہا جاتا ہے اور یہ طریقہ تحقیق صرف حدیث وفقہ تک محدود نہیں بلکہ تمام علوم اسلامی کو محیط ہے، اس طریقہ تحقیق کے بغیر کسی بھی شرعی، دینی، تاریخی اور علمی معاملے کی صحیح تحقیق نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی صحیح نتیجہ اور اسلامی حکم پر پہنچا جاسکتا ہے، قدیم علماء وفقہاء اسلام اور محدثین ومفسرین اور دوسرے محققین اس مجموعی تناظر میں اپنے اپنے علوم وفنون کا مطالعہ وتحقیق کرتے تھے، حضرت امام شافعیؒ اور ان سے قبل امامان فقہ وحدیث نے قرآن مجید اور حدیث شریف کے مجموعی تناظر ہی میں احکام ومسائل نکالے تھے (۵۳)۔

استنباط مسائل واحکام کے اس طریقہ مجموعی تناظر میں فقہاء کو خاص کر مختلف ومتنوع احادیث سے واسطہ پڑا، محدثین کرام کو بھی ان سے سابقہ پڑا تھا، لیکن ان کا طریقہ تالیف وتحقیق ان کو مشکل سے نکال لے گیا کہ وہ ایک نوع کی احادیث کو الگ الگ ابواب میں بیان کرتے تھے اور ان سے استنباط مسائل واحکام فقہی طور سے نہیں کرتے تھے، حضرت امامؒ نے دونوں کے طریق پر بحث بھی کی ہے، فقہاء کرام کو اس طریقہ تحقیق واستنباط کے باعث بسا اوقات متضاد ومتصادم احادیث شریفہ سے استخراج کا مشکل کام کرنا پڑا، ان کی فنی صلاحیت اور اسلامی تبحر اور تحقیقی مہارت نے ان کو ان بظاہر متصادم ومختلف احادیث میں تطبیق یا ترجیح کا گر سکھایا (۵۴)۔

الرسالہ میں حضرت امامؒ نے ایسی مختلف ومتصادم احادیث شریفہ سے اصولی اور نظریاتی بحث کر کے مثالیں پیش کی ہیں (۵۵)، کتاب الام میں ان پر اصولی ونظریاتی بحث کے ساتھ اطلاقی عمل کو جاری کیا ہے اور ان میں یا تو تطبیق دی ہے یا ان میں سے کسی ایک مجموعہ کو ترجیح دی ہے۔

تطبیق کی مثالیں:

''الخلاف فی الکلام فی الصلوۃ'' کے مبحث میں حضرت امامؒ نے متعدد حضرات صحابہ جیسے عبد اللہ بن مسعود، عمران بن الحصین، اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ رضی اللہ عنہم کی ان احادیث کو جو نماز میں کلام بشری کو قطعی ممنوع قرار دیتی ہیں، حضرت ذوالیدینؓ کی حدیث صحیح سے، جو کلام درنماز کی اباحت بتاتی ہو، موازنہ کرکے بتایا ہے کہ ان میں سے بعض منسوخ ہیں اور بعض منسوخ نہیں اور وہ حدیث حضرت ذوالیدینؓ کی موید ہیں، حضرت امام کی یہ پوری بحث خالص مناظرانہ رنگ میں ہے جس میں مخالفین ومناظرین کا نام لئے بغیر ان کے خیال ونظریہ کی تردید کی ہے اور اپنا مسلک بدلائل ثابت کیا ہے(۵۶)۔

تطبیق احادیث مختلفہ کی ایک اور شاندار مثال کتاب الصلوۃ کے باب قراءت بسملہ سے متعلق ہے جو اس سے قبل آئی ہے، رسول اکرم ﷺ اور خلفاء ثلاثہ سے یہ سنت ثابت ہوتی ہے کہ وہ جہری نمازوں میں قراءت کا آغاز سورہ فاتحہ کی آیت الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے، اس سے صحابہ کرام اور ان کے شاگرد فقہاء عظام نے یہ استنباط کیا کہ وہ بسملہ -بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- بہ آواز بلند نہیں پڑھا کرتے تھے، امام شافعیؒ نے ان تمام احادیث حضرت انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہ کا معنی یہ بتایا ہے کہ وہ اماما ن امت بسملہ ترک نہیں کرتے تھے، حضرت امامؒ نے اپنے مقدمہ کو مضبوط بنانے کے پہلے وہ احادیث شریفہ بیان کی ہیں جو ہر نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءت کو فرض بتاتی ہیں اور اس کے بغیر نماز کو ناقص، اس کے بعد حضرت امامؒ نے یہ منطقی دلیل دی ہے کہ اب اگر ہر رکعت میں ام القرآن رسورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی ترک کیا جائے تو نماز نہیں ہوگی، دوسری دلیل مزید یہ دی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کی آیت سابعہ (ساتویں آیت) ہے، لہذا اس کے ترک سے فاتحہ ناقص رہے گی، اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی حدیث وغیرہ نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ بسملہ سے قراءت کا افتتاح کرتے تھے، بسملہ کے آیت سابعہ ہونے پر حضرت امامؒ نے متعدد احادیث کے علاوہ آیت قرآنی: ﴿ولقد آتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم﴾ (الحجر:۸۷) سے بھی

استدلال کیا ہے، اس کی مزید تائید کے لئے حضرت امامؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے عمل کو شاہد بنایا ہے اور حضرت انسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اپنی خلافت کے دوران مدینہ منورہ آئے تو نماز میں قرائت کا آغاز بسملہ سے کیا، لیکن بعد کی سورت میں بسملہ نہیں پڑھا اور رفع یدین بھی نہیں کیا، تو مہاجرین وانصار نے اعتراض کیا اور دوسری روایت کے مطابق سورہ فاتحہ کا آغاز ہی بسملہ سے نہیں کیا، بہر حال لوگوں کے اعتراض پر انہوں نے دوسری نماز پڑھائی تو بسملہ سے ام القرآن /فاتحہ کا آغاز بھی کیا اور رفع یدین بھی کیا، حضرت امامؒ نے اس پر اور دوسری احادیث پر مزید بحث کی ہے (۵۷)۔

کتاب الزکاۃ میں زیورات (الحلی) کی زکوۃ کی بحث میں بعض صحابہ کرام سے احادیث وآثار مروی ہیں کہ ان میں زکوۃ واجب نہیں، اس کے مقابل دوسرے صحابہ کے آثار وفتاوی ہیں کہ وہ استعمالی زیورات میں بھی زکوۃ کو واجب سمجھتے تھے، خود ان پر زکوۃ ادا کرتے تھے اور دوسروں کو حکم بھی دیتے تھے، حضرت امامؒ نے ان دونوں قسم کی متصادم احادیث پر بحث کر کے اپنا مسلک بیان کیا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیورات پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے (۵۸)۔

صدقات کے باب میں آیت کریمہ اور احادیث بیان کر کے حضرت امام نے مؤلفۃ القلوب کے حصہ /مصرف کے بارے میں اختلاف فقہاء کا ذکر اسی طرح کیا ہے (۵۹)۔

اجماع:

کتاب وسنت کو مجموعی مصدر شریعت قرار دینے کے بعد حضرت امامؒ نے اجماع کو دوسرا مقام دیا ہے یا ادلہ احکام میں اسے دوسرے درجہ میں رکھا ہے اور اسے قیاس پر مقدم مانا ہے، یعنی قیاس کا درجہ اجماع کے بعد ہے، اس پر اصولی بحث الرسالہ میں ہے، کتاب الام میں بھی اس پر اصولی بحث ہے اور اطلاقی تجزیہ بھی، حضرت امامؒ کے نزدیک اجماع کے معنی یہ ہیں کہ کسی زمانے کے علماء کسی حکم پر اتفاق کرلیں اور ایسے اجماع کو حجت قرار دیا جائے گا، ان میں اجماع صحابہ کا اولین مقام ہے جو ان کے اجتہاد پر مبنی ہوتا تھا، اگر کسی اجماعی مسئلہ میں وہ کوئی سنت روایت کریں تو اس سنت کو بھی حجت

سمجھا جائے گا، الرسالہ میں اس کے دلائل وشواہد بھی ہیں (۶۰)۔

کتاب الام میں اجماع کے معاملہ پر متعدد مباحث امام شافعیؒ کی اصولی بحث اور اطلاقی حکم اور تفصیل بھی ملتی ہے، مثلاً کتاب الام میں شامل رسالہ ابطال الاستحسان میں امام مالکؒ کے نظریہ اجماع اہل مدینہ پر امام شافعی نے نقد کیا ہے، وہ اسے ایک لحاظ سے اجماع بالرای قرار دیتے ہیں اور اس پر آحاد کو مقدم سمجھتے ہیں، اس باب میں حضرت امامؒ کی بحث بہت مفصل ہے، امام شافعیؒ بہر حال اس اجماع کو تسلیم کرتے ہیں جن میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں، وہ فرائض اور اصول میں پایا جاتا ہے، کتاب جماع الام کے علاوہ اختلاف الحدیث میں بھی اس پر بحث کی ہے، اس طرح اجماع کا دائرہ حضرت امام نے کافی محدود کر دیا ہے (۶۱)، حضرت امام کے تصور اجماع پر نقد بھی کیا جا سکتا ہے اور کیا بھی گیا ہے۔

قیاس:

امام شافعیؒ کے پیشرو فقہاء کرام نے قیاس سے کافی کام لیا تھا اور اس کے بعض اصول اور حدود بھی مقرر کئے تھے، لیکن ان کی آراء ونظریات اور مباحث ایک جگہ پر مرتکز نہ تھے، انہوں نے با قاعدہ اس دلیل احکام پر تصنیف بھی نہ کی تھی، حضرت امامؒ نے قیاس کے قواعد وضوابط، اساس و بنیاد اور حدود واستنباط پر باضابطہ اصولی بحث کی اور ان کی تالیفی تدوین بھی کی، علمائے کرام نے قیاس کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی غیر منصوص معاملہ میں منصوص حکم کی علت، وصف اور حکم میں اشتراک والحاق ہو تو وہ قیاس ہے، حضرت امام کے مباحث قیاس کا خلاصہ ہے کہ کسی حادثہ و واقعہ یا امر میں کوئی امر منصوص نہ ملے تو اجتہاد سے سبیل حق پر دلالت ہو سکتی ہے اور اسی قسم کا اجتہاد قیاس کہلاتا ہے، یہ اجتہاد اور منصوص کی علت میں غیر منصوص کی شرکت کو صرف ایک مجتہد ہی پہچان سکتا ہے، قیاس بہر حال کسی نہ کسی نص کا تابع ہوتا ہے، قیاس پر اصولی اور اطلاقی بحث حضرت امامؒ نے بلا شبہ الرسالہ میں کی ہے (۶۲)، لیکن کتاب الام میں بھی ملتی ہے، کتاب ابطال الاستحسان میں اس کا کچھ حصہ پایا جاتا ہے جو اصولی ہے لیکن تمام مباحث کتاب الام میں وہ قیاس خوب کرتے ہیں، اس کی چند مثالیں پیش ہیں:

کتاب الصلوۃ کے ایک باب میں حضرت امامؒ نے حدیث نقل کی ہے کہ رکوع وسجدہ میں قرآن کی تلاوت نہ کی جائے، حضرت امامؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پر یہ قیاس کر کے حکم لگایا ہے کہ تشہدوغیرہ کی حالت میں قرآن مجید نہ پڑھا جائے کہ دونوں میں علت یکساں ہے۔

امام اگر دوران نماز استقبال قبلہ سے روگرداں ہو جائے تو مقتدی اپنی نمازیں دہرائیں گے (بنا کریں گے) کہ قیاس یہی کہتا ہے (٦٣)۔

متفقہ قول صحابہ:

شیخ ابوزہرہ نے متعدد اصولی محققین کی کتابوں اور خاص تصانیف حضرت امامؒ کی بنیاد پر قول صحابی کی حجیت پر بحث کی ہے، امام شافعیؒ قول صحابی کو حجت سمجھتے تھے بشرطیکہ دوسرا قول صحابی اس کے خلاف نہ ہو، اسی کو وہ متفقہ قول صحابہ گردانتے ہیں، صحابہ کرام کے درمیان اختلاف اقوال کی صورت میں بھی اسے حجت سمجھتے تھے اور ان میں سے کسی ایک قول صحابی کو ترجیح دیتے تھے، بعض شافعی علماء ومحققین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہب قدیم میں تو اقوال صحابہ کو حجت مانتے تھے مگر مذہب جدید میں نہیں، شیخ موصوف نے الرسالہ اور کتاب الام دونوں کی شہادتوں کی بنا پر واضح بلکہ ثابت کیا ہے کہ یہ تحقیق محققین صحیح نہیں ہے، حضرت امامؒ ہمیشہ اقوال صحابہ کو حجت مانتے رہے اور ان کا وجوب سمجھتے رہے، ان کا مرتبہ حضرت امام کے نزدیک کتاب وسنت اور اجماع کے بعد ہے اور قیاس پر بہر حال وہ بھی مقدم ہے، شیخ موصوف نے حافظ ابن قیم الجوزیہ کی اعلام الموقعین کی بحث سے حضرت امام کے نزدیک اتباع صحابہ کا وجوب ثابت کیا ہے، حضرت امام نے الرسالہ کی بحث میں مختلف اقاویل صحابہ کے بارے میں اپنا مسلک یوں بیان کیا ہے: ان میں سے ہم وہ قول لیں گے جو کتاب کے موافق ہو یا سنت کے یا اجماع کے یا جو قیاس میں صحیح ترین ہو: ''نصیر منها إلى ما وافق الكتاب، أو السنة، أو الإجماع، أو كان أصح في القياس'' ظاہر ہے کہ یہاں حجیت اقوال صحابہ زیر بحث نہیں ہے بلکہ مختلف اقوال صحابہ میں ترجیح کے اسباب ومبادی کا ذکر ہے، حضرت امامؒ نے یہ بھی اس بحث میں واضح کیا ہے کہ ایک صحابی کے قول کا مخالف دوسرا قول صحابی پایا جاتا ہے اور بہت کم

ایسا ہوتا ہے کہ کسی صحابی کے قول کا مخالف بالکل نہ ملے، وہی متفقہ قول صحابہ ہے (٦٤)۔

کتاب الام کے ایک مبحث میں حضرت امامؒ نے اتباع صحابہ کرام پر بحث کی ہے کہ ''کتاب وسنت کی موجودگی میں صرف ان کی اتباع کی جائے گی، اگر کتاب وسنت میں وہ چیز موجود نہ ہوتو اقوال صحابہ یا کسی ایک صحابی کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا، اختلاف اقوال کی صورت میں خلفائے راشدین میں کسی ایک کے قول کو مقدم رکھا جائے گا، دوسری صورت میں اس صحابی کا قول اختیار کیا جائے گا جو کتاب وسنت سے زیادہ قرب رکھتا ہو، کیونکہ لوگ عام طور پر امام (خلیفہ) کے قول کی پیروی کرتے ہیں'' (٦٥)، وجوہ ترجیح میں حضرت امامؒ نے یہ وضاحت کہیں نہیں کی کہ اقوال صحابہ میں کس کو کتاب وسنت کے اقرب قرار دینے کا حق حاصل ہے، بہرحال اس پر بحث بعد میں آتی ہے، حضرت امامؒ نے متفقہ قول صحابہ کی قلت ہی نہیں عدم وجود کو تسلیم کرلیا ہے، اس کی مثالیں نہیں ملتی ہیں، متفقہ قول صحابہ کرام دوسرے الفاظ میں اجماع صحابہ کرام بن جاتا ہے اور اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں (٦٦)۔

اقوال صحابہ کا اختلاف:

متفقہ قول صحابہ کرام کی گذشتہ بحث میں حضرت امامؒ کا کسی ایک صحابی کے قول سے تمسک کرنے کا اصول گذر چکا، اس کی وجوہ ترجیح بھی بیان ہوچکی ہیں، حضرت امامؒ اقرب الی الکتاب والسنۃ والاجماع یا اصح فی القیاس کی بنا پر درجہ بدرجہ ان کے مختلف اقوال میں کسی ایک کو قبول کرنے کا مسلک بتاتے ہیں، خلفاء راشدین میں سے کسی ایک کے قول کی تقدیم کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ لوگ بالعموم امام وخلیفہ کا قول وعمل قبول کرتے ہیں یا انہیں ترجیح دیتے ہیں، ان دونوں کا ذکر انہوں نے الرسالہ اور کتاب الام دونوں میں اصولی طور سے کیا ہے، کتاب الام کے بعض مباحث میں بلکہ تمام نہ سہی بیشتر مباحث میں کسی نہ کسی قول صحابی کو ترجیح دی ہے، ظاہر ہے کہ حضرت امامؒ نے اپنی وجہ ترجیح کے لئے کتاب وسنت، لغت وزبان وغیرہ کا سہارا لیا ہے جسے اجتہاد امام کہا جاسکتا ہے، بالکل اسی طرح اس

خاص معاملہ میں دوسرے اماماں مذاہب اور مجتہدین نے دوسرے صحابی کا قول اختیار کیا ہے، اور انہوں نے بھی کتاب وسنت، لغت وزبان اور عرف وغیرہ کا سہارا لے کر اپنے اجتہاد سے اسے ترجیح دی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں متصادم اقوال صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے تمسک مجتہد وامام کے اجتہاد پر مبنی ہوگا تو دو اماموں میں یا مختلف اماموں کے اجتہاد میں سے کسی ایک کو اقرب الی الکتاب والسنۃ وغیرہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے، ہر مسلک و مذہب کے امام کے علاوہ ان کے مجتہد تلامذہ اور محققین اپنے اپنے مسلک رقول صحابی کے اختیار کو اقرب ہی قرار دیتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے کو صحیح و حق سمجھتا ہے، لہذا وجہ ترجیح کیا رہی؟ اس پر مزید بحث بعد میں آتی ہے، چند مثالیں حضرت امامؒ کی اختیار قول صحابی کی ترجیح سے متعلق پیش ہیں:

آیت کریمہ: سورہ بقرہ ۲۲۸ میں وارد فقرہ "ثلاثۃ قروء" کے باب میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد طہر ہے، حضرت امامؒ اسے ترجیح دے کر لغت، قرآن وسنت کی بنا پر صحیح ترین کہتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ وغیرہ کے علاوہ دوسرے مجتہدین نے اس سے مراد حیض لیا ہے اور وہ بھی صحابہ میں بعض کے اقوال پر مبنی ہے، امام جصاص، قرطبی وغیرہ کے مطابق ان میں حضرت عمر وعلی وابن عباس وابن مسعود اور ابوموسی جیسے تیرہ صحابہ شامل ہیں اور یہی قول امام ثوری، امام اوزاعی اور امام زمخشری وغیرہ کا ہے۔

میراث وترکہ کے باب میں حضرت امام بالعموم حضرت زید بن ثابتؓ کے قول کو ترجیح دیتے تھے کہ وہ اعلم بالفرائض تھے، کتاب الام میں حضرت امام نے برملا اعتراف کیا ہے کہ "فرائض کے اکثر مسائل میں ہم اسی (قول زید بن ثابت) کے متبع ہیں"، اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض مسائل فرائض میں وہ قول زید بن ثابت پر کسی دوسرے صحابی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں (٦٧)۔

تنقیدی تجزیہ:

کتاب الام کے تنقیدی مطالعہ سے ان محققین اور ناقدین کا تجزیہ صحیح ثابت ہوتا ہے جو اسے

فقہ کی کتاب کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کی کتاب بھی مانتے ہیں، کیونکہ اس کے مؤلف امام حضرت شافعیؒ نے احکام فرعیہ کو اصول و مسائل کلیہ سے برابر مستند و مدلل بنایا ہے، ان کی اصول فقہ کی کتاب/الرسالہ صرف مسائل و اصولی کلیہ سے بحث کرتی ہے جبکہ کتاب الام ان تمام مسائل کلیہ کا اطلاق کتب وابواب فقہ کے تمام مسائل واحکام فرعیہ پر کرتی ہے، وہ جامع فن کتاب ہے، اور بلاشبہ وہ الرسالہ/ الکتاب سے اس باب میں فائق ہے اور اس کے تمام ابواب ومباحث کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

حضرت امامؒ کی کتاب الام کا عنوان بھی بہت معنی خیز ہے، وہ قرآنی اصطلاح ام الکتاب کا دوسرا روپ ہے (۶۹)، اس عنوان کا انتخاب حضرت امامؒ نے بڑی سوجھ بوجھ سے کیا تھا، کیونکہ وہ اسے اپنے تمام علوم وفنون کا خزینہ بنانا چاہتے تھے، حقیقت میں وہ ان کے علوم وفنون، تحقیق وتدقیق، فکر وفقہ، استنباط واستدلال کا ہی نہیں پوری شافعی شخصیت کا آئینہ خانہ ہے، حضرت امامؒ کی تمام کتب ورسائل کی بھی وہ جامع وامین ہے نیز زیادہ متعدد تالیفات امام اسی سے برآمد ہوئی ہیں۔ مسند الامام الشافعی کے بارے میں تحقیق کی جا چکی ہے کہ وہ کتاب الام سے ماخوذ ہے، اختلاف الحدیث بھی اسی کے مباحث کا ایک اختصار فن ہے، المبسوط، الحجۃ، القدیم تو کتاب الام کے دوسرے نام ہی ہیں، ان کے علاوہ بعض رسائل وتالیفات بھی کتاب الام میں موجود ہیں، مثلاً باب سجود التلاوۃ والشکر کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ اس کا ذکر اختلاف علی وابن مسعودؓ، اختلاف الحدیث اور اختلاف مالک والشافعی میں دوبار ملتا ہے (۷۰)، ان میں العقیدہ، الوصیۃ، فضائل قریش وغیرہ شامل ہیں، تجزیہ نگاروں کے مطابق آزاد تالیفات امام دراصل اجزائے کتاب الام ہیں۔

شافعی ام الکتاب کی ایک وسیع ترجہت یہ ہے کہ وہ حضرت امامؒ کے پیشرو علماء وفقہاء کے علوم وفنون کی بھی جامع ہے، خاص شافعی طریقہ تالیف کے بارے میں یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ وہ بوقت تالیف اپنی تمام کتب ورسائل سامنے رکھ لیتے تھے، ان کے علاوہ وہ پیشرو امامان فنون کی کتب سے بھی استفادہ کرتے تھے، اور ان سب کی مدد سے اپنی قدیم کتب کے جدید ایڈیشن تیار کرتے تھے، کتاب الام کے مندرجات خاص کر ان میں شامل کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امامؒ نے کتب

حدیث میں موطا امام مالک سے سب سے زیادہ اور اس کے بعد کتب حضرات سفیان ابن عیینہ وغیرہ سے روایات لی تھیں، متعدد کتب تفسیر بھی ان کے پیش نظر اور زیر استعمال رہی تھیں، خاص فقہ و اصول فقہ میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبینؒ، قاضی ابو یوسفؒ و امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے علاوہ متعدد دوسرے فقہاء کی کتب بھی شامل تھیں، امام اوزاعیؒ کی السیر اور امام سیرت و تاریخ واقدی کی السیر وغیرہ بھی پیش نظر تھیں، موخر الذکر تو بقول ابن حجر حضرت امامؒ کے استاذ بھی تھے (۷۱)۔

ایسی جامع و قاموسی کتاب الام کی تالیف چند برسوں میں ممکن نہ تھی، وہ حضرت امامؒ کی ساری عمر کی کمائی تھی، اخبار و روایات کا تواتر اور تحقیق و جستجو کا اجماع بتاتا ہے کہ حضرت امامؒ نے کتاب الام کو دو مختلف مرحلوں میں تالیف کیا تھا، سب سے پہلے اس کا ایک ایڈیشن قیام بغداد کے زمانے میں تیار کیا تھا جو ان کی تالیفی مساعی کا مشغول ترین عہد و زمانہ تھا، دوسرا اور کامل ایڈیشن اپنی حیات مستعار کے آخری چار برسوں میں مصر کے قیام کے دوران تیار کیا، اس میں ایک عرصہ لگا تھا، اس پر اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امامؒ نے اپنی کتاب الام کی نوک پلک سنوارنے میں پوری زندگی کھپا دی تھی (۷۲)۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت امامؒ نے کتاب الام اپنے دست مبارک سے بنفس نفیس لکھی تھی یا اس کو املاء کرایا تھا، کتاب الام کے بیشتر مباحث و اجزاء حضرت امامؒ کے قلم سے ہیں اور امالی صرف چند یا کچھ مباحث میں نظر آتے ہیں، دراصل یہ طریق تالیف و تدریس کا فرق ہے، حضرت امامؒ اپنی کتاب الام کی قراءت خود فرماتے یا اپنے بعض تلامذہ سے کرواتے تھے، مجلس درس میں بہت سے تلامذہ و اہل علم کا جم غفیر ہوتا جو سماعت کے ساتھ کتابت بھی کرتا جاتا، ان میں سے جس کسی کا کوئی حصہ کتابت چھوٹ جاتا وہ دوسرے شرکاء تدریس سے پوچھ کر لکھ لیتا، اس طرح حضرت امامؒ کی کتاب الام کے متعدد روایات وایڈیشن تیار ہو گئے (۷۳)۔

امام ربیع بن سلیمان مرادی (م ۲۷۰/ ۸۸۳) حضرت امامؒ کے مصری شاگرد راوی ہیں اور سرخیل کاتب و جامع بھی، انہوں نے حضرت امامؒ کی بیشتر کتب بالخصوص الرسالہ اور کتاب الام کی

روایت کی ہے اور ان ہی کی روایت پر متن کتاب مبنی ہے، مگر اس میں ان کے خواجہ تاش امام بویطی (م ۲۳۱/۸۴۶) کی روایات پر مبنی اجزاء بھی ہیں جو امام ربیع سے چھوٹ گئے تھے، محققین نے بعض دوسرے نسخوں اور روایات ام الکتاب کا بھی سراغ لگایا ہے جن کے متون اس میں کسی وقت شامل و داخل ہوئے، لہذا صرف امام ربیع مرادیؒ کا متن ہی واحد روایت/متن نہیں ہے دوسروں کا بھی ہے، یہ دراصل ایک مسلمہ علمی وفنی روایت تھی جس کی پیروی کی گئی (۷۴)۔

شافعی تحقیق وتصنیف میں ایک جہت یہ تھی کہ حضرت امامؒ اپنی آخری کتاب وتحقیق میں صرف ایک قول قول جدید باقی رکھتے تھے اور جن سے رجوع کر چکے ہوتے ان کا ذکر نہیں فرماتے، مگر کتاب الام میں متعدد اقوال امام و افکار مؤلف ملتے ہیں جو قدیم و جدید سے ماورا بھی ہیں، شافعی محققین اور دوسرے طالبان حق نے اس مسئلہ پر بحث کر کے دفاع امامؒ کا حق ادا کیا ہے اور یہ وضاحت بھی کی ہے کہ ایک سے زیادہ یا دو اقوال امامؒ میں کسی ایک کا اختیار و انتخاب دراصل ان کا مبنی کتاب و سنت و اجماع و قیاس وغیرہ کے اختلاف پر ہے، اور بسا اوقات یہ اختلاف اقوال اختلاف مباح کا عکاس ہوتا ہے اور ہر دو اقوال اپنی اپنی جگہ درست اور قابل عمل ہیں (۷۵)۔

اسی اختلاف مباح کی کارگزاری، صحت اور استناد کی خاطر حضرت امامؒ نے کتاب اختلاف الحدیث تالیف کی، دراصل وہ سنتوں کا تنوع ہے جو رسول اکرم ﷺ کی سنت وحدیث اور قول وفعل میں رنگارنگی سے زیادہ تعلیم نبوی میں توسع دکھاتا ہے، رسول اکرم ﷺ نے بہت سی عبادات، معاملات و اعمال میں اور اقوال میں بھی مختلف سنتوں و حدیثوں کو بیان فرمایا اور ان پر عمل بھی کیا، اس سے زیادہ اہم یہ تعلیمی توسع اختیار فرمایا کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو خاص متنوع سنتیں اور اعمال کی تعلیم دی گرچہ ان کا تعلق ایک ہی اصل سے تھا، متنوع سنتوں اور تعلیمات نبوی سے مستفید اور ان کے حامل صحابہ کرامؓ اپنی اپنی سیکھی ہوئی سنتوں پر عامل اور ان کے پابند رہے۔

لہذا بیک وقت حیات طیبہ میں بھی اور بعد کے قرون خیر میں بھی صحابہ کرامؓ ایک اصل کی متنوع سنتوں کی تعلیم کرتے رہے، وہ دوسرے صحابہ کرامؓ کی سنتوں اور تعلیمات نبوی کو بھی صحیح سمجھتے

رہے کہ ایک سرچشمہ علم وہدایت یعنی مشکوۃ نبوت سے وہ نکلی تھیں، صحابہ کرامؓ کے تابعی تلامذہ خاص کر امامان فنون وعلوم نے اپنے اپنے صحابی شیخ کی سنتوں کو دانت سے پکڑا اور ان کو مسند عمل بنالیا، کتاب و سنت، اجماع وقیاس وغیرہ جیسے متفقہ مبانی شریعت ودین پر ان سب کا اتفاق تھا اور اصول واحکام میں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا، صرف احکام فروعی میں اختلاف ملتا ہے جو اختلاف سے زیادہ تنوع ہے اور اس تنوع نے دین وشریعت اور زندگی کو آسان بنا رکھا ہے۔

اصحاب حدیث اور اصحاب رائے کے طریقوں کے اجتماع نے فقہ کے مکاتب پیدا کئے اور ان میں سے ہر ایک نے صحابیؓ کے ذریعہ کتاب وسنت کی اتباع وتقلید کی، احناف مدرسہ حضرت ابن مسعودؓ سے فارغین تھے تو مالکیہ اہل مدینہ کے ائمہ خاص کر فاروقی گھرانے کے، حضرت امام شافعیؒ بیشتر معاملات میں مدرسہ ابن عباسؓ کے پابند ہیں، اگرچہ یہ سب امامان وقت دوسرے صحابہ کرام سے بھی اخذ کرتے ہیں، صحابہ کرام کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول صحابی کو اختیار کرنے کے لئے حضرت امامؒ نے ''اقرب الی الکتاب والسنۃ'' کا نظریہ پیش کیا ہے، وہ بظاہر بہت خوبصورت اور جاذب فکر ونظر بھی ہے، لیکن دراصل سخت خطرناک جہات کا حامل ہے، اس اقرب ہونے کا فیصلہ کون کرے گا؟

حضرت امامؒ مجتہد- مجتہد مطلق- اور ماہر فنون وعلوم کو اس کا مجاز بناتے ہیں، مگر یہ مجتہد اپنے فکر ومسلک کا اسیر ہے، وہ اپنے اسی مسلک وفکر کے مطابق بلکہ اپنی تعلیم وتدریس کے مطابق کسی صحابی کے قول کو ترجیح دیتا ہے یا اقوال میں سے انتخاب کرتا ہے، ایسا تمام مدرسہ ہائے فقہ اور مکاتب شریعت کے مجتہدین کرتے ہیں اور سب ''اقرب الی الکتاب والسنۃ'' کا نعرہ لگاتے اور دعوی کرتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ سنتوں اور اقوال صحابہ میں سے ہر امام ومجتہد کا انتخاب نہ منطقی ہوتا ہے نہ شرعی استناد رکھتا ہے، وہ بس محض اس کا انتخاب وترجیحی معاملہ ہوتا ہے، اس پر یہ اضافہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے شیوخ کی تعلیم وفکر کا پابند ومقلد ہوتا ہے (۷۶)۔

کتاب الام کے ہر مبحث میں حضرت امامؒ نے دوسرے امامان فقہ کی طرح کسی ایک حدیث، سنت، قول صحابی، تفسیر، رائے وفیصلہ اور تعبیر وتشریح سے اپنی فکر وفلسفہ کے مطابق کام لے کر

اسے اختیار کیا ہے اور دوسروں کو مسترد کر دیا ہے، بسا اوقات وہ اپنے قائم کردہ اصول کلیہ کو بھی توڑ دیتے ہیں کہ ان کا خالص و فادارانہ اطلاق ان کے پسندیدہ قول کے اختیار میں مانع ہوگا، ثلاثۃ قروء کی تفسیر میں حضرت امامؒ نے حضرت عائشہؓ، ابن عمرؓ وغیرہ کا قول اختیار کر لیا اور خلفاء راشدین، عمر فاروقؓ وعلی مرتضیٰؓ کے علاوہ متعدد اکابر صحابہ کا قول کہ اس سے مراد حیض ہے مسترد کر دیا جبکہ وہ امام (خلیفہ) کے فتوے اور قول کو قابل تقلید قرار دیتے ہیں، سورہ فاتحہ کے ساتھ بسملہ کی جہری قراءت، تشہد ودرود، قنوت ووتر اور متعدد دوسری سنتوں کے بارے میں حضرت امامؒ اکثر تمام وارد مستند احادیث وسنن کے اخذ کرنے کا دعوی کرنے کے باوجود تمام متنوع بلکہ بسا اوقات متصادم سنتوں اور اقوال میں سے صرف اسی کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کے مسلک وفکر کے مطابق ہوتے ہیں، حضرت امامؒ نے کتاب اختلاف العراقیین / اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی، سیر الاوزاعی، سیر الواقدی، الرد علی محمد بن الحسن، اختلاف مالک والشافعی وغیرہ اور ان سے زیادہ اختلاف علیؓ وعبد اللہ بن مسعودؓ میں یہی طریق اختیار کیا ہے، دوسرے امامان فقہ اور ان کے پیشرو امامین ہمامین ابو حنیفہؒ و مالکؒ وغیرہ نے بھی یہی کیا ہے، ان میں سے کسی کو حق اور دوسرے کو باطل نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ حلال وحرام کا معاملہ بقول امام نہیں ہے بلکہ اختلاف مباح کا معاملہ ہے، اسی بنا پر علماء وفقہاء اور مجتہدین نے اور ان سے زیادہ امت مرحومہ نے اجماع کل کیا ہے کہ تمام مذاہب اربعہ حق وصواب ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اسی بنا پر مجتہدین مذہب تک کو ان ہی چاروں دائرہ کے اندر محدود رکھنے کی تاکید کی ہے، اس کا مبنیٰ اور اصول یہ ہے کہ ہر مذہب ومسلک کتاب وسنت پر مبنی ہے اور جو اختلاف ہے وہ فروع میں ہے اور ہر فرع کی اپنی اصل بھی ہے (۷۷)۔

کتاب الام کی ایک نادر ونایاب اور قیمتی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ پر تمام ضروری آیات واحادیث اور سنن اور اقوال ومسالک صحابہ کو جمع کر دیتی ہے، اس طرح وہ بنیادی اسلام کے تمام علوم قرآن وحدیث وفقہ وسنت کی قاموس بن جاتی ہے، احکام فرعیہ کے اثبات واستناد کے لئے اصول ومسائل کلیہ کا اطلاق اسے ایک جامع ترین دائرہ معارف اسلامیہ بنا دیتا ہے، حضرت امامؒ کے

بہت سے منقح افکار و آراء اسے استدلال و استشہاد سے مزید سنوار دیتے ہیں جو ایک طرح سے جامع افکار اسلامی ہے، ظاہر شریعت پر تمام دین وفقہ کے احکام کی بنا، سنن واحادیث کا تواتر اور اس کا کتاب اللہ کا ہم پلہ ہونا، تمام احادیث و آحاد کا ایک شخص کی بساط علم وفہم سے باہر ہونا، صحیح احادیث واخبار کا بہر حال ظاہر قرآن کے موافق ہونا، سنن واحادیث کا قرآن کا بیان وشارح ہونا، صحابہ کرام کی اتباع کا واجب ہونا، اختلاف صحابہ کرام اور تنوع سنن میں کسی ایک کا اختیار کرنا اور فقہی اختلاف ائمہ کا صرف استنباط میں پایا جانا چند اہم افکار ہیں (۷۸)۔

تقلید شخصی اور اتباع مسلک کے اہم ترین اور متنازع ترین موضوع پر حضرت امامؒ کا وہی مسلک ہے جو ان کے تمام پیشرو فقہاء و مجتہدین کا تھا کہ نہ میری تقلید کرو اور نہ کسی اور کی، تقلید صرف کتاب وسنت کی کرنی ہے کہ وہی موجب فلاح ہے، حضرت امامؒ اپنے اسلاف و شیوخ اور شیوخ الشیوخ کے مانند فرماتے تھے کہ میرا جو قول کسی حدیث کے خلاف ملے اسے زمین پر ماردو اور صرف صحیح حدیث کو اختیار کرو، انہوں نے دوسرے امامان ہدایت کی طرح صرف کتاب وسنت کو رہنما اور مشعل راہ بنایا، بایں ہمہ فقہی مسالک و مذاہب کا ارتقاء عظیم ہوا جو سمٹ کر چار مسالک میں محدود ہو گیا اور وہ چاروں کتاب وسنت کے شارح ہیں (۷۹)۔

کتاب وسنت کی بالادستی، ہمہ گیری اور کارفرمائی ہی کا شاخسانہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور مجتہدین کبارؒ نے اپنے اپنے ائمہ شیوخ سے اختلاف کیا اور جس حکم وفرع کو اپنی فہم و استنباط کے مطابق موافق کتاب وسنت جانا اسے مان لیا، اور اپنے امام و مجتہد مطلق کے قول کو مسترد کر دیا، چاروں مسالک میں تلامذہ واصحاب کا اپنے امام سے یہی رشتہ وفا رہا تھا، ''وفاداری بشرط استواری'' ہی نے پیشرو ائمہ و مجتہدین سے ان کے معاصرین اور جانشینوں کو اختلاف واعتدال کی راہ سجھائی تھی، حضرت امامؒ نے کتاب الام کے مختلف مباحث وابواب میں اسی کتاب وسنت کی بالادستی، ہمہ گیری اور کارفرمائی کا ایک نظام پیش کیا۔

امام شافعیؒ کا ایک اور امتیاز خاص اور کتاب الام میں اس کا اظہار عظیم یہ بھی ہے کہ وہ مجتہدین

مطلق کے خاتم ہیں، انہوں نے کتاب الام میں امام ابوحنیفہؒ اوران کے صاحبین کریمینؒ، امام مالکؒ اوران کے عظیم تلامذہ اور دوسرے امامان فقہ ودین کے علوم کوسمیٹ لیا، ان سے تمام اصول وکلیات پر اتفاق کیا اور احکام فرعیہ میں ان کی رہنمائی میں اپنی راہ بنائی جو کسی قدر مختلف بھی رہی، ان کا نزاع واختلاف، مناظرہ ومباحثہ اور استنباط واستدلال کی بنا بلاشبہ تلاش حق اور طلب دین خالص کی خاطر تھی، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت یاد رکھنے کی ہے کہ ان کے پیشرو امامان مسالک اور بانیان مذاہب کی مساعی بھی اسی کے گرد گھومتی رہیں، یہی وجہ ہے کہ امت اسلامی نے اجماعی طور سے ان تینوں مسالک و مذاہب کو برسرحق، موافق کتاب وسنت اور قابل تقلید تسلیم کیا، اگر یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے اور فکر وعمل کی رہنما بنے کہ ان چاروں مذاہب ومسالک کی تمام جزئیات اور احکام فرعیہ کتاب وسنت کا تنوع پر استوار ومبنی ہیں تو اختلاف واعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے، بقول شخص ان مسالک کا ذریعہ اللہ تعالی تمام سنن محمدی کو زندہ وتابندہ اور زیر عمل رکھنا چاہتا تھا، اس لئے امت اسلامیہ نے ان کو قبول کرلیا، کتاب الام دراصل اسی تنوع سنت کی ایک زندہ مثال ہے (۸۰)۔

تعلیقات وحواشی:

۱۔حضرت امام کا نسب رسول اکرم ﷺ کے جدامجد عبد مناف بن قصی سے جا کر مل جاتا ہے جو بنوعبد مناف کے متحدہ خاندان کے بانی وسربراہ تھے، وہ مطلبی تھے جو رسول اکرم ﷺ کے خاص خاندان بنوہاشم کے خاندان بنومطلب کی طرف نسبت ہے، ان دونوں خاندان بنوعبد مناف کے اتحاد و یگانگت کی بنا پر ان کو ایک سمجھا جاتا تھا اور رسول اکرم ﷺ کو اسی بنا پر مطلبی بھی کہا جاتا ہے، کتب نسب وسیرت اور ان سے زیادہ مآخذ حدیث سے اس کے شواہد ملتے ہیں: ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مکتبۃ المورد ۲۰۰۶ء ۲/۱۶ومابعد، ۲۲۹ وغیرہ۔

امام شافعی کے جد امجد، جن کی طرف ان کی نسبت ہے، حضرت شافع بن سائب مطلبی صحابی جلیل تھے ان کے والد ماجد حضرت سائب بن عبید مطلبیؓ غزوہ بدر کے دوران اسلام لائے تھے اور اس سے قبل وہ اسیران بدر میں شامل تھے، ان کی بیوی اور حضرت شافعؓ کی ماں ام ولد تھیں، ابن اثیر اور ابن حجر وغیرہ نے رسول اکرم ﷺ سے حضرت شافع بن سائب مطلبیؓ کی ملاقات آپ ﷺ کے مرض الوفاۃ میں بتائی ہے، مگر روایتی طور سے یہ ثابت ہے کہ وہ قدیم مسلم وصحابی تھے اور صحبت سے مشرف تھے۔

ملاحظہ ہو: ابن اثیر، اسد الغابہ، تہران طباعت ۲۵۵/۱، ابن حجر، الاصابہ: ۲۰۶۷ اور اسد الغابہ

۱/ ۳۸۳-۳۸۴، اصابہ: ۳۸۲۶ بالترتیب: ''اسلم السائب یعنی ابن عبید جد الشافعی یوم بدر وانما کان صاحب رایۃ بن ہاشم واسر الخ''، ''شافع بن السائب الذی ینسب الیہ الشافعی قد لقی النبی ﷺ وہو مترعرع.....''

نیز فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، عربی ترجمہ محمود فہمی حجازی، ریاض ۱۹۸۳ء-۱-۳/ ۹ ۱۷-۱۹۱، سبکی (عبد الوہاب بن علی الکافی ۷۲۷/ ۱۳۲۷-۷۷۰/ ۱۳۷۰) طبقات الشافعیۃ الکبری عیسی البابی حلبی طباعت قاہرہ ۱/ ۱۹۲-۱۹۴ و مابعد نیز ۳۴۳-۳۴۵: حضرت امام پر قدماء کی تصانیف کے لئے۔

۲-مقالہ الشافعی از ہفننگ (Heffening) اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور اور ادارہ؛ اس مقالہ کے متعدد بیانات تشنہ ہیں، حضرت امام کے جد امجد حضرت شافعؓ کا ذکر نہیں کیا اور ان کے والد سائب بن عبید اللہ کو اسیر بدر ضرور بتایا مگر ان کے اسلام کا ذکر جان بوجھ کر نظر انداز کیا، حوالوں میں جمہرۃ انساب العرب، ۷۳ اور جوامع السیر ۱۴۹ ہ نے ان کی گرفتاری کو مستند بنایا جبکہ مآخذ سیرت میں ان کے اسلام لانے کا ذکر موجود ہے، بعض اور بیانات و تصریحات پر نقد آگے آتا ہے۔

ابن الندیم کی تاریخ وفات پر سخت اختلاف ہے: ابن النجار (م ۶۴۳/ ۱۲۴۵) کے مطابق ۳۸۵/ ۹۹۵ میں وفات پائی، صفدی: ۳۸۰/ ۹۹۰، امام ذہبی: پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں۔ ملاحظہ ہو: فواد سزگین، ۱-۲: التدوین التاریخ/ ۲۹۲-۲۹۶۔

۳-مذکورہ بالا؛ یہ طباعت مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر کی ہے اور وہی خاکسار راقم کے پیش نظر ہے، سرورق پر یہ وضاحت ہے کہ یہ حضرت امامؒ کی فروع الفقہ میں تالیف ہے جو امام ربیع بن سلیمان مرادی (م ۲۷۰/ ۸۸۳) کی روایت پر مبنی ہے، اس کے حاشیہ پر امام اسماعیل بن یحیی مزنی، صاحب الامام الشافعی (م ۲۶۴/ ۸۷۸) کی تالیف المختصر ہے جو فقہ شافعی کی جامع ہے، لیکن یہ تصریح طابع صرف جلد اول کے سرورق پر ہے، بعض اور جلدوں کے حواشی پر بھی کتاب المختصر المزنی کا متن ہے اور بعد کی جلدوں پر دوسری کتب حضرت امام کے متون ہیں۔

مقالہ نگار مذکور کے اس شکوہ میں خاکسار بھی شریک ہے کہ ابھی تک کتاب الام کا کوئی جدید محقق ایڈیشن نہیں شائع ہوا یا کم از کم ہمیں وہ دستیاب نہیں جبکہ متعدد دوسری تالیفات امام جدید تحقیقات کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں حتی کہ بعض اجزاء کتاب الام بھی جدید تحقیق و طباعت سے مستنیر ہو چکے ہیں، فواد سزگین، مذکورہ بالا ۱۸۵ نے بھی جدید مخطوطات کی دستیابی کے بعد نئے محقق متن کتاب الام کی ضرورت و طباعت پر زور دیا ہے اور مزید وضاحت کی ہے کہ کتاب الام کی تہذیب کتاب الام بولاق سے چار جلدوں میں ۱۳۲۱-۱۳۲۶ھ اور سات جلدوں میں ۱۳۲۴-۱۳۲۵ میں اور آٹھ جلدوں میں قاہرہ ۱۹۶۱-۱۹۶۳ میں شائع ہو چکی ہے۔

امام سراج الدین بلقینی سے مراد غالباً عمر بن رسلان البلقینی (م ۸۰۵/ ۱۴۰۲) ہیں جن کی تہذیب کتاب الام طباعت کا منہ دیکھ سکی ہے، امام ربیع بن سلیمان مرادی کے لئے ملاحظہ ہو: سبکی، طبقات الشافعیۃ ۲/ ۱۳۲-۱۳۹، صاحب الشافعی، وراویۃ کتبہ، والثقۃ الثبت فیما یرویہ..... ۱۷۴ھ کی ولادت ہے، ان سے کبار محدثین جیسے ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم اور ان کے فرزند، طحاوی وغیرہ روایات/احادیث روایت کی ہیں۔

۴-ابن حجر عسقلانی، توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس، المطبعۃ المنیریۃ بولاق ۱۳۰۱ھ، ۸،۷ ؛ حافظ موصوف کے بیان کردہ ابواب و کتاب یا اجزاء کتاب الام کی تعداد، کل تعداد کی صرف ایک تہائی ہے اور خاصی ناقص بھی ہے، مطبوعہ کتاب الام کے اجزاء وکتب سے موازانہ اصل تعداد کو بتائے گا۔

۵-مقالہ الشافعی- مقالہ نگار نے کتاب الام کے متعدد تصحیح شدہ نسخوں کے امکان کا ذکر کیا ہے جو امام ربیع کے پیش نظر تھے، ان کا یہ خیال صحیح ہے، دراصل قرون وسطی کی مسلمہ روایت کے مطابق کتاب الام کے متن کی مختلف روایات ہیں جن پر بحث آتی ہے۔

۶-امام سیرت ابن اسحاق کی السیرۃ النبویۃ رسیرۃ رسول اللہ ﷺ پر خاکسار کا مقالہ ''سیرت ابن اسحاق کا تنقیدی مطالعہ'' غیر مطبوعہ رمکتوبہ برائے سیرت سمینار دار المصنفین اعظم گڑھ، ۹-۱۰،راکتوبر ۲۰۱۰ء کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مقالہ رمحاکمہ بر ابن اسحاق، نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۵ء ملاحظہ ہو جس میں متعدد روایات ابن اسحاق پر بحث ہے، نیز مقالہ خاکسار'' تاریخ طبری میں موادسیرت'' برائے مذکورہ سمینار-سیرت ابن اسحاق کی ایک درجن سے زائد روایات میں زیاد بکائی، یونس بن بکیر، سلمہ بن الفضل الابرش کے قریب قریب کامل متون ملتے ہیں جبکہ بعض دوسروں کے ناقص اجزاء رروایات کا ذکر ملتا ہے۔

موطا امام مالک کی روایات پر بحث کے لئے: الموطا مرتبہ دکتور بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۷ء میں مقدمہ محقق نیز محمد فواد عبد الباقی کا مقدمہ موطا اور کتاب خاکسار'' شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث''، پھلت ۲۰۰۴ء ۸۷-۱۶۴، موطا امام مالک کی سولہ سترہ روایات رمتون میں سے مالکیہ کے نزدیک معتبر ترین متن امام یحیی بن یحیی لیثی مصمودی کا ہے، امام محمد بن حسن شیبانی کا متن بھی مقبول عام ہے لیکن صرف حنفیہ میں، موطا بروایت ابو مصعب زہری (م ۲۴۲ر ۸۵۵) بھی بیروت سے ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر بشار عواد معروف نے چھاپ دیا ہے، بعض اور متون کے مخطوطے بھی موجود ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ کا متن مصمودی سب سے کامل ہے۔

۷-شیخ محمد ابوزہرہ، آثار امام شافعی، ۳۱۷-۳۲۲، وما بعد میں اس موضوع پر بحث کر کے اس نظریہ کو غلط بتایا ہے؛ فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، عربی ترجمہ محمود فہمی حجازی، ریاض ۱۹۸۳ء ۱-۳ر۱۹۱-۱۹۲ کا بیان ہے'' -واصبح خلیفۃ للشافعی بعد موتہ، وجمع کتبا مختلفۃ للشافعی بین دفتی کتاب جامع اشتہر بعد باسم ''کتاب الام''......'' سبکی، طبقات الشافعیہ ۲ر ۱۶۲-۱۷۰، امام بویطی کا اسم گرامی تھا: ابو یعقوب یوسف بن یحیی البوطی المصری، ان کے رفیق الربیع المرادی نے ان سے روایت لی۔

شیخ ابوزہرہ نے امام ربیع بن سلیمان مرادی کو امام بویطی پر ترجیح دی ہے حالانکہ یہ تسلیم کیا ہے کہ فقہ میں بویطی کا مقام ربیع سے اولی ہے، لیکن سوال نسخ اور روایت کا ہے نہ کہ علم ودرایت کا، دوسری یہ کہ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ کتب شافعی کے راوی ربیع ہیں، انہوں نے اس کے متعدد دلائل وشواہد دیئے ہیں، ربیع مرادی کی وضع احتیاط اور تدوین ام الکتاب پر بحث آگے آتی ہے، لیکن شیخ موصوف نے بعد میں دوسروں کی طرح یہ حقیقت نظر انداز کردی کہ کتب حضرت امام کے راویان کرام

صرف امام ربیع تنہا نہیں ہیں بلکہ متعدد ہیں، امام بویطی نے بغداد کے قید خانہ میں رجب ۲۳۱/ ۸۴۶ میں وفات پائی، سبکی نے کتاب الام اور الرسالہ میں ان کے بعض مسائل شافعی کی روایت کا ذکر اپنے والد امام کے حوالہ سے کیا ہے: ۲/ ۱۶۷۔

شیخ ابوزہرہ کی کتاب الشافعی خطبات پر مبنی ہونے کے سبب تالیف و تدوین کے تقاضے پوری نہیں کرتی، متعدد ابواب غیر متعلق ہیں اور تکرار بھی بہت ہے، مشہور مترجم رئیس احمد جعفری ترجمہ و تالیف کے میدان میں معروف ہیں لیکن ان کا یہ ترجمہ سخت ناقص اور بوجھل ہے، البتہ تعلیقات بہت عمدہ ہیں۔

۸- آثار امام شافعی، ۳۱۷- ۳۲۴ و مابعد؛ مقالہ الشافعی مذکورہ بالا؛ متعدد دوسرے علماء نے بھی اس پر بحث کی ہے۔

۹- حضرت امام کی تعلیم و تدریس پر مختلف مآخذ ملاحظہ ہوں: آثار امام شافعی، ۵۱- ۵۴ و مابعد، مقالہ الشافعی کے علاوہ بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن حجر عسقلانی کی کتب مناقب و آثار۔

سیرت ابن ہشام مرتبہ حمدی بن محمد، مکتبہ المورد، قاہرہ/الریاض ۲۰۰۶ء/ ۱/ ۱۱۳: رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے: ''انا اعربکم، انا قرشی واسترضعت فی بنی سعد بن بکر'' محقق نے حاشیہ میں اس روایت کو عجلونی کی کشف الخفاء ۱/ ۲۳۲ کی بنا پر موضوع قرار دیا ہے، یہ روایت ہوسکتا ہے کہ مستند نہ ہو لیکن رسول اکرم ﷺ کی افصح العرب ہونے کی حقیقت بلاشک ثابت ہے۔

۱۰- شیخ محمد ابوزہرہ، مذکورہ بالا، ۳۱۷- ۳۲۱ نیز حواشی مترجم؛ فواد سزگین، مذکورہ بالا ۱- ۳/ ۱۸۴، نے ایک اور شہادت ابوطالب مکی کے دعوے کے خلاف یہ پیش کی ہے کہ مشہور محدث امام ابوزرعہ رازی (م ۲۶۴/ ۸۷۸) نے امام بویطی کی وفات سے چار سال قبل تمام کتب شافعی امام ربیع بن سلیمان سے پڑھی تھی اور ان میں کتاب الام بھی شامل تھی، مآخذ میں ابن ابی حاتم کی آداب الشافعی، ۵۷، اور ابن حجر کی التہذیب ۳/ ۲۴۶ کا حوالہ دیا ہے، مزید لکھا ہے کہ مشہور محقق احمد محمد شاکر نے الرسالہ کے مقدمہ میں (قاہرہ ۱۹۴۰ء، ۹- ۱۰) میں بھی اس رائے کا رد کیا ہے اور کتاب الام کو حضرت امام کی تالیف قرار دیا ہے، الرسالہ کے جدید ترین ایڈیشن کے دو محققین الشیخ خالد السبع العلمی، الشیخ زہیر شفیق الکبی، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۹۹ء نے بھی کتاب الام کو حضرت امام کی فقہ ہی میں نہیں اصول فقہ میں اہم ترین کتاب قرار دیا ہے، یہی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔

۱۱- آثار امام شافعی، ۳۰۷ و مابعد۔

جیسے الرسالہ کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کی فرمائش پر اسے مکہ سے لکھ کر بھیجا تھا بعد میں اس کا دوسرا ایڈیشن تیار کیا۔

۱۲- مذکورہ بالا ۲۷- ۴۳، نیز مقالات اردو دائرہ معارف اسلامیہ: خطیب البغدادی اور فخر الدین الرازی۔

الرسالہ کے دونوں محققین نے شیخ احمد شاکر کا یہ خیال بیان کیا ہے کہ الرسالہ کا قدیم نسخہ- الرسالۃ القدیمہ- مکہ میں لکھا تھا، جو عبدالرحمٰن بن مہدی کی فرمائش پر ان کو بھیجا تھا اور دوسرا ''الرسالۃ الجدیدۃ'' جواب ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کو

حضرت امام نے مصر میں لکھا تھا، الرسالۃ القدیمہ نہ ہم تک پہنچا اور نہ ہم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں، یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے، الرسالۃ القدیمہ کا متن جدید ایڈیشن میں موجود ہے اس کو بازیافت کرنے کی صورت البتہ نہیں ہے، محققین نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرت امام نے اس کو الرسالہ نام نہیں دیا تھا وہ اسے الکتاب کہتے ہیں۔

۱۳- آثار امام امام شافعی ۳۱۰-۳۱۵۔

الرسالہ کے محققین نے مقدمہ میں الرسالہ کو املاء کرا دینے کا خیال ظاہر کیا ہے: ''والراجح انہ املی کتاب الرسالۃ علی الربیع املاء کما تشیر فقرۃ رقم (۷۳۴)''۔ یہ چند اجزاء کے بارے میں صحیح ہوسکتا ہے لیکن بیشتر اجزاء کتاب خود حضرت امامؒ نے لکھی تھی، اس مقدمہ کی بیشتر معلومات محققین نے استاذ احمد شاکر کی تحقیق سے اخذ کی ہیں اور اس کا اعتراف کیا ہے: ۱۳و مابعد۔

۱۴- مذکورہ بالا، ۳۱۳-۳۱۴ بالخصوص؛ امام حرملہ حضرت امام کے مصری تلامذہ میں شامل تھے جیسے امام مزنی، امام ربیع مرادی، امام بویطی اور امام یونس بن عبدالاعلی وغیرہ تھے، ان کا پورا نام تھا: حرملہ بن یحیی بن حرملہ (م۲۶۶/۸۸۰) اور اجل تلامذہ میں تھے، حافظ ابن عبدالبر کی ایک روایت کے مطابق امام شافعی مصر میں ان ہی کے پاس ٹھہرے تھے، اس سے زیادہ اہم یہ روایت ہے کہ انہوں نے امام شافعی سے وہ کتابیں روایت کی ہے جن کی روایت امام ربیع مرادی نہیں کر سکے تھے جیسے کتاب الشروط، کتاب السنن، کتاب الوان الابل الخ، اور کتاب النکاح وغیرہ؛ آثار امام شافعی، ۳۰۱؛ ابن ہرم کا نام ابراہیم بن محمد بن ہرم تھا: طبقات الشافعیۃ ۲/۸۱۔

۱۵- مقالہ نگار الشافعی نے بویطی متن کے امام ربیع مرادی کے متن کی بنیاد ہونے کے لئے امام غزالی کی احیاء علوم الدین، قاہرہ ۱۳۲۷ھ، ۲/۱۳۱ کا حوالہ دیا ہے اور ابن ابی الجارود کے متن سے استفادہ مرادی کے لئے کتاب الام ۱/۹۶، ۱۵۷ھ، ۲/۵۲؛ ۷/۳۸۹ وغیرہ سے ثبوت پیش کیا ہے۔

مطبوعہ کتاب الام کے متعدد مباحث میں امام سراج الدین بلقینی کی سند و روایت سے امام شافعیؒ کے کلام کا ذکر ملتا ہے، مثلاً ۱/۱۰۳: بابت التشہد/التحیات۔

حافظ ابوالولید موسی بن ابی جارود المکی حضرت امام کے مکی اصحاب و تلامذہ میں شامل تھے، حضرت امام کی کئی کتابیں لکھیں اور فقہ کا علم ان سے بغداد جانے تک حاصل کیا: آثار امام شافعی، ۲۹۸؛ سبکی، طبقات الشافعیۃ ۲/۱۶۱-۱۶۲؛ سن وفات نہیں دیا ہے۔

۱۶- کتاب الام ۱/۹۶ و مابعد؛ متن مرادی میں امام بویطیؒ کی ایسی روایات کی شمولیت ایک تحقیقی مقالہ کی متقاضی ہے اور وہ ایک دلچسپ اور معانی آفرین مطالبہ بھی ہوسکتا ہے۔

۱۷- کتاب الام ۱/۲؛ پیش نظر نسخہ/متن الرسالہ ابو الحسن بن حبیب بن عبد الملک دمشقی (۲۴۲/۸۵۶-۳۳۸/۹۵۰) نے امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ سے روایت کیا ہے اور ان سے ابو القاسم عبد الرحمٰن بن نصر شیبانی (م۴۰۱/۱۰۱۱) نے- امام ربیع سے روایت کرنے والے راوی مفتی دمشق تھے اور امام و مقری بھی، وہ سفر کر کے مصر گئے اور ربیع

المرادیؒ سے کتاب الام اخذ کی، انہوں نے کتاب الام سے علاوہ دوسری کتب کی بھی روایت کی ہے، وہ ثقہ حافظ اور کتب و مذہب شافعی کے عظیم راوی تھے: الرسالہ، ۷۳ حاشیہ: ۲، سبکی، طبقات الشافعیۃ ۲/ ۲۵۵-۲۵۶ نے ان کو الفقیہ ابوعلی الحصائری، امام مسجد باب الجابیۃ بدمشق کہنے کے بعد لکھا ہے: وحدث بکتاب الام الشافعی عن اصحابہ: سمع الربیع بن سلیمان -وخلقا، مطبوعہ میں ہے: وحدث بکتاب الام للشافعی -'' حاشیہ: ا۔

۱۸- کتاب الام ۱/ ۲ کا حاشیہ۔

۱۹- کتب حدیث میں بیشتر کا آغاز حمد و صلوۃ اور بسملہ کے علاوہ مختصر دیباچہ یا مفصل مقدمہ سے ہوا ہے، صحیح بخاری کا آغاز مختصر ہے تو صحیح مسلم کا مقدمہ بہت مفصل، شرح بخاری فتح الباری کا مقدمہ شارح ابن حجر عسقلانی تو پوری ایک جلد کو محیط ہے، یہی معاملہ کتب سنن اربعہ وغیرہ کا ہے۔

امام موصوف کی دوسری کتب میں بھی حمد و صلوۃ اور مقدمۃ الکتاب ملتے ہیں جیسے الرسالہ میں راویان گرامی کے بیان کے بعد ہے: ۷ ۳-۸ ۳ و مابعد، کتاب الام کی جلد ششم پر حضرت امام کی المسند اور کتاب الام کی جلد ہفتم کے حاشیہ پر حضرت امام کی کتاب اختلاف الحدیث میں بھی ایسے مقدمے ہیں۔

۲۰- موطا کا محقق ترین نسخہ مطبوعہ از ڈاکٹر بشار عواد معروف، ۱/ ۳۳ و ماقبل کے علاوہ دوسرے متون/طباعات فواد وغیرہ مفصل بحث کے لئے کتاب خاکسار: شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث'' باب اول و دوم۔

۲۱- کتاب الام ۱/ ۲-۲۵۷۔

۲۲- کتاب الام ۲/ ۲-۸۰ اور ۸۰-۹۳: شروع ابواب صیام میں عنوان میں ہی اختلاف کا بھی ذکر ہے جیسے اولین ابواب میں ہے۔ صیام التطوع میں نہیں ہے۔

الکتاب الصغیر اور الکتاب الکبیر کے دوعناوین حضرت امامؒ کی تصنیفات کے علاوہ متعدد دوسرے علماء و فقہاء کے بارے میں بھی ملتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے تمام مؤلفین کرام ایک ہی موضوع پر دو کتابیں تصنیف فرماتے تھے: مختصر کتاب کو الکتاب الصغیر کا عنوان دیتے تھے اور مفصل و جامع کتاب کو الکتاب الکبیر کا، امام بخاری کی التاریخ الصغیر اور التاریخ الکبیر مشہور ہیں، غالبا حضرت امام بھی کتاب الصیام الکبیر لکھنا چاہتے تھے، امام بخاری کی ایک التاریخ الاوسط بھی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض کے پیش نظر تین طرح کی ضخامت کی کتابوں کی تالیف پیش نظر رہتی تھی، امام احمد بن حنبلؒ کی المنسک الکبیر/الصغیر، امام ترمذی کی العلل الکبری/الصغری، امام نسائی وغیرہ کی السنن الکبری/الصغری وغیرہ چند مثالیں ہیں۔

۲۳- کتاب الام ۲/ ۹۳-۱۸۷، کتاب الحج الکبیر کے بعد ''مختصر الحج الصغیر'' اس کے بعد اہم ترین مباحث کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔

۲۴- مذکورہ بالا ۲/ ۱۹۱-۲۰۷۔

۲۵- مذکورہ بالا ۲/ ۲۰۷-۲۲۷

۲۶- مذکورہ بالا ۲/ ۷-۲۲-۲۳۱ فہرست میں کتاب النذر چھپ گیا ہے۔

۲۷- مقالہ الشافعی کے مؤلف نے الرسالہ کو جلد اول کے اواخر میں شامل بتایا ہے، الرسالہ کا ایک محقق ایڈیشن دار الکتاب العربی ۱۹۹۹ء سے ایک جلد میں چھپی ہے، محققین ہیں: الشیخ خالد بن السبع العلمی اور شیخ رہیر شفیق الکبی، ڈاکٹر احمد محمد شاکر کا محقق ایڈیشن دستیاب نہیں ہوسکا جس میں کتاب الام پر ان کی بحث ہے۔

۲۸- کتاب الام ۳/ ۲- ۲۹۴؛ حاشیہ امام المزنی کی المختصر جاری ہے۔

حضرت امام نے رہن کے موضوع پر دو کتب تالیف کیں: کتاب الرہن الکبیر اور کتاب الرہن الصغیر جن کا ذکر و بیان کتاب الام میں ہے، جبکہ لقطہ کے باب میں صرف کتاب اللقطۃ الصغیرہ کا عنوان مل سکا ہے، کتاب اللقطۃ الکبیرہ کا نہیں۔

۲۹- مذکورہ بالا ۴/ ۲- ۲۰۵؛ اس جلد کے حاشیہ پر مختصر المزنی کا متن چھاپا گیا ہے۔

کتاب وصیۃ الامام الشافعی فواد سزگین مذکورہ بالا، ۱۹۰ کے مطابق دسویں تالیف امام ہے جس کے مختلف مخطوطات پائے جاتے ہیں، اور وہ سب مختصر رسالہ بتاتے ہیں، وہ غالبا کتاب الام میں بھی حضرت امام نے شامل کرلیا تھا۔

حضرت امام کے فرض الجہاد اور اظہار دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الادیان سے متعلق ابواب و کتب بھی الگ رسائل ہو سکتے ہیں، جیسے حضرت امام کا رسالہ ''کتاب السبق والرمی'' کتاب الام میں مختلف عنوان سے شامل ہے۔

۳۰- مذکورہ بالا ۵/ ۲- ۲۸۸، جلد پنجم کے حاشیہ پر مختصر المزنی کا متن اتمام کو پہنچتا ہے جس کی صراحت آخری صفحہ پر ہے اور جلد ششم کے حاشیہ پر مسند الامام الشافعی کی طباعت کا ذکر ہے، فواد سزگین، ۱۸۷؛ تقی الدین ندوی مظاہری محدثین عظام الخ، ۹۳ وغیرہ۔

مسند شافعی کے بارے میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ حضرت امام کی تالیف نہیں ہے بلکہ کتاب الام وغیرہ کتب شافعی سے احادیث کا انتخاب ہے، اس کے جامع یا مدون ابوجعفر محمد بن مطر نیشاپوری تھے اور انہوں نے اس کام کو ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم کے حکم پر انجام دیا تھا، لہذا مولف کی حیثیت سے ابو العباس ہی مشہور ہیں- مسند شافعی نہ مسانید کی ترتیب پر ہے اور نہ ابواب پر بلکہ کیف ما اتفق انتخاب ہے اس لئے بکثرت تکرار ہے۔

۳۱- مذکورہ بالا ۶/ ۲- ۲۸۰؛ جلد ششم کے حاشیہ پر پہلے مسند الامام الشافعی چھاپی گئی ہے جو ۲ تا ۲۸۰ صفحات کو محیط ہے اور آخری صفحہ پر اس کے اتمام اور دوسرے نسخوں سے مقابلہ اور اس کے اپنے متن کے ایک قدیم نسخہ پر مبنی ہونے کی صراحت ہے۔

اس جلد میں شامل باب صدقۃ الشافعی بھی ایک دلچسپ مطالعہ ہے جو الگ رسالہ کا درجہ رکھتا ہے۔

۳۲- مذکورہ بالا ۷/ ۲- ۴۱۶۔

۳۳- کتاب اختلاف الحدیث کا موضوع عصری رجحان کا عکاس اور نمائندہ ہے، وہ صحابہ کرام سے فقہاء عظام تک جاری رہا، اس میں لفظ ''اختلاف'' نے خاصا الجھاؤ اور انتشار پیدا کیا حالانکہ حضرت امام اور ان کے پیشرؤوں نے اس

سے تنوع مراد لیا ہے، حضرت امام نے اور دوسرے علماء وفقہاء اسلام نے مباح کی جہت سے اختلاف کا طول طویل مبحث پیش کیا ہے، اس میں وہ رسول اکرم ﷺ کی سنتوں اور حدیث کا تنوع پیش کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ بنفس نفیس اپنے صحابہ کرام کو عبادات ومعاملات واخلاق وغیرہ کے بارے میں مختلف ومتنوع تعلیمات دی تھیں، ہر صحابی نے اپنی سیکھی ہوئی سنت و تعلیم کو اپنے معاصرین وتلامذہ وغیرہ کو سکھایا اور ان سے فقہاء عظام نے سیکھا اور ہر ایک نے ایک خاص سنت وحدیث سے تمسک کیا، اس طرح اصل السنۃ اور فروع السنۃ کا قاعدہ اور تفرع رتنوع وجود میں آیا، اس پر مزید بحث تجزیہ میں آتی ہے اور خاکسار نے اپنی ایک کتاب میں اس کی مدلل ومفصل تشریح پیش کی ہے، ملاحظہ ہو: سنتوں کا تنوع - ہر سنت نبوی افضل ہے، ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۰۷ء اس کا دوسرا ایڈیشن زیر ترتیب ہے۔

اختلاف الحدیث کو فواد سزگین، ۱۸۸-۱۸۹ نے چوتھی تالیف امام قرار دیا ہے، جس کے مختلف مخطوطات قاہرہ، بانکی پور وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت امام کی مختلف کتابوں اور رسالوں کے کتاب الام میں داخل کئے جانے پر بحث الگ سے کی جائے گی مختصر تجزیہ آگے آتا ہے۔

۳۴-مقالہ الشافعی مذکورہ بالا؛ بیہقی، مناقب الشافعی

کتاب الام کی مختلف جلدوں کے صفحات اور ان کے حواشی مذکورہ بالا، المبسوط فی الفقہ کو بالعموم ایک الگ اور ضخیم کتاب مانا گیا ہے، مگر شیخ محمد ابوزہرہ کا خیال ہے کہ المبسوط، الحجہ، القدیم اور الام ایک ہی ہیں، ان کے دلائل کے لئے ملاحظہ ہو: ۳۰۹ وما بعد؛ نیز فواد سزگین، ۱۸۵، نے کتاب الام میں داخل کتب حضرت امام کی تعداد نو بتائی ہے اور ان کے عناوین دیئے ہیں، ان میں مذکورہ بالا کے علاوہ ''بیان فرائض اللہ'' کا بھی ذکر ہے۔

کتاب الرد علی سیر الاوزاعی کو شیخ ابوالوفاء نے قاہرہ سے ۱۳۵۷ھ میں شائع کیا ہے، یہ فواد سزگین کا بیان ہے مگر موصوف نے حضرت قاضی ابویوسف کی اہم ترین کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی کا ان کے تذکرہ میں ذکر نہیں کیا: ۵۱-۵۴۔

۳۵-مذکورہ بالا؛ کتاب الام اور الرسالہ دونوں کے موضوع، طریق تالیف، اختلاف واشتراک جیسے نکات پر بحث بعد میں آتی ہے۔

۳۶-کتاب الام ۱ر ۲-۳: اصولی اور اطلاقی بحث کے لئے تجزیہ ملاحظہ ہو۔

امام مالکؒ سے حضرت امام کی مروی احادیث وروایات کا ایک تحقیقی وتقابلی مطالعہ بہت اہم موضوع ہے، حضرت امام نے اپنے استاذ گرامی سے کتاب الام میں بہت سی احادیث وروایات لی ہیں اور ان کے مسلک وفتوے سے اختلاف بھی کیا ہے۔

۳۷-کتاب الام ۱ر ۳-۸: مصحح گرامی نے زیریں حاشیہ میں بعض نسخوں کے اختلاف کو بھی نقل کیا ہے اور

اختلاف الحدیث میں حضرت امام کی بحث کو بھی، پانی سے طہارت کے باب میں مثلاً حضرت امامؒ نے مختلف متنوع احادیث بیان کر کے اپنا مسلک بیان کیا ہے کہ ان تمام احادیث سے ہم تمسک کرتے ہیں: ''فبھذہ الاحادیث کلہا ناخذ ولیس منہا واحد مخالف عندنا واحدا'' ۱/ ۸: حاشیہ زیریں، اس پر اختلاف الحدیث میں بحث آتی ہے۔

امام ابن جریج کا نام ونسب تھا: عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، ابو الولید وابو خالد، حرم مکی کے فقیہ اور اپنے زمانے کے اہل حجاز کے امام تھے، مکہ مکرمہ میں علوم میں تصنیف کا آغاز ان کے ہی قلم کا مرہون منت ہے، وہ رومی الاصل تھے اور قریش کے موالی بھی، ولادت و وفات مکہ میں ہی ہوئی، اور تدفین بھی، ملاحظہ ہو: ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۶۰؛ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۱/ ۲۸۶؛ الاعلام ۴/ ۱۶۰۔

۳۸- کتاب الام ۱/ ۹-۵۹۔

حضرت امام نے مستحاضہ کے باب میں خلاف کا ذکر کیا ہے اور حیض کے تین دنوں سے کم ہونے کے فقہی مسلک کا رد کیا ہے (۱/ ۵۴-۵۶ و مابعد)۔

۳۹- کتاب الام ۱/ ۵۹-۷۱۔

۴۰- کتاب الام ۱/ ۷۱-۷۴ و مابعد۔

۴۱- کتاب الام ۲/ ۲-۳ و مابعد۔

۴۲- کتاب الام ۲/ ۳-۴۳ و مابعد

۴۳- کتاب الام ۲/ ۸۰-۸۱ و مابعد

۴۴- کتاب الام ۲/ ۹۳، نیز ۲/ ۱۱۲-۱۱۳ و مابعد۔

۴۵- ملاحظہ ہو سابقہ بحث۔

۴۶- ان شخصیات میں تمام شافعی علماء وفقہاء یک زباں ہیں کہ ان کے امام کی اولیت وافضلیت ثابت کرنے کی حمایت و تقاضا کرتی تھی، ان کے علاوہ دوسرے متعدد علماء و محققین بھی ہیں جیسے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔

تاریخی تناظر اور واقعاتی ارتقاء یہ امر ثابت کرتا ہے کہ حضرت امامؒ سے قبل متعدد فقہاء جن کے سرخیل صحابہ کرام کے فقہاء تھے، نے اصول فقہ سے اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے بحث و تحقیق کی تھی، قرآن وسنت، اجماع وقیاس کے علاوہ قول صحابی، صحابہ کے اقوال کے اختلاف اور ان میں سے کسی ایک سے تمسک، عرف وعادت، سنت وحدیث مل جانے کی صورت میں قیاس کی تائید پر خوشی اور تردید پر رجوع، اور دوسرے اصول واحکام اور ادلہ کا تصور وخاکہ اولین صدی اسلامی سے چلا آرہا تھا، دوسری صدی اسلامی کے عظیم فقہاء و محققین نے ان کی تنقیح وتشریح اور بیان وتفصیل بھی شروع کردی تھی، فقہاء اربعہ میں سے امام اعظم اور ان کے صاحبین - ابو یوسف ومحمد بن حسن شیبانی نے ان کو مدون ومرتب بھی کیا تھا، دوسرے فقہاء بلاد وامصار کا عطیہ بھی اس اصول فقہ کے ارتقاء میں خاصا وقیع تھا، لہذا یہ علم مدون شکل میں بھی موجود تھا۔ امام شافعیؒ کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے

پیشرو محققین وفقہاء جن میں سے متعدد ان کے اساتذہ ومربی بھی تھے، اس علم کونئی شکل دی ''الرسالہ'' کے دونوں محققین کا یہ نتیجہ زیادہ صحیح ہے کہ:

۱-صحابہ کرام خاص کر خلفاء راشدین اور تابعین نے اصول فقہ پر کلام کیا اور ان سے اصولی مصطلحات کا آغاز ہوا جن کو آج بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

۲-کتاب الرسالہ وہ اولین اصولی کتاب ہے جو اس فن میں تالیف کی گئی اور ہم تک پہنچی لیکن اس کو تالیف کی مطلق اولیت حاصل نہیں ہے۔

۳-اخبار متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فن میں جس نے اولین تالیف کی وہ قاضی ابو یوسف تھے اور ان کے فنی پیرو امام محمد بن حسن تھے، بحث تدوین اصول الفقہ، ۲۳۔

۴۷-آثار امام شافعی ۳۴۳ وغیرہ۔

۴۸-کتاب الام ۷/۲۵۰ و مابعد و ماقبل، آثار امام شافعی ۳۴۶۔

۴۹-کتاب الام ۷/۲۴۶: یہ الرسالہ کے تمام مباحث کا خلاصہ کہا جاسکتا ہے، یہی بحث ہ تزیہ امام اس میں تفصیل سے ملتا ہے، آثار امام شافعی، ۳۴۹-۳۵۰ و مابعد۔

۵۰-کتاب الام، کتاب جماع العلم، ۷/۲۴۶ و مابعد: آثار امام شافعی ۳۴۹-۳۵۰ و مابعد۔ الرسالہ، اواخر میں اور شروع میں حضرت امام کے مباحث۔ وحی حدیث میں خاکسار نے سنت وحدیث کی وحی کے بطور آنے کے مختلف طریقوں سے مفصل بحث کی ہے۔

۵۱-کتاب الام ۷/۲۵۰ و مابعد: آثار امام شافعی، مذکورہ بالا۔

۵۲-مذکورہ بالا دونوں مآخذ اصلی وثانوی۔

۵۳-کتاب الام ۱/۱۰۸، نیز مختلف ابواب وکتب کتاب الام کے مباحث

۵۴-کتاب الام اور الرسالہ کے مختلف مباحث خاص کر ۱/۱۰۸-۱۱۱

۵۵-الرسالہ ۱۶۴-۲۱۶ و مابعد، کتاب الام ۱/۱۰۸-۱۱۱ و مابعد کے مباحث

حضرت امامؒ نے ناسخ ومنسوخ کے اصول کے مطابق بحث کرنے کے علاوہ مختلف وجوہ سے احادیث میں اختلاف پر بحث کی ہے، اور ایک بحث میں یہ واضح کیا ہے کہ بہت سی احادیث کو مختلف، متعارض یا متصادم بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے نزدیک مختلف نہیں ہیں، جیسے تشہد میں اختلاف (۱۹۳-۱۹۶) سبعۃ احرف پر قراءات قرآن (۱۹۷-۲۰۱)، نماز فجر میں تغلیس یا اسفار (۲۰۲-۲۰۷) بول وبراز میں استقبال واستدبار قبلہ (۲۰۷-۲۱۰) وغیرہ۔

حضرت امام کی بعض توجیہات سے اختلاف کیا جاسکتا ہے یا اس کی تصحیح کی جاسکتی ہے، مثلاً تشہد کے بارے میں حضرت امام کا خیال ہے کہ صحابہ کرام نے الفاظ وکلمات تشہد میں اپنے حفظ کی بنا پر اختلاف کیا تھا جس کی اجازت رسول اللہ

ﷺ نے دے دی حالانکہ وہ اختلاف تعلیم نبوی کا تھا۔

۵۶- کتاب الام ۱/ ۱۰۸-۱۱۰۔

۵۷- کتاب الام ۱/ ۹۳-۹۴۔

حضرت امامؒ کی اس بحث میں کئی نکات ومسائل قابل غور بھی ہیں اور قابل رد بھی۔

بسملہ کو سورۃ الفاتحہ کو آیت سابعہ قرار دیا ہے حالانکہ اسے آیت اولی قرار دیا جانا چاہئے۔

آیت کریمہ: سورۃ الحجر: ۸۷ سے اس پر استدلال خالص مسلکی ہے، تمام دوسرے فقہاء، علماء اور صحابہ بھی اس سورت میں سات آیات تسلیم کرتے ہیں، لیکن بسملہ کو سورۃ الفاتحہ یا کسی دوسری سورہ کی آیت اولی نہیں تسلیم کرتے، وہ اسے آیت مستقلہ قرار دیتے ہیں۔

جب بسملہ سورۃ الفاتحہ کی آیت اولی ہے ہی نہیں تو اس کے ترک سے فاتحہ ناقص کیوں کر رہے گی۔

حضرت امامؒ صحابہ کرام کا مسلک وعمل اور صحیح حدیث وسنت کہ نماز میں قراءت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کیا جاتا تھا کی صحیح تطبیق نہیں دی۔

حضرت معاویہؓ نے اپنی پہلی نماز میں بسملہ اور رفع یدین کا ترک اسے اختیاری سنت سمجھ کر کیا تھا، اسی لئے وہ نماز نہیں دہرائی، دوسری نماز میں مدنی صحابہ وغیرہ کے اصرار پر دونوں سنتوں پر عمل کیا، وہ سنتوں کے تنوع کا معاملہ ہے، نہ کہ ترک فرض کا۔

حضرت امامؒ کی یہ پوری بحث خالص مسلکی ہے اور اس سے تین امامان امت کے علاوہ بہت سے دوسرے فقہاء کو اتفاق نہیں ہے۔

۵۸- حضرت امام کی بحث میں یہ بھی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ صحابہ کرام کے اقوال ومسالک اور فتاوی کے اختلاف پر مبنی ہے، انہوں نے صحابہ کرام میں سے ان حضرات وخواتین کا قول لے لیا جو زیورات خواتین/ استعمالی میں زکوۃ کی عدم فرضیت کے قائل تھے اور زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے، دوسرے صحابہ کرام جو ان پر فرضیت وجوب زکوۃ کے قائل تھے اور زکوۃ ادا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی دیتے تھے احناف وغیرہ کا مسلک بن گیا، وہ بھی قول صحابہ کرام سے تمسک کا معاملہ ہے۔

کتاب الام ۲/ ۳۵-۳۶ کی اس بحث میں دوسرے مسلک وعمل کی صحیح ترجمانی نہیں کی گئی ہے۔

۵۹- کتاب الام ۲/ ۷۶-۸۰: مولفۃ القلوب کے حصہ پر اختلاف فقہاء وعلماء آج بھی قائم ہے، اصولی بحث یہ ہے کہ ظاہر قرآن کا یہ واضح حکم کیوں کر ترک کیا جا سکتا ہے۔

۶۰- کتاب وسنت کے بعد اجماع کا دوسرا یا تیسرا مرتبہ سب متقدمین علماء وفقہاء، صحابہ کرام، تابعین اور کبار مجتہدین خاص کر پیشرو امامان امت- ابوحنیفہ و مالک بن انس- کے نزدیک بھی رہا ہے، اس موضوع پر ان کی کتب میں بہت مواد ہے، تدوین اصول فقہ کی بحث میں دونوں محققین الرسالہ نے پہلے تالیف کا دو طریقوں- طریقۃ الفقہاء اور طریقۃ

المتکلمین - سے بحث کی ہے اور اول الذکر - طریقۃ الفقہاء - کو طریقۃ الاحناف قرار دیا ہے، جو انہوں نے کتب اصول کی تالیف میں اختیار کیا ہے، اس کے بعد اس کی مختصر تشریح کر کے امام تاریخ وسماجیات ابن خلدون کے مقدمہ سے رسالہ حضرت امام، تالیفات ابوزید دبوسی، امام الحرمین، غزالی کے ساتھ ساتھ معتزلی فقہاء اصولیین کا ذکر کیا ہے، دوسرے فقہاء کے علاوہ طریقۃ الحنفیہ پر بھی بحث کی ہے، کلام ابن خلدون پر زرکشی کی البرہان / البحر المحیط سے اضافہ کیا ہے جس میں تمام اہم کتب اصول فقہ کا ذکر آ گیا ہے۔

ملاحظہ ہو: الرسالہ: ۲۴-۲۶ بحوالہ مقدمۃ ابن خلدون ۱/ ۴۵۵-۴۵۶؛ البحر المحیط ۱/ ۷-۸۔

الرسالہ میں اجماع پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو: باب الاجماع ۳۰۹-۳۱۳ و مابعد نیز منزلۃ الاجماع والقیاس کے لئے ۳۶۸-۳۶۹۔

۶۱- کتاب الام ۷/ ۲۴۲، ۲۴۸، ۲۵۷ وغیرہ۔

حضرت امامؒ کے اجماع اہل مدینہ پر نقد کو اصولی لحاظ سے بھی اور اطلاقی اعتبار سے بھی بہت سے فقہاء نے مسترد کیا ہے، وہ بہر حال ایک شہر / بلاد کے علماء وفقہاء کا اجماع تھا جو ایک تعریف کے مطابق ایک صورت اجماع ہے، اس کی مزید اہمیت یہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے شہر کے صحابہ وتابعین وفقہاء کا بھی اجماع تھا، اجماع اہل مدینہ کی طرح اجماع اہل مکہ کی بھی اہمیت تھی، ان کا مجموعی ومتفقہ اجماع - اجماع اہل الحرمین - بہت زیادہ وقعت واعتبار رکھتا تھا جس کو دوسرے فقہاء بھی تسلیم کرتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اجماع حرمین کا اثبات کر کے اسے دوسرے انواع اجماع پر ترجیح دی ہے۔

۶۲- الرسالہ ۳۱۳-۳۶۹۔

۶۳- کتاب الام ۱/ ۹۶-۸۲ بالترتیب۔

۶۴- آثار امام شافعی، ۴۵۷-۴۸۳، بحوالہ اعلام الموقعین ۲/ ۱۷۳-۱۹۱ وغیرہ، الرسالہ، ۳۶۷-۳۶۸۔

۶۵- کتاب الام ۷/ ۲۴۷؛ آثار امام شافعی ۴۷۶۔

۶۶- اجماع صحابہ کے لئے ملاحظہ ہو: مثلاً نماز تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع یا سواد عراق کی اراضی پر صحابہ کرام کا اجماع، ان کے علاوہ دوسرے اجماع صحابہ کے نمونے ہیں: قرآن مجید کی کتابت وتدوین، رسم عثمانی وغیرہ۔

۶۷- کتاب الام ۵/ ۱۹۱ و مابعد: ''والاقراء'' عندنا، واللہ تعالیٰ اعلم، الاطہار الخ۔ آثار امام شافعی ۴۸۰-۴۸۲
قروء کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، لکھنو طباعت جدید ۱۹۹۵ء، ۱/ ۴۲۶-۴۲۷۔

۶۸- الرسالہ کے عنوان سے مشہور ہونے والی اصول فقہ کی عظیم کتاب امام مولف گرامی کے الفاظ میں کتابی (میری کتاب) الکتاب وغیرہ کا عنوان رکھتی ہے جیسا کہ متن کتاب میں ہے، الرسالہ اس لئے نام پڑا کہ حضرت امامؒ نے عبد الرحمن بن مہدی کی فرمائش پر ''الرسالۃ القدیمہ'' بطور مکتوب ارسال کی تھی، ملاحظہ ہو: مقدمہ محققین / ۳۱ و مابعد، دلچسپ بات ہے کہ الکتاب وغیرہ کا ذکر امام موصوف نے کتاب الام کے باب / کتاب جماع العلم میں کیا ہے۔

۷۴- کتاب الام کی روایات (recensions) پر تحقیق کی ضرورت باقی ہو، وہ متن کتاب کے علاوہ تمام دستیاب مخطوطات کے موازنے سے کی جاسکتی ہے مگر وہ کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

۷۵- آثار امام شافعی میں شیخ محمد ابوزہرہ نے اس پر شافعی محققین کے مباحث کا خلاصہ پیش کردیا ہے، قول جدید اور قول قدیم کے باقی اور محو کردینے کا خیال بھی شیخ موصوف کا ہے، لیکن کتاب الام میں متعدد اقوال / ایک سے زیادہ اقوال امام ایک ہی مسئلہ پر پائے جانے سے اس کی تردید بھی کی ہے، اس سے زیادہ اہم یہ نکتہ ہے کہ حضرت امامؒ نے تو صرف ایک ہی قول بیان کیا ہے، لیکن ان کے جامع امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ نے تصحیح کی ہے کہ وہ قول امام قدیم تھا اور ان کا آخری قول یہ ہے، ''کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی''، پر مضمون خاکسار ملاحظہ ہو جس میں ایسی بعض تصحیحات جامع کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۷۶- مدلل بحث کے لئے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار: ''سنتوں کا تنوع - ہر سنت نبوی افضل ہے'' مذکورہ بالا۔

۷۷- مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ کے مباحث۔

۷۸- الرسالہ، کتاب الام، آثار امام شافعیؒ کے مباحث مذکورہ بالا؛ کتاب الام کے مختلف ابواب میں اس کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں: کتاب الام ۶ / ۸: وقد جاءت السنۃ مع بیان القرآن مثل معنی القرآن''۔ قتل عمد کی بحث میں قرآن وسنت کا ہم پلہ ہونا یا مکہ و مدینہ کی حرمت کتاب وسنت سے۔

۷۹- امام شافعیؒ اور بعض دوسرے ائمہ و مجتہدین و مفکرین کے ایسے بیانات کو اہل ظواہر نے تقلید امام کے خلاف ایک ثبوت بنایا ہے، مذاہب اربعہ کی پابندی یا ان کے مجتہد بانیان کرام کے اقوال وفتاوی سے اتفاق کا مطلب تقلید شخصی نہیں ہے بلکہ ان کے کتاب وسنت و آثار صحابہ کرام کے بیان و شرح کے مطابق اصل کی تقلید ہے۔

۸۰- کتاب الام میں کتاب وسنت کی ایک شرح و تعبیر شافعی کے ساتھ دوسرے امامان فقہ کی شروح و تعبیرات بھی ہیں۔ وہ سب مل کر مجموعی تنوع سنن ہیں اور فقہ شافعی صرف ایک نوع ہے جیسی کہ فقہ حنفی ایک نوع ہے یا فقہ مالکی ایک نوع ہے، ان کے علاوہ فقہ حنبلی بھی ایک نوع ہے، اگرچہ وہ فقہ شافعی کی ذیلی نوع ہے، ان میں سے جس کسی نوع کی پیروی کی جاتی ہے وہ دراصل ایک سنت کی نوع کی پیروی ہوتی ہے، یہی سنتوں کے تنوع کی جان ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر سنت افضل ہے، کوئی غیر افضل نہیں۔

۷۴- کتاب الام کی روایات (recensions) پر تحقیق کی ضرورت باقی ہو، وہ متن کتاب کے علاوہ تمام دستیاب مخطوطات کے موازنے سے کی جاسکتی ہے مگر وہ کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

۷۵- آثار امام شافعی میں شیخ محمد ابوزہرہ نے اس پر شافعی محققین کے مباحث کا خلاصہ پیش کر دیا ہے، قول جدید اور قول قدیم کے باقی اور محو کر دینے کا خیال بھی شیخ موصوف کا ہے، لیکن کتاب الام میں متعدد اقوال / ایک سے زیادہ اقوال امام ایک ہی مسئلہ پر پائے جانے سے اس کی تردید بھی کی ہے، اس سے زیادہ اہم یہ نکتہ ہے کہ حضرت امامؒ نے تو صرف ایک ہی قول بیان کیا ہے، لیکن ان کے جامع امام ربیع بن سلیمان مرادیؒ نے تصحیح کی ہے کہ وہ قول امام قدیم تھا اور ان کا آخری قول یہ ہے، ''کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی'' پر مضمون خاکسار ملاحظہ ہو جس میں ایسی بعض تصحیحات جامع کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۷۶- مدلل بحث کے لئے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار: ''سنتوں کا تنوع - ہر سنت نبوی افضل ہے'' مذکورہ بالا۔

۷۷- مذکورہ بالا کتاب کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ کے مباحث۔

۷۸- الرسالہ، کتاب الام، آثار امام شافعیؒ کے مباحث مذکورہ بالا؛ کتاب الام کے مختلف ابواب میں اس کی ہزار ہا مثالیں موجود ہیں: کتاب الام ۶ / ۸: وقد جاءت السنۃ مع بیان القرآن مثل معنی القرآن'' - قتل عمد کی بحث میں قرآن وسنت کا ہم پلہ ہونا یا مکہ ومدینہ کی حرمت کتاب وسنت سے۔

۷۹- امام شافعیؒ اور بعض دوسرے ائمہ ومجتہدین ومفکرین کے ایسے بیانات کو اہل ظواہر نے تقلید امام کے خلاف ایک ثبوت بنایا ہے، مذاہب اربعہ کی پابندی یا ان کے مجتہد بانیان کرام کے اقوال وفتاوی سے اتفاق کا مطلب تقلید شخصی نہیں ہے بلکہ ان کے کتاب وسنت وآثار صحابہ کرام کے بیان وشرح کے مطابق اصل کی تقلید ہے۔

۸۰- کتاب الام میں کتاب وسنت کی ایک شرح وتعبیر شافعی کے ساتھ دوسرے امامان فقہ کی شروح وتعبیرات بھی ہیں۔ وہ سب مل کر مجموعی تنوع سنن ہیں اور فقہ شافعی صرف ایک نوع ہے جیسی کہ فقہ حنفی ایک نوع ہے یا فقہ مالکی ایک نوع ہے، ان کے علاوہ فقہ حنبلی بھی ایک نوع ہے، اگرچہ وہ فقہ شافعی کی ذیلی نوع ہے، ان میں سے جس کسی نوع کی پیروی کی جاتی ہے وہ دراصل ایک سنت کی نوع کی پیروی ہوتی ہے، یہی سنتوں کے تنوع کی جان ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر سنت افضل ہے، کوئی غیر افضل نہیں۔

کتاب الام کی خصوصیات اور اس کا تعارف

مفتی فیاض احمد محمود برمارے حسینی ☆

کتاب الام امام شافعیؒ کی فقہی مؤلفات میں ایک امتیازی شان اور خصوصی حیثیت رکھتی ہے، جس کے اکثر حصہ کو خود امام موصوف نے تصنیف کیا ہے اور اس کا بعض حصہ املا کرایا ہے، کتاب الام فقہ اسلامی کی اہم کتابوں میں شمار کی جاتی ہے، خصوصا فقہ شافعی میں تو اس کی کوئی نظیر نہیں، یہ کتاب صرف فقہ واستدلال اور جزئیات کی کتاب نہیں، بل کہ یہ کتاب مناقشہ ومباحثہ اور مسائل کے استنباط واستخراج کا ملکہ وصلاحیت پیدا کرنے کے لئے بہت ہی مفید کتاب ہے، اس لئے کہ امام شافعیؒ کا مسئلہ پیش کرنے کا ایک خاص طریقہ اور منہج ہے، فقہ کا طالب علم اس کتاب کی روشنی میں اپنے اندر فقہی ملکہ کو استحکام کے ساتھ پیدا کرسکتا ہے۔

کتاب الام کا تعارف:

کتاب الام امام شافعیؒ کی تالیفات میں سب سے آخری تالیف ہے، جس کو آپ نے مصر میں تحریر فرمایا اور یہ کتاب آپ کے اقوال جدیدہ کی خوب وضاحت کرتی ہے، امام نوویؒ نے فرمایا: ”جو بھی اس کتاب کے مطالعہ کے بعد منصفانہ رائے قائم کرے گا تو ضرور کہے گا کہ امام شافعی سے قبل کسی مؤلف نے اس سلسلہ میں قلم نہیں اٹھایا“ امام موصوف نے جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے تو مسئلہ کا مکمل تجزیہ فرما کر ایسی دقیق تفصیلات اور نادر الوجود مثالیں بیان کی ہیں جس کی مثال اور نظیر متأخرین کی کتابوں میں ملنی مشکل ہے، جب کہ یہ حضرات فروعی اور فرضی مسائل کو بیان کرنے میں کوئی کسر نہیں

☆ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

چھوڑتے، اسی لئے امام شافعیؒ کا اسلوب متقدمین ومتأخرین کے درمیان ایک عمدہ ومنفرد اسلوب ہے، اس شاندار اسلوب کی علامت یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے فقہی احکامات کو ایسے علمی وادبی اسلوب میں پیش کیا ہے کہ اس کی بلاغت وفصاحت کی بناء پر وہ عبارتیں "جوامع الکلم" میں شمار کی جاتی ہیں، اور ان عبارتوں کو بڑے بڑے فقہاء نے اپنی کتابوں میں بطور استشہاد جگہ دی ہے، نیز آپؒ نے مناقشہ وغیرہ کو بیان کرتے وقت عبارت میں جاذبیت اور قاری کے شوق کو بڑھانے کے لئے ایک ہی اسلوب کی عبارتوں کو اختیار کرنے کے بجائے مختلف اسالیب کا استعمال کیا ہے، کبھی اسلوب خبری وتقریری، تو کبھی طلبی واستفہامی اور انکاری اور کبھی حوار کا ایسا طریق اختیار کیا ہے کہ جس سے نزاعی واختلافی مسئلہ میں مخالف خاموش ہو جاتا ہے، آپؒ کے بارے میں شیخ البیان امام ادب عمرو بن بحرؒ الجاحظ فرماتے ہیں: "نظرت فی کتب هؤلاء النبغة الذین نبغوا فی العلم فلم أر أحسن تالیفا من المطلبی کان فاه نظم درا إلی در" کہ میں نے علم میں نابغہ روزگار علماء کی کتابوں کو دیکھا لیکن امام شافعیؒ کی تالیف سے بہتر کسی کی تالیف کو نہیں دیکھا، گویا امام شافعیؒ نے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہو (منھجیۃ الامام محمد بن ادریس الشافعی: ۳۸)، یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب علماء سابقین کے مذہب کے لئے مرجع اور ان کے فقہ کے لئے بنیاد بن گئی تھی خاص طور پر ان علماء کے لئے جو امام شافعیؒ کے ہم عصر تھے۔

کتاب الام کی خصوصیات:

امام شافعیؒ نے اس کتاب کی ترتیب میں جو طرز اختیار کیا ہے وہ موجودہ دور کے جدید طرز سے مماثلت اور مشابہت رکھتا ہے، اس کے علاوہ موضوعات وفقہی مسائل میں جو منہج اور طریق کو اختیار کیا ہے وہ کتاب الام کی خصوصیات میں سے ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) قرآنی آیات سے استقراء:

امام موصوف نے کتاب الام میں جہاں کہیں بھی کسی مسئلہ یا کسی فقہی موضوع کو پیش کیا ہے تو سب سے پہلے قرآنی آیات سے اس کی دلیل پیش کی ہے، اور آیت کے اسی جزء کو نقل کیا ہے جو

موضوع سے متعلق اور مسئلہ کے حل کے لئے معاون ہوتا ہے، چنانچہ کتاب البیع کا آغاز ارشاد باری: ﴿ياأيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ (سورۃ النساء:۲۹) سے کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بیع کا تذکرہ کئی جگہوں پر موجود ہے جو بیع کے مباح اور جائز ہونے پر دال ہے، نیز اللہ تعالی نے بیع کی حلت کو دو سبب پر موقوف رکھا ہے: (۱) ہر وہ بیع جس میں عاقدین کی آپسی رضامندی ہو (۲) وہ تمام بیوع جائز ہیں جن کی حرمت اور ممانعت آپ ﷺ سے منقول نہ ہو، جس کی تفصیل کے لئے کتاب الام (۶/۶، ۷) کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(۲) احادیث نبویہ وآثار صحابہ سے استدلال:

جب کسی مسئلہ کی دلیل نص قرآنی میں نہیں ملی تو احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں اور ایسی روایات پیش کرتے ہیں جو متن اور رواۃ کے اعتبار سے صحیح ہو، پھر اس حدیث کی فقہی اعتبار سے تسہیل کر کے اس سے فقہی احکام ومسائل کا استنباط کرتے ہیں، نیز اس موضوع کے متعلق جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہیں ان سے کسی معارض حدیث کو پیش کر کے مؤدب اور مہذب طریقہ سے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں جس کی بنیاد پر انھوں نے معارض حدیث کو ترک کیا ہے، اور ترک کے اسباب کو بھی بیان کرتے ہیں اس کا بہتر نمونہ آپ کو "الهدية للوالي بسبب الولاية" اس عنوان کے تحت کتاب الام (۳/ ۲۱۳) میں دیکھنے مل سکتا ہے۔

(۳) نصوص کے سمجھنے میں لغت عرب پر اعتماد:

نصوص شرعیہ واحکام کے استنباط میں عربی زبان پر مہارت فقیہ کو صحیح نتیجہ تک پہنچانے میں معاون ہوگی، کیونکہ عربی زبان سے ناواقفیت الفاظ کے معانی کی وسعت کے سمجھنے میں بڑی رکاوٹ اور دشواری کا سبب ہے، شیخ دکتور عبدالوھاب ابراہیم نقل کرتے ہیں: "لاغرو أن يعتمد الإمام الشافعي في المقام الأول لاستنباط الأحكام الشرعية من الكتب والسنة على اللغة

العربية اعتمادا كليا" کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کتاب وسنت سے احکام کے استنباط کے لئے عربی لغت پر کامل اعتماد کرنے کے اعتبار سے امام شافعی کو پہلا مقام حاصل تھا (منھجیۃ الامام محمد بن ادریس الشافعی: ۴۸) مثلا اللہ تعالی کا فرمان: ﴿احل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم﴾ (المائدہ: ۹۶) میں "بحر" کے متعلق امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ اس کا اطلاق میٹھے پانی پر بھی ہوگا اور محرم کے لئے نمکین اور کھارے پانی کی طرح میٹھے پانی کا شکار کرنا بھی جائز ہے۔ اور بطور استشہاد اللہ کے فرمان: ﴿وما يستوى البحران هذا عذب فرات وهذا ملح أجاج﴾ (فاطر: ۱۲) کو پیش کیا کہ اس آیت میں میٹھے پانی کے لئے بھی لفظ بحر کا استعمال ہوا ہے، اس سے پتہ چلا کہ میٹھے پانی کو لفظ بحر کہہ سکتے ہیں (کتاب الام ۵/ ۲۹۱)۔

(۴) اصولی قواعد کے ساتھ مسائل کی تطبیق:

امام شافعی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں اصول کو فقہ کے ساتھ تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، اور حکم شرعی کے استنباط میں قواعد اصولیہ سے بڑی مدد لی ہے، امام شافعیؒ کتاب وسنت سے دلائل کے بعد اخیر میں حکم شرعی کے استنباط میں قواعد اصولیہ سے مدد حاصل کرتے ہیں، جس سے قاعدہ اصولی کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے، اور فقہ اور اصول کا تلازم اور امتزاج ظاہر ہوتا ہے، کتاب الام کے مطالعہ سے ایک فقیہ کے سامنے اصل پر یا قاعدہ اصولیہ پر حکم کی بناء کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے، یہ منہج مثالی منہج ہے، جسے بعد میں ائمہ مجتہدین نے اختیار کیا ہے، اس کی تفصیل "باب ما جاء في أمر النكاح" کے تحت (کتاب الام ۱۰/ ۴۸۶) دیکھی جاسکتی ہے۔

معقول اور اس کے مظاہر سے استدلال:

جمیع محققین وفقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص محدود ہیں اور پیش آنے والے مسائل لامتناہی ہیں، اس لئے ہر مسئلہ کا حل کتاب وسنت سے ملنا مشکل ہے، اسی لئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "ليس كل العلم يوجد فيه كتاب وسنة نصا" کہ ہر علم ایسا نہیں ہے کہ

اس کے بارے میں کتاب وسنت سے صراحت موجود ہو (کتاب الام ۲۱/۱۳) اور جو حضرات ہر مسئلہ کا حل نص یعنی صراحت کے ساتھ قرآن وحدیث میں تلاش کرتے ہیں ان پر علماء نے سخت نکیر فرمائی اور ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا: "خرجوا عن زمرة من استن بالسلف واهتدى" (منہجیۃ الامام محمد بن ادریس الشافعی: ۵۳) کہ ایسے لوگ ان لوگوں کی جماعت سے نکل گئے جنھوں نے اپنے سلف کے طریق کو اختیار کیا اور راہ یاب ہوئے، اس لئے جن مسائل کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع سے کوئی حکم موجود نہ ہو تو قیاس اور اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسے مسائل کے سلسلہ میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں حکم دوں گا "بأن يؤخذ قياسا على كتاب أو سنة" کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق قیاس کرلے، اور آپؒ نے اپنی اس کتاب میں اس طرز کو متعدد موقعوں پر اپنایا ہے، اس کی ایک مثال کہ آپ ﷺ نے فرمایا "إذا أصاب ثوب إحداكن الدم من الحيضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه" کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ اس کو کھرچ دے پھر اسے پانی سے دھوکر اس میں نماز پڑھ لے (بخاری: باب غسل دم المحیض: ۳۰۷) اس حدیث میں غسل دم کی تعداد کی تعیین نہیں ہے لیکن چونکہ اللہ تعالی کے قول ﴿فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق﴾ (المائدہ:٦) میں غسل کا اطلاق ایک مرتبہ پر بھی ہوتا ہے، لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ دم حیض کو دھونا کافی ہے، نیز امام صاحب نے نص کی تقویت کے لئے عقل سے بھی استئناس اور تائید حاصل کی ہے، جیسے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "كنت أفرك المني من ثوب رسول الله ﷺ ثم يصلي فيه" کہ میں آپ ﷺ کے کپڑے سے منی کھرچتی تھی، پھر آپ ﷺ اس میں نماز ادا کرتے تھے (مسلم، باب حکم المنی: ۶۶۹) امام شافعیؒ نے فرمایا کہ انسانیت کی اصل طہارت ہے اور انسانی عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ انسانی تخلیق نجاست سے ہو (کتاب الام ۲۲۱/۱)۔

قواعد فقہیہ کے ذریعہ مسائل واحکام کا انضباط:

امام شافعیؒ عام طور پر کتاب الام میں باب کے اخیر میں قاعدہ فقہیہ یا کسی فقہی ضابطہ کو بیان

کرتے ہیں جو باب کے تمام مسائل اور فروع کا احاطہ کرلیتا ہے، قاعدہ کے بعد ان فروعات کو بیان کرتے ہیں جن پر یہ قاعدہ منطبق ہوتا ہے، ان قواعد اور ضوابط کی مثالیں بکثرت موجود ہیں، جیسے کہ باب الطہارۃ میں قرآنی آیات، احادیث وغیرہ کے بعد فقہی ضابطے "فكل الماء طهور مالم تخالطه نجاسة" اور "إنما النجس محرم" کو بیان کیا ہے (کتاب الام ۱/۸) اسی طرح قواعد فقہیہ "الرخص لا يتعدى بها مواضعها" اور "لا ينسب إلى سكوت قول قائل" "قد يرخص في الحرب ما يحظر في غيره" بیان کئے ہیں۔

ظاہراً متفق لیکن حکماً مختلف فیہ مسائل کا بیان:

امام شافعیؒ بسا اوقات دو مسئلوں کو ایک ہی ساتھ بیان کرتے ہیں جب کہ دونوں مسئلوں میں ظاہراً باہمی اتفاق نظر آتا ہے، لیکن موضوع اور حکم کے اعتبار سے دونوں کے مابین واضح فرق ہوتا ہے، ایسے مسائل کو بیان کرکے ان کے مابین فرق کو بالکل واضح کردیتے ہیں، ایسے مسائل کی وضاحت باب ماجاء في الحدود، في الفرق بين الشهادة في الحدود وبين المشاتمة التي يعزر بسببها کے مطالعہ سے ہوسکتی ہے (کتاب الام ۱۳/ ۳۹۰)۔

اختلافی مسائل میں امام شافعی کا منہج:

اگر اختلاف جزئی ہو تو عموماً موضوع واستدلال کے بیان کے بعد براہ راست اختلاف ذکر کرتے ہیں اور اپنے اجتہاد کے نتیجہ میں جس حل تک پہنچا ہوا ہے اس کو ذکر کردیتے ہیں، اس کے علاوہ ہر بنیادی موضوع کے بعد ایک مستقل باب باندھتے ہیں اس میں اختلاف کو پوری وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور استدلال ومناقشہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، اس موضوع کو سمجھنے کے لئے "الخلاف في نكاح الأولياء والسنة في النكاح" کا باب پڑھنا مفید ہوگا (کتاب الام ۱۱/ ۷۵)۔

اختلاف ذکر کرتے وقت ادب واحترام کا لحاظ:

امام شافعیؒ اپنے مخالفین کے آراء کو پورے انصاف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، ان کے

استدلالات اور آراء کو بیان کرتے وقت امانت علمی کا پورا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، نیز کینہ وحسد یا نامناسب عبارتوں کے استعمال سے گریز کرتے ہیں، اورحوار کی شکل میں ان کے اختلافات کا جواب دینے میں سخت کلامی سے حد درجہ احتیاط برتتے ہیں اور اپنے مخالفین پر الزام تراشی کرنے والوں اور سخت کلامی اپنانے پر نکیر فرماتے تھے۔

مذکورہ سطور سے کتاب الام کی خصوصیات وکمالات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، یقیناً اس کتاب کے قاری کو صرف فقہی ذوق ہی حاصل نہ ہوگا بل کہ اسے مسائل کے استنباط واستخراج کا ملکہ بھی پیدا ہوگا، الغرض یہ کتاب دیگر کتب فقہ کے مقابلہ میں نمایاں اور ممتاز ہے۔

کتاب الام کی تصنیف کے بارے میں ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب الام امام شافعی کی اہم تصنیفات میں ایک ہے جس کے اکثر حصہ کو خود امام شافعیؒ نے بذات خود اپنے قلم سے لکھا، چنانچہ کئی مقامات پر امام شافعی کے کلام سے اس کی صراحت ملتی ہے، باب الزکاۃ الحلی میں فرماتے ہیں: ''**وقد كتبت نماء الماشية في الماشية**'' (کتاب الام ۳/ ۱۰۷)، اسی طرح باب الذکاۃ فی المقدور علی ذکاتہ میں فرماتے ہیں: ''**وقد كتبت ذلک في غير هذا الموضع**'' (کتاب الام ۳/ ۶۱۵)، نیز باب السلف والمراد بہ السلم میں فرماتے ہیں: ''**وما كتبت من الآثار بعد ماكتبت من القرآن والسنة والإجماع**'' (کتاب الام ۴/ ۱۸۷) اور بعض حصہ کو اپنے شاگرد امام ربیعؒ کو املا کروایا، چنانچہ علماء فرماتے ہیں: ''**أنه من تأليف الامام الشافعي نفسه فقد صنف الإمام الشافعي معظم هذا الكتاب بنفسه وأملى بعضه املاء**'' کتاب الام امام شافعی کی تالیفات میں سے ہے، جس کے اکثر حصہ کو خود امام شافعی نے تصنیف کیا اور بعض حصہ کو املاء کروایا (التقریرات السدیدہ للشیخ حسن الکاف) اسی طرح محقق ام رفعت فوزی نقل کرتے ہیں: ''**ولم يزل العلماء يعرفون أن الأم من تاليف الشافعي**'' کہ علماء کا اس بات پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ کتاب الام امام شافعی کی تالیفات میں سے ہے (الام ۱/ ۱۳) اور یہ بات ایسے تواتر کے ساتھ منقول ہوتے آئی ہے کہ کسی بھی زمانہ میں اس بات کی

ضرورت پیش نہیں آئی کہ اس کتاب کی نسبت کو امام شافعیؒ کے ساتھ دلائل کے ساتھ ثابت کی جائے، خود علامہ فخر الدین رازی جو کبار فقہاء شافعیہ میں سے ہیں انھوں نے اپنی کتاب ''مناقب الامام الشافعی'' میں امام شافعی کے متعلق اور ان کے فقہی جزئیات کے متعلق مختلف شبہات کا تذکرہ کیا ہے، لیکن کتاب الام کا امام شافعی کی تصنیف ہونے کے سلسلہ میں کسی بھی قسم کا اشکال یا شبہ نہیں کیا۔

لیکن سب سے پہلے کتاب الام کی تصنیف کے سلسلہ میں شیخ ابو طالب مکی کو (جن کی وفات ۳۸۶ھ ہے) غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے یہ بات بیان کی کہ یہ کتاب امام شافعی کی نہیں بلکہ امام بویطیؒ کی تصنیف کردہ ہے وہ اپنی تصوف کے موضوع پر لکھی ہوئی کتاب ''قوت القلوب'' میں لکھتے ہیں ''اخمل البويطیؒ نفسه واعتزل عن الناس بالبويطه من سواد مصر وصنف كتاب الأم الذى ينسب الآن إلى الربيع ويعرف به وإنما هو جمع البويطى ولم يذكر نفسه فيه وأخرجه إلى الربيع فزاد فيه وأظهره وسمعه الناس منه'' کہ بویطی نے اپنے آپ کو گمنام کیا اور لوگوں سے الگ ہو کر مصر کے ایک شہر بویطہ میں مقیم ہو گئے اور کتاب الام کی تصنیف کا کام کیا جو اس وقت ربیع کی طرف منسوب ہے جب کہ اس کو بویطی نے جمع کیا ہے اور اپنا نام ظاہر نہ کرتے ہوئے اس کتاب کو ربیع کے حوالہ کر دیا پھر امام ربیع نے اس میں کچھ اضافہ کے ساتھ اس کو مشہور کیا اور لوگوں نے انھیں سے اس کتاب کو سنا ہے (قوت القلوب: ۱۳۵-۱۳۶) اس کے بعد اسی بات کو امام غزالی نے (وفات ۵۰۵ھ) اس طرح نقل کیا ہے: ''وآثر البويطى الزهد والخمول ولم يعجبه الجمع والجلوس فى الحلقة واشتغل بالعبادة وصنف كتاب الأم الذى نسب الآن إلى الربيع بن سليمان ويعرف به وإنما صنفه البويطى ولكن لم يذكر نفسه ولم ينسبه إلى نفسه فزاد الربيع وتصرف وأظهره'' کہ بویطی نے زہد اور تنہائی کو ترجیح دی اور انھیں مجمع میں اور حلقہ میں شرکت پسند نہیں تھی، آپ عبادت میں مشغول ہوئے اور کتاب الام تصنیف فرمائی، اور وہ کتاب امام ربیع کی طرف منسوب ہوئی، بویطی نے باوجود اپنی تصنیف کے اپنا نام ظاہر نہیں کیا بل کہ اس میں امام ربیع نے کچھ اضافہ کیا اور اس کو شہور کیا (احیاء العلوم ۱۸۸/۲) امام غزالیؒ نے

اس بات کوقوت القلوب پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا ہے، اس لئے کہ امام غزالیؒ کا زمانہ ابوطالب مکی کے زمانہ کے بعد کا ہے، اور امام غزالی کے اس نقل پر تعجب نہیں لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ امام غزالی نے اتنے بڑے شبہ کے بارے میں اپنی فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں کہیں پر بھی اس سلسلہ میں کوئی کلام نہیں کیا، اور ممکن ہے کہ امام غزالی نے اس بات کو اس لئے نقل کیا ہو کہ بویطی کا اخلاص ظاہر ہو کہ اس کتاب کو لکھ کر بھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔

ان دو حضرات کے علاوہ تقریبا گیارہ سو سال تک اس دنیا میں جتنے بڑے علماء وفقہاء گذرے کسی نے بھی ابوطالب مکی کی بات کی طرف توجہ نہیں دی جب کہ ایک دور میں ایسے متعصب علماء وفقہاء بھی گذرے ہیں جس دور میں ایک دوسرے پر طعن وتشنیع اور افترا و بہتان سے بھی گریز نہیں کیا جاتا تھا، جیسے کہ خود بعض علماء حنفیہ ومالکیہ کو امام شافعی کے قریشی ہونے پر بڑا اشکال رہا ہے، لیکن اس کے باوجود کسی نے بھی کتاب الام کے امام شافعی کی تصنیف کے بارے شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا، ایک طویل مدت گذرنے کے بعد دکتور زکی مبارک نے ۱۹۳۴ھ کے زمانہ میں قاہرہ میں ایک کتاب "**اصلاح أشنع خطا فی تاریخ التشریع الإسلامی**" کے نام سے لکھی، اور اس کے اندر لکھا "**کتاب الأم لم یؤلفه الشافعی وإنما ألفه البویطی وتصرف فیه الربیع بن سلیمان**" کہ کتاب الام امام شافعی کی تالیف کردہ نہیں ہے بل کہ امام بویطیؒ کی تالیف کردہ ہے اور امام ربیع بن سلیمان نے اس میں ترمیم واضافہ کیا ہے۔

اس شبہ کی دلیل:

۱- ابوطالب مکی اور ان سے ناقل زکی مبارک کے نزدیک اس بات کی بنیاد غالبا کتاب الام میں **أخبرنا الشافعی** اور **قال الشافعی** کے جملہ ہیں کہ اگر امام شافعی کی تصنیف ہوتی تو اس طرح کے جملوں کی کیا ضرورت ہے لہذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب امام شافعی کی نہیں ہے۔

۲- کتاب الام کو امام شافعی کے انتقال بعد لکھا گیا ہے کہ اس کے شروع میں مقدمہ نہیں ہے، اگر کتاب الام خود امام شافعی کی ہوتی تو اس کے شروع میں مقدمہ ضرور ہوتا۔

دلیل کا جواب:

زکی مبارک کے ان غلط دلائل کی بنیاد پر کئے جانے والے دعوی نے بڑے بڑے علماء کو اس بات پر مجبور کیا کہ محقق اور مدلل انداز میں اس کا رد کیا جائے چنانچہ اس کے رد میں استاذ احمد محمد شاکر کتاب الرسالہ کے مقدمہ میں، علامہ محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب "الشافعي حياته وعصره" میں استاذ سید احمد صقر نے حافظ ابوبکر بیہقی کی کتاب "مناقب شافعي" کے مقدمہ میں، دکتور احمد نحراوی عبدالسلام نے "الامام الشافعي في مذهبيه القديم والجديد" میں اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات نے قلم اٹھایا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ امام شافعیؒ نے کتاب الام کے بعض حصہ کو اپنے شاگرد امام ربیع کو املا کرایا ہے، اور امام ربیع نے امام شافعی کے انتقال کے بعد کتاب الام کو ترتیب دی ہے، لہذا جو مسائل املاء سے متعلق ہیں ان کو امام ربیع نے اخبرنا الشافعی اور قال الشافعی سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ دکتور اکرم یوسف عمر القواسمی نقل کرتے ہیں: "إن كتاب الأم شأنه شأن بقية مصنفات الإمام الشافعي، كتب القسم الأكبر منه بقلمه وهو ما قرأه عليه تلاميذه فأجازهم به وهذا ما يفهم من قول الربيع المرادي في بداية كل باب أو مسألة أو فقره: أخبرنا الشافعي أو قال الشافعي، أما ما أخذه الربيع المرادي عن الإمام الشافعي إملاء فينص عليه" کتاب الام کی شان امام شافعی کی تمام تصنیفات میں نمایاں اور ممتاز ہے، جس کے اکثر حصہ کو امام شافعی نے اپنے قلم سے لکھا اور جو حصہ امام شافعی کے تلامذہ نے آپ کے سامنے پڑھا اور آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس کو امام ربیع نے بہت سی جگہوں پر باب، فقرہ اور مسئلہ کے شروع میں أخبرنا الشافعي أو قال الشافعي کے عنوان کے ساتھ ذکر کیا ہے، لہذا امام ربیع نے جو حصہ املا کے ذریعہ حاصل کیا ہے اس کی صراحت کر دی (المدخل الی مذہب الامام الشافعی: ۲۲۳) یہاں تک کہ امام ربیع نے بغیر سنے ہوئے امام شافعیؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر و نسخہ سے جو باتیں لی ہیں ان کی بھی صراحت کر دی ہے، چنانچہ کتاب الوصایا کے شروع میں فرماتے ہیں: "كتبنا هذا الكتاب من نسخة الشافعي من خطه

بیده ولم نسمعه منه" کہ اس کتاب کو ہم نے امام شافعی کے اس نسخہ سے لکھا ہے جس کو امام شافعی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے (الام ۵ / ۱۸۷) اسی طرح امام ربیع "باب الوصیۃ للرجل وقبولہ وردہ" کے ضمن میں ایک مسئلہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "لم یکن فی کتاب الشافعی من هذه المسألة غیر هذا بقی فی المسئالة الجواب" کہ امام شافعی کی کتاب میں اس مسئلہ کے سلسلہ میں اس کے سوا کچھ نہیں، لہذا جواب تو باقی رہ گیا (الام: ۲۰۸) اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی نے باقاعدہ کتاب الام کی تصنیف فرمائی تھی جس کو بعد میں امام ربیع وغیرہ نے ترتیب دیا ہے

☆ کتاب الام سے پہلے امام شافعیؒ نے بطور مقدمہ کے اصول میں الرسالہ لکھی پھر اصول کو سامنے رکھتے ہوئے فروع میں کتاب الام کو تصنیف فرمایا، اور کتاب کے شروع میں مقدمہ نہ ہونے سے اس کتاب کی نسبت صاحب کتاب کی طرف نہ کی جائے تو پھر بخاری شریف کی نسبت بھی امام بخاری کی طرف کرنا محال ہوگا۔

☆ ابوطالب مکی کے ظاہری کلام کے مطابق یہ کتاب امام بویطی کی ہے اور ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب ہے، جب اس کتاب کو امام بویطی نے تالیف کی ہے تو پھر انھیں اپنا نام ظاہر کرنے سے کیا چیز مانع تھی جب کہ دیگر تالیفات میں انھوں نے اپنا نام مخفی نہیں رکھا جیسے مختصر الکبیر اور مختصر الصغیر، لہذا اس میں ایک قسم کا تناقض پایا جارہا ہے۔

☆ اگر امام بویطیؒ نے اپنا نام مخفی نہ رکھا ہو بل کہ خود امام ربیع ان کی کتاب کو اپنی طرف منسوب کررہے ہیں تو امام ربیع کا جھوٹا اور مدلس ہونا لازم آئے گا جب کہ ان کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

☆ اگر یہ کتاب امام ربیع کے نام سے مشہور ہوتی اور انھیں کی طرف منسوب ہوتی تو کتاب الام میں کئی مقامات پر اپنے نام کے اظہار کے ساتھ بعض مسائل کو بیان کرنے کی ضرورت کیوں کر پیش آتی، چنانچہ کتاب المکاتب میں مسالة الجنایة علی المکاتب کے ضمن میں فرماتے ہیں: "قال الربیع: وفیها قول آخر" اور کتاب الأقضیة میں "مسألة علاقة ثبوت

النسب باستحقاق الميراث" کے ضمن میں نقل کرتے ہیں: "قال أبو محمد الربیع" اور اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر اپنے نام کے ساتھ امام شافعی کے کلام کے دوران اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

☆ کتاب الام میں امام ربیع نے کئی مقامات پر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں نے پوری کتاب امام شافعی سے سنی ہے، اور جن مسائل کو سننے کے بعد دوبارہ امام شافعی کے سامنے پیش نہیں کیا یا براہ راست سننے میں شک ہو لیکن اس چیز کو انھوں نے امام شافعی ہی سے حاصل کیا ہے اس کی بھی وضاحت کردی ہے چنانچہ کتاب الزکوۃ میں فرماتے ہیں "أنه سمع الکتاب کله من الشافعی ثم قال: إلا أنني لم أعارض من ههنا إلى آخره" (کتاب الام ۳/۱۵۸) کتاب الاقضیہ میں فرماتے ہیں: "أنا أشک فی سماعی من ههنا إلى آخر الإقرار ولکنی أعرفه من کلام الشافعی" (کتاب الام ۷/۲۳۵)۔

☆ بعض مقامات پر امام ربیعؒ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اگرچہ ان مقامات کی تعداد کافی کم ہے جیسے کہ کتاب الاقضیہ میں "مسالة علاقة ثبوت النسب باستحقاق المیراث" کے ضمن میں فرماتے ہیں: "قال أبومحمد الربیع: لا یثبت نسبه ولا یأخذ من المیراث شیئا" اس طرح کی مثالوں کی بناء پر بعض حضرات نے لکھا ہے کہ کتاب الام میں کچھ حصہ آپ کے تلامیذہ بویطی یا ربیع کے اضافہ کردہ ہیں جو آپ ہی کے درسی افادات پر مبنی ہیں جیسے کہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس طرح کی بات کو اپنی کتاب "فقہ اسلامی تدوین وتعارف" (ص: ۲۶۳) پر تحریر کیا ہے، لیکن آپ کے ان شاگردوں کی بعض تعلیقات اور تعقیبات سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ کتاب امام شافعی کی نہیں ہے جیسے کہ صرف ان تعلیقات کو بنیاد بنا کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب امام ربیع یا بویطی کی ہے (منھجیۃ الامام محمد بن ادریس الشافعی: ۲۴)۔

☆ ان سارے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل ابوطالب مکی کے قول کہ (امام بویطی نے اس کو جمع کیا ہے) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ امام بویطی اور امام ربیع نے امام شافعی کی وفات کے

بعد اس کو ترتیب دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ رفعت فوزی محقق کتاب الام اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کے بعد نقل کرتے ہیں: "وعلى كل حال، فالأم من كلام الشافعي كتاباته وإملائاته وليس هو من كلام الربيع ولا من وضع البويطي" کہ ہر حال میں یہ ماننا ہوگا کہ کتاب الام امام شافعی کی ہے یہ نہ امام ربیع کا کلام ہے اور نہ بویطی کی وضع کردہ ہے (الرسالۃ مع کتاب الام ۱/۱۶)۔

کتاب الام میں احادیث کی تعداد:

امام شافعیؒ نے اس کتاب میں تقریباً چار ہزار احادیث، آثار اور مسندات کو جمع کیا ہے جو کسی بھی فقہی کتاب کے لئے باعث افتخار و کمال ہے۔

کتاب الام کے مشمولات:

حافظ ابو بکر بیہقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کتاب الام تقریباً ایک سو چالیس سے زیادہ فقہی کتب پر مشتمل ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "ثم عدد أسماء أبواب كتاب الأم الفقهية متسلسلة، الطهارة ثم الصلاة ... فذلك مائة ونيف وأربعون كتابا" کہ کتاب الام کے فقہی ابواب کو شمار کیا گیا تو وہ ایک سو چالیس سے زیادہ کتب پر مشتمل ہیں (مناقب الشافعی ۱/۲۵۴) اور یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی نے توالی التاسیس میں نقل فرمائی ہے، لیکن اس وقت کتاب الام کا جو نسخہ پوری دنیا میں پایا جا رہا ہے وہ کتاب الام کے مشمولات کے علاوہ امام شافعی کی مختلف کتابوں پر مشتمل ہے، جن کی تعداد تقریباً دس ہے، موجودہ کتاب الام کے نسخہ میں (کتاب اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی، کتاب اختلاف علی وعبداللہ بن مسعود، کتاب اختلاف مالک والشافعی، کتاب جماع العلم، کتاب بیان فرائض اللہ، کتاب صفۃ نھی رسول اللہ ﷺ، کتاب ابطال الاستحسان، کتاب الرد علی محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب سیر الاوزاعی، اسی طرح الرسالہ اور کتاب اختلاف الحدیث یہ کتابیں کتاب الام کے مشمولات میں

سے نہیں ہیں بل کہ یہ امام شافعی کی مستقل تصنیفات ہیں، اس سلسلہ میں الدکتور اکرم یوسف عمر القواسمی فرماتے ہیں: "والاتفاق قديما وحديثا على عدم كتب الاختلافات وما اتصل بها وكتابى الرسالة واختلاف الحديث من مشمولات كتاب الأم وإن كان الجميع برواية الربيع لمرادى" کہ ہر زمانہ میں اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی اور اس سے متصل کتابیں اور رسالہ اور کتاب اختلاف الحدیث یہ کتاب الام کے مشمولات میں سے نہیں ہیں، اگر چہ یہ ساری کتابیں امام ربیع کی روایت کردہ ہیں (المدخل الی مذھب الشافعی: ۱۲۱) جب یہ ساری کتابیں آج الام کے ساتھ ہی شائع ہو رہی ہیں اس لئے یہ ساری کتابیں ام کی طرح امام شافعی کی ہیں۔

کتاب الأم کے موضوعات:

۱-فروع: امام شافعیؒ نے اس کتاب میں فروعی مسائل کا ایک سمندر جمع فرمایا ہے۔

۲-اصول: مختلف مقامات پر بہت سے اصول کو بیان فرمایا ہے۔

۳-فقہ المقارن: اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں امام شافعیؒ نے اپنے زمانہ کے فقہاء کی آراء کو بھی بیان کیا ہے، اور ساتھ ساتھ ان کے دلائل کو بھی بیان کیا ہے اور بسا اوقات ان آراء کو ام کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر پایا نہیں جاتا، اس اعتبار سے اس کتاب کو فقہ مقارن میں بڑی ممتاز کتاب مانی جاتی ہے۔

۴-احکام کی آیات اور اس کی تفسیر: احکام کو بیان کرنے سے پہلے ان کے متعلق آیات کو بیان کیا ہے۔

۵-احکام کی احادیث: امام شافعی نے احکام کے متعلق احادیث کو اپنی اپنی جگہ بیان کیا ہے۔

کتاب الام کی ترتیب:

کتاب الام کو امام شافعی کے انتقال کے بعد ان کے تلامذہ امام ربیع اور امام بویطی نے اس

کومرتب کیا، فی الحال جوام کی ترتیب ہمارے سامنے ہے اس کے مرتب حافظ سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی ہیں جن کا انتقال ۸۰۵ھ میں ہوا۔

کتاب الأم کے مخطوطات:

میرے سامنے کتاب الأم کا جو محقق نسخہ موجود ہے، اس کے محقق کے مطابق کتاب الأم کے چھ مخطوطات پائے گئے ہیں:

(۱) نسخة أحمد الثالث بتركيا:

(۲) نسخة المحمودية بالمدينة المنورة:

(۳) نسخة تشستر بيتي بايرلندا:

(۴) نسخة تشستر بيتي الثانية:

(۵) مجموعة الظاهرية بدمشق:

(۶) نسخة مكتبة الحرم المكي الشريف:

عہد قدیم اور عہد حاضر میں کتاب الام پر کیا گیا کام:

☆ تخریج احادیث الام: حافظ ابوبکر بیہقی نے کتاب الام کی احادیث کی تخریج کا ایک عظیم کام انجام دیا، جو دو نسخوں میں پایا جاتا ہے۔

☆ مرویات الامام الشافعی فی کتاب الام: محمد زین الدین سعید نے دار العلوم قاہرہ کے سندی مقالہ میں کتاب الام کے شروع سے کتاب البیوع کے ابتدائی ابواب تک کے مرویات کو جمع کیا ہے۔

☆ القواعد والضوابط الفقھیۃ فی کتاب الام۔ عبدالوھاب احمد خلیل نے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ (ریاض) کے سندی مقالہ میں کتاب الام میں مذکور قواعد وضوابط فقہیہ کو ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے۔

☆ وصل مرسلات الامام الشافعی فی کتاب الام۔ احمد عواد جمعۃ الکبیسی نے کتاب میں موجود

احادیث مرسلہ کو جامعہ بغداد کے سندی مقالہ میں جمع کیا ہے جن کی تعداد تقریبا ۱۶۴ ہے (المدخل الی مذھب الامام الشافعی:۲۵-۲۲۷)۔

کتاب الأم کے طبعات:

کتاب الام کو اب تک پانچ مرتبہ طبع کیا جا چکا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) طبعه بولاق: کی طرف سے کتاب الام ۱۳۲۱ھ میں طبع کی گی۔

(۲) طبعة الدار العلميه: کی طرف سے طبعہ بولاق کے بعد بہتر اور جدید انداز میں اس کو شائع کی گئی۔

(۳) طبعة دار الوفاء: کی طرف سے گیارہ جلدوں میں دکتور رفعت فوزی کی تحقیق کے ساتھ اور اچھے وخوبصورت انداز میں طبع کی گئی۔

(۴) طبعة دار المعرفة: بیروت سے ۱۳۹۳ھ میں شیخ محمد زھری النجار کی تعلیق کے ساتھ منظر عام پر لائی گئی۔

(۵) طبعة دار الكتب العلمية: بیروت سے ۱۴۱۳ھ میں شیخ محمود کی تحقیق کے ساتھ آٹھ جلدوں میں کتاب الام پیش کی گئی۔

(۶) بيت الأفكار الدولية: یہاں سے پوری کتاب الام ایک ہی جلد میں شائع ہوئی ہے جس پر حسان عبد المنان کی تعلیق ہے۔

(۷) دار قتيبيه بيروت: یہاں ۱۹۹۶ء میں پندرہ جلدوں میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے جس پر دکتور احمد بدر الدین حسون کی تحقیق ہے۔

احکام القرآن للشافعی - ایک تعارف

مولانا عبدالسلام ندوی بھٹکلی ☆

احکام القرآن:

قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر جو فقہی احکامات پر مشتمل ہو، اس کو بعض علماء کرام نے الگ سے مرتب کیا ہے، اس طرح کی تفاسیر کو عام طور پر احکام القرآن کہا جاتا ہے، بعض حضرات اس طرح کے تفسیری منہج کو ''التفسیر الفقہی'' بھی کہتے ہیں، اس میں ائمہ اربعہ کے نقطہائے نظر کو سامنے رکھ کر بھی کتابیں تالیف کی گئیں ہیں (۱)۔

چند مشہور کتابیں:

احکام القرآن کے موضوع پر مختلف علماء نے کتابیں تحریر فرمائی ہیں، لیکن تمام کتابیں متداول و مطبوع نہیں ہیں، اس موضوع کی چند مشہور کتابوں میں (۱) احکام القرآن للامام الشافعی م ۲۰۴ھ، (۲) احکام القرآن للشیخ ابی الحسن علی بن حجر السعدی م ۲۴۴ھ، (۳) احکام القرآن للامام ابی بکر احمد بن علی المعروف بالجصاص الرازی الحنفی م ۳۷۰ھ، (۴) احکام القرآن للامام ابی الحسن علی بن محمد المعروف بالکیاالہراسی الشافعی البغدادی م ۵۰۴ھ زمیل حجۃ الاسلام الامام ابی حامد الغزالی صاحب احیاء علوم الدین، (۵) احکام القرآن للقاضی ابی بکر بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی م ۵۴۳ھ، (۶) الاکلیل فی استنباط التنزیل للعلامۃ جلال الدین السیوطی م ۹۱۱ھ، (۷) التفسیر الاحمدیہ

☆ استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

للشیخ احمد الجونفوری الحنفی المعروف بملا جیون، (۸) نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام للنواب صدیق حسن خان القنوجی، (۹) روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام للشیخ محمد علی الصابونی الحنفی، (۱۰) احکام القرآن لبعض تلامذۃ الشیخ أشرف علی التھانوی (۲) وغیرہ شمار کی جاتی ہیں۔

احکام القرآن للامام الشافعی کن کی ہے؟

امام شافعی کو بہت سے موضوعات پر سب سے پہلے قلم اٹھانے کا شرف حاصل رہا ہے، اور امام شافعی کی بعض کتابوں کو اس موضوع کی سب سے پہلی کتاب قرار دیا گیا ہے، احکام القرآن کے موضوع پر بھی صاحب کشف الظنون اور اس سے پہلے امام بیہقی نے امام شافعی کی کتاب ''احکام القرآن'' کو سب سے پہلی تصنیف قرار دیا ہے۔

صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں: ''**احکام القرآن للامام المجتهد محمد بن ادریس الشافعی المتوفی بمصر ۲۰۴ھ وهو أول من صنف فیه**''۔

لیکن اب جو کتاب ''احکام القرآن'' کے نام سے امام شافعیؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ امام صاحب کی ذاتی تصنیف نہیں ہے بلکہ فقہ شافعی کے بہت بڑے امام اور اپنے زمانہ کے مشہور محدث وصاحب تصانیف عالم امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی المعروف بامام البیہقی (م ۴۵۸ھ) کی تالیف کردہ ہے جس کو انہوں نے امام شافعی کی کتابوں اور ان کے تلامذہ وغیرہ کی کتابوں اور اقوال سے جمع کر کے مرتب کیا ہے اب ''احکام القرآن للشافعی'' سے مراد یہی کتاب ہوئی جو مطبوع ومتداول بھی ہے (۳)۔

امام شافعی اور قرآن:

امام شافعیؒ نسلاً عربی الاصل اور قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے، عربی آپ کی مادری زبان اور پھر عرب کے مختلف قبائل وبادیہ نشینوں سے ملاقات کر کے اس کے اشعار، محاورات اور محل استعمال سے خوب واقفیت حاصل کی حتی کہ لوگ آپ سے بعض قدیم شعراء کے اشعار درست کرتے تھے، آپ

کو عربی سے خاندانی کے علاوہ ایمانی تعلق بھی تھا، عربی کی اتنی تعلیم جس سے فرائض صحیح طریقے سے ادا کئے جا سکیں اس کو واجب قرار دیتے تھے خود بھی صاحب دیوان شاعر اور دوسروں کے اشعار بھی خوب یاد، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔

رمضان المبارک اور اس کے علاوہ دنوں میں بھی قرآن مجید خوب ختم کرتے رہتے تھے، امام صاحب کے شاگرد خاص اور خادم امام ربیع المؤذن فرماتے ہیں کہ عام طور پر جب بھی میں حضرت الامام کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ کو قرآن سامنے رکھے قرآنی احکامات کو تلاش کرتے پاتا۔

محدث مکہ امام سفیان بن عیینہؒ کے پاس اگر کوئی قرآن کی تفسیر یا کسی استفتاء کا جواب طلب کرنے آتا تو آپ اپنے اس نوجوان قریشی شاگرد محمد بن ادریس الشافعی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ اس نوجوان سے معلوم کریئے (۴)۔

امام شافعی جب قرآنی آیات کی تفسیر کرنا شروع کرتے تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے آپ کے سامنے ہی قرآن نازل ہوا (۵)۔

شیخ ابوحسان الزیادی فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی سے بڑھ کر قرآن مجید سے استنباط کرنے والا اور معانی کا استخراج کرنے والا نہیں پایا (۶)۔ آپ کے زمانے کے بعض معاصرین آپ کو ''اعلم الناس بمعانی القرآن'' کہتے تھے (۷)۔

قریبی دور کے ممتاز عالم فقیہ اور کئی کتابوں کے مصنف شیخ ابوزہرہؒ اپنی کتاب ''الشافعی..'' میں امام شافعیؒ کے قرآن مجید سے تعلق کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اگر امام شافعیؒ کی کتاب ''الرسالہ'' کا شروع سے اخیر تک مطالعہ کریں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ قرآن ہی وہ اصل محور ہے جس پر ان تمام علوم کا دارومدار ہے اور یہی اصول علم شریعت تک پہنچاتے ہیں اور قرآن ہی ان سب کا قطب امام اور قیامت تک کے لئے دلیل ہے۔

احکام القرآن کے مضامین:

احکام القرآن میں اصل تو وہ فقہی مباحث ہیں جو قرآنی آیات سے مستنبط ہیں یا ان کو قرآنی

آیات سے مدلل کیا گیا ہے، شروع میں اصولی موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے جس کا اصل میدان کتاب ''الرسالہ'' ہے، پہلی فصل میں قرآن مجید سے احکامات کے استنباط کرنے پر تحریض کی گئی ہے پھر اس کے بعد امام صاحب کے وہ خاص اصولی موضوعات ہیں جن کی توضیح وتفریع کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

یعنی عام وخاص، ناسخ ومنسوخ، خبر واحد سے استدلال اور ابطال استحسان وغیرہ پھر فقہی ابواب پر آپ کے اقوال آیات قرآنیہ کے ضمن میں جمع کئے گئے ہیں (۸)۔

اسلوب کتاب:

امام شافعیؒ ایک بہت بڑے ادیب، زبردست مناظر، اوراعلی درجہ کے قوت استدلال کے مالک تھے آپ کے اسلوب کا اصل رنگ دیکھنا ہوتو آپ کی دواہم کتابیں ''الرسالہ'' اور ''کتاب الام'' کا مطالعہ کرنا چاہئے، امام صاحب کے اسلوب اور طرز استدلال وغیرہ پر بھی الگ سے کتابیں لکھی گئی ہیں۔

احکام القرآن تو دراصل آپ کی اورآپ کے شاگردوں کی کتابوں سے ماخوذ ہے، اس لئے اس میں وہ مناظرانہ استدلالی اور تفصیلی اسلوب اوراپنی بات کو پوری طاقت سے پیش کرتے ہوئے فریق مخالف کے مستدلات کو کمزور کرنے کا انداز اس طریقہ کا نہیں ہے جو امام صاحب کی اصل کتابوں میں ملتا ہے۔ اس میں آپ نے قرآن کی آیت اوراس کی تفسیر میں واردشدہ احادیث، کبھی آیت کا شان نزول وپس منظر، کسی لفظ کے معنی کی تعیین میں کلام عرب اوراشعار عرب سے استدلال پیش کیا ہے جیسے "**أو لا مستم النساء**"میں آپ نے جو معنی مراد لئے ہیں اس کو احادیث، کلام عرب اور شعر عربی سے مستحکم کیا ہے(۹)، اسی طرح "**فولوا وجوهكم شطر المسجد الحرام**" کی تفسیر میں لفظ ''شطر'' کے معنی جہت کے لیے ہیں اوراس پر کلام عرب کے ساتھ ساتھ چار قدیم شعراء کے اشعار سے استدلال کیا ہے جس میں ''شطر'' کا لفظ جہت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے(۱۰)۔

اسی طرح امام بیہقی نے آپ کے شاگردوں کی کتابوں سے جہاں نقل کیا ہے وہاں اس نقل کی تصریح بھی کی ہے، ہمارے سامنے احکام القرآن للامام الشافعی کا جو نسخہ ہے وہ دار القلم بیروت

لبنان کا چھپا ہوا ہے، کتاب کے دو جز ایک ہی جلد میں ہیں، کتاب کا تعارف شیخ الاسلام علامہ زاہد الکوثریؒ کے قلم سے اور تعلیق وتقدیم الشیخ قاسم الشماعی الرفاعی کی ہے، کتاب کے شروع میں امام بیہقی جامع کتاب اور امام شافعیؒ دونوں کے مختصر حالات بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

حواشی:

۱- مقدمۃ الناشر علی احکام القرآن للکیا الہراسی م ۵۰۴ھ۔

۲- ملخص من کشف الظنون والفہرست لابن الندیم، مقدمۃ الشیخ زاہد الکوثری علی احکام القرآن للشافعی، مقدمۃ الشیخ تقی العثمانی علی احکام القرآن للتھانویؒ۔

۳- مقدمۃ الشیخ زاہد الکوثری علی احکام القرآن للشافعی طبع دار القلم بیروت لبنان ولمحات فی المکتبۃ والبحث للدکتور عجاج الخطیب فصل فی احکام القرآن ومقدمۃ الشیخ تقی العثمانی علی احکام القرآن للتھانوی۔

۴- توالی التأسیس لمعالی محمد بن ادریس للحافظ ابن حجر العسقلانی فی ذکر سفیان بن عیینہ۔

۵- مناقب الشافعی للامام البیہقی ۱/ ۲۸۵۔

۶- الامام الشافعی فقیہ السنۃ الاکبر لعبد الغنی الدقر / ۱۹۷۔

۷- ایضا / ۱۹۷۔

۸- تفصیل کے لئے دیکھئے احکام القرآن للشافعیؒ۔

۹- احکام القرآن للشافعی ۱/ ۶۱-۶۲۔

۱۰- ایضاً ۱/ ۸۵-۸۶۔

امام شافعیؒ بحیثیتِ محدث

مولانا عبیداللہ بن ابوبکر ندوی ☆

امام شافعیؒ کا شمار ائمہ اربعہ میں ہوتا ہے، آپ کے متبعین پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں، آپ ایک طرف فقیہ کی حیثیت سے مشہور ہیں تو دوسری طرف آپ احادیث کے امام بھی ہیں، آپ کی سوانح سے واقف شخص امام موصوف کو کبھی بھی خالص فقیہ کی حیثیت سے نہیں جانتا، بلکہ آپ کو ناصر الحدیث کی حیثیت سے بھی جانتا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ کو بچپن میں ہی حفظ قرآن کے بعد اس کا شوق پیدا ہوا کہ رسول اللہ (ﷺ) کی مبارک احادیث یاد کی جائیں، اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب 'مؤطا' ہر جگہ عام ہو چکی تھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دس سال کی عمر میں پوری مؤطا یاد کر لی تھی (توالی التاسیس: ۵۴)۔

مکہ مکرمہ میں آپ کا گھر شعب الخیف (شِعب گھاٹی کو کہتے ہیں، خیف منیٰ سے قریب ایک جگہ کا نام ہے، یہیں شاید امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر تھا، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کئی میل طے کر کے آپ مسجد حرام میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا کرتے تھے۔) میں تھا، وہیں سے آپ مسجد حرام میں آیا کرتے تھے، ابتدا میں کاغذ قلم کچھ نہیں تھا، شاید اس کی بھی سہولت نہ رہی ہوگی، جو سنتے یاد کرتے جاتے، بعد میں اس کا خیال آیا کہ تمام باتیں اگر لکھ کر محفوظ کر لی جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا، کاغذ میسر نہ تھا، اس لیے جہاں کہیں ہڈیاں ملتیں ان پر لکھ کر محفوظ کر لیتے، جب لکھی ہوئی چیزیں بہت ہو جاتیں تو ایک بہت بڑے مٹکے میں ان کو جمع کر دیتے، اس طرح کئی مٹکے جمع ہو گئے تھے (توالی

☆ بانی وناظم ضیاء ایجوکیشنل اینڈ چاریٹیبل ٹرسٹ کنڈلور۔

التأسیس:۵۴، حلیۃ الاولیاء:۹/۸۲) خود امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "فلما ختمت القرآن دخلت المسجد، فکنت أجالس العلماء وأحفظ الحدیث أو المسألة" (آداب الشافعی:۲۰) (جب میں نے قرآن کریم مکمل کیا تو مسجد حرام میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا، میں علماء کی مجالس میں بیٹھتا تھا، اور احادیث ومسائل یاد کرتا تھا)، یہ سلسلہ تقریباً پندرہ سال کی عمر تک جاری رہا، آپ نے اس عمر میں احادیث کے ذخیرہ کو محفوظ کرلیا تھا، ایک طرف آپ کو احادیث کا ذخیرہ یاد ہوگیا تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم حدیث کا ایسا ملکہ عطا کیا کہ آپ اس زمانہ کے تمام لوگوں پر غالب آگئے، یہی وجہ تھی کہ اسحاق بن راہویہ، ابن الاثیر جزری، ابن الصلاح، ابن ابی الدم، حافظ منذری، جیسے بڑے بڑے محدثین آپ کی حدیث پر پکڑ اور فہم حدیث کی صلاحیت سے متأثر ہوکر مذہب شافعی کے گرویدہ ہوگئے (المدخل الی مذہب الامام الشافعی: ۳۹۴-۳۹۵)۔

امام شافعیؒ کا جمع حدیث میں طریق کار:

امام شافعیؒ کے پاس حدیث کا جس قدر بہت بڑا خزانہ تھا اسی طرح امام شافعیؒ احادیث کے جمع کرنے میں صحیح احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کرتے، اور صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان فرق کرکے صحیح احادیث کو ہی اپنے دبستان حدیث میں جگہ دیتے، جس کے لئے پورا پورا دن سماع حدیث میں گذارتے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث کے حصول کا آپ پر ایسا غلبہ تھا کہ آپ اس کی حرص کی بناء پر عالی سند کو ترک کردیتے، بھلے ہی صحیح حدیث آپ کو اپنے سے کم عمر والے کے پاس ہی کیوں نہ ملے، آپ صحیح احادیث کو اپنے ہم عمر، اپنے سے بڑے اور اپنے سے کم عمر سب کے پاس سے حاصل کرتے، احمد بن سنان واسطیؒ فرماتے ہیں: "حدیث ابن عجلان أنه ﷺ رأى رجلا صلى في ناحية المسجد فقال: ارجع فصل فإنك لم تصل" امام شافعیؒ کو ابراہیم بن محمد کے واسطہ سے پہنچی تھی، لیکن یہ راوی سند میں خلط ملط سے کام لیتے تھے، اس لئے ان سے اس روایت کو امام موصوف نے نقل نہیں کیا، بلکہ اپنے سے کم عمر حسین الشغ عن یحیی بن سعید القطان کی سند سے نقل کیا، آپ کے اس طرز عمل سے آپ کے محدث ہونے کا ثبوت ملتا ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں: کوئی

بھی محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے سے بڑے، اور ہم عمر اور چھوٹے سے روایت نہ سیکھے، یہ بات امام شافعی کی زندگی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے (مقدمہ ثلاثیات الامام الشافعی:۶-۸)۔

امام ذہبیؒ امام شافعیؒ کے متعلق فرماتے ہیں:"إن الإمام الشافعیؒ عالم العصر ناصر الحديث، فقيه الملة" (کہ امام شافعیؒ زمانہ کے عالم، ناصر حدیث اور فقیہ ملت تھے) (الموسوعۃ الحرۃ:۹)
یہ بات امام شافعیؒ کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے بالکل سچائی پر مبنی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ امام صاحب نے جو زمانہ پایا ہے اس زمانہ میں حضرات محدثین اپنے فضل وکمال کے باوجود بحث ومباحثہ اور استدلال ومناظرہ کے میدان کے لوگ نہیں تھے، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں جب ہر طرف عقلی استدلال کا بازار گرم تھا اس وقت ایک ایسی قادر الکلام شخصیت کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس کی جارہی تھی، جو علم حدیث سے مکمل واقفیت کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کے کمالات سے آراستہ ہو، اعلی درجہ کی دینی بصیرت کے ساتھ ساتھ ذہانت وفطانت میں بھی یکتائے روزگار ہو، غضب کی استدلالی قوت رکھنے کے ساتھ سنت رسول ﷺ کیلئے آخری درجہ کی حمیت رکھتی ہو، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات میں اللہ رب العزت نے وہ تمام کمالات رکھ دئے تھے جو تجدید واحیاء دین کیلئے ضروری تھے، حضرات محدثین وفقہاء دونوں کو جس شخصیت کا انتظار تھا آپ کی شکل میں وہ شخصیت نمودار ہوئی، اور سارے عالم پر چھا گئی، معتزلہ کی عقلیت کی جہاں دھوم مچی ہوئی تھی اسی دارالخلافہ بغداد میں آپ کے قدم مبارک کیا پڑے کہ ایک انقلاب برپا ہوا، حد سے بڑھی ہوئی عقلیت پسندی کو آپ نے عقلی استدلال ہی کے ذریعہ سنت رسول کے قدموں پر ڈال دیا۔

دوسری طرف بغداد، بلکہ پورے عراق میں دینی مسائل کے حل کیلئے عقلی استدلال کا پہلو کچھ اس طرح غالب آرہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں احادیث سے استدلال کا ذوق کچھ کم ہوتا جارہا تھا، علمی حلقوں میں "قال رسول الله (ﷺ)" کی بہ نسبت "قال أصحابنا" (ہمارے حضرات نے فرمایا) کی گونج زیادہ سنائی دے رہی تھی، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی غیرت کو یہ کہاں گوارا ہوسکتا

تھا، بغداد کے پچاسوں علمی حلقوں میں آپ بنفیس نفیس تشریف لے گئے، اور ہر جگہ قال اللہ اور قال رسول اللہ کی صدا بلند کی، امام ابوثور نقل فرماتے ہیں کہ جب امام شافعیؒ عراق تشریف لائے تو میرے پاس حسین الکرابیسی آئے اور کہنے لگے: "قد ورد رجل من أصحاب الحديث يتفقه فقم بنا نسخر به" کہ اصحاب حدیث میں سے ایک شخص آیا ہے جو بڑا سمجھدار ہے، چلو ان سے بحث کر کے انھیں اپنے تابع کرلیں تو ہم امام شافعی کے پاس گئے یہاں تک ان کے پاس داخل ہونے کے بعد حسن نے ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو اس کے جواب میں وہ قال اللہ وقال رسول اللہ کے ذریعہ اپنی بات پیش کرتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے بدعت کو ترک کر کے ان کی اتباع شروع کی (حلیۃ الاولیاء ۹ر ۹۳)، یقیناً سنت رسول کی حمیت میں بلند کی ہوئی صدا وہ بھی امام شافعی جیسے نابغۂ روزگار شخصیت کی زبانی کیسے ممکن تھا کہ دل کی گہرائیوں تک نہ اترتی، ایک ایک کر کے سارے حلقے تحلیل ہوتے چلے گئے، صرف آپکا حلقہ رہ گیا، جو ان تمام حلقوں کا مجموعہ تھا، جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کی مبارک صداؤں سے گونجتا تھا (توالی التاسیس ۳)۔

امام شافعیؒ کے محدث ہونے پر شبہات اور اس کا رد:

امام شافعیؒ باوجود ایک بڑے محدث ہونے کے ان کے محدث ہونے پر چند شبہات پیش کئے جاتے ہیں، درج ذیل سطور میں ان شبہات اور ان کا رد بیان کیا جارہا ہے:

۱- حافظ بیہقیؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:

"أنتم أعلم بالحديث والرجال منى، فإذا كان الحديث صحيحا فأعلمونى كوفيا كان بصريا أو شامياً حتى اذهب إليه إذا كان صحيحا" (الانتقاء لابن عبدالبر: ۱۲۷) (تم لوگ حدیث کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو جب صحیح حدیث ملے تو مجھے ضرور مطلع کرنا، چاہے اس کی سند کوفی ہو یا بصری، چاہے شامی ہو جب حدیث صحیح ہوگی تو اس کو اختیار کروں گا)، اس کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کے پاس صحیح احادیث نہیں تھیں، بلکہ وہ احادیث کی تصحیح کے لئے دوسرے

محدثین کے محتاج تھے، لیکن علماء نے امام شافعی کے اس قول کے جو معنیٰ نقل کئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اصل امام شافعی حدیث کے باب میں کمزور نہیں تھے، بلکہ یہ بات امام موصوف نے تواضعاً کہی تھی، اور یہی طریق کبار محدثین کا رہا ہے، نہ کہ اس بات سے علم حدیث میں ان کے کمزور ہونے کا اقرار ہے، دوسری بات یہ تھی کہ امام احمد بن حنبل عراق کے بڑے محدث تھے اور وہ وہاں کے رواۃ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے، اس لئے ان سے کوفہ، بصرہ اور شام کا تذکرہ کیا مکہ اور مدینہ کا ذکر نہیں کیا کہ ان جگہوں کی احادیث کو امام صاحب نے جمع کر لی تھیں، تیسری بات یہ ہے کہ اصل امام شافعی اپنے اس قول سے امام احمد کو یہ بتلانا چاہ رہے تھے کہ مذہب کی بنیاد صحیح احادیث پر ہے، لہذا صحیح احادیث کو لازم پکڑو، اس کے علاوہ کوئی مقصود نہیں تھا (مسألة الاحتجاج بالشافعي فيما أسند اليه: ۲۷۔ ۳۷) بحوالہ مدخل ۱۳۶)۔

۲- یحیٰ بن معین یہ ائمہ جرح وتعدیل کے بہت بڑے امام ہیں جب ان سے امام شافعی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا "ليس بثقة" کہ وہ ثقہ نہیں ہیں، اس بات سے بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ امام شافعی محدث نہیں تھے، لیکن اس بات کی تردید یحیٰ بن معین کی ہی بات سے ہوتی ہے، امام زعفرانی فرماتے ہیں کہ میں یحیٰ بن معین کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ امام شافعیؒ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: "**دعنا لو كان الكذب له مطلقا لكانت مروءته تمنعه من الكذب**" کہ ہمیں چھوڑ دو، امام شافعیؒ کے لئے بالفرض مطلقا جھوٹ بولنا جائز ہوتا تب بھی ان کی مروءت ان کو جھوٹ بولنے سے مانع بنتی (مناقب الشافعی ۲/۲۴۹) اس سے پتہ چلا کہ جب وہ عام حالات میں جھوٹ نہیں بول سکتے تو حدیث کے معاملہ میں کیسے کذب سے کام لے سکتے ہیں، لہذا وہ ثقہ تھے، حافظ ابن عبد البر اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ بڑے علماء کی آپس میں اس طرح کی جو باتیں ہوتی ہیں ان کا اعتبار نہیں ہوتا، لہذا امام شافعیؒ کے بارے میں یحیی بن معین کا یہ قول غیر معتبر ہے (الانتقاء ۱۷۹)۔

۳- امام بخاریؒ و مسلمؒ نے صحیحین میں امام شافعیؒ کی سند سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں حضرات امام شافعیؒ کو حدیث کے باب میں ثقہ نہیں مان رہے ہیں، اس

کے باوجود امام شافعیؒ کو حدیث کے باب میں کیسے امام مانا جاسکتا ہے؟ اس شبہ کا جواب خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب ''مسألۃ الاحتجاج بالشافعی فیما اسند الیہ'' میں تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخین کو امام شافعیؒ کی سند کے مقابلہ میں اعلی سند سے روایتیں مل گئیں، اس لئے ان کی سند کو چھوڑ کر اعلی سند سے روایتیں نقل کی، جو کہ حدیث کے سلسلہ میں مطلوب بھی ہے، نیز امام بخاری ومسلم نے امام شافعیؒ کی روایات نہ لینے کے باوجود ہمیشہ بڑے احترام کے ساتھ امام موصوف کا نام لیا ہے اور ان دونوں کی طرف سے کسی بھی جگہ امام شافعی کے بارے میں جرح منقول نہیں ہے، دکتور اکرم یوسف عمر القواسمی ''المدخل الی مذہب الامام الشافعی'' (ص:۱۴۸) میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی ایک کتاب ''الانتفاع باُھب السباع'' میں امام شافعیؒ کا جو دفاع کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں اور محدثین کے نزدیک ان کی شان اور مرتبہ کو بیان کیا ہے اور ان کو ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا ہے، جیسے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اسی بات کو دلائل اور علماء کے اقوال کی روشنی میں نقل کیا ہے۔

اصحاب صحاح ستہ و دیگر محدثین کے نزدیک امام شافعیؒ کا مقام:

امام بخاریؒ نے گرچہ امام شافعیؒ کی سند سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے، لیکن دو جگہ پر تعلیقا امام شافعیؒ کے اقوال کو نقل کیا ہے، چنانچہ ''باب الرکاز الخمس'' میں امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں:
''**وقال مالک وابن ادریس: الرکاز دفن الجاهلیة، فی قلیله وکثیره الخمس**'' (بخاری:ص:۲۴۴) اور دوسری جگہ ''باب تفسیر العرایا'' میں نقل کرتے ہیں: ''**قال ابن ادریس: العریة لا تکون إلا بالکیل من التمر یدا بید ولا تکون بالجزاف**'' (بخاری:ص:۳۴۹)۔

امام ابوداؤدؒ نے دو جگہ امام شافعیؒ کی سند سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:
''**حدثنا الربیع بن سلیمان المؤذن أخبرنی الشافعی عن ابن عیینه عن ابی نجیح عن عطاء عن عائشة ان النبی ﷺ قال لها: طوافک بالبیت وبین الصفاوالمروة یکفیک لحجتک وعمرتک**'' (باب طواف القارن:۱۸۹۹، قال الالبانی صحیح)۔

اور دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں: ''**حدثنا ابن السراح ...... قالوا حدثنا محمد بن**

ادریس الشافعی حدثنی عمی محمد بن علی شافع عن عبداللہ بن علی بن السائب عن نافع بن عجیربن عبد یزید بن رکانة أن رکانة بن عبد یزید طلق امرأة سهیمة البتته" (باب فی البتۃ :۲۲۰۸، قال الالبانی: ضعیف) اسی طرح حدیث نمبر (۲۱۲ ۳ ۶) کے ضمن میں بھی امام ابوداود نے امام شافعیؒ کے قول کو نقل کیا ہے:

محمد بن یزید صاحب ابن ماجہ: نے بھی متعدد جگہوں پر امام شافعیؒ کی سند سے روایات نقل کی ہیں، چنانچہ وہ نقل کرتے ہیں:"حدثنا الربیع بن سلیمان وحرملة بن یحیٰ قال: اخبرنا محمد بن ادریس الشافعی قال: أنبأنا مالک بن أنس عمرو بن یحیٰ عن أبیه أنه قال لعبداللہ بن یزید: هل تستطیع أن ترینی کیف کان رسول اللہ ﷺ یتوضأ" (باب ماجاء فی مسح الرأس: ۴۳۴، قال الالبانی: صحیح)۔ دوسری جگہ نقل کرتے ہیں:"قال ابوالحسن بن سلمه: حدثنا احمد بن موسی بن معقل حدثنا ابوالیمان المصری قال: سألت الشافعی عن حدیث النبی ﷺ "یرش من بول الغلام ویغسل من بول الجاریة" (باب ماجاء فی بول الصبی: ۵۲۵، قال الالبانی: صحیح)۔

امام نسائی نے بھی امام شافعیؒ کی سند سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:"أخبرنا الربیع بن سلیمان صاحب الشافعیؒ قال: حدثنا ...... عن ابن عباس أن رسول اللہ ﷺ وقت لأهل المدینة ذالحلیفة" (باب میقات أهل الیمن: ۲۶۵۴)۔

ابن حبانؒ نے بعض روایتوں کو امام شافعیؒ کی سند سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "أخبرنا ابن خزیمة قال: حدثنا الربیع بن سلیمان عن الشافعی قال اخبرنا سفیان ...... قال: صلی بنا حذیفة علی دکان مرتفع الخ" (باب فرض المتابعۃ الامام: ۲۱۴۳)۔

امام ترمذی نے براہ راست امام شافعیؒ کی سند سے کوئی روایت نقل نہیں کی، البتہ ائمہ کے مابین اختلاف نقل کرتے وقت بڑے اہتمام سے اور سند کے ساتھ امام شافعیؒ کے اقوال کو نقل کرتے ہیں، تقریباً ۳۱۲ جگہوں پر امام شافعی کا نام لے کر ان کے اقوال اور آراء کو نقل کیا ہے۔

یہ چند مثالیں تھیں، ورنہ تقریباً تمام محدثین نے امام شافعیؒ کی سند سے روایتیں نقل کی ہیں، خصوصا امام بیہقیؒ نے تو اس کا بڑا اہتمام کیا ہے، جس سے امام موصوف کا حدیث میں مقام اور مرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔

امام شافعیؒ کی مرویات کا مجموعہ:

امام شافعیؒ کی مرویات آپ کی حیات میں باقاعدہ کسی کتابی شکل میں جمع نہ ہوسکی، البتہ بعد میں آپ کے شاگردوں نے آپ کی مرویات کو کتابی شکل میں جمع فرما کر محفوظ کر لیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مسند الامام الشافعی:

اس کتاب میں محدث کبیر ابوالعباس الاصم (جن کا انتقال ۳۴۶ میں ہوا) نے امام شافعی سے مروی احادیث اور آثار صحابہ کو جمع فرمایا ہے اور اس کا نام مسند الامام الشافعی رکھا، اس میں عام طور پر وہ روایات ہیں جن کو امام ربیع نے امام شافعی سے روایت کیا ہے، نیز اس کتاب میں امام شافعی کی مرویات کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ کتاب ''الام'' وغیرہ کتابوں سے بعض روایتوں کو شیخ ابوالعباس نے جمع فرمایا ہے اور اس کتاب کی ترتیب نہ فقہی ابواب پر ہے اور نہ مسانید صحابہ کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی روایات کئی جگہوں پر مکرر لائی گئی ہیں، لیکن بعد میں علامہ سندی نے اس کو مرتب کیا، اور علامہ یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی نے علامہ سندی کی ترتیب کے مطابق مسند امام شافعی کی احادیث کی بہترین فہرست تیار کی اور اس کا ایک مستقل نام ''فهرس احاديث مسند الامام الشافعي بترتيب المحدث البارع محمد عابد سندی'' رکھا، اس کتاب میں عبادات سے متعلق (۱۰۱۲) احادیث اور معاملات کے متعلق (۷۰۹) احادیث ہیں اس اعتبار سے (۱۷۲۱) احادیث ہوئی، اس کتاب میں (۱۱۹۰) مکررات ہیں اور مکررات کو حذف کر کے (۸۲۰) حدیث مسند و مرفوع اور (۱۲۰) مرسل، منقطع و معضل روایات ہیں۔

معرفۃ السنن والآثار:

اس کتاب میں حافظ ابوبکر بیہقی نے ان احادیث اور دلائل کو جمع کیا ہے جن سے امام شافعی نے کتب فقہیہ میں مسائل پر استدلال پیش کیا ہے، امام بیہقی ان روایات کو امام شافعی کی سند کے ساتھ بیان کرنے کے بعد اپنی سند کا بھی تذکرہ کرتے ہیں، اور ان احادیث کو فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع فرمایا ہے، اس کتاب میں امام شافعی کی مرویات کے ساتھ ان کے فقہی اجتہادات کے ادلہ اور احادیث کی تحقیق، کمزور احادیث کی صراحت اور ضعف کا سبب بھی مذکور ہے، اس کتاب پر استاذ سید کسروی حسن کی جامع تحقیق بھی ہے، اس کے علاوہ دکتور عبدالمعطی امین قلعجی نے تحقیقی کام کیا ہے۔

کتاب السنن:

مشہور محدث وفقیہ ابوجعفر طحاوی حنفیؒ نے امام شافعی سے مروی احادیث اور آثار صحابہ کو جمع فرمایا اور اس کا نام ''السنن المأثورۃ'' رکھا تھا جو بعد میں سنن شافعی سے مشہور ہوئی، اس کتاب اور مسند شافعی کی روایات تقریبا یکساں ہیں، لیکن راوی کا فرق ہے، غالبا یہی وجہ ہے کہ شیخ احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد ساعاتی نے ان دونوں کتابوں کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام ''بدائع المنن فی جمع وترتیب مسند الشافعی والسنن'' رکھا، پھر اس کی ایک شرح لکھی جس کا نام ''القول الحسن فی شرح بدائع المنن'' رکھا، نیز کتاب السنن پر دکتور عبدالمعطی کا تحقیقی کام بھی ممتاز ہے۔

ثلاثیات الامام الشافعی:

اس کتاب کے مولف شیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر ہیں، انھوں نے اس کتاب میں امام شافعیؒ کی ان مرویات کو جمع کیا ہے جو صرف تین واسطوں سے نبی کریم ﷺ تک پہنچ جاتی ہیں، جن کی کل تعداد ۳۰۸ مکرر اور ۳۰۴ غیر مکرر موجود ہیں جن میں نافع اور ابن عمر کے علاوہ آپ کے سولہ شیوخ کا الگ الگ واسطہ موجود ہے، صاحب کتاب اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ میں نے اس کتاب میں امام بیہقی کی ''معرفۃ السنن'' اور علامہ ابن الاثیر جزری کی ''الشافی شرح مسند الشافعی'' سے

تین راویوں کے واسطہ والی روایات کو ثلاثیات کے نام سے جمع کی ہیں، امام شافعی نے اپنے چودہ شیوخ کی صراحت کی ہے اور دو کو مبہم رکھا ہے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) ابراہیم بن سعید (۲) ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰ (۳) اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ (۴) سعید بن سالم القداح (۵) سفیان بن عیینہ (۶) عبداللہ بن مبارک (۷) عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم (۸) عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن ابی ملیکہ (۹) عبدالعزیز الدراوردی (۱۰) عبدالوھاب بن عبدالمجید الثقفی (۱۱) عطاف بن خالد (۱۲) القاسم بن عبداللہ بن عمر (۱۳) محمد بن علی بن شافع (۱۴) مالک بن انس (۱۵) الثقہ کے نام سے (۱۶) من لا اُتھم کے نام سے۔ ان تمام شیوخ میں سب سے زیادہ انس بن مالک سے ۱۶۴ روایات نقل کی ہیں، اس کے بعد سفیان بن عیینہ سے ۸۴ اور عبدالوھاب الثقفی سے ۲۰ اور یہ تینوں امام بخاری کے بھی شیوخ ہیں اور تمام کے تمام ثقہ ہیں (ثلاثیات الامام الشافعی: ۷۷-۷۹)۔

محدثین پر آپ کا احسان:

حضرات محدثین کے پاس علم حدیث کا ذخیرہ وافر مقدار میں موجود تھا، لیکن اس مبارک ذخیرے کو کس طرح استعمال کیا جائے اور اپنی بات کو احادیث کی روشنی میں کس طرح پیش کیا جائے، اس باب میں محدثین کرام کو وہ مہارت حاصل نہ تھی جس کی ان کو شدید ضرورت تھی، امام اہل السنۃ، یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرات محدثین پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قدم الشافعي فوضعنا على المحجة البيضاء" (توالی التأسیس ۸۳) شافعی کیا آئے کہ ہمیں ایک روشن شاہراہ پر ڈال گئے، علی بن معبد کہتے ہیں ہمیں حدیث کی پہچان نہیں تھی، یہاں تک کے شافعی تشریف لائے (توالی التأسیس ۹۵)۔

احمد ابن سنان تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے "لو لا الشافعي لاندرس العلم بالسنن"، شافعی نہ ہوتے تو سنتوں کا علم مٹ جاتا (توالی التأسیس ۹۶) امام زعفرانی فرماتے ہیں: "كان أصحاب الحديث رقوداً حتى أيقظهم الشافعي" اصحاب حدیث تو سوئے ہوئے تھے، امام شافعی نے ان کو بیدار کیا (توالی التأسیس ۹۲)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات کا بالخصوص حضرات محدثین پر احسان کا جس والہانہ انداز سے تذکرہ فرمایا ہے، اسکے حرف حرف سے عقیدت مندی، احسان شناسی اور محبت و چاہت کے چشمے ابلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، فرماتے ہیں: "**كانت أقفيتنا لأصحاب حنيفة، حتى رأينا الشافعي فكان أفقه الناس في كتاب الله عزوجل وسنة رسوله ﷺ**" (تہذیب الأسماء واللغات ۱/۸۰) ہماری گردنیں امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے ہاتھوں میں تھیں، یہاں تک کے ہم نے امام شافعی کو دیکھا، آپ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، یہ بھی فرمایا: "**لا يستغني أو يشبع صاحب الحديث من كتب الشافعي**" (تہذیب الأسماء واللغات ۱/۸۰) حدیث سے تعلق رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، یا یہ فرمایا کہ حدیث سے تعلق رکھنے والا امام شافعی کی کتابوں سے سیر نہیں ہوسکتا۔

اصحاب حدیث کو حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فہم حدیث کی طرف لے جانے والے بھی خود امام شافعیؒ تھے، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "**ما كان أصحاب الحديث يعرفون معاني أحاديث رسول الله ﷺ فبينها لهم**" مطلب یہ ہے کہ وہ اصول ان کو معلوم نہ تھے جن کے ذریعہ اپنی بات کو واضح کرسکیں، امام شافعی نے وہ طریقہ دیا جس سے بات واضح کی جائے (تہذیب الأسماء واللغات ۱/۸۰)۔ حضرات محدثین رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے معانی ومطالب کو نہیں جانتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انکے سامنے اصل معانی کھول کر رکھ دیئے، یہ بھی فرمایا: "**لولا الشافعي ما عرفنا فقه الحديث**" (تہذیب الأسماء واللغات ۱/۸۰ تاریخ دمشق ۵۴/۲۷۶)، اگر شافعی نہ ہوتے تو ہمیں حدیث کے فقہی پہلو سے واقفیت نہ ہوتی، خود آپ کی شاہکار کتاب، یعنی "کتاب الأم" اس کی واضح دلیل ہے، ہر جگہ سنت کا علم بلند کرنے کی ایک زبردست کوشش نظر آتی ہے، اس سلسلہ میں آپ نے کسی بڑے سے بڑے عالم کے اختلاف کو بھی وقعت نہ دی، عقلی تأویلات کے مقابلہ میں جابجا احادیث رسول سے دلائل دیتے ہوئے عقلی طور پر بھی اپنی بات ثابت کی ہے، کسی کے

ساتھ اپنا اختلاف بیان کرتے ہیں تو حدیث رسول کے تعلق سے ایک غیرت کی کیفیت نظر آتی ہے، اس معاملہ میں اپنی محبوب سے محبوب ہستی یا محترم سے محترم شخصیت کی بھی پرواہ نہیں فرمائی، جبکہ ادب واحترام میں درجہء کمال پر فائز تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث ملنے کے بعد پھر کچھ نہیں، حدیث مبارک سر آنکھوں پر، اسکی گواہی آپ کے عظیم شاگرد امام اہل سنت، یعنی امام احمد بن حنبل نے یوں دی ہے: "رحمه الله لقد كان يذب عن الآثار" (تاریخ دمشق ۵۴/۲۷۷) (آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، آپ احادیث وآثار کا دفاع فرمایا کرتے تھے)۔

احادیث پر وسیع اور گہری نظر:

امام شافعیؒ خود بھی احادیث پر نہایت وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے، اس کی گواہی خود آپ کے وقت کے بڑے محدثین نے بھی دی ہے۔

مشہور محدث اسحاق بن راہویہ اپنی جگہ پایہ کے امام ہونے کے باوجود امام شافعی سے بے حد متأثر تھے وہ فرماتے ہیں: "**ما تكلم أحد بالرأى إلا والشافعي أكثر اتباعا وأقل خطأ منه**" کہ کوئی بھی بڑا امام حدیث کو چھوڑ کر اپنی طرف سے کوئی بات بیان کی ہو، لیکن امام شافعیؒ بہت زیادہ ہی حدیث کی اتباع کرنے والے اور بہت کم غلطی کرنے والے تھے (اداب الشافعی لابن ابی حاتم: ۹۰)۔

فضل بن اسحاق بغدادیؒ کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ ایک مرتبہ حج میں تھا، ایک دن امام احمد صبح کے وقت جلدی کمرہ سے نکل کر مسجد حرام پہنچے، اس کے بعد میں بھی مسجد حرام آیا اور امام احمد کو تلاش کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ سفیان بن عیینہؒ کے حلقہ درس میں جگہ جگہ تلاش کیا، لیکن وہ نہ ملے پھر میں نے انھیں ایک نوجوان کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا پایا تو میں نے ان سے کہا کہ تم سفیان بن عیینہ کے درس کو چھوڑ کر یہاں بیٹھے ہو تو امام احمدؒ نے جواب دیا: "**ما رأيت أحدا أفقه في كتاب الله من هذا الفتى القرشي ،قلت من هذا؟ قال: محمد بن ادريس الشافعي**" (کہ میں نے اس نوجوان سے زیادہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے والا کسی کو نہیں دیکھا تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو جواب دیا یہ محمد بن ادریس شافعی ہیں) (اداب الشافعی: ۵۸-۵۹)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**ما رأیت أتبع للحدیث من الشافعی**" (کہ میں نے امام شافعیؒ سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والا کوئی نہیں دیکھا) (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۹۳)، یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے آپ سے خوب حدیثیں لی ہیں، اور امام مالک کی پوری موطأ آپ سے سنی ہے، اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ آپ نے مؤطا کو نہایت پختگی اور استحکام کے ساتھ یاد رکھا تھا (تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۸۲)۔

مشہور محدث سنن ابی داؤد کے مصنف امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: "**لیس من العلماء أحد إلا وقد أخطأ في حدیث إلّا بشر بن المفضل، وما أعرف للشافعی حدیثاً خطأً**" (بیان خطأ من اخطأ علی الشافعی) (علماء میں ہر کسی سے حدیث سے متعلق کچھ نہ کچھ بھول چوک ضرور ہوئی ہے، سوائے بشر بن مفضل کے، البتہ میں نے امام شافعی کی کوئی حدیث ایسی نہیں دیکھی ہے جس میں غلطی ہوئی ہو)، سچی بات یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آپ بہت فائق ہیں، جو حضرات احادیث پر گہری نظر رکھتے تھے، بسا اوقات آپ ان پر نقد فرماتے اور بعض انتہائی باریک باتوں پر توجہ دلاتے، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں: ہم نے شافعی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، حدیث میں بصیرت رکھنے والے محدثین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مختلف احادیث آپ کے سامنے پیش کی جاتیں، بسا اوقات آپ خود نقد کرنے والوں پر نقد فرماتے اور بعض انتہائی باریک باتوں پر ناقدین کو توجہ دلاتے جس سے وہ خود حیرت زدہ رہ جاتے (توالی التأسیس ۹۳)۔

مشہور محدث، صحیح ابن خزیمۃ کے جلیل القدر مصنف امام الأئمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابو بکر السلمی النیسابوری الشافعی، شیخ الاسلام، حافظ حدیث، جلیل القدر محدث، فقیہ ملت، علمی وسعت اور پختگی میں مثالی شخصیت، آپ کی کتاب صحیح ابن خزیمہ کو کتب حدیث میں نہایت نمایاں مقام حاصل ہے، سے دریافت کیا گیا، کیا کوئی ایسی سنت ہے جو امام شافعی تک نہ پہنچی ہو، آپ نے فرمایا: نہیں (البدایۃ والنہایۃ ۱۰/ ۲۵۳) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**ومعنٰی هذا أنها تارة تبلغه بسندها وتارةً مرسلة وتارةً منقطعةً كما هو الموجود في كتبه**"

(البداية والنهاية ۱۰/ ۲۵۳)، اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ تک وہ حدیث یا سنت پوری سند کے ساتھ پہونچی ہے، کبھی مرسل سند کے ذریعہ پہنچی ہے، کبھی منقطع سند کے ساتھ پہنچی ہے، آپ کی کتابوں میں یہ چیزیں دیکھی جاسکتی ہے، یعنی ممکن حد تک آپ نے احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

خود امام شافعیؒ ایک حدیث کیلئے کئی کئی دنوں تک سفر فرماتے تھے، فرماتے ہیں: "إني كنت لأسير الأيام والليالي في طلب الحديث الواحد" (توالی التاسیس ۵۹) میں بسا اوقات صرف ایک حدیث کی جستجو میں کئی کئی دن اور راتیں سفر کیا کرتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض بڑے محدثین کے پاس کسی مسئلہ پر صریح حدیث نہ ہوتی، لیکن امام شافعیؒ کے پاس اس سے متعلق صریح روایت موجود ہوتی۔

ابوتراب حمید بن احمد بصری کہتے ہیں: میں امام احمد بن حنبلؒ کے پاس موجود تھا، ایک خاص مسئلہ پر بات چیت ہورہی تھی، کسی نے امام احمد سے کہا، اس مسئلہ پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، آپ نے فرمایا: اگر حدیث نہ ہو تو پھر امام شافعی کے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے، اس باب میں ان کے دلائل مضبوط ہوتے ہیں، ابوتراب کہتے ہیں: میں نے بعد میں اس سے متعلق خود امام شافعی سے دریافت کیا، آپ نے جواب مرحمت فرمایا، میں نے پوچھا، کوئی دلیل کتاب وسنت کی موجود ہے؟ آپ نے فرمایا، کیوں نہیں، پھر آنحضرت ﷺ سے مروی ایک حدیث پیش فرمائی جو اس باب میں نص صریح تھی (تاریخ دمشق ۵۴/ ۲۸۰)۔

حدیث رسول کی عظمت:

حدیث رسول کی عظمت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا حصہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ایمان کا بنیادی حصہ ہے ارشاد ربانی ہے: "إنّا أرسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً، لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزّروه وتوقروه" (سورۃ الفتح آیت نمبر: ۹-۸) (ہم نے آپ کو گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھو، رسول کی بھرپور مدد کرو، اوران کا وقار ملحوظ رکھو)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کا لقب ہی ناصر الحدیث تھا، علم حدیث کو آپ نے بغداد میں اس زوردار

طریقے سے پہنچایا کہ وہاں کے سارے حلقے سمٹ کر آپ کے ایک حلقے میں تبدیل ہوگئے، حدیث کے مقام ومرتبہ کا جاننے والا آپ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے؟ حدیث رسول کی عظمت کے متعلق آپ کے کئی اقوال مشہور ومعروف ہیں، اپنے شاگردوں سے فرماتے: "إذا وجدتم سنة صحيحة فاتبعوها ولا تلتفتوا إلى قول أحدٍ" (توالی التأسیس ۱۰۷) (جب تمہیں رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ مل جائے تو اس کی پیروی کرو، کسی اور کی بات پر نظر ہی نہ کرو)، کبھی یہ فرماتے: "إذا وجدتم في كتابي خلاف رسو ل الله ﷺ فقولوا بها ودعوا ما قلته" (توالی التأسیس ۱۰۷) (جب تم میری کتاب میں سنت رسول کے خلاف کوئی چیز دیکھو تو سنت رسول کو اپناؤ، میری بات چھوڑ دو)، کبھی یوں فرماتے: "متىٰ رويت عن رسول الله ﷺ حديثاً صحيحاً ولم آخذ به فأشهدكم أن عقلي قد ذهب" (توالی التأسیس ۱۰۷) (جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث روایت کروں پھر اسے نہ اپناؤں تو سمجھو میری عقل ماری گئی)۔

امام بخاریؒ کے استاذ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امام شافعیؒ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اسے پورا مسئلہ بتایا اور دلیل کے طور پر آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی بیان کی، اس شخص نے پوچھا، کیا آپ بھی اسی بات کے قائل ہیں؟ آپ نے فرمایا: بھائی، کیا میں زنار پہنے ہوں، کیا کسی گرجا گھر سے نکل کر آرہا ہوں، میں قال رسول اللہ کہہ رہا ہوں اور تم پوچھتے ہو کہ میں اس کا قائل ہوں کہ نہیں (توالی التأسیس ۱۰۸) یعنی کیا قال رسول اللہ کے بعد بھی کوئی سوال باقی رہ سکتا ہے۔

ایک دفعہ عظمت حدیث کا جذبہ ابھر آیا تو یوں فرمایا: "أي سماء تظلني وأي أرض تقلني إذا رويت عن النبي ﷺ حديثاً ولم أقل به" (توالی التأسیس ۱۰۸) (کونسا آسمان مجھ پر سایہ فگن رہے گا کونسی زمین مجھے اٹھانا گوارا کرے گی اگر میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث روایت کروں اور اس کا قائل نہ بنوں)۔

محدثین سے گہرا تعلق اور محدثین کا آپ پر اعتماد:

جو حضرات حدیث سے اشتغال رکھتے تھے آپ کو ان سے گہرا تعلق تھا، انہی سے وابستگی کی

تاکید بھی فرماتے تھے، آپ کے شاگرد امام بویطی فرماتے ہیں: میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "عليكم بأصحاب الحديث، فإنهم أكثر صواباً من غيرهم" (حلیۃ الأولیاء ۱۱۶/۹) (محدثین سے وابستہ رہو، دوسروں کے مقابلے میں وہی سب سے زیادہ درست ہیں)، حضرات محدثین سے ملاقات ہوتی تو بے حد مسرت محسوس فرماتے، فرماتے ہیں: "إذا رأيت رجلاً من أصحاب الحديث كأني رأيت رجلاً من أصحاب النبي ﷺ" (تاریخ دمشق ۲۸۶/۵۴) (جب میں حدیث سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں کسی کو دیکھ رہا ہوں)۔

دوسری طرف محدثین کی آپ سے گرویدگی کا جو عالم تھا، زمانہ اسکا گواہ ہے، بڑے بڑے محدثین نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا ہے، امام اسحق ابن راہویہ فرماتے تھے: الشافعي إمام، (تاریخ دمشق ۲۸۷/۵۴) بالکل یہی الفاظ قتیبہ بن سعید سے بھی مروی ہیں۔

اسی طرح مشہور محدث امام بخاری کے استاذ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ تو امام شافعی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے تھے: "حدثنا سيد الفقهاء الشافعي" (تاریخ دمشق ۲۸۷/۵۴) (ہم سے فقہاء کے سردار امام شافعی نے بیان کیا)۔

حضرت ہلال بن العلا حافظ حدیث امام نسائی کے استاذ فرمایا کرتے تھے: "الشافعي أصحاب الحديث عيال عليه فتح لهم الاقفال" (تاریخ دمشق ۲۸۵/۵۴) (شافعی کے تو اصحاب الحدیث حاجت مند ہیں، اصل تالے تو آپ ہی نے کھولے ہیں)۔

یہ وہ حضرات محدثین ہیں جنکا زمانہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، معاصر ہونے کے باوجود ان حضرات نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرمایا، باقی رہے وہ حضرات جن کا دور آپ کے بعد کا تھا، ان میں ایک کثیر تعداد نے آپ کے مسلک کو اختیار فرمایا، امام الهند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "واما مذهب الشافعي فأكثر المذاهب مجتهداً مطلقاً ومجتهداً في المذهب، وأكثر المذاهب أصولياً ومتكلّما، وأوفرها مفسراً للقرآن

وشارحا للحديث،...... وكل ذلك لايخفىٰ علىٰ من مارس المذاهب واشتغل بها“ (الانصاف ص/ ۸۵، بحوالہ مجلۃ البیان التجدید فی الاسلام، الامام الشافعی ۴/ ۱۰) (جہاں تک امام شافعیؒ کے مسلک کا تعلق ہے تو سب سے زیادہ مجتہد مطلق مجتہد فی المذھب اسی مسلک میں ہوئے ہیں، متکلمین اسلام اور اصول فقہ کے ماہرین بھی سب سے زیادہ اسی مسلک میں نظر آتے ہیں، قرآن کریم کے مفسر ہوں یا احادیث مبارکہ کے شارحین اس مسلک کے ماننے والوں میں سب سے کثیر تعداد میں ہوئے ہیں، جو بھی مسالک کی تاریخ سے واقف ہے اور اسمیں تحقیقی نظر رکھتا ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے)، امام شافعیؒ کا وجود مسعود ہی سنت رسول کو قائم کرنے کی ایک بنیاد تھی، قتیبہ بن سعید مشہور محدثین میں ایک نمایاں نام ہے آپ فرماتے تھے: ”مات الشافعي وماتت السنّة“ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۰۲، سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۴۶)، امام شافعی کا کیا انتقال ہوا سنت رسول جاتی رہی، حوثرہ بن محمد المنقری فرماتے تھے: ”تتبين السنة في الرجل في اثنتين، في حبه أحمد بن حنبل وكتابة كتب الشافعي“ (الانتقاء ۱/ ۸۹) کسی شخص کا اہل سنت میں ہونا دو چیزوں سے معلوم ہوتا تھا، ایک امام احمد بن حنبل سے محبت رکھنا، دوسری امام شافعی کی کتابوں کو لکھنا۔ اس پوری تفصیل کے بعد امام شافعیؒ کے محدث ہونے کے سلسلہ میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔

امام شافعی کی تصنیفی خدمات

مفتی نذیر احمد کرجیکر ☆

امام شافعیؒ کو ائمہ اربعہ اور اپنے ہم عصروں میں جو چیز سب سے زیادہ ممتاز کرتی ہے وہ آپ کی تصنیفی خدمات ہیں، امام شافعیؒ نے ایک ہی مجلس میں تصنیف، تدریس، اور املاء کا ایسا طریق اختیار کیا تھا جس کی طرف امام موصوف سے پہلے کسی نے سبقت نہیں کی تھی، خصوصیت کے ساتھ جب آپ مصر میں مقیم تھے تو آپ اپنے سامنے کتاب رکھتے تلامذہ آپ کو گھیر لیتے، دیکھنے والا یہ محسوس کرتا کہ یہ نساخ ہیں، لیکن وہ حضرات اپنے شیخ سے بیک وقت درس بھی لیتے، املاء کی جانے والی چیزوں کو لکھ لیتے اور بسا اوقات دوران درس ہی آپ تصنیفی کام بھی جاری رکھتے، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی کی تصنیفات فقہ، اصول فقہ ہی میں نہیں بلکہ دیگر فنون میں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں، محمد بن اسحاق ابن ندیم نے اپنی کتاب ''الفہرست'' میں سو سے زیادہ کتابوں کو شمار کیا ہے جو امام شافعی کی تصانیف میں سے ہیں۔

عام طور پر امام شافعی کی تصانیف کو ہر زمانہ کے علماء نے دو ادوار میں تقسیم کیا ہے (۱) المصنفات العراقیۃ، (۲) المصنفات المصریہ۔

عراقی تصانیف:

یہ وہ کتابیں ہیں جن کو امام شافعی نے عراق میں ۱۹۵ھ سے ۱۹۹ھ کے دوران تصنیف فرمائی ہیں، بعض حضرات نے ان تصانیف کو کتب قدیمہ کا نام دیا ہے، اور یہی کتابیں امام شافعی کے مسلک قدیم اور قول قدیم کی نمائندگی کرتی ہیں۔

☆ استاذ حدیث وفقہ وصدر مفتی جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن۔

مصری تصانیف:

یہ وہ کتابیں ہیں جن کو امام شافعی نے ۲۰۰ھ سے ۲۰۴ھ کے عرصہ میں تصنیف فرمائی، ان کتابوں کو کتب جدیدہ بھی کہا جاتا ہے، اور یہ کتابیں امام شافعی کے مذہب جدید سے مشہور ہوئیں، ان کتابوں میں چند کتابیں ایسی بھی ہیں جو دراصل عراقی ہیں لیکن مصر آنے کے بعد ان میں تنقیح واز سرنو ترتیب کا کام کیا گیا جس کی بناء پر ان کتابوں کو بھی علماء مصری ہی کی تصانیف میں شمار کرتے ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

امام شافعی کی جتنی تصانیف ہیں، چاہے وہ عراقی ہوں یا مصری کسی بھی کتاب کا نام امام شافعی نے ازخود متعین نہیں کیا بلکہ آپ کے تلامذہ نے ان کتابوں کے ناموں کو متعین کیا ہے، خاص طور سے ان میں حسن بصری الزعفرانی اور ربیع مرادی سرفہرست ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کی ایک ہی کتاب کے متعدد نام ملتے ہیں، مجموعی طور پر امام شافعی کی تصانیف تین قسموں پر مشتمل ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی قسم: وہ کتابیں جو ہم تک اصل شکل میں نہیں پہنچی۔

۱-کتاب الحجۃ:

یہ کتاب فقہی فروعات پر مشتمل ہے جسے فقہی ابواب پر ترتیب دی گئی ہے، اور اس کتاب کو امام شافعی نے فقہاء حنفیہ اور فقہاء عراق کے اجتہادات اور ان کے منہج کے رد میں لکھی تھی تاکہ ان کے خلاف حجت قائم کی جائے اسی وجہ سے اس کتاب کا نام امام شافعی کے شاگرد حسن زعفرانی نے ''الحجۃ'' رکھا تھا، جیسے کہ امام محمد بن حسن الشیبانی نے اہل مدینہ کے رد میں جو کتاب لکھی تھی اس کا نام ''**الحجة على أهل المدينه**'' رکھا تھا۔

۲-الرسالۃ العراقیۃ (القدیمہ):

یہ وہ کتاب ہے جس کو امام شافعیؒ نے بغداد میں ۱۹۵ھ میں اس وقت تصنیف فرمائی جب

آپ دوسری مرتبہ بغداد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے، اور اس کتاب کے لکھنے کا مطالبہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے آپ سے کیا تھا جب کہ عبد الرحمٰن بصرہ میں تھے، ان کی درخواست پر امام شافعی نے اس کتاب کو لکھ کر اپنے ایک شاگرد حارث بن سریج النقال کے سپرد کیا تا کہ وہ بغداد سے جا کر ابن مہدی کے حوالہ کرے، حارث بن سریج نقال نے اس کتاب کو منتقل کرنے کی نسبت سے اس کا نام الرسالہ رکھا جیسے کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، جس وقت امام شافعی مصر آئے تو آپ نے اس کتاب میں کچھ چیزوں کا اضافہ کیا اور تنقیح کی جو ربیع بن سلیمان کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے، پھر یہ کتاب الرسالۃ الجدیدۃ (المصریۃ) کے نام سے مشہور ہوئی۔

۳-المبسوط:

محمد بن اسحاق بن الندیم نے اپنی کتاب ''الفہرست'' میں امام شافعی کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل کیا ہے:"وله من الكتب: كتاب المبسوط في الفقه، رواه عنه الربيع بن سليمان والزعفراني ويحتوي هذا الكتاب على كتاب الطهارة، وكتاب الصلاة" کہ امام موصوف کی کتابوں میں سے ایک کتاب المبسوط بھی ہے جس کو ربیع اور حسن زعفرانی نے روایت کی ہے، جو کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلاۃ جیسے ابواب پر مشتمل ہے (المدخل الی مذہب الامام الشافعی: ۲۱۳) ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ المبسوط نامی کتاب فقہی فروعات میں کتاب الحجۃ اور کتاب الام کے علاوہ کوئی مستقل کتاب نہیں تھی، بلکہ حسن زعفرانی نے الحجۃ کو امام شافعی سے روایت کیا ہے اس کو بھی المبسوط کہا جاتا تھا اور ربیع مرادی نے الام کو امام شافعی سے روایت کیا ہے اس کو بھی المبسوط کہا جاتا تھا، اور ممکن ہے ان کتابوں پر المبسوط کا اطلاق اس لئے بھی کیا گیا ہو کہ بعد میں چل کر الحجۃ کے ساتھ امام شافعی کی بغداد میں تصنیف کردہ کتابوں کو ملایا گیا تھا جیسے کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ وغیرہ اور کتاب الام کے ساتھ مصر میں تصنیف کردہ کتب الاختلافات کو ملایا گیا تھا جیسے کہ کتاب اختلاف مالک والشافعی وغیرہ۔

اور جن حضرات نے امام شافعی کی تصنیفات میں مستقل طور پر ''المبسوط'' کا ذکر کیا ہے اس

کی وجہ یہ ہے کہ المبسوط نامی ایک کتاب جو دراصل حافظ ابوبکر البیہقی کی تالیف ہے پائی جاتی تھی، جس میں انہوں نے امام شافعی کے کلام، نصوص، اور کتب عراقی ومصری میں سے ادلہ اور دوسری چیزوں کو جمع کیا ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کتاب کو موسوعۃ الفقہ الشافعی میں شمار کرنے کے باوجود یہ کتاب مفقود ہے۔

۴-السنن بروایۃ حرملۃ التجیبی:

حرملہ بن یحییٰ جو امام شافعی کے تلامذہ میں سے ہیں، اور آپ کے مذہب جدید کے راویوں میں سے ہیں انہوں اپنے استاذ کے ان اقوال اور ادلہ کو جمع کیا جن کو بطور املاء کے لکھا تھا، ان تمام چیزوں کو جمع کرنے کے بعد اس کا نام کتاب السنن' رکھا، اس کتاب میں بہت سارے مسائل وہ بھی ہیں جو کتاب الام میں ہیں، حافظ ابن حجر اپنی کتاب توالی التاسیس میں فرماتے ہیں: "حمل عنه حرملة كتابا كبيرا يسمى كتاب السنن" کہ حرملہ نے امام شافعی سے جو علم حاصل کیا وہ ایک بڑی کتاب پر مشتمل ہے جس کا نام کتاب السنن ہے، اسی طرح حافظ ابن عبد البر اور حافظ ابوبکر بیہقی نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

۵-احکام القرآن:

امام شافعی نے بذات خود احکام القرآن کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی، اس کتاب کے سلسلہ میں حافظ بیہقی نے مناقب شافعی میں نقل کیا ہے: "لما أراد الشافعي أن يصنف أحكام القرآن قرء القرآن مائة مرة" کہ امام شافعی نے جب اس کتاب کی تصنیف کا ارادہ فرمایا تو قرآن کو سو مرتبہ پڑھا، نیز ابن ندیم نے اپنی کتاب میں امام شافعی کی تصنیفات میں کتاب احکام القرآن کا بھی تذکرہ کیا ہے، لیکن یہ کتاب بھی مفقود ہے، اور بقول صاحب مدخل کے اس کا کوئی نسخہ ہمارے علم میں نہیں ہے، (اس وقت جو احکام القرآن موجود ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

دوسری قسم: وہ کتابیں جو ہم تک پہنچی ہیں اور اس زمانہ میں پائی جارہی ہیں۔

امام شافعی کی اس قسم کی کتابیں فقہ، فقہ مقارن، اصول فقہ، تفسیر اور احادیث وآثار کے موضوعات پر نظر آتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

فقہ: فقہ میں امام شافعی کی مایہ ناز کتاب ''کتاب الام'' کی اہمیت وافادیت کا ہر کوئی قائل اور معترف ہے، جس کی تفصیل عزیزم مفتی فیاض احمد حسینی کے مقالہ ''کتاب الام خصوصیات وتعارف'' میں موجود ہے۔

فقہ مقارن: امام شافعی نے بہت سی کتاب ایسی لکھی ہیں جو ہمارے زمانہ میں فقہ مقارن کی حیثیت رکھتی ہیں، کہ ان میں امام شافعی نے فقہاء کے اقوال، ان کے ادلہ اور ان کی آراء کو جمع کیا ہے، ان میں سے بعض کتابیں خاص اور متعین موضوع پر لکھی گئی ہیں، اور فقہ مقارن پر لکھی گئی کل پانچ کتابیں ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱- کتاب اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی:

یہ کتاب کتاب اختلاف العراقیین سے بھی معروف ہے، اس کتاب کی اصل تو قاضی ابویوسف کی تصنیف ہے جس میں امام ابویوسف نے ان مسائل کو جمع کیا تھا جن میں ان کے شیخ امام ابوحنیفہ کا محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کے ساتھ اختلاف تھا، لیکن بعد میں جب امام شافعی آئے تو انہوں نے اس کتاب کو دوبارہ جدید انداز میں ترتیب دی، یعنی ان دونوں کے اقوال کے ادلہ نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اجتہاد سے ان کے اقوال کے درمیان ترجیح دی اور قول جدید کو بھی بیان کیا یہ کتاب مستقل طور پر ماضی قریب میں دارقتیبہ سے ۲۳۰ صفحات کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

۲- کتاب اختلاف علی وعبداللہ بن مسعودؓ:

امام شافعی نے اس کتاب میں ان مسائل کو جمع کیا جن میں عمومی طور پر فقہاء عراق نے اور خصوصی طور پر فقہاء حنفیہ نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اختلاف کیا تھا، ابن ندیم نے اسی لئے اس کتاب کا نام ''**كتاب ما خالف العراقيون عليا وعبد الله**'' رکھا ہے، جوموسوعۃ

الامام الشافعی میں داخل ہے اور تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔

۳- کتاب اختلاف مالک والشافعی:

یہ وہ کتاب ہے جس کو مصر میں اپنے شاگرد امام ربیع کو املاء کروا کر تصنیف کروائی تھی، جس میں امام شافعی نے ان مسائل کو جمع کیا ہے جس میں امام مالک کو احادیث سے استدلال کرنے میں پریشانی اور اضطراب کا سامنا کرنا پڑا، ساتھ ہی سبب اضطراب کو بھی بیان کیا ہے، اور اس کی مثالیں بھی نقل کی ہیں، امام ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا "**قدمت مصر ولا أعرف أن مالكا يخالف من الأحاديث إلا ستة عشر حديثاً، فنظرت فإذا هو يقول بالأصل ويدع الفرع ويقول بالفرع ويدع الأصل**" کہ میں مصر آیا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ امام مالک احادیث کی مخالفت کرتے ہو، مگر سولہ احادیث میں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ کسی جگہ اصل حدیث کو لے کر فرع کو چھوڑ دیا اور کبھی فرع کو لے کر اصل حدیث کو چھوڑ دیا ہے، یہ کتاب تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے جو موسوعۃ الامام الشافعی میں داخل ہے۔

۴- کتاب الرد علی محمد بن الحسن:

اس کتاب میں امام شافعی نے قصاص اور دیت کے ان مسائل کو جمع فرمایا ہے جن میں امام موصوف کا امام ابوحنیفہ اور خاص کر اپنے شیخ محمد بن حسن الشیبانی سے اختلاف ہوا ہے، امام شافعی نے ان کے اقوال مع دلائل بیان کرنے کے بعد اپنے اجتہاد کو مناسب دلیل کی روشنی میں واضح فرمایا ہے، اس کتاب کو امام شافعی نے پہلے بغداد میں تصنیف فرمایا اس اعتبار سے یہ کتب عراقیہ میں شامل ہے، لیکن مصر آنے کے بعد کسی قدر ترمیم واضافہ کے ساتھ اس کو دوبارہ تصنیف فرمایا یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب امام ربیع کی مرویات میں سے ہے۔

۵- کتاب سیر الاوزاعی:

یہ کتاب امام شافعی کے زمانہ کی ائمہ فقہ کے درمیان ایک دوسرے پر رد کرنے کے سلسلہ کی

آخری کتاب ہے، جس میں جہاد کے اقسام اوراس کے مسائل کا تذکرہ ہے، دراصل سب سے پہلے امام ابوحنیفہ نے جہاد کے عنوان پرایک کتاب لکھی، اس کے بعد امام اوزاعی تشریف لائے انہوں نے امام ابوحنیفہ کے بہت سے مسائل پر ردکر کے اپنے اجتہادات کو پیش کیا اوراس کا نام ''سیر الاوزاعی'' رکھا اس کے بعد امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابو یوسف نے امام اوزاعی کے رد میں ''الرد علی سیر الأوزاعی'' نامی ایک کتاب لکھی اوراپنے استاذ کے اجتہادات کو ثابت کیا، اس کے بعد امام شافعی تشریف لائے اوراپنی کتاب سیر الاوزاعی میں تینوں حضرات کے جہاد کے احکام کے بارے میں اجتہادات کے درمیان مناقشہ کیا اور دلائل کے ساتھ اپنی رائے اوراجتہاد کواس طور پر سامنے رکھا کہ امام اوزاعی کے اجتہادات کو راجح قرار دیا، اس اعتبار سے یہ کتاب امام شافعی کی تصنیفات میں شامل ہوگئی (اس وقت یہ پانچوں کتابیں کتاب الام کے ساتھ شائع ہورہی ہیں)۔

اصول فقہ: امام شافعی نے اصول فقہ میں بھی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، اورائمہ اربعہ میں سب سے پہلے اصول فقہ میں آپ ہی کی تصنیف مشہور ہے۔

۱- الرسالہ:

یہ وہی کتاب ہے جس کا تذکرہ ماقبل میں آچکا ہے، لیکن امام شافعی نے مصر آنے کے بعد اس میں کچھ اضافہ کیا، پھر یہ کتاب الرسالۃ المصریۃ والجدیدۃ سے مشہور ہوئی، جس پر تفصیل کے ساتھ مقالہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۲- کتاب ابطال الاستحسان:

یہ کتاب امام شافعی کی ایسی تصنیف ہے جس نے امام شافعی کواپنے زمانہ کے ائمہ اجتہاد سے ممتاز کردیا تھا، کیوں کہ مسائل کے استنباط کے لئے جواصول امام شافعی نے متعین کئے ہیں وہ امام شافعی کا امتیاز ہے، اسی لئے امام شافعی نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہ اوران کے تلامذہ کے نزدیک معتبر حجیت استحسان کا رد کیا، حالاں کہ اس کا رد آپ نے الرسالہ میں بھی کیا ہے، مذکورہ کتاب دار قتیبہ سے ۳۱ صفحات کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

۳-کتاب جماع العلم:

اس کتاب کو امام شافعی نے الرسالہ کے بعد تصنیف فرمایا، جس کے مرکزی موضوعات درج ذیل ہیں:

۱-حجية خبر الواحد، وبيان السنة النبوية لاحكام القرآن۔

۲- وصف الاجماع الصحيح الذى تقوم به الحجة فى احكام الشرع۔

۳- الاختلاف الفقهى وما يجوز منه وما لا يجوز، اس کے علاوہ بھی کئی اصولی مسائل کا تذکرہ ہے جن کا تعلق ان موضوعات سے ہے۔

۴-کتاب بیان فرائض اللہ:

امام شافعی نے اس کتاب میں فرائض دین میں سے چار کے متعلق بحث کی ہے یعنی نماز، زکاۃ، روزہ اور حج، اسی طرح ان فرائض کی شرعی حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے، اور ان احادیث کی تشریحات کو جمع فرمایا ہے جو شرعی احکام سے متعلق ہیں اور ان احکام سے متعلق ہیں جن کو قرآن نے مجملاً بیان کیا ہے اور بعض جدید احکام کو مسائل فقہیہ کی تطبیقات سے استدلال کرتے ہوئے بیان کیا ہے جس کا ذکر قرآن میں صراحتاً موجود نہیں ہے، ساتھ ہی ساتھ خبر واحد کی حجیت کا خصوصیت کے ساتھ اور احادیث کی حجیت کا عموم کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

۵-کتاب صفة نہی النبی ﷺ:

اس کتاب میں اختصار کے ساتھ امام شافعی نے اہم اہم اصول فقہ کے قواعد کو بیان کیا، جیسے نہی نصوص شرعیہ میں سے نہی تحریم پر دلالت کرتی ہے جب تک کہ اس کو حرمت سے پھیرنے کے لئے کوئی قرینہ نہ ہو، پھر حرام کی اقسام کو بیان کیا کہ ایک حرام لذاتہ اور دوسرا حرام لغیرہ، اور اس پر بطور دلیل احادیث نبویہ کو بیان کیا ہے، بظاہر اس کتاب کی تفصیلی بحث کو امام شافعی نے الرسالہ میں اسی عنوان کے ساتھ بھی بیان کی ہے۔

۶-کتاب اختلاف الحدیث:

اس کتاب میں امام شافعی نے متعارض احادیث کے تعارض کو دور کیا ہے، معنی ومفہوم کے اعتبار سے مشکل احادیث کی وضاحت بیان کی ہے، اسی لئے علماء نے اس کتاب کو مشکل الحدیث اور تاویل الاحادیث کے نام سے بھی موسوم کیا ہے، اس کتاب سے پہلے علماء کے سامنے جب کوئی متعارض اور متضاد احادیث آتیں تو علماء ان دو حدیثوں میں سے ایک کو منسوخ مانتے اور یہ چیز امام شافعی کے نزدیک غلط تھی جس پر امام صاحب کو صبر نہ ہوسکا، اس لئے امام شافعی نے اس زمانہ کے علماء سے مناظرہ بھی کیا اور قلم سے بھی جواب دیا اور یہ کتاب بھی لکھ ڈالی، امام شافعی نے اس کتاب میں متعارض احادیث کو سب سے پہلے جمع وتطبیق دینے کی کوشش کی تاکہ دونوں حدیث پر عمل ہو سکے، اگر احادیث نسخ کے قبیل کی ہوں تو ناسخ پر عمل اور منسوخ کے ترک کا حکم دیا، اور جب جمع وتطبیق ممکن نہ ہو اور ناسخ منسوخ کا بھی معاملہ نہ ہو تو دلائل کی روشنی میں ایک حدیث کو ترجیح دی، اس کتاب پر دنیا کی مختلف اسلامی یونیورسٹیوں میں مختلف انداز میں کام کرایا گیا ہے اور جارہا ہے۔

(مذکورہ کتابیں اس زمانہ میں کتاب الام کے ساتھ ہی شائع ہو رہی ہیں)۔

تفسیر واحادیث:

امام شافعی کی اس سلسلہ میں وہ کتابیں نظر آتی ہیں جن میں آپ کے تلامذہ نے آپ کی مرویات اور قرآن کی تفسیر میں آپ کے اقوال کو جمع کیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

احکام القرآن:

اس کتاب میں حافظ بیہقی نے امام شافعی کے آثار اور قرآن کریم کی آیات کی اس تفسیر کو جمع کیا ہے جو تفسیر امام شافعی سے منقول ہے، حافظ بیہقی مناقب شافعی میں فرماتے ہیں: "**وجمعت أقاويل الشافعي في أحكام القرآن وتفسيره في جزئين**" کہ میں نے امام شافعی کے اقوال اور ان کی تفسیر کو احکام القرآن میں جمع کیا ہے، ممکن ہے کہ نام میں یکسانیت کی وجہ سے لوگوں نے اس

کتاب کو امام شافعی کی بذات خود لکھی ہوئی ''احکام القرآن'' سمجھنے لگے ہوں، حافظ بیہقی نے اس کتاب میں قرآن کی آیات کی تفسیر میں امام شافعی کے اقوال کو ان کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور فقہی ابواب کی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے۔

مسند الامام الشافعی:

اس کتاب میں محدث کبیر ابو العباس الاصم (جن کا انتقال ۳۴۶ھ میں ہوا) نے امام شافعی کی مروی احادیث اور آثار صحابہ کو جمع فرمایا ہے، اور اس کا نام مسند الامام الشافعی رکھا، اس میں عام طور پر وہ روایات ہیں جن کو امام شافعی سے روایت کیا ہے، نیز اس کتاب میں امام شافعی کی مرویات کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ کتاب الام وغیرہ کتابوں سے بعض روایتوں کو شیخ ابو العباس نے جمع فرمایا ہے اور اس کتاب کی ترتیب میں مسانید صحابہ کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی روایات کئی جگہوں پر مکرر لائی گئی ہیں، لیکن بعد میں علامہ سندی نے اس کو مرتب کیا، اور علامہ یوسف عبد الرحمٰن المرعشلی نے علامہ سندی کی ترتیب کے مطابق مسند امام شافعی کی احادیث کی بہترین فہرست تیار کی اور اس کا ایک مستقل نام ''فہرس احادیث مسند الامام الشافعی بترتیب المحدث البارع محمد عابد سندی'' رکھا، اس کتاب میں عبادات سے متعلق (۱۰۱۲) احادیث اور معاملات کے متعلق (۷۰۹) احادیث ہیں اس اعتبار سے (۱۷۲۱) احادیث ہوئی، اس کتاب میں (۱۱۹۰) مکررات ہیں، اور مکررات کو حذف کر کے (۸۲۰) حدیث مسند و مرفوع اور (۱۲۰) مرسل، منقطع و معضل روایات ہیں۔

معرفۃ السنن والآثار:

اس کتاب میں حافظ ابو بکر بیہقی نے ان احادیث اور دلائل کو جمع کیا ہے جن سے امام شافعی نے کتب فقہیہ میں مسائل پر استدلالاً پیش کیا ہے، امام بیہقی ان روایات کو امام شافعی کی سند کے ساتھ بیان کرنے کے بعد اپنی سند کا بھی تذکرہ کرتے ہیں، اور ان احادیث کو فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع فرمایا ہے، اس کتاب میں امام شافعی کی مرویات کے ساتھ ان کے فقہی اجتہادات کے ادلہ اور احادیث

کی تحقیق، کمزور احادیث کی صراحت اور ضعف کا سبب بھی مذکور ہے، اس کتاب پر استاذ سید کسروی حسن کی جامع تحقیق بھی ہے، اس کے علاوہ دکتور عبدالمعطی امین قلعہ جی نے تحقیقی کام کیا ہے۔

کتاب السنن:

مشہور محدث وفقیہ ابوجعفر طحاوی حنفیؒ نے امام شافعی سے مروی احادیث اور آثار صحابہ کو جمع فرمایا اور اس کا نام ''السنن الماثورۃ'' رکھا تھا جو بعد میں سنن شافعی سے مشہور ہوئی، اس کتاب اور مسند شافعی کی روایات تقریباً یکساں ہیں لیکن روای کا فرق ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد ساعاتی نے ان دونوں کتابوں کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام بدائع المنن فی جمع وترتیب مسند الشافعی والسنن رکھا پھر اس کی ایک شرح لکھی جس کا نام ''القول الحسن فی شرح بدائع المنن'' رکھا، نیز کتاب السنن پر دکتور عبدالمعطی کا تحقیقی کام بھی ممتاز ہے۔

تیسری قسم: وہ کتابیں جو امام شافعی کی طرف منسوب ہیں، لیکن ان میں سے بعض کی نسبت امام شافعی کی طرف صحیح نہیں ہے۔

کتاب ادب القاضی:

اس کتاب کی نسبت ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں اور حافظ بیہقی نے مناقب شافعی میں امام شافعی کی طرف کی ہے، جس مین سبق اور رمی کے متعلق گفتگو اور احکام کو امام شافعی نے جمع فرمایا ہے، اس کتاب کے بارے میں بھی یہی رائے ہے کہ یہ ایک مستقل کتاب ہے لیکن یہ بھی کتاب الام میں داخل ہے۔

(۱) کتاب الفقہ الاکبر، (۲) کتاب العقیدۃ المختصرۃ، (۳) کتاب التمہید فی اصول التوحید۔

ان کتابوں کی نسبت بعض حضرات نے امام شافعی کی طرف کی ہے لیکن یہ درست نہیں، کیوں کہ اگر واقعتاً امام شافعی کی یہ کتابیں ہوتیں تو ان کے نام سے دیگر کتابوں کی طرح یہ بھی مشہور ہوتیں، اور ابن ندیم اور حافظ بیہقی نے امام شافعی کی کتابوں کی جو فہرست بیان کی ہے ان میں ان

کتابوں کا نام نہیں ہے۔

(۴) بعض الاشعار للإمام الشافعی، (۵) کتاب فی علم القافیة۔

ان کتابوں کے بارے میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ کتابیں امام شافعی کی ہوسکتی ہیں، اس لئے کہ امام شافعی کو اشعار کا کافی ذوق تھا اور علم قیافہ پر بھی امام شافعی کو مہارت تھی، اگر چہ بہت سے حضرات کو ان کتابوں کی امام شافعی کی طرف نسبت میں تردد ہے۔

امام شافعیؒ کا تعلیمی و تصنیفی سفر

مولانا مشتاق عباس یلوکر☆

سیدنا امام شافعیؒ:

آپ کا نام محمد بن ادریس، کنیت ابوعبداللہ، لقب ناصر الحدیث۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

"**سميت بمكة ناصر الحديث**" (توالی التاسیس لمعالی ابن ادریس لابن حجر عسقلانی، ص:۴۰)۔

سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف، عبد مناف پر امام شافعیؒ کا نسب نامہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔

امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کی خدمت میں ۳ ہزار درہم پیش کیے اور سفر کی اجازت مرحمت فرمائی، چنانچہ اس کے بعد امام شافعیؒ نے عراق کے شہروں کا سفر کیا جہاں کوئی عالم بالحدیث وغیرہ ملتا، آپؒ اس سے علم حدیث وغیرہ حاصل کرتے۔

اس کے بعد جب آپ مکہ واپس آئے اور مسجد حرام میں درس دینے لگے تو آپؒ کے حلقۂ درس میں کافی ازدحام ہوجاتا بلکہ بقیہ حلقات سمٹ کر آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوجاتے، کیونکہ آپ کی ذہانت، فراست اور قرآن وسنت کے افہام وتفہیم کو لوگ پسند کرتے، کیونکہ آپؒ میں علم حجازی اور علم عراقی کا سنگم موجود تھا۔

☆ جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن۔

امام شافعی کے شیوخ وتلامذہ:

امام شافعیؒ کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد ۶۰ سے متجاوز ہیں، بلکہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب توالی التاسیس ص ۶۵ پر آپ کے شیوخ کی تعداد حروف معجم کی ترتیب پر نواسی/۷۹ تک ذکر کی ہے۔ ہم یہاں پر چند اساتذہ کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

(۱) مسلم بن خالد زنجی جو مکہ کے مفتی ہیں۔ (۲) امام مالکؒ جو حجاز میں عالم بالحدیث ہیں۔ (۳) امام محمد بن حسن شیبانی جو امام ابوحنیفہؒ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، (۴) سفیان بن عیینہ، (۵) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری، (۶) جعفر بن ابراہیم الطائی، (۷) وکیع بن جراح جو مشہور محدث ہیں جن سے امام شافعی نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تھی جس پر آپؒ کو ترک معاصی کا مشورہ دیا گیا جس کو امام شافعی نے اپنے دیوان میں اپنے مخصوص انداز میں ذکر فرمایا ہے جس میں طالبانِ علوم نبوت کے لیے رشد وہدایت کا سامان موجود ہے۔ فرماتے ہیں: **شکوت إلی وکیع عن سوء حفظی فأرشدنی إلی ترک المعاصی وأخبرنی بأن العلم نور ونور الله لا یعطی لعاصی۔** میں نے حضرت وکیع سے کمزور حافظہ کی شکایت کی، تو آپ نے مجھے ترک معاصی کی نصیحت کی اور بتایا کہ علم نور خداوندی ہے اور نور خداوندی گنہگار کونہیں دیا جاتا۔ (۸) یحییٰ بن سعید قطان، (۹) یوسف بن یعقوب الماجشون، (۱۰) محمد بن خالد زنجی۔

امام شافعی کے تلامذہ:

اسی طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے، چنانچہ داؤد بن علی الظاہری فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کو ایسے اصحاب اور تلامذہ عطا کیے جو زہد وتقویٰ کیساتھ عامل بالسنہ اور امام شافعی کے مسلک کے خاص متبع اور ناشر تھے۔ یہ وصف دوسرے فقہا کو حاصل نہ ہوا (الامام الشافعی للدقر ص ۳۲۴)۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ جو ائمہ اربعہ میں سے ہیں، (۲) احمد بن حجاج مروزی آپ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، (۳) احمد بن سعید بن بشیر ہمدانی۔ آپ امام ابوداؤد کے شیوخ میں سے ہیں،

(۴)ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار المرادی، (۵)حرملہ بن یحییٰ، امام اصمعی جو امام فی اللغہ ہیں، (۸)عبدالملک بن ہشام مصری نحوی، (۹)بشر بن غیاث المریسی، (۱۰)ابوابراہیم المزنی۔

امام شافعی کے متعلق علماء وغیرہ کے توصیفی کلمات:

امام شافعی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی تھی جس کا ثبوت آپ کے دور کے علماء اور آپ کے اساتذہ وغیرہم کے ان توصیفی کلمات سے ہوتا ہے جو انہوں نے امام شافعی کے متعلق فرمائیں نیز یہی نہیں بلکہ امام شافعیؒ بھی اپنے اساتذہ وہم عصر علماء وغیرہ کا احترام ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ ہم ذیل میں چند اقوال نقل کرتے ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ امام شافعی کیسے معتدل اور وسیع الظرف تھے جو کہ اہل علم کی خاص شان اور وصف امتیازی ہے۔

ایوب بن سوید رملی جو امام شافعی کے شیخ ہیں اور امام شافعی سے گیارہ سال قبل وفات پائی، فرماتے ہیں: ''اگر میں زندہ رہا تو میرا گمان ہے کہ میں امام شافعی جیسا کوئی شخص دیکھ نہ سکوں گا'' (الامام الشافعی للدقر ص ۴۰۳)۔

سفیان بن عیینہ کے درس میں امام شافعی بے ہوش ہوئے تو کسی نے کہا کہ امام شافعی وفات پا چکے تو اس موقع پر حضرت سفیان نے فرمایا: ''اگر شافعی وفات پا چکے ہیں تو سمجھ لو کہ زمانہ کے بہتر شخص وفات پا چکے ہیں'' (حوالہ بالا)۔

امام مالکؒ نے فرمایا: ''میرے پاس کوئی قریشی اس نوجوان سے زیادہ فہیم اور ذہین نہیں آیا'' (توالی التاسیس ص ۴۷)۔

امام محمد بن حسن فرماتے ہیں: ''اگر اصحاب حدیث آج جو کچھ بحث ومباحثہ کرر ہے ہیں تو وہ امام شافعی کے زبانی ہے ''إن تكلم أصحاب الحديث يوما فبلسان الشافعي'' (توالی التاسیس ص ۷۷)۔

عبدالرحمٰن بن مہدی ''الرسالہ'' کی تصنیف پر فرماتے ہیں: ''میں جو بھی نماز پڑھتا ہوں تو امام شافعیؒ کے لئے ضرور دعا کرتا ہوں'' (توالی التاسیس ص ۷۸)۔

ابراہیم بن محمد الشافعی فرماتے ہیں: ''میں نے امام شافعی سے بہتر کسی کی نماز نہیں دیکھی۔ بایں وجہ کہ امام شافعی نے مفتی مکہ مسلم بن خالد زنجی سے علم حاصل کیا اور انہوں نے ابن جریج سے اور انہوں نے عطاء سے اور انہوں نے حضرت زبیر سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور انہوں نے حضور پرنور ﷺ سے'' (مقدمہ دیوان الشافعی ص ۳۶)۔

یونس بن عبدالاعلیٰ فرماتے ہیں: ''امام شافعی جب علم تفسیر میں کلام فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ نزول قرآن کے وقت موجود تھے'' (توالی التاسیس)۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ''**كلام الشافعی فی اللغة حجة**'' امام شافعی کا قول لغت میں حجت اور دلیل ہے (توالی التاسیس ص ۸۵)۔

قتیبہ فرماتے ہیں: ''شافعی امام ہیں'' (توالی التاسیس ص ۸۲)۔

ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں: ''امام شافعی رمضان المبارک میں (۶۰) قرآن کریم ختم فرماتے تھے (مقدمہ دیوان)۔

[illegible] شافعیؒ کے توصیفی کلمات اپنے شیوخ وتلامذہ کے متعلق:

جیسا کہ ماسبق میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امام شافعی اپنے شیوخ وتلامذہ کا بھی خصوصی احترام اور عظمت ومحبت اپنے دل میں رکھتے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں: میں نے جو بھی علم (نحو، حدیث، قرآن وغیرہ) حاصل کیا تو حصول علم [illegible] ادب واحترام کو ملحوظ رکھا بلکہ وہ میری فطری عادت بن گئی۔ یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ اپنے استاذ امام مالکؒ کی خدمت میں آیا اور آپ کی جلالت شان کو دیکھا تو میری اس عادت (ادب واحترام) میں اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے حلقۂ درس میں ورق گردانی بھی آہستہ کیا کرتا تاکہ امام مالک کو تکلیف نہ ہو۔ ''**ربما كنت اكون فی مجلسه فاصفح الورقة تصفحا رفيقا هيبة له لئلا يسمع وقعها**'' (توالی التاسیس ص ۱۱۹)۔

جب آپؒ (امام شافعی) آخری عمر میں مصر تشریف لے گئے تو اس موقع پر فرمایا کہ میں نے مکہ میں ایک بہترین محدث اور فقیہ کو چھوڑ کر آیا ہوں، یعنی امام احمد بن حنبلؒ۔ امام شافعی سفیان بن

عیینہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے آپؒ (سفیان) سے بڑھ کر حدیث کی بہتر تفسیر کرنے والے کسی دیکھا (الامام الشافعی للدقر ص ۲۴۶)۔

مسلم بن خالد زنجی نے مفتی مکہ کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ کے فقیہ تھے۔ مشہور تابعی عطاء بن ابی رباحؒ کے متعلق فرمایا کہ تابعین میں سے سب زیادہ متبع سنت عطاء بن ابی رباح تھے۔ گرچہ حضرت عطاء سے امام شافعی کا لقاء ثابت نہیں ہے مگر پھر بھی آپ ان کی غائبانہ مدح فرمایا کرتے تھے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں علم حدیث سے کوئی واقف نہ ہوتا۔ اہل عراق سے امام شافعی کے علمی مناظرات ومباحثہ بکثرت ہوا کرتے تھے مگر پھر بھی مجموعی اعتبار سے آپ اہل عراق کے فضل کے معترف تھے، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں اہل عراق کی اولاد ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق آپ کا قول مشہور ہے اور زبان زد ہے کہ جو علم فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کی اولاد ہے۔

امام شافعی کے چند اقوال زریں:

آپؒ فرماتے ہیں کہ جس کو علم سے محبت نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں، لہٰذا ایسے شخص سے کوئی معرفت اور دوستی نہ رکھ۔

جو کسی علمی مجلس میں بغیر قلم وکاغذ کے حاضر ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکی کے پاس چلا گیا بغیر گیہوں کے۔

تو تمام لوگوں کو خوش نہیں کرسکتا، لہٰذا تو اپنے تعلق مع اللہ کو درست کرلے پھر لوگوں کی پرواہ نہ کرنا۔

چار چیزیں عقل وفہم میں اضافہ کرتی ہیں: (۱) فضول باتوں سے پرہیز کرنا، (۲) سوال کرنا، (۳) نیک صالحین کے ساتھ بیٹھنا، (۴) علماء کی صحبت میں بیٹھنا۔

علم وہ ہے جو نفع دے علم وہ نہیں جو صرف محفوظ رہے۔

چار چیزیں قوت بینائی میں اضافہ کرتی ہیں: (۱) بیت اللہ (کعبہ) کے مقابل (سامنے)

بیٹھنا، (۲) سوتے وقت سرمہ لگانا، (۳) سبزہ زار کو دیکھتے رہنا، (۴) اپنی مجلس (بیٹھنے کی جگہ) کو صاف ستھرا رکھنا۔

عقل مند وہ ہے جس کو اس کی عقل برائی سے روکے۔

امام شافعی کی تصانیف وتالیفات:

امام شافعی کا ایک امتیازی وصف آپ کی کثرت تصانیف بھی ہے جس طرح آپ کی زبان میں مقناطیسی اثر تھا کہ لوگ محض آپ کی فصاحت لسانی سماعت فرمانے کے لیے آپ کی مجلس میں آیا کرتے تھے، یہی اثر آپ کی تصانیف وتالیف میں بھی ہے، لیکن ہر خاص وعام کے لیے استفادہ آسان ہو بایں وجہ آپ بالعموم اپنی تالیفات میں صاف وسہل زبان ہی استعمال کیا کرتے تھے۔

امام شافعیؒ نے مختلف مسائل وموضوعات پر بکثرت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جس کی ایک طویل فہرست ہے، چنانچہ بعض ناقلین نے ان کی تعداد ایک سو اور بعض نے ایک سو تیرہ نقل کی ہیں۔

آپ کا طرز تصنیف بھی کچھ اس طرح تھا کہ آپ بیک وقت درس بھی دیا کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو املاء بھی کراتے تھے اور اسی دوران تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رہتا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ''ربیع'' اور ''حمیدی'' فرماتے ہیں کہ بسا اوقات آپ بستر پر آرام فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے پھر اچانک کوئی علمی بات ذہن میں آجاتی تو فوراً اٹھ جاتے، چراغ روشن کیا جاتا پھر آپ اس کو نوٹ کرتے اور فرماتے کہ کہیں کوئی علمی بات ذہن سے غائب نہ ہو جائے۔

اس کے باوجود اپنی تصانیف وتالیفات کے متعلق آپ کی غایت تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے: ''میرا دل یہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کتابوں سے استفادہ کریں اور ان کو میری طرف منسوب نہ کریں''۔

"وددت أن الناس تعلموا هذه الكتب ولم ينسبوها إليّ" (الامام الشافعی للدقر ص ۳۸۶)۔

ہم ذیل میں آپ کی چند مشہور کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) الام یہ آپ کی گراں قدر مشہور ومعروف تصنیف ہے جو فقہی ابواب پر مشتمل ہے جس

کے چند فقہی ابواب کی ترتیب وتدوین میں آپ کو خصوصیت حاصل ہے جیسے کتاب الجزیہ، کتاب فی السبق والرمی، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "ما سبق أحد الشافعي إلى كتاب الجزية" (توالی التاسیس ص ۱۵۱)۔

(۲) الرسالہ اصول فقہ میں ہے جس کے متعلق جمہور علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ اصول فقہ میں اولین تصنیف ہے اور امام شافعیؒ اصول فقہ کے اول مدون ہیں۔

(۳) الحجۃ، (۴) المبسوط، (۵) السنن، (۶) احکام القرآن، (۷) کتاب ابطال الاستحسان، (۸) حجیۃ خبر الواحد، (۹) کتاب صفۃ نہی النبیؐ، (۱۰) کتاب اختلاف الحدیث، (۱۱) مسند الامام الشافعی، (۱۲) معرفۃ السنن والآثار، (۱۳) کتاب ادب القاضی، (۱۴) کتاب العقیدۃ المختصرہ، (۱۵) کتاب التمہید فی اصول التوحید، (۱۶) کتاب فی علم القیافۃ، (۱۷) بعض الاشعار للامام الشافعی۔ اس کتاب میں ان اشعار کا تذکرہ ہے جو امام شافعی کی طرف منسوب ہے، کیونکہ امام شافعیؒ کو اشعار کا کافی ذوق تھا۔ آپ کے اشعار میں حکمت اور عقل مندی پنہاں ہے۔

حال میں قدرے اختلاف کے ساتھ مختلف دیوان "دیوان الامام الشافعی" کے نام سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں، نیز ہمارے جامعہ ہذا جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن اور وہ جامعات یا مدارس جس میں فقہ شافعی کی تعلیم ہے ان مدارس میں دیوان الشافعی داخل نصاب بھی ہے بلکہ بعض جید علمائے کرام نے "دیوان الشافعی" کو تمام مدارس دینیہ میں داخل نصاب کرنے پر اپنی بیش قیمت رائے کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

مصر روانگی اور وفات:

امام شافعی نے حصول علم کی خاطر مختلف ملکوں کے اسفار کیے۔ امام مالکؒ کی خدمت میں مدینہ منورہ کا سفر کیا پھر آپ کو یمن میں عہدہ قضا سپرد کیا گیا پھر آپ نے عراق وبغداد کے کم وبیش تین اسفار کیے۔ بغداد کا یہ آخری سفر ۱۹۸ھ میں ہوا پھر آپ نے مصر کی طرف رخ کیا۔

مصر جانے کے بعد امام شافعی کی فکری وعلمی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا اور آپ کی فقہ کو

مقبولیت تامہ حاصل ہوئی اور اس کا اثر مصر اور اطراف مصر تک پھیل گیا۔لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ درس میں آنے لگے اور کسب فیض کرنے لگے، چنانچہ امام صاحب قدوم مصر کے متعلق اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

لقد اصبحت نفسی تتوق الی مصر   ومن دونها ارض المهامة والقفر

فوالله ما ادری الفوز والغنی   اساق الیها ام اساق الی قبری

(توالی التاسیس ص ۱۷۷)

امام شافعی مصر میں چار سال بقید حیات رہے، اسی دوران آپ نے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائیں اور بعض کتابوں کی تجدید و تحقیق بھی فرمائی اور آخری عمر میں آپ پر مرض بواسیر کا شدت سے حملہ ہوا جس کی وجہ سے آپ کے کپڑے خون میں لت پت ہوجاتے۔اس مرض میں امام مزنی آپ کے پاس بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور حال دریافت کیا تو آپ نے برجستہ فرمایا:

اصبحت من الدنیا راحلا وللاخوان   مفارقا ولکاس المنیة شاربا

ثم أنشأ یقول:

ولا قسا قلبی وضاقت مذاهبی   جعلت الرجا منی لعفوک سلما

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته   بعفوک ربی کان عفوک اعظما

(دنیا سے کوچ کا وقت اور ساتھیوں کو داغ مفارقت دینے کا وقت اور موت کا پیالہ پینے کا وقت آچکا ہے۔ جب میرا دل اور میری راہیں سخت اور تنگ ہوگئیں تو اے میرے رب میں نے اپنی امید کو تیرے عفوو درگذر سے وابستہ کردیا ہے۔میرے گناہ میری نظر میں زیادہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن اے میرے اللہ اس کا موازنہ تیرے عفوو درگذر سے کرتا ہوں تو تیری صفت عفو اس سے بڑھ کر ہے)۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب توالی التاسیس میں فرماتے ہیں: امام شافعی کی وفات جمعہ کی رات میں عشاء کے بعد ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر ۵۴ سال کی تھی اور آپ مغرب کی نماز پڑھ چکے تھے اور رجب کا آخری دن تھا اور جمعہ کے دن آپ کی تدفین عمل میں آئی، چنانچہ تدفین کے بعد

واپسی میں ہم نے شعبان کا چاند دیکھا۔

روز آدینہ بود سلخ رجب   کہ شد شافعی بحضرت رب

آپ کی قبر اطہر مصر میں مشہور ومعروف ہے۔امام نوویؒ فرماتے ہیں: **وقبره بمصر عليه من الجلالة وله من الاحترام ما هو لائق بمنصب ذلك الإمام۔**

ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو معبر نے بتایا کہ روئے زمین کے کسی بڑے عالم کی موت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھلائے تھے: "وعلم آدم الاسماء کلها" (بقرہ) چنانچہ تھوڑی مدت میں امام شافعی کی وفات ہوئی۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ بعد وفات میں نے اپنے استاذ امام شافعی کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا تو امام شافعی نے جواب دیا: مجھ کو اللہ تعالیٰ نے سونے کی کرسی پر بیٹھایا اور مجھ پر موتیوں کی بارش ہوئی۔

امام شافعی کے اہل وعیال:

آپ کے نکاح کی صحیح تاریخ معلوم نہیں، البتہ مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ کا نکاح امام مالکؒ کی خدمت سے مکہ مکرمہ واپس لوٹنے کے بعد ہوا ہے۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا نام حمدہ بنت نافع ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: حمدۃ بنت نافع بن عنبسہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔

آپ کے دو لڑکے ہیں: اول کا نام محمد کنیت ابوعثمان، ثانی کا نام بھی محمد ہے۔ البتہ کنیت ابوالحسن ہے۔

آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام زینب ہے اور جس کا نکاح آپ نے اپنے عم زاد بھائی سے کیا تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام احمد تھا لیکن وہ ابن بنت الشافعی کے نام سے مشہور ہوئے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ احمد بڑے عابد، زاہد اور عالم تھے گویا کہ ان کو اپنے نانا کی علمی وراثت حاصل تھی (الامام الشافعی للدقر ص ۷۰)۔

امام شافعیؒ اور ان کا تجدیدی کارنامہ

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی☆

زندگی ہر آن متحرک اور تغیر پذیر ہے۔ وہ رواں دواں اور سدا بہار جوان ہے۔ بقول اقبال:

؎ جاوداں، پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیے جس دین کو پسند کیا اور بندوں کو جس کا مکلّف بنایا ہے وہ ابدی حقائق پر مشتمل ہے، اس کے عقائد و مسلمات کو خلود عطا کیا گیا ہے، مگر ساتھ ہی وہ بھی زندگی سے بھرا اور حرکت ونشاط سے معمور ہے۔ ''یہ دین چونکہ آخری اور عالمگیر دین ہے اور یہ امت آخری اور عالمگیر امت ہے، اس لیے یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ دنیا کے مختلف انسانوں اور مختلف زمانوں سے اس امت کا واسطہ رہے گا ......اس امت کو جو زمانہ دیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ پر از تغیرات اور پر از انقلابات ہے''۔(۱) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے بقول زمان و مکان کی تبدیلیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے دو انتظامات فرمائے ہیں: ایک یہ کہ اس کی تعلیم جامع وکامل اور زندہ ہے اور دوسرے اس دین کو ہر دور میں ایسے زندہ رجال کار عطا ہوتے رہے ہیں جو اس کی تجدید کرتے ہیں۔ امام شافعی بھی ایسے ہی رجال اللہ اور مجددین اسلام میں سے ہیں جو اپنے تعلق باللہ، زبان دانی، اخلاص وللّٰہیت، قانونی فہم، علمی انہماک اور خدمت دین میں ممتاز ہیں۔

اسلام کی تاریخ میں ائمہ اربعہ کا ظہور ایک معجزہ تھا، جن میں امام ثالث حضرت امام شافعی کا امتیاز یہ ہے کہ وہ افقہ الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام دارالہجرت امام مالکؒ کے بعد آئے

☆ ڈائرکٹر فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز C-303/3 شاہین باغ جامعہ نگر نئی دہلی۔

اور دونوں کے مدرسہائے فکر اور مناہج فقہ کی خوبیوں کے جامع ہوئے۔انہوں نے دونوں ہی مکاتب فکر سے خوشہ چینی کی۔ان کے علاوہ انہوں نے تقریباً 19 شیوخ سے علم اخذ کیا جن میں فقیہ الشام امام اوزاعی کے شاگرد عمر بن ابی سلمہ اور فقیہ مصر لیث بن سعد کے شاگرد یحیٰ بن حسان سے ان کی فقہ اخذ کی، وہ امام لیث کی فقاہت سے بہت متاثر ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ: "الليث أفقه من مالك إلا أن أصحابه لم يقوموا به" (لیث مالک سے بڑے فقیہ ہیں مگر ان کے شاگردوں نے ان کو اٹھایا نہیں) (۲)، شافعی کے شیوخ میں یمنی، کوفی، بصری، مکی اور بغدادی استادوں کے نام بھی آتے ہیں۔امام مالک کے سامنے تو ان کو بنفس نفیس زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف ملا۔فقہ حجاز یا مدرسۃ الحدیث سے استفادہ کے بعد وہ عراق گئے، جہاں مدرسۂ کوفہ یا مدرسۃ اہل الرائے (۳) کے قریب آئے اور انہوں نے فقہ حنفی کے محرر امام محمدؒ بن الحسن سے کسب فیض کیا۔یوں وہ حدیث وفقہ دونوں کے جامع بنے اور اپنی شاداب عقل، زرخیز دماغ، بحث واستدلال اور کلام ومنطق کی زبردست اور خداداد صلاحیتوں کے باعث دونوں ہی سابق فقیہوں سے اپنی الگ راہ نکالی اور تیسرے مذہب فقہ کے بانی ومؤسس ہوئے۔

سوانح زندگی:

نام محمد والد کا نام ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھا نسبی تعلق قریش کے بنو عبد المطلب سے تھا، عبد مناف میں آ کر حضور ﷺ سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔فلسطین کے شہر غزہ میں سنہ 150 ہجری میں پیدا ہوئے۔خدا کی شان ہے کہ اسی دن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی تھی، امام شافعی کے والد کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا، ان کی پرورش تمام تر والدہ نے کی، جب دو سال کے ہوئے تو والدہ محترمہ ان کو لے کر ان کے گھر والوں کے پاس مکہ آ گئیں۔عسرت، یتیمی وتنگ دستی کے باوجود خاندانی وقار کی حفاظت اور اعلی اخلاق پر تعلیم وتربیت ہوئی۔امام شافعی کو غیر معمولی ذہانت، جفاکشی، دور اندیشی کے ساتھ ہی غضب کا حافظہ عطا ہوا تھا۔شعر وادب میں بھی طاق ہو گئے کہ مدتوں تک مکہ سے دور صحراء میں بنو ہذیل کے درمیان رہ کر عربی لغت، محاورے

اور فصاحت وبلاغت سیکھی تھی، ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی حذاقت تامہ حاصل کر لی۔ بنو ہذیل کے ہاں سے واپس آ کر مکہ کے علماء کے پاس قرآن حفظ کیا اور حدیث وفتوی کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے استاد مسلم بن خالد زنجی نے ان کی قابلیت کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا: ''اے ابو عبداللہ اب تم فتوی دو، کیونکہ فتوی دینے کے اہل ہو چکے ہو''۔ (۴) مگر شافعی کو مزید علم کا شوق تھا چنانچہ انہوں نے امام مالکؒ کے درس حدیث اور ان کی کتاب مؤطا کا شہرہ سنا تو مدینہ کی راہ لی۔ والیٔ مکہ نے ان کے لیے ایک سفارشی خط امام مالکؒ کی خدمت میں لکھ دیا، مگر مالک کی خدمت میں حاضری دینے سے پہلے ہی مکہ کے کسی عالم سے مؤطا لے کر پوری پڑھ لی بلکہ حفظ کر لی۔ اس کے بعد مدینہ حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس کا حال یوں لکھا ہے:

''میں صبح سویرے امام مالک کی خدمت میں پہنچ گیا اور مؤطا زبانی پڑھنی شروع کر دی حالانکہ کتاب میرے ہاتھ میں تھی، امام صاحب سننے لگے، جب مجھے خیال آیا کہ امام مالک تھک گئے ہوں گے تو میں نے قرأت روکنی چاہی مگر حضرت امام کو میری قرأتِ مؤطا اتنی پسند آئی تھی کہ انہوں نے فرمایا: اے نوجوان اور پڑھ، چنانچہ یوں میں نے چند دنوں میں پوری مؤطا ان کو سنائی اور ختم کر لی''(۵)۔

اس کے بعد شافعی فقہ وحدیث میں امام مالک سے مستفید ہونے لگے یہاں تک کہ اصحابِ مالک میں شمار ہونے لگے اور ان کی وفات (179ھ) تک ان کے سرچشمۂ علم سے سیراب ہوتے رہے۔

پھر یمن کے گورنر شافعی کو اپنے ساتھ لے گئے اور علاقۂ نجران کا قاضی مقرر کر دیا۔ جہاں آپ پوری جرأت، عدل وانصاف اور خوفِ خدا کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے لگے، تاہم اس گورنر کے بعض عمال ومقربین کی زیادتیوں پر کھلی اور شدید تنقید نے اس کو آپ سے ناراض کر دیا۔ اس نے آپ سے یوں انتقام لیا کہ خلیفہ کی خدمت میں آپ کی شکایت لکھ بھیجی کہ یہاں کئی علوی لوگ ہیں اور ایک قریشی نوجوان ان کا حمایتی ہے، یہ لوگ خلافت پر خروج کا ارادہ رکھتے ہیں اور میرے

قابو میں نہیں آ رہے ۔خلیفہ عباسی ہارون الرشید نے ان سب لوگوں کو اپنے دربار بغداد بلا بھیجا ،امام شافعی علویوں سے محبت رکھتے تھے مگر ان پر بغاوت کا الزام بالکل غلط تھا۔ بہرحال اپنی باری آنے پر انہوں نے اپنی طلاقت لسانی اور زور بیان کے بل پر اپنے کیس کی وکالت کی اور خلیفہ کے قاضی امام محمدؒ بن الحسن تلمیذ رشید ابوحنیفہؒ کی سفارش پر چھوڑ دیے گئے ۔یہیں سے وہ امام محمدؒ کے رابطہ میں آئے اور انہوں نے امام محمد کے علم وتفقہ سے فیض اٹھایا، ان سے مذاکرے کیے اور عراقی مکتب فکر اور اس کے منہج سے براہ راست واقفیت حاصل کی، یہاں سے فارغ ہوکر شافعی مکہ گئے جہاں انہوں نے حرم مکی میں نو سال تک درس دیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے مکہ ہی میں ان کے آگے زانوے تلمذ طے کیا ہے اور جب 195ھ میں شافعی دوبارہ بغداد آئے تو امام احمد نے ان کا بڑا اعزاز کیا۔ بغداد کے اس سفر میں انہوں نے فقہ مالک اور فقہ حنفی سے الگ اپنی فقہی رایوں کا اظہار شروع کیا اور بغداد کے علماء وفقہاء سے ان کے مذاکرے ہوئے ۔ بغداد میں انہوں نے جو فتوے دیے ان ہی کو فقہ شافعی میں قول قدیم کہا جاتا ہے ۔مصر بھی اس وقت اہل علم کا مرکز تھا جہاں امام مالک کے بہت سے تلامذہ استاد کی فقہ کو عام کر رہے تھے، مصر ہی میں امام لیث بن سعد تھے، جن سے شافعی کی مراسلت ہوئی تھی ۔199ھ میں شافعی مصر گئے جہاں انہوں نے اپنا مذہب فقہی باقاعدہ قائم کیا، وہاں ان کو بہت سے تلامذہ میسر آئے ۔مصر میں انہوں نے اپنے بہت سے خیالات کی تنقیح کی اور بہت سی سابق رایوں سے رجوع کیا اور نئی رائے پر فتوے دیے جن کو قول جدید کہا جاتا ہے۔ 204ھ میں مصر کے اندر ہی شافعی کی وفات بھی ہوئی، جس کے مختلف اسباب بتائے جاتے ہیں (۶)۔ ان کے تلامذہ بویطی ،سلیمان بن الربیع وغیرہ نے مصر میں ان کے مسائل وفتاوی کو مدون کیا اور یہیں سے شافعی مسلک کی عالم اسلام کے مختلف خطوں میں اشاعت ہوئی۔

امام شافعیؒ اور ان کی فقہ کا بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے حدیث وفقہ کو جمع کیا ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فقہ شافعی میں اصح مافی الباب (یعنی کسی مسئلہ کے سلسلہ میں سب سے صحیح جو حدیث ہو) سے اخذ واستفادہ کا رجحان ہے۔ شافعی کا بہت بڑا اور تجدیدی کارنامہ اور مجموعی طور پر اسلامی فقہ پر ان

کا زبردست احسان ہے کہ انہوں نے فقہ اسلامی کے اصول مدون کیے، فروعی مسائل اور جزئیات کومنضبط کرنے والے جامع قواعد وکلیات کا استنباط کیا اور اپنی 'الرسالہ' اور 'الام' کے ذریعہ علم وفکر کی ایک نئی دنیا آباد کردی۔ کتاب وسنت کے نصوص سے شرعی مسائل کا استنباط اپنی جگہ ایک عظیم الشان کام ہے، تاہم ان مسائل کی اصول سازی اور نظریہ سازی اس سے بھی بڑا کام ہے، اور یہ شافعی کی عبقریت ہے کہ انہوں نے دونوں کام کیے اور اس راہ میں طریق معتدل کی دریافت کی، مثال کے طور پر اپنے بہت سے معاصرین کی افراط وتفریط کے درمیان انہوں نے کہا کہ قرآن اصل شرع ہے (۷)۔

شافعی کے لفظوں میں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ بھی اپنی رحمت کے طور پر اور بندوں پر حجت کے لیے نازل فرمایا، اس کا عالم عالم ہے اور جو اس کونہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ اس کو نہ جاننے والے کو عالم نہیں کہہ سکتے اور اس کے جاننے والے کو جاہل نہیں کہہ سکتے، اور علم کے اندر لوگوں کے درجات مختلف ہیں، اور جتنا کوئی قرآن کا علم رکھتا ہے اتنا ہی اس کا رتبہ سوا ہے، اس لیے طالبانِ علم پر لازم ہے کہ وہ اس کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی بھرپور جدوجہد کریں اور اس راہ میں جو کچھ بھی پیش آئے اس کو برداشت کریں اور نص یا استنباط سے قرآن کے علم کے حصول میں نیت خالص اللہ کے لیے رکھیں۔ یعنی قرآن شافعی کے نزدیک بیانِ کلی ہے اور سنت اس کی تبیین (۸)۔ صحابہ بھی اسی کے قائل تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

''من جمع القرآن فقد حمل أمرا عظيما ولقد أدرجت النبوة بين جنبيه إلا أنه لا يوحى إليه'' جس کے پاس قرآن کا علم ہے تو وہ ایک امر عظیم کا حامل ہے، گویا کہ اس کے سینہ میں نبوت دے دی گئی ہے گرچہ اس کے پاس وحی نہیں آتی (۹)۔

ابن حزم اس بنیاد پر کہتے ہیں:

''كل أبواب الفقه ليس منها باب إلا وله أصل في الكتاب، والسنة تعلنه'' فقہ کا کوئی باب ایسا نہیں جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو، سنت اس کی تفصیل سے وضاحت کرتی

ہے۔اس کے بعد شافعی نے بیانِ قرآن کی دو قسمیں کی ہیں:۱-وہ آیات جو خود اپنی شرح ہیں اور جن کو مزید تفسیر کی ضرورت نہیں مثلاً صوم اور لعان کا بیان، ۲-قرآن کی دوسری قسم وہ ہے جس کو انہوں نے ''القسم الذی من القرآن لایکون نص فی الموضوع بل البیان فیه یحتاج إلی السنة'' کہا ہے، یعنی وہ قسم جو موضوع پر خود دلالت نہ کرے بلکہ اس کے بیان کے لیے سنت کی ضرورت پڑے(۱۰)۔

اسی طرح یہ مسئلہ کہ قرآن کے فرائض وواجبات کے بارے میں صحیح نقطۂ اعتدال کیا ہے؟ تو شافعی نے قرآن کے متعدد نصوص میں غور وفکر کرکے فرض کو دو وجہوں پر تقسیم کیا ہے: فرض عین اور فرض کفایہ۔ وہ فرض کفایہ کو ''المطلوب علی وجه الکفایه یراد به العام ویدخله الخصوص'' (ایسا عام فرض جو کچھ لوگوں سے مطلوب ہو) سے تعبیر کرتے ہیں(۱۱) امام شاطبی نے اس کی بے حد معنی خیز تفصیل کی ہے اور اس کو فرض عین پر ایک گونہ فوقیت دی ہے، ابوزہرہ کی کتاب میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، چونکہ امام شافعی نے خود اصول وقواعد کا استخراج کیا اور ان کی تدوین کی اس لیے بقول ابوزہرہؒ ان کے تلامذہ اور بعد کے لوگوں کو مذہب شافعی پر تخریج (کسی اصل سے مزید مسئلہ نکالنا) کے لیے اصول ثابتہ مقررہ میسر آگئے، جبکہ یہ چیز دوسرے مذاہبِ فقہ میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ شافعی کے علاوہ کسی اور امام سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے شافعی کی طرح قواعد بیان فرمائے ہوں(۱۲)۔

امام شافعی کا دوسرا کارنامہ حجیت حدیث ہے۔ موجودہ زمانہ میں انکار حدیث کا جو فتنہ پیدا ہوا ہے، عموماً اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک نیا ظاہرہ Phenamenon ہے، مگر امام صاحب کی دونوں کتابوں الرسالہ اور الام کے ایک سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ فتنہ نہایت قدیم ہے۔ شافعی کے زمانہ میں تین طرح کے منکرین حدیث موجود تھے جن سے ان کی گفتگوئیں بھی ہوئیں اور جن کی آراء کو اپنی تحریروں میں نقل کرکے انہوں نے ان پر تفصیل سے محاکمہ بھی فرمایا ہے۔ الام کی کتاب جماع العلم میں شافعی نے تفصیل سے منکرین سنت کے بارے میں بیان کیا ہے۔ (الرسالہ میں حجیت حدیث کا اثبات ہے اور الام میں منکرین سے مناظرہ اور ان کے

استدلال کا تفصیلی رد ہے) شافعیؒ کے مطابق حدیث کا انکار کرنے والے فی الجملہ تین طرح کے لوگ ہیں: پہلے تو وہ لوگ ہیں جو بالکل ہی سنت کا انکار کرتے ہیں ۔الرسالہ میں امام صاحب نے ان لوگوں کا پورا استدلال نقل کر کے ان کو جواب دیا ہے۔ان کے الفاظ میں ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ:"وجملة قبولهم واحتجاجهم له أن الكتاب فيه تبيان لكل شيئى، وإن الكتاب عربى، لا يحتاج إلى بيان غير معرفة اللسان العربى والأسلوب العربى الذى جاء القرآن به، وليس وراء بيانه بيان (١٣) أى السنة لا يمكن أن تأتى بشرع زائد على ما فى الكتاب الله" (ابوزہرۃ) مطلب یہ ہے کہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے اور عربی کلام کو سمجھنے کے لیے عربی زبان اور عربی اسلوب کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت کیوں پڑنے لگی۔سنت قرآن کے کسی حکم پر اضافہ بھی نہیں کرسکتی۔ان کے استدلال کا جواب امام شافعی نے بہت تفصیل سے دیا ہے جس کی تلخیص ابوزہرہ نے کردی ہے۔دوسرے وہ لوگ ہیں جو صرف انہیں حدیثوں کو لیتے ہیں جن کے مطابق قرآن میں کوئی حکم پایا جاتا ہے، یہ خبر واحد کو قبول نہیں کرتے۔"ماكان فيه قرآن يقبل فيه الخبر" اور تیسرے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو بس انہیں احادیث کو مانتے ہیں جو متواتر و مستفیض ہیں اور خبر واحد کی حجیت کے قائل نہیں ہے۔"وثالث المذاهب المخالفه للجماعة مذهب الذين ينكرون حجية خبر الآحاد جملة ولا يعتبرون إلا الأخبار المتواترة المستفيضة" (١٤) پہلا گروہ تو امت سے بالکل ہی خارج ہے "وقائل ذلک ليس من الإسلام فى شيئى" (١٥) اور دوسرے گروپ کے بارے میں تفصیل ہے کہ ان کے قول کے دو مطلب نکلتے ہیں: ایک لحاظ سے یہ بھی پہلے ہی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں، لہذا انہیں میں سے شمار ہوں گے اور اگر ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں تعارض نہیں ہوسکتا تو یہ بات درست ہے اور اس لحاظ سے اگر یہ خبر واحد میں شک کرتے ہیں تو ان کو خارج عن الامۃ (امت سے باہر) نہیں سمجھا جائے گا۔

جبکہ پہلے گروپ کو امام صاحب زنادقہ، خوارج اور بعض معتزلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جنھوں نے اپنی تائید میں ایک حدیث بھی گڑھ لی تھی: کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث آئے تو اس

کو کتاب اللہ پر پیش کر و اس کے موافق ہو تو سمجھو کہ وہ میرا ہی قول ہے اور اس کے خلاف ہو تو سمجھو کہ وہ میرا قول نہیں ہے کہ قرآن مجھ ہی پر اترا ہے اسی سے اللہ نے مجھے ہدایت دی تو میرا قول اس کے خلاف کیسے ہوگا: "ما أتاكم مني فاعرضوه على كتاب الله، فإن وافق كتاب الله فأنا قلته وإن خالف كتاب الله فلم أقله، وكيف أخالف كتاب الله وبه هداني الله"۔ اس حدیث کے سلسلہ میں عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا کہ اس کو زنادقہ اور خوارج نے گڑھا ہے(۱۶)۔

آج کے منکرین حدیث بھی کم وبیش انہیں خیالات کی جگالی کرتے رہتے ہیں، ان کے استدلال بھی تقریباً یہی رنگ لیے ہوتے ہیں۔ امام شافعی ایک ایسے عہد میں پیدا ہوئے تھے جب روایات کی کثرت تھی، واضعین حدیث اور منکرین سنت کی مذموم کوششوں سے اہل علم کے لیے سنت کے حوالہ سے ایک بڑا علمی چیلنج پیدا کر دیا تھا۔ وضعی حدیثوں کا ایک سیلاب تھا، ایسے میں شافعی جیسے عبقری نے وقت کے اس چیلنج کا جواب دیا۔ آپؒ نے واضح کیا کہ سنت صحیحہ ثابتہ قرآن سے باہر نہیں ہے، وہ قرآن ہی سے مستنبط ہے۔ اس کی اصل قرآن میں موجود ہے اور سنت اس کی مستند ترین شرح وتفسیر ہے، اسی کتاب میں آپ نے ثابت کیا کہ قرآن میں کئی جگہ الکتاب والحکمۃ ساتھ ساتھ آیا ہے (مثلاً البقرہ: 129) جس میں کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد اس کی نبوی تفسیر (حدیث) ہے "الكتاب هو القرآن والحكمة هي السنة النبوية" (۱۷)۔ ظاہر ہے کہ حکمت منزل من اللہ وحی اور اسوۂ نبوی کا عمل کی دنیا میں کامل ترین اظہار ہے، یہ وہ دانش نورانی ہے جس کو ﴿وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى﴾ (النجم: 4-3) کی تائید ربانی حاصل ہے۔ الرسالہ میں انہوں نے تینوں فریقوں کے جواب دیے ہیں اور اسی وجہ سے مکہ، بغداد اور مصر وغیرہ میں شافعی کو ناصر السنۃ اور حافظ حدیث کہا جاتا تھا، اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ شافعی بغیر کسی تعصب کے حق کی حمایت کرتے تھے، شافعی سے پہلے اہل الرائے اصحاب الحدیث پر اپنے منطقی طرز استدلال کے ذریعہ غالب آ جایا کرتے جبکہ اصحاب الحدیث ذخیرۂ آثار وروایات میں ان کو دبا لیتے تھے، جب شافعی آئے تو وہ ان دونوں ہی ہتھیاروں سے لیس تھے، چنانچہ ان سے دونوں مدرسہائے فکر کے جس آدمی نے بھی بحث

ومباحثہ کیا کوئی بھی شافعی کے سامنے نہ ٹک سکا۔ حق کے سلسلہ میں بلاخوف لومۃ لائم امام شافعی نے اپنی آراء کا اظہار کیا، چنانچہ امام مالک سے محبت کے باوجود انہوں نے "خلاف مالک" لکھی جس میں اپنے استاذ کی بہت سی رایوں پر تنقید تھی، اسی طرح اپنے دوسرے استاذ امام محمد سے بھی مناقشہ کیا اور بصرہ کے علماء سے مناظرہ کیا اور سب میں غالب رہے۔ مگر مسلکی تعصب کا برا ہو کہ جب امام صاحب مصر گئے تو وہاں کے مالکیوں نے خلاف مالک لکھنے کی وجہ سے والی مصر سے ان کی شکایت کی اور ان کو مصر سے نکلوا دینے کی کوشش کی! حالانکہ ان کا اختلاف صرف مالک سے ہی نہ تھا بلکہ حنفیہ اور دوسرے ائمہ فقہ سے بھی تھا۔ مثال کے طور پر امام شافعی خبر واحد کو اہمیت دیتے ہیں اور قرآن کے عام کی تخصیص خبر واحد سے جائز قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں حنفیہ کا ان سے اختلاف ہے کیونکہ حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت، اس لیے ظنی سے قطعی کی تخصیص نہیں ہوسکتی (۱۸) سوائے اس صورت کے کہ اس عام کی پہلے ہی کسی اور سے تخصیص ہوچکی ہو۔ واضح رہے کہ ابوزہرہ کی تحقیق میں شافعی خود عقیدہ کے اثبات میں خبر واحد کو کافی نہیں سمجھتے۔

انہوں نے خبر واحد کی حجیت تو ثابت کی ہے تاہم خبر واحد کو وہ جیسا کہ ابوزہرہ لکھتے ہیں، قرآن کے یا خبر متواتر و مستفیض کے درجہ میں نہیں رکھتے اور ابوزہرہ کے لفظوں میں: "**بهذا تراه يضع الأمور فى مواضعها فهو يجعل الآحاد حجة فى العمل دون الاعتقاد، فيقرران الشک فيه لا عقاب عليه**" (۱۹)، اس کے بعد امام صاحب نے خبر الواحد (روایات الخاصۃ) کے قبول کے دقیق شرائط بیان کیے ہیں اور یہ سب شرطیں وہی ہیں جن کو ماہرین مصطلح الحدیث نے adopt کیا اور ان سے اتفاق کیا ہے۔ خبر واحد کے علاوہ امام شافعی نے مرسل کو بھی بعض کڑی شرائط کے ساتھ قبول کیا ہے مثلاً یہ کہ مرسل کبار تابعین کی ہو، اس مرسل کی کسی اور متصل روایت سے تائید ہوتی ہو یا قول صحابی اس کے مطابق ہو وغیرہ۔

اسوۂ متواترہ مکشوفہ و مروجہ کا سب سے بڑا اظہار امام مالک کے نزدیک عمل اہل مدینہ ہے، لیکن اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر کہ خلافت راشدہ اور خصوصاً حضرت عمر بن الخطابؓ کے بعد اجلۂ صحابہ کی

بڑی تعداد جہاد، نشرِ علم اور دعوتی مقاصد کے تحت مختلف بلاد وامصار میں پھیل گئی تھی اور مدینہ کا علمی اختصاص بڑی حد تک ختم ہو گیا تھا اور اس حقیقت کو خود امام مالک بھی تسلیم کرتے تھے جبھی تو انہوں نے خلیفہ منصور کو اس بات سے روک دیا تھا کہ مؤطا کو پورے عالم اسلام کا دستور العمل بنا دیا جائے۔ انہوں نے خلیفہ کو خود یہی دلیل دی تھی کہ صحابہؓ کے علم کے حاملین مختلف بلاد میں پھیل گئے ہیں اور وہاں لوگ ان کے فتووں پر عمل کر رہے ہیں، اگر ان کو ایک ہی مدرسۂ فکر کا تابع بنا دیا جائے گا تو بڑی مشکل پیدا ہو جائے گی۔ اسی دلیل کو آگے بڑھاتے ہوئے امام شافعی نے جو استدلال کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ سنت قولی جو متعدد اہل علم صحابہ جیسے ابو ہریرہؓ، عائشہؓ اور ابو سعید خدریؓ سے مروی ہو اس کو عمل اہل مدینہ پر ترجیح ہوگی، الرسالہ میں شافعی نے اصولی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ قولی حدیثوں سے مروجہ سنت (مدینہ میں) کی تصحیح وتنقید کا کام لیا جائے گا۔ الرسالہ جو اصول حدیث، فقہ اور اسلام کی مذہبی تاریخ پر اولین تصنیف ہے اس نے آنے والے دنوں میں فکر اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

ہمارے زمانہ میں کچھ لوگ بڑی شدت سے تقلید کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں، حالانکہ جس تقلید جامد کی مخالفت کا ان کو دعوی ہے اس کا رستہ تو ائمہ متبوعین نے خود ہی بند کر دیا ہے چنانچہ ہر امام تقلید جامد کے بالکل خلاف تھے اور سبھی حریت فکری کے قائل تھے، امام شافعی کا بھی اس کلیہ سے کوئی استثناء نہیں۔ جس طرح انہوں نے دلائل کے ساتھ اپنے اساتذہ اور معاصرین سے اختلاف فرمایا اپنے شاگردوں کو بھی اسی کی تربیت دی کہ وہ ان کی جامد تقلید نہ کریں، چنانچہ شافعی نے فرمایا: ''إذا صح الحديث فهو مذهبي واضربوا بقولي عرض الحائط'' (جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذھب ہے اور اس کے ہوتے ہوئے میرے قول کو دیوار پر مار دینا) تمام ائمہ سے اسی طرح کے اقوال منقول ہیں اور امام ابو حنیفہ کے اسکول کا تو یہ امتیاز ہے کہ انہوں نے اپنے تلامذہ کو زبردست حریت فکری عطا کی تھی۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان کے ارشد تلامذہ نے مذہب ابو حنیفہ کے 2/3 سے اختلاف کیا ہے (۲۰)۔ یہی آزادیٔ رائے امام شافعی کے ہاں بھی بدرجہ اتم موجود ہے، چنانچہ ان کے ہاں یہ ہے کہ اگر شافعی کے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جاتی ہے اور ان کے قول کو چھوڑ کر حدیث

کو اختیار کرلیا جاتا ہے تو یہ مذہب سے خروج شمار نہیں ہوتا، بس شرط یہ ہے کہ جو لوگ مذہب امام سے باہر جائیں وہ رتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے ہوں (۲۱)، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب شافعی میں تخریجات کرنے والے علماء دو طرح کے تھے: وہ مخرّج جو اصول شافعی سے باہر نہیں نکلتے جیسے شیخ ابوحامد اور قفال۔ دوسرے وہ مخرّج جو مذہب شافعی سے اصول و فروع دونوں میں باہر چلے جاتے ہیں، اس لیے کہ وہ خود اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز ہیں، مثال کے طور محمدون (محمد نام کے علماء) جن سے مراد ہیں: محمد بن نصر، محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ اور محمد بن المنذر، لیکن چونکہ انہوں نے کسی الگ فقہی مکتب فکر کی بنیاد نہیں ڈالی اور شافعی ہی رہے، اس لیے ان کو بھی شافعی مذہب کے اندر ہی شمار کیا جاتا ہے، البتہ بعض کی رائے میں ان کے تفردات کو شافعی مسلک سے باہر سمجھا جائے گا (۲۲)۔ اسی طرح اسلامی فکر میں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے اصول اربعہ کو بھی امام شافعی نے الرسالہ میں مضبوط استدلالی بنیادوں پر قائم کر دیا ہے۔ تاہم ان کی تحریروں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اجماع سے مراد ان کی صحابہ کا اجماع ہے اور اس کے بعد کا اجماع ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اگر صحابہ کسی امر پر متفق ہوں تو وہ تمام فقہاء کے نزدیک اجماع ہے اور اس پر عمل واجب۔ اس میں فقہاء اور اہل الحدیث کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس کے بعد اگر اہل مدینہ کا کسی امر پر اجماع ہے تو اس کو امام مالک ایک دلیل شرعی مانتے ہیں اور اس کی مخالف صحیح حدیث کو رد کر دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ کے خلاف ہونا حدیث میں قادح ہے۔ امام شافعی کے زمانہ میں صورت حال یہ تھی کہ ہر فریق اپنی رائے پر اجماع کا دعوی کر رہا تھا۔ ایسے میں شافعی نے اصولی طور پر اجماع کو شرعی حجت تسلیم کیا۔ کتاب و سنت میں اس کی بنیاد دریافت کی، اس کے مبادی منضبط کیے، تاہم عملی سطح پر انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہر مسئلہ پر اجماع کا دعوی کرنا غلط ہے، کیونکہ ہمارے پاس اجماع کے عملاً وقوع کی کوئی دلیل نہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اجماع کا مرتبہ کتاب و سنت کے بعد ہوگا اور وہ ان کے تابع ہوگا۔ اس معاملہ میں فریق مخالف کی انہوں نے شدت سے مخالفت کرتے ہوئے یہاں تک کہ دیا کہ: "دعوی الإجماع خلاف الإجماع" (اجماع کا دعوی کرنا خود اجماع کے خلاف ہے) اور آگے جواب

دیتے ہوئے کہتے ہیں: اجماع کے عیب کے لیے تو یہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں کی زبانوں پر تمہارے اس زمانہ کے علاوہ کبھی اس کا نام نہیں آیا (۲۳)۔ یوں شافعی بعض اجماع کے قائل ہیں من کل الوجوہ اس کا انکار نہیں کرتے۔ اجماع کے علاوہ رائے، قیاس (یا اجتہاد) کو انہوں نے منضبط کیا ہے مگر استحسان پر تنقید کی ہے جس کا اعتبار مالکیہ وحنفیہ دونوں کے ہاں ہوتا ہے۔ کتاب الام میں اس کے رد میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ قیاس یا رائے (اجتہاد) ایک اصولی فریم ورک کے اندر operate کرتا ہے، اس لیے وہ درست ہے، جبکہ استحسان کو کسی کلیہ کے تحت لانا دشوار ہوتا ہے، اس لیے استحسان کو دلیل شرعی نہیں سمجھا جائے گا، چنانچہ اس بارے میں انہوں نے اپنے استاد امام محمد سے اختلاف کیا ہے جس طرح عمل اہل مدینہ کے سلسلہ میں انہوں نے اپنے دوسرے استاد وشیخ مالک سے بھی اختلاف کیا تھا۔ تاہم قیاس کو شافعی اجماع کی نگرانی میں دینے کے حامی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ نئی تعبیری اور فکری کوششوں کو فکر اسلامی کے محور کے گرد رکھا جائے۔

واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ مذاہب اربعہ بنیادی طور پر دو مذاہب یعنی فقہ شافعی اور حنفی کے اندر ضم ہو جاتے ہیں اور انہوں نے التفہیمات الالٰہیہ میں کہا ہے کہ میرا طریقہ جہاں تک ممکن ہے ان دونوں مذاہب کے درمیان جمع وتطبیق کرنا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ونحن ناخذ من الفروع مااتفق عليه العلماء ولاسيما هاتان الفرقتان العظيمتان الحنفية والشافعية وخصوصاً في الطهارة والصلاة فإن لم يتيسر الاتفاق واختلفوا فنا خذ بمايشهد له ظاهر الحديث ومعروفه ونحن لانزدری احداً من العلماء فالكل طالب الحق ولا نعقدالعصمة في احدغير النبي صلى الله عليه وسلم" (۲۴)۔

(فروع میں ہم علما کے متفق علیہ مسلک کو لیتے ہیں، خاص کر حنفی وشافعی مسلک کے اتفاق کو کہ یہ عظیم فرقے ہیں اور وہ بھی طہارت ونماز کے سلسلہ میں خصوصا۔ اگر اتفاق نہ حاصل ہو اور علما مختلف ہوں تو پھر جس مسئلہ کی تائید ظاہر حدیث سے ہوتی ہے ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ ہم علما میں

سے کسی کی بھی اہانت نہیں کرتے کہ سبھی حق کے طالب ہیں البتہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ اور کسی کے لئے عصمت کا اعتقاد نہیں رکھتے)۔

امام شافعی پر نئے نئے مطالعات جاری ہیں، مثال کے طور پر ڈاکٹر طٰہٰ جابر علوانی نے اس کا اظہار کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ''نص شرعی'' صرف اور صرف قرآن کو کہا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی اور چیز اس کی شریک نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے الام کے بہت سے اقتباسات اور فقرے نقل کر کے اس تحقیق کو پیش کیا ہے۔ البتہ یہ وضاحت کردی ہے کہ صحیح اور ثابت سنت بہرحال اس کی شرح وتفسیر ہے(۲۵)۔ امام شافعی کا ظہور عصر عباسی کے دوسرے مرحلہ میں ہوا، جب مختلف اسلامی علوم وفنون کی تدوین زور وشور سے ہورہی تھی، علم کلام اور متکلمین میدان میں تھے، یونانی، سنسکرت، فارسی اور دوسری زبانوں سے عربی میں ترجمہ کی تحریک برگ وبار لارہی تھی، مسلمانوں میں بھی طرح طرح کے فقہی، کلامی اور شیعہ فرقے وجود پذیر تھے۔ فقہ حنفی و مالکی کی نشوونما ہورہی تھی۔ اس عہد میں انہوں نے آنکھ کھولی اور اپنے عہد کے ان سبھی حالات، وقائع اور چیلنجوں سے واقفیت حاصل کی، امام صاحب قوی الحجت، زبان آور، فصیح وبلیغ، اور استدلالی انداز ومنطقی اسلوب تکلم کے مالک تھے، چنانچہ اپنی کتابوں الرسالہ، اور الام وغیرہ میں انہوں نے جو مقدمات قائم کیے، اور جس انداز میں فقہ، فقہ حدیث اور اصول فقہ کے سلسلہ میں اپنے استدلالات کی بنیاد رکھی اور جو نتائج نکالے ان سے ایک زمانے نے اتفاق کیا۔ امام مالک نے مؤطا کے ذریعہ حدیث، اقوال صحابہؓ اور علماء مدینہ کی رایوں (عمل اہل مدینہ) اور اپنے فتاوی کو جمع کردیا تھا۔ شافعی مؤطا سے بہت متاثر تھے اور سب سے پہلے اس کو انہوں نے ہی اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا معزز نام دیا تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نئے نئے مسائل کے حل کے سلسلہ میں اجتماعی اجتہاد، بحث ومناقشہ کے بعد مسائل کے استنباط واستخراج کی عظیم نظیر قائم کرچکے تھے۔ ان دونوں اماموں کے بعد ان دونوں کے علمی، فکری اور فقہی سرمایہ سے کام لیکر امام شافعی نے اصول فقہ کی تدوین کی اور ادلہ شرعیہ کا منہاج قائم کردیا جس سے کام لیکر قیامت تک امت ان کے زیر بار احسان رہے گی۔

مراجع وحواشی

(۱) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اول، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ 1992، صفحہ 18۔

(۲) الامام محمد ابوزہرہ، الشافعی حیاتہ وعصرہ، فقہہ وآراہٗ طبع ثانی دارالفکر العربی 1978، ص 47۔

(۳) اہل الرائے اور اہل الحدیث محض تغلیبا ہے۔ رائے سے مراد ہے کہ قرآن وحدیث میں اگر کسی مسئلہ میں صریح حکم نہیں مل رہا ہے تو اجتہاد کیا جائے، جیسا کہ فقہاء عراق کرتے تھے، مگر ایسی صورت حال میں فقہاء حجاز اجتہاد کا رجحان کم رکھتے تھے۔ تاہم ایسا نہیں ہے کہ مدرسۃ اہل الرائے یعنی مدرسۂ کوفہ حدیث کو چھوڑ کر رائے پر عمل کرتا تھا اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ مدرسۃ اہل الحدیث (مدینہ) میں رائے اور تفقہ سے کام ہی نہیں لیا جاتا تھا۔ فرق صرف کم وبیش کا ہے اور ان دونوں ہی رجحانوں کی دلیل اسوۂ نبوی میں ملتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اہل الرائے اور اہل الحدیث کا استعمال تغلیبا ہوتا ہے اور دو مختلف مناہج فکر کو بتانے کے لیے ہوتا ہے اور یہاں اہل الحدیث سے مراد ہمارے زمانہ کا فرقہ اہل حدیث تو ہرگز مراد نہیں ہے، جس پر ظاہریت کی چھاپ اور آج کل ائمہ فقہ اور خاص کر فقہ حنفی سے عداوت کا غلبہ ہے۔

(۴) الامام محمد ابوزہرہ، الشافعی حیاتہ وعصرہ فقہہ وآراہٗ طبع ثانی دارالفکر العربی 1978 اور اجتباء ندوی، تاریخ فکر اسلامی، المرکز العلمی نئی دہلی 1998۔

(۵) حوالۂ سابق، اور اجتباء ندوی، تاریخ فکر اسلامی، المرکز العلمی نئی دہلی 1998۔

(٦) مشہور قول کے مطابق بواسیر کے مرض سے بعمر 54 سال امام شافعی کی وفات ہوئی اور معجم یاقوت کی روایت کے مطابق کسی فتیان نامی متعصب مالکی سے ان کا مناظرہ ہوا جس میں شافعی نے اس کو لاجواب کر دیا۔ اس نے امام صاحب سے بدسلوکی کی، جس کی شکایت کسی نے والی مصر سے کر دی، جس پر اس نے فتیان کو سزا دلوائی۔ جذبۂ انتقام میں اس کے ساتھی امام صاحب کے حلقہ میں پہنچ گئے اور جب آپ کے سب تلامذہ اور اصحاب چلے گئے تو آپ پر حملہ کر دیا۔ ان کے زدوکوب کرنے سے آپ زخمی ہو گئے جن کی تاب نہ لا کر چند دن بعد انتقال فرما گئے۔ الامام محمد ابوزہرہ، الشافعی 32۔

(۷) ایضا 211۔

(۸) ایضا 211۔

(۹) ایضا، 210۔

(۱۰) ایضا 214۔

(۱۱) 202۔

(۱۲) 379۔

(۱۳) 218۔

(۱۴) 220۔

(۱۵) 219۔

(۱۶) دیکھیں ابوزہرہ: الامام الشافعی: صفحہ 219۔

(۱۷) 222۔

(۱۸) 208۔

(۱۹) 232۔

(۲۰) امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور فقہ حنفی کے اساطین میں سے ہیں مگر اپنے استاذ سے نہ صرف فروع میں بلکہ اصول میں بھی سینکڑوں مسائل میں اختلاف کیا، سبکیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: فانهما يحالفان اصول صاحبهما، طبقات الشافعیہ 1/243 امام الحرمین الجوینیؒ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسلک حنفی کے 2/3 حصہ میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا اور امام شافعی کا قول اختیار کیا ہے ملاحظہ ہو: صلاح الدين مقبول احمد، زوابع في وجه السنة قديما وحديثا، مجمع البحوث الاسلاميه، الطبعة الاولى 1411ھ 1991 جوگا بائی 1/8 نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ صفحہ ۴۲۲۔

(۲۱) دیکھیں ابوزہرہ: الامام الشافعی، 383۔

(۲۲) صفحہ 382۔

(۲۳) 87۔

(۲۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفہیمات ۲/ ۲۴۲ اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ دہلوی پاکستان۔

(۲۵) ملاحظہ ہو کتاب: مفاہیم محوریہ فی المنہج والمنہجیہ دوسرا باب مفہوم النص دار السلام، القاہرہ، الطبعۃ الاولی، 2009۔

دوسرا باب

فقہ شافعی کا ارتقائی سفر

فقہ شافعی کی اولیات وخصوصیات

مولانا فرید احمد بن حسین ☆

فقہ ایک عظیم الشان علم اور عملی احکام کے مجموعے کا نام ہے، اس میں بعض احکام تو قرآن وحدیث سے متعین کردہ ہیں اور بعض قرآن وحدیث کے اصول سے مستنبط ہیں، یہ علم انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے مربوط ہے اور ہر لمحہ کے احکام اس میں موجود ہیں۔ علم فقہ کے ماہرین ومجتہدین نے قرآن وحدیث سے مسائل کا استخراج واستنباط کرکے امت پر احسان عظیم کیا ہے، یوں تو یہ خدمت انجام دینے والے فقہاء ومجتہدین بے شمار ہیں، لیکن ائمہ اربعہ کی فقہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ زندگی کے تمام احکام ان میں مل جاتے ہیں، ان کے بالمقابل دوسرے فقہاء کی آراء اتنی نہیں ہیں کہ پوری زندگی میں رہنمائی مل سکے، اسی لئے امت کے سوادِ اعظم نے ان کی فقہ کو قبول کیا ہے اور یہ منجانب اللہ ہے۔

ان میں ہر مجتہد کے فقہ کی اپنی خصوصیات ہیں، پیش نظر مقالے میں فقہ شافعی کی خصوصیات واولیات بیان کی جارہی ہیں۔

فقہ شافعی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بانی اور مؤسس امام شافعیؒ قریشی ہیں، اور قریش کو عربوں میں بلکہ اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے جس کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**الإنسان تبع لقريش مسلمهم تبع لمسلمهم، وكافرهم تبع لكافرهم**" (المستدرک ۲/۷۳، حلیۃ الاولیاء ۶/۲۹۵، تاریخ بغداد ۲/۶)۔

☆ خادم جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن۔

نیز آپ کے علم وتفقہ کی پیشین گوئی خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زبانی ارشاد فرمائی: آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”**لا تسبوا قریشاً، فان عالمها یملأ طباق الأرض علماً**“ (المستدرک ۲/ ۷ ۶۳،حلیۃ الاولیاء ۶/ ۲۹۵،تاریخ بغداد ۲/ ۶)۔

(قریش کو برا بھلا نہ کہو اس لیے کہ قریش کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا)۔

اس حدیث کے ضمن میں امام سبکیؒ نے امام ابونعیم اصبہانی کا قول نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ اس پیشین گوئی کے عین مصداق ہیں، اس لیے کہ ائمہ متبوعین میں سے کوئی بھی قریشی نہیں ہے، اسی طرح اگر چہ بعض قریش صحابہ وتابعین کو علمی مرجعیت تو حاصل رہی، لیکن امام شافعی کی جس طرح آراء مدون ہوکر تا قیامت محفوظ ہوئی یہ سعادت کسی اور قریشی عالم کے حصے میں نہیں آئی (طبقات الشافعیہ ۱/ ۱۹۸، بحر المذہب ۱/ ۲۳)۔

تمام مکاتب فقہیہ سے استفادہ:

جو فقہاء اہل علم کے درمیان معروف ومقبول رہے ہیں اور جن کی آراء نے مرتب ہوکر قبول عام اور بقائے دوام حاصل کیا ہے، ان میں امام شافعیؒ ایک خاص امتیاز کے مالک ہیں، آپ بیک وقت بلند پایہ محدث بھی ہیں اور فقیہ ومجتہد بھی، اس لیے اہل روایت اور اہل درایت دونوں کے یہاں آپ کی علمی وجاہت تسلیم شدہ ہے۔

اس کے علاوہ عام طور پر فقہاء خاص خاص علاقوں کے علماء کی روایات اور اجتہادات کے نمائندے ہوا کرتے تھے اور دوسرے علاقوں کے اہل علم سے استفادہ کی نوبت کم آتی تھی، لیکن امام شافعی کی تشنہ لبی نے اپنے زمانے کے تمام علمی سرچشموں سے خود کو سیراب کیا اور اصحاب حدیث اور اصحاب رائے کے اعلیٰ ترین نمائندوں سے کسب فیض کیا جیسے مکہ میں انہوں نے سفیان بن عیینہ اور مسلم بن خالد زنجیؒ سے تو مدینہ میں امام مالک اور دیگر اساطین علم سے، عراق میں امام وکیع اور امام محمد بن حسن شیبانی سے، اور یمن میں ہشام بن یوسف اور عمرو بن ابی سلمہ (امام اوزاعی کے شاگرد) سے علم حاصل کیا، گویا فقہ شافعی اپنے وقت کے تمام مکاتب فکر کا نچوڑ ہے۔ یہ خصوصیت ائمہ اربعہ میں سے کسی

امام کو حاصل نہیں ہے (نہایۃ المطلب ۱۱/۱)۔

ائمۂ اربعہ کی فقہ میں فقہ شافعی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ خود صاحب مذہب امام نے مسائل کے ساتھ اپنے طریق استنباط اور اصول اجتہاد کو باضابطگی سے مرتب فرمادیا ہے، جیسے اصول میں آپ نے ''الرسالہ'' اور ''ابطال الاستحسان'' اور فروع میں ''الام'' وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں، اسی وجہ سے بعد کے فقہاء کے لئے امام کے نقطۂ نظر کی وضاحت اور تخریج وتفریع نیز مختلف اقوال میں انتخاب وترجیح آسان ہوگئی، نیز اسی بناء پر فقہائے شوافع کا اپنے امام سے بہت ہی کم اختلاف ہوا ہے (الحیاۃ الفکریۃ والادبیۃ بمصر ص ۴۴)۔

حق ودلیل کی اتباع:

فقہ شافعی کی ایک نمایاں خصوصیت حق ودلیل کی اتباع ہے، کسی خاص شخصیت اور کسی خاص شہر کی رعایت کیے بغیر جیسے امام مالک تعامل اہل مدینہ کو اور امام ابوحنیفہ اہل کوفہ کے عمل کو ترجیح دیتے تھے۔

اس کے برخلاف امام شافعی کے یہاں خالص دلیل کی اتباع کی جاتی تھی، اس لئے آپ نے اپنے جلیل القدر شاگرد امام احمد بن حنبل سے فرمایا تھا: "انتم اعلم بالحدیث و الرجال منی فاذا کان الحدیث صحیحاً فاعلمونی کوفیاً کان او بصریا او شامیاً حتی اذھب الیہ ان کان صحیحاً'' (مداخل التراث ص ۴۴)۔

(تم حدیث ورجال کے مجھ سے بڑے عالم ہو، جب کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتلایا کرو چاہے اس کے راوی کوفی ہو بصری ہو یا شامی ہو تا کہ اگر وہ حدیث صحیح ہو تو میں اسے اختیار کروں)۔

حتی الامکان ظاہری معنیٰ سے استدلال:

امام شافعیؒ کا زمانہ وہ تھا جب عالم اسلام پر مختلف گمراہ فرقوں کے بادل چھائے ہوئے تھے اور کتاب وسنت ان کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ خبر واحد کے انکار کے علاوہ ان کا طریق خاص نصوص کی دور دراز تاویلات، بعید از عقل ولغت توجیہات اور ظاہری معنی سے گریز وانحراف تھا، امام شافعیؒ کو اس فتنے کی نزاکت اور اس کے دوررس اثرات ونتائج کا اندازہ تھا، اس لئے آپ نے اس بات پر خاص زور دیا کہ نصوص

کے ظاہری اور متبادر معنی ہی مراد لیے جائیں (تاریخ التشریع ص ۵۴، المدخل الی الفقہ الاسلامی ص ۱۵۴-۱۵۳)۔

امام شافعیؒ کے اجتہادات میں آپ کے اس طریقِ فکر کی جھلک موجود ہے جیسے قرآن کا ظاہر لمسِ مرأۃ کے ناقض ہونے پر دلالت کرتا ہے، احناف نے اس میں تاویل کی ہے لیکن شوافع نے اس کو ظاہری مفہوم پر رکھا ہے، خرید وفروخت کے معاملہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک بائع اور مشتری متفرق نہ ہو جائیں دونوں کو اس معاملہ میں اختیار رہتا ہے (چاہے تو بیع کو باقی رکھے یا بیع کو ختم کرے) حدیث کا ظاہری معنیٰ یہی ہے کہ یہاں تفرق سے مراد مجلس کا نہ بدلنا اور جسمانی اعتبار سے اسی جگہ موجود رہنا مراد ہے جہاں معاملہ طے ہوا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ نے اسی ظاہر معنی پر حدیث کو قائم رکھا ہے، یہ چند مثالیں ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ احناف اور مالکیہ کے مقابلہ میں شوافع کے یہاں نصوص کے ظاہری اور متبادر مفہوم کی رعایت کسی حد تک زیادہ ہے۔

اقوال کی کثرت:

فقہ شافعی میں اقوال کی جس درجہ کثرت ہے وہ کسی اور فقہ میں نہیں حتی کہ بعض مواقع پر امام شافعیؒ سے ہی ایک ہی مسئلہ میں دو قول منقول ہیں۔

اقوال کی اس کثرت کی وجہ سے امام کی رائے پر توقف کے باوجود بحث ونظر، ترجیح وانتخاب اور استدلال کا دروازہ بند نہیں ہوتا اور اہل علم کے لئے ایک حد تک اجتہاد کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

فقہ شافعی کی آٹھویں خصوصیت شوافع میں مجتہدین اور محدثین کی کثرت ہے، چاہے مجتہد مستقل ہو جیسے علامہ ابن منذر اور ابن جریر وغیرہما چاہے مجتہد منتسب جیسے امام مزنی وغیرہ۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ فقہ شافعی نہایت مردم خیز اور اپنے زمانہ کے سرگرم، ذکی اور اصحاب تالیف علماء کا مرکز توجہ رہی ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ صحاح ستہ میں سے اکثر مصنفین امام شافعی کے مقلد یا اکثر مشہور اختلافی مسائل میں فقہ شافعی کے مؤید رہے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے مشہور جامعین حدیث اسی فقہ کی ترجمانی اور نمائندگی کرتے ہیں۔

فقہ شافعی کی نویں خصوصیت مختلف فیہ مسائل میں حتی الامکان اختلاف سے بچنا ہے، اسی کو

امام سیوطیؒ نے "الخروج من الخلاف مستحب" سے تعبیر کیا ہے (الاشباہ والنظائر ۳۰۵)، چنانچہ امام شافعی کے نزدیک طہارت کے لئے بدن کا ملنا ضروری نہیں، مالکیہ کے یہاں ضروری ہے، شوافع کے نزدیک وضو میں سر کے ایک بال کا مسح بھی کافی ہے، مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا اور احناف کے یہاں ربع رأس کا مسح ضروری ہے، ان جیسے مسائل میں فقہاء شوافع احتیاط پر عمل کرنے اور اختلاف سے بچنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

معصیت پر سخت گیر رویہ اختیار کرنا اور اس کے تمام دروازوں کو بند کرنے کی سعی و کوشش کرنا فقہ شافعی کی اہم خصوصیتوں میں سے ہے، اس لیے فقہی قاعدہ ہے: "**الرخص لا تناط بالمعاصی**" (الاشباہ والنظائر ۳۱۲)۔ شرعی رخصتیں معصیت کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس قاعدہ کی بنا پر سفر گناہ میں قصر، رمضان میں افطار، موزوں پر تین دن مسح کرنے کی سہولت، سواری پر نفل نماز کی ادائیگی اور تیمم وغیرہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

معاشرتی مصالح کی رعایت:

فقہ شافعی میں معاشرتی احکام میں خاص رعایت کا لحاظ رکھا گیا ہے، جیسے نکاح کے بعد شوہر میں کوئی عیب پایا جائے مثلاً جنون وغیرہ تو عورت تفریق کا مطالبہ کرسکتی ہے (منہاج الطالبین مع السراج ص ۳۷۲، روضۃ الطالبین ۵۱۱/۶)۔ اسی طرح تنگ دست اور نفقہ نہ دینے والے شوہر سے بیوی تفریق کا مطالبہ کرسکتی ہے (کنز الراغبین ص ۴۹۵۲)۔

ثواب بقدر مشقت:

فقہ شافعی میں عبادات کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ مشقت اور عمل جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا، اسی لیے فقہی قاعدہ ہے: "**ما کان اکثر فعلا کان اکثر فضلاً**" (الاشباہ والنظائر ص ۳۲۰، موسوعۃ القواعد الفقہیہ ۱۷۱/۹)۔

اسی بنا پر امام شافعیؒ کے نزدیک وتر میں دو رکعت علیحدہ اور ایک رکعت علیحدہ ادا کرنا افضل ہے، اس لیے کہ اس طریقہ میں نیت، تکبیر اور سلام کا اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح حج میں امام شافعیؒ کے

نزدیک قران اور تمتع کے مقابلہ میں افراد افضل ہے۔

احکام حج میں آسانی:

فقہ شافعی کا ایک اور نمایاں پہلو احکام حج میں یسر اور سہولت کا ہے۔ مثلاً حرم جانے والا شخص اگر حج وعمرہ کے ارادے سے نہ جائے تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھ سکتا ہے، دسویں ذی الحجہ کی شب میں مزدلفہ سے منیٰ جا سکتا ہے۔ محصر کے لئے مقام احصار ہی پر ہدی کی قربانی کردینا کافی ہے۔

علم کے ساتھ فیاضانہ سلوک:

علم کے ساتھ نہایت فیاضانہ اور فراخ دلانہ سلوک ہے۔ خود امام شافعی کا مقولہ ہے کہ "طلب علم نفل المتعدی أفضل من القاصر" (الاشباہ والنظائر ص ۲۲۲)۔

چنانچہ فقہ شافعی میں مستقل قاعدہ ہے کہ جس نیکی کا اثر متعدی ہو وہ اس نیکی سے بہتر ہے جس کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو، اسی بناء پر امام غزالیؒ نے کتب فقہیہ کو حاجات اصلیہ کے زمرہ میں رکھا ہے اور صدقۃ الفطر کے لئے مطلوب مالیت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔

اصول فقہ کی تدوین:

اصول فقہ اور قوانین استنباط کا وجود اور اس کی نشو ونما علم فقہ کی نشو ونما کے ساتھ ساتھ ہوتی رہی جب مجتہدین کا دور آیا جس میں فقہ واجتہاد کے مختلف مکاتب کی باضابطہ تاسیس ہوئی، اس دور میں دیگر علوم وفنون کی طرح اصول فقہ بھی مستقل فن کی حیثیت اختیار کر گیا اور اس کی تدوین کا شرف حبر الامہ، امام الائمہ سیدنا امام شافعی کو حاصل ہوا، چنانچہ آپ نے پہلے اپنی مشہور کتاب "الرسالہ" تصنیف فرمائی، اس کے علاوہ جماع العلم، ابطال الاستحسان، اختلاف الحدیث بھی اصول فقہ میں آپ کی تصنیفات ہیں، گویا آپ ہی کے دستِ اقدس پر اس علم کی تدوین اور اس کی نشو ونما ہوئی جبکہ اس سے پہلے یہ علم معروف ومشہور نہ تھا، البتہ فی الواقع موجود ضرور تھا (دیکھئے: مقدمۂ ابن خلدون ۱/ ۴۵۴، ۴۵۵، اصول الفقہ لابی زہرہ ص ۹، مقدمۃ الرسالہ ص ۱۲، ۱۴)۔

اصول حدیث کی تدوین:

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ امام شافعیؒ اصول فقہ کے مدون اول ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اصول حدیث پر بھی سب سے پہلے امام شافعیؒ نے کلام کیا ہے، اور بہت سے مصطلحات خود امام شافعیؒ کے وضع کردہ ہیں۔ امام شافعیؒ نے ''الرسالہ'' اور ''کتاب الام'' میں اس فن پر جو اجمالی روشنی ڈالی تھی، فقہ شافعی کے بلند پایہ علماء نے نہ صرف اس فن کو مدون کیا بلکہ اسے بام عروج تک پہنچایا، اس طرح اصول حدیث پر پہلی کتاب کی حیثیت سے قاضی ابومحمد حسن بن خلاد رامہرمزی کی ''المحدث'' ''الفاصل بین الراوی والواعی'' کا نام لیا جاتا ہے۔ دوسری کتاب امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری کی ''معرفۃ علوم الحدیث'' ہے۔

اس کے بعد خطیب بغدادی نے اصول حدیث کی نہایت بلند پایہ کتابیں ''الکفایۃ فی علم الروایۃ' اور الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع'' مرتب فرمائی اور یہ تینوں کے تینوں مسلکاً شافعی ہیں (مقاصد شریعت ص ۳۹)۔

مقاصد شریعت کی تدوین:

عصر حاضر میں تہذیب وثقافت کے تغیر سے احکام فقہیہ میں جو تبدیلی آئی ہے، اس کے حل کے لئے مقاصد شریعت ایک بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، الحمد للہ مقاصد شریعت پر اولین تصنیفات بھی شوافع ہی کی ہیں، سب سے پہلے امام الحرمینؒ نے مقاصد شریعت پر اپنی کتاب ''الغیاثی'' اور ''البرہان فی اصول الفقہ'' میں گفتگو فرمائی ہے، ان کے بعد امام غزالی اور علامہ ابن عبدالسلام نے یکے بعد دیگرے اس فن کی بالکل تنقیح کردی ہے (البرہان فی علوم القرآن ۱/۳۶)۔

نظم قرآنی کا علم:

قرآنی آیات کا ربط وتعلق، اس کے فقرات وکلمات کے اقتران واتصال کی تلاش ایک عظیم علم ہے، جس میں قرآن کریم کے لطائف وعجائبات مضمر ہیں، قرآن کے اکثر احکام وشرائع کی تفسیر اس

سلم کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ نظمِ قرآنی کو سب سے پہلے ظاہر کرنے والے شیخ ابوبکر نیشاپوری شافعیؒ ہیں، چنانچہ علامہ زرکشیؒ نے ''البرہان فی علوم القرآن'' میں علامہ شہرابانی کا قول نقل کیا ہے: ''پہلے شخص جنہوں نے نظم قرآنی میں علم مناسبت کو ظاہر کیا، شیخ ابوبکر نیشاپوری ہیں، فقہ وادب میں ان کا بڑا رتبہ تھا، ان کے لئے منبر رکھا جاتا تھا جس پر بیٹھ کر وہ قرآن کی آیتوں کی تفسیر کرتے اور بتاتے کہ فلاں آیت فلاں آیت کے پہلو میں کیوں ہے؟ اور فلاں سورت کو فلاں سورت کے ساتھ رکھنے میں کیا حکمت ہے'' (البرہان فی علوم القرآن ۱/۳۶)۔

اسرارِ شریعت کی تدوین:

اسرارِ شریعت علوم حدیث میں سب سے زیادہ دقیق، عمیق اور سب سے اعلیٰ وارفع ہے جس میں احکام الٰہیہ کی حکمتوں اور ان کی کلیات سے بحث ہوتی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی اس علم کی قدر ومنزلت کے باب میں فرماتے ہیں کہ: ''انسان اس کی بدولت امور شرعیہ کا علی وجہ البصیرت عالم ہوجاتا ہے''، اس علم پر امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں، علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے القواعد الکبری میں ضمناً بحث کی ہے، لیکن مشہور ہے کہ اس علم کی تدوین اور پہلی تصنیف شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس فن کی پہلی تصنیف فقیہ مخدومی شافعیؒ کی ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے اسرارِ شریعت میں ''انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام'' تصنیف فرمائی ہے۔ مولانا سید عبدالحیؒ یادایام میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ کتاب اسرارِ شریعت میں ہے اور گمان غالب ہے کہ اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس فن میں حجۃ اللہ البالغۃ نامی ایک کتاب لکھی ہے جس میں دعویٰ کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی۔ یہ میرے دعوے کی دلیل ہے کہ سب سے اول علامہ مہائمی نے اس فن میں کتاب لکھی ہے جو شاہ ولی اللہؒ صاحب کی نظر سے نہیں گذری (یادایام ص ۹۴)۔

فقہ شافعی کی ترویج واشاعت

مفتی عبداللہ پٹیل مظاہری☆

الحمد للّٰه رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد المرسلين وعلىٰ آله الطاهرين وأصحابه المكرمين اما بعد!

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام شافعیؒ چوتھے دور کے وہ جلیل القدر امام وقت ہیں جن کے علم وفضل اور جن کی امامت وثقاہت پر دنیا اسلام کو ناز ہے، پہلا دور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا دور، دوسرا دور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، تیسرا دور صحابہ اور جلیل القدر تابعین کبار کا اور چوتھا دور تابعین وتبع تابعین اور ان سے استفادہ کرنے والوں کا۔

ہندوستان میں فقہ شافعیؒ اور علماء شوافع کی تصنیفی وعلمی خدمات:

مسلک شافعی جن جن ملکوں اور شہروں میں پھیلا ان میں ہندوستان بھی ہے، اس کے جنوبی اور مغربی ساحلی علاقے میں کثرت سے مسلک شافعی کے متبع وپیروکار نظر آتے ہیں، ان علاقوں میں بڑے بڑے شافعی علماء اور فقہاء پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑے بڑے علمی وتحقیقی کام سرانجام دیئے، آج بھی جنوبی ہند کے ساحلی علاقے شافعی المسلک مسلمانوں کے وجود سے پررونق ہیں، کوکن کے پورے علاقہ میں جو دین اسلام کی باد بہاری نظر آتی ہے وہ انہیں شافعی المسلک علماء ومحققین کی سعی جمیل کا نتیجہ وثمرہ ہے۔

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری بلاد اسلامیہ کے لئے کسی قیامت بلاخیز سے کم نہ تھا جبکہ

☆ جامعہ مظہر سعادت، بانسوٹ، گجرات۔

تاتاریوں کے خونی شکنجے اور ان کی بربریت کا شکار ہورہا تھا، ان کے نزدیک ہر مسلمان کا خون بہانا اپنے لئے فرض منصبی تھا، عجیب خوف وہراس کا عالم تھا اس وقت ہندوستان عالم اسلام کے علماء وفضلاء، محدثین اور فقہاء کے لئے زبردست پناہ گاہ تھا، کیونکہ ہندوستان تاتاریوں کے ظلم وستم کے ہاتھوں سے بالکل محفوظ تھا، اس لئے بلاد اسلامیہ کے علماء اور اصحاب فضل وکمال کی ایک بڑی تعداد ہندوستان میں آ کر آباد ہوئی اور اس وقت کے مسلم اور علم دوست سلاطین نے ان کا پر جوش خیر مقدم اور استقبال کیا، ان پناہ گزینوں میں سے بہت سے شافعی المسلک فقہاء محدثین بھی تھے۔ مندرجہ ذیل سطور میں چند ارباب علم وفضل کا تذکرہ کرتے ہیں:

۱-احمد بن عبد القادر الکوکنی الشافعی:

آپ کی ولادت ۱۵/شعبان المعظم کی شام ۱۲۷۲ھ میں ہوئی، آپ بچپن ہی سے بہت ذہین وفطین اور نیک طبیعت کے مالک تھے، جود وسخا کے پیکر تھے، آپ نے ناظرہ وقرآن مجید شیخ آدم وہشنی سے پڑھا، اور مختصرات حافظ محمد کوکنی سے، منطق، حکمت، اصول، کلام اور طب کے علوم مولانا عبد اللہ حنفی بدایونی، قاضی محمد اسماعیل مہری شافعی کوکنی، شیخ عبد الحمید شافعی خطیب، علامہ عبد الحیٔ لکھنوی، مولانا نصر اللہ الخورجی اور شیخ محمد شاہ حنفی سے حاصل کئے اور تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی، فضلاء وعلماء کی ایک جماعت نے آپ کے علم وفضل کی شہادت دی ہے، آپ اپنی تاحیات درس وتدریس اور وعظ ونصیحت میں مشغول ومصروف رہے، عربی ادب کے بہت اچھے شاعر تھے، کسی علمی تصنیف کا پتہ نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: نزہۃ الخواطر ۸/ ۲۳)۔

۲-شیخ عبد اللہ حضرمی:

سلسلہ نسب یہ ہے: عبد اللہ بن زین بن محمد بن عبد الرحمٰن بن زین بن محمد مولیٰ عبد ید حضرمی۔ آپ کا مولد تریم ہے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد جزری، عقیدۃ عزالیہ، اربعین نبویہ وغیرہ حفظ یاد کیں، قاضی احمد بن حسین سے علم فقہ حاصل کیا نیز ان سے بہت سے علمی فوائد وفیوض

حاصل کئے، تفسیر اور حدیث کا علم انہیں سے حاصل کیا، آپ کے اساتذہ میں شیخ ابوبکر عبدالرحمٰن اور شیخ محمد صادق بھی ہیں، جن سے آپ نے حدیث اور تصوف کا علم حاصل کیا۔

آپ نہایت ذہین وفطین عالم وفقیہ تھے، علم فقہ میں ان کے معاصرین میں سے کوئی ان کا حریف نہ تھا، یہ جلیل القدر شافعی المسلک فقیہ اپنے وطن تریم سے ہندوستان آئے اور یہاں کے علماء وصوفیاء کے فیوض سے بھی اپنا دامن بھرا، بیجاپور میں شیخ ابوبکر بن حسین سے بھی علوم طریقت وحقیقت کی تحصیل فرمائی اور وہیں درس وافادہ میں مشغول ہوئے، اور وہیں پر وفات ہوئی (فقہاء ہند ج/ ۴ حصہ دوم ص ۲۰۴ تا ۲۰۵)۔

۳- شیخ ابراہیم باعلکظہ سورتی:

آپ کی ولادت ونشونما سورت گجرات میں ہوئی، اپنے والد بزرگوار اور دیگر علماء وقت سے تحصیل علم کیا پھر ممبئی کی جامعہ مسجد میں خطابت اور وہاں کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ ممبئی کے ممتاز علماء میں سے تھے، علماء کی کثیر تعداد ان سے مستفید ہوئی، تفسیر وحدیث اور فقہ میں مکمل مہارت رکھتے تھے، آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب ''تحفۃ الاخوان'' ہے جو فقہ شافعی سے متعلق ہے اور دوسری کتاب کا نام ''نعم الانتباہ'' ہے، ۲۷/ رجب المرجب ۱۲۵۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا (فقہاء پاک وہند ۱/ ۵۱)۔

۴- مولانا باقر مدراسی: ولادت ۱۱۵۸ھ میں ہوئی، بچپن ہی سے ذہین وفطین اور سریع الادراک تھے، ابتدائی کتابیں اپنے عم محترم سید ابوالحسن ویلوری سے پڑھیں، پھر ترچنا پلی کے لئے رخت سفر باندھا، وہاں شیخ ولی اللہ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔

آپ تیرہویں صدی کے جلیل القدر ہندی شافعی المسلک عالم اور فقیہ تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام اور دیگر علوم میں ماہرانہ اور مجتہدانہ نظر رکھتے تھے، بیس سال سے بھی کم عمر میں فتویٰ نویسی اور تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، ان کے طریقۂ استدلال، نہج کلام اور کثرت مطالعہ سے لوگ متحیر تھے۔ آپ وہ پہلے عالم ہیں کہ جنہوں نے نواحی مدراس میں علوم دینیہ کو عربی سے اردو

میں منتقل کیا۔

آپ کی تصانیف عربی وفارسی اوراردو تینوں زبانوں میں ہیں، اورآپ کثیر التصانیف ہیں، آپ کی کل تصنیف ۵۸ ہیں، جن میں مخصوص کتابیں مندرجہ ذیل ہیں: (۱) تنویر البصر والبصیر فی الصلاۃ علی النبی البشیر والنذیر (۲) الدرالنفیس فی شرح قول محمد بن ادریس (۳) النفحۃ العنبریۃ فی مدح خیر البریۃ (۴) چہارصدا ایراد برکلام آزاد (۵) شرح غزل اول دیوان حافظ (۶) ریاض الجنان (۷) محبوب القلوب (۸) روضۃ السلام (۹) گلزار عشق (۱۰) حیرت عشق (فقہاء پاک وہند ۱/۳۹ تا ۱۴۳)۔

فقہ شافعی کی ترویج میں فقہاء شوافع کا اہم کردار

مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی ☆

فقہ شافعی اپنے استدلال اور توازن کے اعتبار سے ایک عظیم الشان فقہ ہے، حضرت امام شافعیؒ جن کی طرف یہ مسلک و دبستان فقہ منسوب ہے، وہ حضرت امام شافعیؒ اپنے زمانہ کے ذکی ترین لوگوں میں تھے، ان کو ایک طرف امام مالکؒ سے فقہ حجازی تو دوسری طرف امام محمدؒ بن حسن شیبانیؒ سے فقہ عراقی کو حاصل کرنے اور دونوں علمی حلقوں کے سرمایہ کا حامل بننے کا موقع ملا، اس لئے شافعی دبستان فقہ دونوں حلقوں کے مزاج و مذاق کی جامع ہے، نہ ظاہر نص پر جمود محض اور نہ قیاس سے بالکل پہلو تہی ہے اور نہ ہی نصوص کے مقابلہ میں قیاس ورائے کی اتباع ہے، نہ نصوص کے الفاظ پر قناعت اور شریعت کے مصالح و مقاصد سے اغماز ہے، نہ لوگوں کی ضرورتوں اور چاہتوں سے بے اعتنائی ہے، گویا یہ فقہ منقول و معقول دونوں کی جامع ہے، اس لئے شافعی مکتب فقہ سے ہر عہد میں جلیل القدر محدثین، فقہاء اور مجددین پیدا ہوتے رہے ہیں، اور اس دبستان فقہ نے اپنے زمانہ کے ذہین ترین اہل تحقیق علماء کو متاثر کیا ہے، پوری دنیا میں اہل سنت والجماعت میں مجموعی اعتبار سے احناف کے بعد سب سے بڑی تعداد حضرت امام شافعیؒ ہی کے متبعین کی ہے، حضرت امام شافعیؒ کے زمانہ مبارک میں فقہ شافعی کے ظہور (۱۹۵ھ) سے علامہ سید علوی سقافؒ صاحب ترشیح المستفیدین کی وفات (۱۳۳۵ھ) تک فقہ شافعی کی تدوین، ترتیب، تنقیح، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و قضاء کے اعتبار سے جو مرحلہ وار امور انجام پائے ہیں، انہیں پانچ سنہرے ادوار پر تقسیم کرنا مناسب ہوگا:

☆ قاضی دار القضاء کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن۔

پہلا دور (۱۹۵ھ تا ۲۷۰ھ):

حضرت امام شافعیؒ کی فقہ و مسلک کا ظہور اور اس کے نقل کا زمانہ: اس سے متعلق سب سے پہلے حضرت امام شافعیؒ کے مختصر احوال کو جاننا ضروری ہے۔

نام و نسب: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف؛ کنیات: ابوعبداللہ، القاب: ناصر الحدیث، فقیہ الملت، نسبت: قریشی، مطلبی، شافعی و مکی۔

امام شافعیؒ نے طلب علم میں مکہ، مدینہ کے بعد کوفہ، بغداد (عراق)، فارس (ایران) اور اطراف کے عجمی علاقے پھر ربیعہ و مصر کے علاقے، شمال عراق پھر جنوب روم پھر حران پھر فلسطین اور دیگر علاقوں کے علمی اسفار کیے، حضرت امام شافعیؒ نے بکثرت کتابیں تصنیف فرمائیں، علم کو مدون کیا، احادیث کی اتباع کرتے ہوئے دیگر حضرات کا رد فرمایا، نیز اصول فقہ اور فروع فقہ پر کتابیں تحریر کیں، حضرت کی کافی شہرت و مقبولیت ہوئی، بکثرت طلبہ آپؒ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے حاضری دینے لگے، جو بعد میں اپنے زمانہ کے بڑے علماء و فقہاء و مفسرین و محدثین بن گئے۔

آپؒ کی تصانیف: حضرت امام شافعیؒ کی کئی مشہور و معروف اور قیمتی مقبول یادگار تصانیف ہیں، جن میں سے کافی طبع ہو چکی ہیں، امام مروزیؒ فرماتے ہیں بقول بعض: امام شافعیؒ نے تفسیر، فقہ اور ادب وغیرہ فنون میں ایک سو تیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

المسند فی الحدیث، السنن فی الحدیث، احکام القران، الفقہ الأکبر، کتاب الأم، اختلاف الحدیث، الاسماء والقبائل فی اختلاف العراقیین، اثبات النبوۃ والرد علی البراہمۃ، المبسوط فی الفقہ، المبسوط (ایک دوسری کتاب) کتاب الجدید، کتاب القدیم، الامالی الکبیر فی الفقہ، الاملاء الصغیر، تعظیم قدر الصلاۃ، التنقیح فی علم القیافۃ، الحجۃ العراقی، مختصر البیوطی، مختصر المزنی، مدافع القرآن، رسالۃ فی بیان الناسخ والمنسوخ من القرآن والسنۃ۔

خلاصہ کلام یہ کہ امام شافعیؒ نے متقدمین کے مسالک میں غور و تامل فرمایا، ماہر و فائق اساتذہ

سے تحصیل علم وکمال حاصل کیا، حاذق و پختہ ائمہ سے علمی بحث ومناظرہ کیا، ان کے مذاہب وطریقہ کار میں غور وفکر اور صبر و تحقیق اور اسے صحیح آ گہی کے بعد ان سب کی روشنی میں اپنا ایک معتدل فقہی اصول ومسلک ترتیب دیا جو قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس کو جامع ہے، اور اپنی قوت کمال، بلندی ہمت اور تمام علوم وفنون میں پختگی و گہرائی کے ساتھ اختیار وترجیح اور تکمیل وتنقیح کے لئے اپنے آپ کو فارغ کیا، اور'' فقہ شافعی'' کی صورت، میں آپؒ نے امت مسلمہ کو ایک معتدل، جامع اور بہترین فقہی مسلک کی دولت سے واقف فرمایا، ۲۰۴ھ میں ماہ رجب کی آخری تاریخ کو حضرت امام شافعیؒ کا مصر میں انتقال ہوا۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر افراد الامۃ (تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی)۔

حضرت امام شافعیؒ کے علمی اسفار میں منقول ہے کہ آپؒ نے بغداد میں حنفیہ کے بہت بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے خصوصی طور پر اکتساب فیض کیا، جس سے آپؒ کو فقہ عراقی سے متعلق کافی واقفیت حاصل ہوئی، پھر اپنے استاذ محترم حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے مکہ مکرمہ میں آ کر مسجد حرام میں اپنا پاکیزہ حلقہ درس قائم فرمایا، جہاں سے تشنگان علوم و فنون نے آپؒ سے خوب علمی استفادہ فرمایا، یہیں سے آپؒ کی فقہی آراء واجتہادات ملت اسلامیہ میں عام ہوئے، پھر ایک عرصہ کے بعد آپؒ کا دوبارہ بغداد کا سفر ہوا جہاں آپؒ کے حنفی اکابرین کے ساتھ کافی مناظرے بھی ہوئے، یہیں پر آپؒ کو'' ناصر الحدیث'' کا بھی لقب ملا، یہ زمانہ ۱۹۵ھ سے ۱۹۹ھ کے درمیان کا ہے، اس دوران آپؒ نے جو بھی اجتہادات فرمائے ہیں، نیز جو احکام ومسائل بیان کئے ہیں وہ آپؒ کا قول قدیم کہلایا، پھر ۱۹۹ کے اخیر میں آپؒ نے مصر کا سفر کیا، اور اپنی وفات ۲۰۴ھ تک وہیں مقیم رہے، آپؒ کی زیادہ تر تصانیف اسی دور کی ہیں، یہیں پر آپؒ کو ذکی وذہین ترین شاگردوں کی ایک جماعت بھی ملی جنھوں نے آپؒ کے منہج فقہ اور مکتب فکر کو پوری دنیا میں عام ورائج کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔

اصل میں مصر جانے کے بعد آپؒ کے عراقی وحجازی اجتہادات اور اصول وفروع میں تبدیلی کی اصل وجہ یہ رہی کہ مصر میں آپؒ نے امام اوزاعیؒ اور امام لیث بن سعد کے فقہی اجتہادات ان کے

شاگردوں سے معلوم کئے، یہاں پر آپؒ کو بہت سی احادیث نبویہ صحیحہ اور آثار صحابہ اور صحابہ وتابعین کے اجتہادات سے واقفیت ہوئی تو اصولی وفروعی معاملات میں رجوع کرلیا، اور فقہ واصول اور حدیث وتفسیر میں وقیع کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔

ویسے تو حضرت امام شافعیؒ سے ان کے علمی اسفار میں حجاز، عراق، یمن اور مصر وغیرہ میں بے شمار ذہین ترین علماء نے فیض پایا، البتہ ان میں سے تین جلیل القدر شاگردوں کا ''فقہ شافعی'' کو ترویج وترقی دینے اور اس کو ملت اسلامیہ کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچانے کا خصوصی فضل حاصل رہا ہے:

ابو یعقوب البویطیؒ، ابوابراہیم مزنیؒ، ربیع المرادیؒ۔

۱- امام بویطی: یوسف بن یحیی، کنیت: ابو یعقوب، مصر کی ایک بستی بویط کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپؒ کو ''بویطی'' کہا جاتا ہے، حضرت امام شافعیؒ کے تمام شاگردوں میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے، حضرت امام شافعیؒ نے مرض الوفات میں آپؒ کو مصر کے حلقہ درس میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور یہ فرمایا: ''ليس أحد أحق بمجلسي من يوسف بن يحيى وليس أحد من أصحابي أعلم منه'' (امام یوسف بن یحیی میرے حلقہ درس کو سنبھالنے کے لئے میرے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ موزوں شخصیت ہے اور میرے شاگردوں میں ان سے زیادہ کوئی صاحب علم نہیں ہے)۔

حضرت امام شافعیؒ کے مسلک ومشرب کو پھیلانے میں علامہ بویطی کا بہت ہی عظیم کردار رہا ہے، آپؒ حضرت امام شافعیؒ کے تمام شاگردوں میں بڑے فقیہ تھے اور درجہ اجتہاد پر آپؒ فائز تھے۔

آپؒ کی اہم تالیفات: کتاب المختصر، جس میں آپؒ نے حضرت امام شافعیؒ کے دروس وکلام کا اختصار پیش کیا ہے، ۲- کتاب الفرائض۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دور میں آپؒ کو قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، سخت تکالیف دی گئیں، قید خانہ میں ہی آپؒ کا انتقال ۲۳۱ھ میں ہوا، لیکن آپؒ اخیر تک اس عقیدہ صحیحہ پر قائم رہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے، اللہ کی ذات کی طرح اللہ کی صفات مثلاً کلام وغیرہ

قدیم ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۲- علامہ مزنیؒ: اسماعیل بن یحیی بن اسماعیل، کنیت: ابوابراہیم، قبیلہ مصر کی ایک شاخ مزنیہ سے آپؒ کا تعلق ہونے کی بناء پر آپؒ کو مزنی کہا جاتا ہے، ۱۷۵ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، حضرت امام شافعیؒ کے مصر آنے کے بعد آپؒ حضرت امام شافعیؒ سے مستقل کسب فیض فرماتے رہے، آپؒ اجتہادی شان رکھنے والے عظیم فقیہ گذرے ہیں، اللہ تعالی نے مناظرہ کی عظیم صلاحیت سے نوازا تھا، مسلک شافعیؒ کے مدافع کہلائے، ساتھ ہی ساتھ آپؒ اعلی درجہ کے مجاہد، زاہد اور متقی و پرہیز گار تھے، مصر میں آپؒ کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی ہے، مسلک کی اشاعت میں آپؒ کا خاص کردار ہے۔

آپؒ کی اہم تالیفات: الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، المنثور، المسائل المعتبرۃ۔

آپؒ کی سب سے مشہور کتاب جو آپؒ نے فقہ شافعی کے مطابق تصنیف فرمائی وہ ''مختصر المزنی'' کے نام سے مشہور ہے، بعد کے فقہاء شافعیہ نے اپنی فقہی تالیفات میں اس کتاب کو اپنی توجہ کا خصوصی مرکز بنایا ہے، اور خوب شرح وبسط کے ساتھ مسائل تحریر فرمائے ہیں، علامہ مزنیؒ بعض مسائل میں تفرد بھی رکھتے ہیں، اس لئے کہ آپؒ اجتہادی شان کے حامل تھے۔

۳- امام ربیع بن سلیمان المرادی: ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار، کنیت: ابو محمد، نسبت: مصری، مرادی، مصر میں ۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔

حضرت امام شافعیؒ کے مصر تشریف آوری کے بعد دوسرے طلبہ کے مقابلہ میں یہ سب سے زیادہ حضرت امام شافعیؒ کے ساتھ رہے، آپؒ حدیث میں ثقہ راوی مسلم ہیں، فقہاء شافعیہ کے نزدیک جب احکام ومسائل کی احادیث میں امام ربیع مرادیؒ اور امام مزنیؒ کی روایات میں اختلاف ہوا تو امام ربیع کی روایت کو ترجیح حاصل ہوئی، فقہ شافعی کی کتابوں میں آپؒ کے حوالے بکثرت ہیں، حضرت امام شافعیؒ کے شاگردوں میں سب سے لمبی عمر پائی، مسلک شافعی کے دوام وبقاء اور ترویج واشاعت میں آپؒ کا خصوصی کردار رہا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے چند اسفار میں آپؒ ساتھ بھی رہے ہیں، تشنگان علوم نبوت آپؒ سے

علمی فیض حاصل کرنے کے لئے اور حضرت امام شافعیؒ کی کتابیں پڑھنے کے لئے خصوصی طور پر دور دراز سے تشریف لاتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کے بعد چھیاسٹھ سال زندہ رہے، ۲۷۰ھ میں مصر میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

ان کے علاوہ جن شاگردوں نے فقہ شافعی کی خوب خدمت کی ہے، ان میں حرملہ تجیبی (متوفی ۲۴۳ھ)، یونس بن الاعلی (متوفی ۲۶۴ھ)، بحر بن نصر خولانی (متوفی ۲۶۷ھ)، ربیع بن سلیمان جیزی (متوفی ۲۵۷ھ) قابل ذکر ہیں۔

دوسرا دور: شافعی مسلک کے ظہور و پھیلاؤ اور پختگی (۲۷۰ھ تا ۵۰۵ھ):

اللہ رب العزت نے فقہ شافعی کو مضبوطی عطا کرنے کے لئے ایسے چیدہ وجید علماء کو چنا جو اپنے زمانہ میں علم واجتہاد کے اعتبار سے اعلی درجہ کے حامل تھے، جنہوں نے بہترین تنسیق وترتیب پر مسلک شافعی کو پھیلانے اور پختہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا، حضرت امام شافعیؒ کے طویل العمر شاگرد امام ربیع المرادی کی وفات کے بعد امام شافعیؒ کے شاگردوں کے شاگردوں نے اس دور (۲۷۰ تا ۵۰۵ھ) کے پہلے مرحلہ (۲۷۰ھ تا ۴۰۴ھ) میں خوب کردار ادا کیا، جن میں سے اہم شخصیات کے تذکرے حسب ذیل ہیں:

۱- علامہ ابو القاسم انماطیؒ: عثمان بن سعید بن بشار۔

آپؒ نے امام مزنیؒ اور امام ربیع مرادیؒ سے علم فقہ حاصل کیا، پھر بغداد تشریف لے گئے، اور اسی کو اپنا موطن قرار دے کر وہاں اپنی وفات ۲۸۸ھ تک رہے، بغداد میں فقہ حنفی کا خوب زور تھا ایسے وقت میں علامہ انماطیؒ نے ہی اہل بغداد کو فقہ شافعی خصوصا حضرت امام شافعیؒ کی فقہی مصری تصنیفات سے واقف کرایا، اور وہاں کے بہت سے تشنگان علوم نے علامہ سے علم فقہ حاصل کیا اور وہی بغداد میں فقہ شافعی کی بنیاد رکھنے اور پھیلانے کا سبب بنے، بغداد کو اس وقت "دار الخلافہ" ہونے کا شرف حاصل تھا، ساتھ ہی وہ علوم وفنون کا گہوارہ اور علماء کی آماجگاہ تھی، اراکین سلطنت، وزراء اور تجارتی افراد کی خصوصی توجہ کا مرکز تھا۔

۲ - علامہ ابو العباس بن سریج: احمد بن عمر بن سریج بغدادی۔

علامہ ابو القاسم انماطیؒ سے اور دیگر جید فقہاء عظام سے فقہ میں ایسا تبحر حاصل کیا کہ اپنے زمانہ میں مسلک شافعی میں ''شیخ المذہب'' کے نام سے مشہور ہوئے، خلافت عباسیہ میں جہاں اکثر حنفی قضاۃ نظام قضاء پوری قلمرو میں سنبھال رہے تھے وہاں پر آپؒ کو ایران میں شہر شیراز کا قاضی مقرر کیا گیا، اور شافعیہ کے اولین قضاۃ میں آپؒ کا شمار ہے، پھر اپنی آخری عمر میں بغداد منتقل ہوئے اور ۳۰۶ھ میں وہیں وفات پائی، بعض علماء سیر و تاریخ نے آپ کو تیسری صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے، اپنے منصب قضاء اور کثرت تصانیف کی بنا پر آپؒ نے بہت سے اسلامی علاقوں خصوصا ایران و بغداد میں فقہ شافعی کو پختگی و استقرار عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

آپؒ کی اہم تصانیف: کتاب الرد علی محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الرد علی عیسی بن أبان، کتاب التقریب بین المزنی والشافعی، کتاب مختصر فی الفقہ (الفہرست لابن الندیم/ص ۲۶۳)۔

۳ - قاضی ابوزرعہ دمشقی: امام ربیع مرادیؒ سے فقہ حاصل فرمائی، مصر میں رہے۔

تیسری صدی ہجری کے آخری چوتھائی میں آپؒ مصر کے منصب قضاء پر فائز ہوئے، مصر میں شوافع کے پہلے قاضی رہے ہیں، پھر آپؒ کو دمشق میں منصب قضاء عطاء ہوا، ملک شام خصوصا دمشق میں مسلک شافعی کی بنیاد ڈالنے اور اس کی ترویج و اشاعت میں قاضی ابوزرعہ کا اہم کردار رہا ہے، علم حدیث میں آپؒ کو مہارت تامہ حاصل تھی، اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث میں آپؒ کا شمار ہوتا تھا، آپؒ مختصر المزنی زبانی یاد کرنے والے کو سو دینار انعام دیتے تھے، دمشق میں ۳۰۲ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا، آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے صاحبزادہ ابوعبداللہ حسین بن محمد دمشق کے قاضی منتخب ہوئے اور ملک شام میں فقہ شافعی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا، ۳۲۷ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

۴ - اَبو محمد عبدان: عبداللہ بن محمد بن عیسی مروزی، کنیت: ابومحمد، ۲۲۰ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ نے مصر کا علمی سفر فرما کر حضرت امام شافعیؒ کے شاگردوں امام مزنیؒ اور امام ربیع مرادیؒ کے پاس خوب محنت و لگن کے بعد فقہ شافعی میں گہرائی حاصل فرمائی، ان دونوں کی وفات کے

بعد آپؒ اپنے علاقہ ایران میں مروز شہر منتقل ہوئے اور مختصر المزنی کے دروس واسباق کے ذریعہ فقہ شافعی کی نشر واشاعت فرمائی، آپؒ کا انتقال ۲۹۳ھ میں ہوا۔

۵- حافظ ابوعوانہ نیسا پوری: یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نیسا پوری، اسفرائینی، ترکمانستان کے علاقوں نیساپور اور اسفرائین کی طرف نسبت ہے، ان علاقوں میں سب سے پہلے فقہ شافعی کو متعارف کروانے اور مسلک شافعی کی ترویج وترقی میں آپؒ کا اہم کردار رہا ہے۔

آپؒ نے امام مزنیؒ اور ربیع مرادیؒ سے فقہ میں گہرائی حاصل فرمائی، فقہ اور حدیث کی جامع شخصیت سے مشہور علامہ ابوعوانہؒ کی کتاب ''مسند ابوعوانۃ'' نے محدثین میں خوب شہرت ومقبولیت پائی، ۳۱۶ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

۶- امام اُصم: محمد بن یعقوب نیسا پوری، کنیت، ابو العباس، ۲۴۷ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، حدیث وفقہ کی جامع شخصیت تھی، فقہ پر حفظ حدیث کو فوقیت دیتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کے طویل العمر شاگرد امام ربیع مرادیؒ کے آخری زمانہ میں آپؒ نے ان سے حضرت امام شافعیؒ کی تصانیف کو پڑھ کر انہیں ملت اسلامیہ کے تشنگان علوم نبوت تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، امام اصم کی وفات ۳۴۶ھ میں ہوئی، آپؒ کے شاگردوں کو ''عالی سند'' کا شرف خصوصی طور پر حاصل رہا۔

۷- امام قفال کبیر شاشیؒ: محمد بن علی بن اسماعیل؛ ۲۷۱ھ میں موجودہ ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند (شاش) میں آپؒ کی ولادت ہوئی، ۳۶۵ھ میں وہیں پر آپؒ کا انتقال ہوا، آپؒ نے علم فقہ کو قاضی ابن سریج سے حاصل فرمایا، اور اس میں خوب مہارت حاصل کی، ماوراء النہر کے علاقوں ازبکستان، تاجکستان اور قزاخستان میں مسلک شافعی کو پھیلانے میں آپؒ کو اولیت حاصل ہے۔

آپؒ کی اہم تصانیف: امام شافعیؒ کے مشہور اصولی کتاب ''الرسالۃ'' کی شرح، کتاب اُدب القضاء، کتاب محاسن الشریعۃ، جو کہ مقاصد شریعت میں سب سے اولین کتاب ہے۔

مذکورہ عظیم شخصیات نے اسلامی مملکت کے شرقی علاقوں میں وادی نیل مصر سے ماوراء النہر

بشمول حجاز مقدس و یمن کے علاقوں میں فقہ شافعی کو متعارف کروانے میں اور اس کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے، ابھی افریقہ و اندلس کے علاقے اس سے تشنہ تھے جہاں فقہ مالک کا غلبہ تھا۔

فقہ شافعی کی اشاعت کے اس دور ثانی کے پہلے مرحلہ کی مزید چند اہم اسباب:

فقہ شافعی کی اشاعت کے اس مرحلہ (۲۷۰ھ تا ۴۰۴ھ) میں چند اہم اسباب جن کی وجہ سے اس فقہ کی عظمت میں چار چاند لگے وہ حسب ذیل ہیں:

اس زمانہ میں فقہ شافعی کو بہت سی ایسی شخصیات ملیں جو اپنی ایک جداگانہ شان رکھتے تھے، حضرت امام شافعیؒ کی تصانیف میں غور وخوض کرنے کی وجہ سے یہ لوگ جمود والی تقلید اور بے جا اجتماعی حل سے انحراف کے قائل نہیں تھے، ان کی وسعت نظری نے بھی فقہ شافعی سے متعلق سلف کے اشکالات ختم کر دیئے اور لوگ فقہ شافعی کو اپنانے میں لگ گئے۔

جن میں سے اہم شخصیات یہ تھیں:

۱- امام ابو بکر نیساپوری: محمد بن ابراہیم بن منذر۔

۲۴۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، علوم وفنون خصوصاً جمع حدیث کے لئے آپؒ نے اسفار کئے، حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد امام ربیع مرادیؒ اور حسن زعفرانی سے فقہ کا علم بہت ہی گہرائی کے ساتھ حاصل کیا، آخری عمر میں آپؒ کی اجتہادی شان ابھر کر منظر عام پر آئی، یہاں تک کہ بعض لوگ احکام ومسائل میں آپؒ کے اجتہادات کی پیروی کی بناپر "منذریہ" کہلائے۔

آپؒ نے کچھ اہم تصانیف فرمائیں، جو آپؒ کے علمی رسوخ و پختگی کی علامات ہیں، کتاب الاشراف علی مذاہب اہل العلم، کتاب الاجماع۔

۲- امام ابو جعفر الطبری: محمد بن جریر بن کثیر، کنیت: ابو جعفر۔

طبرستان کی ایک بستی میں ۲۲۴ھ میں ولادت ہوئی، فقہ، حدیث اور تفسیر کے علوم حاصل کئے، اپنے جوانی میں امام شافعیؒ کے شاگردوں امام ربیع مرادیؒ اور امام حسن زعفرانیؒ سے فقہ شافعی میں

رسوخ حاصل کیا، آپؒ بھی اپنے علمی وفقہی رسوخ کی بناپر اجتہادی شان کے حامل تھے، اصول وفروع میں کافی اجتہادات فرمائے، یہاں تک کہ مذہب جریری کے نام سے ایک مستقل مسلک وجود میں آیا تھا، جس کے کافی متبعین بھی تھے، لیکن اس کو دوام وثبات حاصل نہ ہوسکا، آپؒ کی وفات بغداد میں ۳۱۰ھ میں ہوئی، تفسیر ابن جریر طبری اور تاریخ الطبری کے نام سے آپؒ کی جملہ تصانیف میں دو اہم کتابیں کافی مقبول ہیں۔

دوسرا سبب:

اکابر محدثین کا فقہ شافعی کو اپنانا۔ یہ بھی فقہ شافعی کی مقبولیت کا ایک اہم سبب قرار پایا ہے جن میں سے اہم شخصیات کا تعارف ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱- حافظ ابن خزیمہ سلمی: محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیساپوری۔

نیساپور میں آپؒ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی، اسانید عالیہ کے ساتھ طلب علم وفقہ اور جمع احادیث کے لئے دور دراز کے اسفار کئے، امام مزنیؒ سے علم فقہ اور امام ربیع مرادیؒ سے علم حدیث کی روایات حاصل کی، اپنی ابتدائی زندگی مکمل شافعی بن کر گذاری، جب علم فقہ میں آپؒ کو رسوخ حاصل ہوا تو اپنے اجتہادات کے مطابق شریعت پر عمل پیرا ہوئے، فقہ کے مقابلہ میں آپؒ کو علم حدیث کی تدریس وتصنیف میں کافی مشغولیت حاصل تھی، حدیث میں ''صحیح ابن خزیمہ'' آپؒ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے، ۳۱۱ھ میں نیساپور میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

۲- حافظ ابن أبی حاتم رازی: عبدالرحمٰن، کنیت: ابومحمد، خراسان میں آپؒ کی ولادت ۲۴۰ھ میں ہوئی، خراسان کے علاقہ سے اپنے والد کے ہمراہ جمع احادیث اور اسمیں مہارت کی خاطر اسفار فرمائے، احوال رواۃ اور جرح وتعدیل میں آپؒ کی منفرد شان کے سبھی قائل ہیں، فقہ شافعی میں بھی مہارت پائی۔

آپؒ کی اہم تصنیف: اداب الشافعی ومناقبہ، مطبوع ہے، ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

۳- امام دارقطنی: علی بن عمر بن احمد بن مہدی، کنیت ابوالحسن، ۳۰۶ میں بغداد کے بڑے محلّہ ''دارقطن'' میں ولادت ہوئی، امام ابوسعید اصطخریؒ کے پاس فقہ شافعی میں مہارت حاصل کی۔

آپؒ کی اہم تصانیف: سنن الدارقطنی، کتاب العلل، آپؒ کی وفات بغداد میں ہی ۳۸۵ھ میں ہوئی۔

غرضیکہ خود حضرت امام شافعیؒ یا ان کے شاگردوں کے پاس بڑے بڑے محدثین نے علم فقہ کو بھی حاصل فرمایا ہے، جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام ترمذیؒ، امام بخاریؒ، امام نسائی، امام ابن ماجہؒ، علامہ ابن منذرؒ، محدث ابن حبان، محدث ابن خزیمہ، امام بیہقی، امام حاتم، علامہ خطابی، خطیب بغدادی وغیرہ محدثین کا فقہ شافعی کو حاصل کرنا یہ اس فقہ پر اعتماد اور مقبولیت میں اضافہ کا اہم سبب ہے۔

تیسرا سبب:

علماء شوافع کا منصب قضاء پر فائز ہونا: اس کی وجہ سے بھی فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں مدد ملی، عباسی خلفاء اور ان کے بعد کے خلفاء و بادشاہوں نے مسلک ومکاتب فکر کی رعایت کرتے ہوئے ہی متعلقہ علاقوں میں قضاۃ کا تقرر فرمایا تاکہ کسی قسم کا اختلاف باقی نہ ہو، ان علماء شوافع کا مختصر تعارف جنہوں نے اس دور ثانی میں قضاء کے مناصب پر بہترین کارکردگی نبھائی۔

۱- قاضی ابوالعباس ابن سریج: ایران کے مشہور شہر شیراز کے قاضی رہے، شوافع کے اولین قاضی رہے، ۳۰۶ھ میں وفات پائی۔

۲- قاضی ابوزرعہ دمشقی: دمشق کے قاضی منتخب ہوئے اور وہیں ۳۰۲ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

۳- قاضی ابوسعید اصطخری: حسن بن احمد بن یزید۔ ایران کے شہر اصطخر میں آپؒ کی ولادت ۲۴۴ میں ہوئی، مسلک شافعی میں تبحر حاصل فرمایا، ایران کے جنوب مغرب میں واقع شہر قم میں آپؒ کو قاضی مقرر کیا گیا، پھر عباسی خلیفہ مقتدر بامر اللہ نے آپؒ کو سجستان کے علاقہ (موجودہ افغانستان وپاکستان) کا قاضی مقرر فرمایا، بغداد میں ۳۲۸ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی اہم تصانیف: أدب القضاء، کتاب الفرائض الکبیر، کتاب الشروط والوثائق وا ؒ ئاضر والسجلات۔

۴- قاضی ہمدانی: عتبہ بن عبداللہ بن موسیٰ، کنیت: ابوالسائب۔

ایران کے شہر ہمدان میں آپؒ کی ولادت ۲۴۴ھ میں ہوئی، فقہ شافعی میں رسوخ ہونے کے بعد آذربیجان کے قاضی منتخب ہوئے، قاضی القضاۃ کے منصب عظیم پر فائز ہونے والے پہلے شافعی رہے، ۳۵۰ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

۵- قاضی ابن اکثم: عمر بن اُکثم، کنیت: ابوبشر اسدیؒ، شوافع کے اہم فقیہ گذرے ہیں، عباسی خلیفہ مطیع اللہ نے آپؒ کو قاضی القضاۃ منتخب فرمایا، ۳۵۷ھ میں وفات ہوئی۔

۶- قاضی قرمیسینی: عبداللہ بن علی بن حسن، کنیت ابومحمد، ایران کے سرحدی شہر قرمیسین میں آپؒ کی ولادت ہوئی، اکابر فقہاء شوافع سے فقہی مزاج حاصل فرمایا، بحر قزوین کے پاس جرجان کے قاضی مقرر ہوئے، ۳۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

۷- وزیر ابوالفضل بلعمیؒ: محمد بن عبیداللہ بن محمد تمیمی بلعمی۔ امام محمد بن نصر مروزی سے فقہ شافعی حاصل کی، وزیر سلطنت کے مرتبہ پر بھی فائز رہے، اور فقہ شافعی کی ترویج وترقی میں اہم کردار نبھایا۔

مزید یہ کہ فقہ شافعی کو ۴۰۴ھ سے ۵۰۵ھ کے دور میں جو مضبوطی اور پختگی ملی اس کے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

۱- فقہاء شافعیہ کا مسلک کی بہترین خدمت کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں تصنیف اور تالیف کے خدمات مرحلہ وار انجام دینا۔

یہ مرحلہ (۴۰۴ھ سے ۵۰۵ھ) فقہ شافعی کے لئے کافی اہمیت کا حامل رہا ہے، جس میں علماء مسلک نے اللہ کی رضا کے خاطر اپنی زندگیاں اسلامی فقہ شافعی کی خدمت میں صرف کردیں اور ہر طرف سے اس دبستان فقہ کے قدم جمائے رکھنے میں اپنا تعاون دیا، ضرورت پڑنے پر مخالفین سے

بحث ومناظرہ کرنے میں بھی دریغ نہیں کیا۔

شرعی اصول وفروع میں قیمتی اور گرانقدر تصانیف منظر عام پر لائے، انہیں کوششوں کی بنیاد پر مسلک شافعی اپنے ترقی کے منازل طے کرتا رہا، یہی وہ موقع ہے جب فقہ شافعی کے تصنیف وتالیف کے دوطریقے واسالیب دنیا کے سامنے متعارف ہوئے:

طریقۃ العراقیین: (عراقی اسلوب)۔

طریقۃ الخراسانیین: (خراسانی اسلوب)۔

فقہ شافعی کے محقق حضرت امام نوویؒ رقم طراز ہیں:

"واعلم أن نقل أصحابنا العراقيين نصوص الشافعيؒ، وقواعد مذهبه ووجوه متقدمي أصحابنا وأثبت من نقل الخراسانيين غالبا والخراسانيون أحسن تصرفا و تفريعا و ترتيبا غالبا" (المجموع شرح المہذب)۔

(حضرت امام شافعیؒ کے نصوص اور مسلک کے قواعد نیز فقہ شافعی کے متقدمین کے اقوال کو عراقیوں نے بہت ہی پروثوق اور باعتماد انداز میں نقل کیا ہے۔

اور علماء خراسان نے مسلک شافعی کے فروعی مسائل اور ترتیب میں کارآمد طریقہ اپنایا ہے)۔

الف-عراقی اسلوب تصنیف کے چند مشہور فقہاء کرام کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱-امام ابوحامد احمد بن محمد بن احمد اسفرائینی:

آپ کی ولادت ترکمانستان کے جنوب مشرق میں واقع شہر اسفرائینی کے ایک علمی خانوادہ کے اندر (۳۴۳ھ) میں ہوئی، آپ نے اپنے علاقہ کے علماء کرام سے علم وفقہ میں تبحر حاصل کیا، پھر اکابر علماء سے تحصیل علم کے خاطر بغداد منتقل ہوئے، جب آپ کے قدم علم میں مضبوط ہوگئے اور مسلک شافعی کے اصول وفروع میں کافی عبور حاصل کرلیا تو آپ تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں منہمک ہوگئے۔

فقہ شافعی سے وابستگان کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے فقہ واصول حاصل کئے۔ ورع

وتقوع اور علمی تبحر کی بنیاد پر آپ چوتھی ہجری کے مجدد قرار دیئے گئے، اپنے دور میں مسلک شافعی کو ثابت قدم رکھنے میں آپ نے اپنا گرانقدر تعاون ہر اعتبار سے پیش کیا، ۴۰٦ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، تراجم وسوانح نگاروں نے آپؒ کو چوتھی صدی ہجری کا مجدد دامت قرار دیا ہے۔

٢- قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر الطبری:

آپ کی ولادت ۳۴۸ھ میں طبرستان کے ایک بستی میں ہوئی، ابتدائی دور میں آپ نے اپنے علاقے کے شافعی علماء وفقہاء کرام سے علوم حاصل کئے، پھر اپنے شیخ ابوحامد اسفرایینی سے علم وفقہ میں تبحر حاصل کرنے کے لئے بغداد منتقل ہوئے، جمیع علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور افتاء وقضا سے ایسے وابستہ ہوئے کہ فقہ شافعی میں عراقی طرز تصنیف کے مرجع تسلیم کر لئے گئے۔

علامہ ابواسحاق شیرازیؒ آپ کے احوال میں لکھتے ہیں:

میں نے علم وفقہ میں آپ سے زیادہ اجتہاد میں کامل ترین، تحقیق میں منہمک اور عمدہ نظر رکھنے والا نہیں دیکھا، آپ نے مسلک شافعی کے اصول وفروع اور اختلاف میں بہت سی کتابیں لکھیں، جو فقہاء شوافع کے لئے مرجع کا درجہ رکھتی ہیں، آپ کی وفات ۴۵۰ھ میں ہوئی (طبقات الفقہاء للشیرازی رص ۱۲۷-۱۲۸)۔

٣- امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری المعروف بالقاضی الماوردی:

آپ کی ولادت بصرہ میں ۳٦۴ھ میں ہوئی، آپ نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے فقہاء شافعیہ سے علوم حاصل کئے، جن میں سے فائق انام ابوحامد اسفرائینی رہے ہیں، آپ نے مختلف علوم وفنون اور فقہ واصول میں تبحر حاصل کرنے کے بعد بصرہ وبغداد جیسے اہم شہروں میں درس وتدریس اور افتاء وقضاء کی اہم ذمہ داریاں نبھائیں، اور تصنیف وتالیف کے شعبہ میں اہم ونفع بخش کتابیں لکھیں جن میں سے ''الاحکام السلطانیہ'' اور ''الحاوی'' کو کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کی

تمام خدمات کو سراہتے ہوئے ۴۲۹ھ میں آپ کو ''اقضی القضاۃ'' کے لقب سے نوازا گیا، علامہ ماوردی کی وفات ۴۵۰ھ میں بغداد میں ہوئی۔

درج بالا تینوں علماء فقہ شافعی کے عراقی طرز تصنیف کے ماہرین ہیں۔

ب: فقہ شافعی کے دوسرے طرز تصنیف ''خراسانی اسلوب'' کے ماہر فقہاء کرام کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱-امام ابوبکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ امروزی المعروف بالقفال الصغیر:

آپ کی ولادت خراسان کے شہر ''مرو'' میں ۳۲۷ھ میں ہوئی، آپ نے مختلف علوم وفنون اور خصوصاً فقہ شافعی اپنے زمانہ کے بڑے علماء شوافع سے حاصل کئے اور علمی وفقہی درجہ کمال کو پہنچنے پر تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں منہمک ہوئے، احکام ومسائل شریعہ کے استنباط وتخریج میں آپ کو کمال کی بالغ نظری حاصل تھی جس کے بناء پر آپ خراسانی طرز تصنیف کے شیخ تسلیم کئے گئے، آپ سے بہت سے طلبہ نے علم وفقہ حاصل کیا، ۴۱۷ھ میں سجستان میں آپ کی وفات ہوئی۔

۲-امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ الجوینی (والد امام الحرمین):

چوتھی صدی ہجری کی آخری تہائی میں نیساپور کے علاقہ جوین میں آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی مراحل میں آپ نے جوین کے فقہاء سے علم حاصل کیا پھر علامہ ابوالطیب الصعلوکی (متوفی ۴۰۴ھ) سے علم وفقہ کے حصول کے لئے نیساپور منتقل ہو گئے، پھر مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے ''مرو'' کا رخت سفر باندھا اور امام ابوبکر مروزی سے خراسانی طرز کے مطابق فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا، ۴۰۷ھ میں آپ نیساپور واپس آ کر درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتاء کی ذمہ داریوں میں مشغول ہو گئے، آپ نے بہت سی جامع کتابیں تصنیف فرمائی، تفسیر قرآن کریم، فقہ اور اصول فقہ میں آپ کی گرانقدر تصانیف علماء کے درمیان کافی مقبول رہی ہیں، علم وفضل کے ساتھ ورع وتقوی اور زہد و عبادت میں بھی لاثانی تھے، ۴۳۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۳- امام ابوعلی حسین بن محمد بن احمد المروزی المشہور بالقاضی حسین:

چوتھی صدی ہجری کی اخیر چوتھائی میں خراسان کے شہر ''مروردذ'' میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے امام قفال صغیرؒ سے فقہ حاصل کی، اپنے شیخ سے ایسے وابستہ رہے کہ ان کے طرز کے ماہر کہلائے پھر خراسان کے پورے علاقہ میں اپنے زمانہ کے فقہاء شافعیہ کے امام تسلیم کئے گئے، فقہی باریکیاں اور دقیق و پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے آپ کو کافی شہرت ملی، آپ کی تصانیف میں ''اسرار الفقہ'' نامی کتاب ہے، آپ کی وفات ۴۶۲ھ میں ہوئی۔

ج: پھر پانچویں صدی ہجری میں چند ایسے نامور فقہاء شافعیہ متعارف ہوئے جنہوں نے سابقہ دونوں طرز کے درمیان جمع و تطبیق کے فرائض انجام دیئے، انہوں نے مسائل کے بیان، دلائل کی پیشی اور مسلک شافعی کے ائمہ و علماء کے اقوال کی تائید میں دونوں طرز تصنیف کو جمع کیا جن میں سے مشہور علماء و فقہاء حسب ذیل ہیں:

۱- امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی:

آپ کی ولادت نیسا پور کے قریبی علاقہ جوین میں ۴۱۹ھ میں ہوئی، آپ مشہور شافعی فقیہ امام عبداللہ جوینی کے صاحبزادہ ہیں، اپنے والد کی تربیت و پرورش میں بہترین تعلیم و تربیت پائی، مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے بغداد کا سفر فرمایا، جملہ علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوکر حجاز کا رخت سفر باندھا اور حرمین شریفین، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں درس و تدریس، مناظرہ و افتاء کی خدمات انجام دہی میں مصروف ہوگئے، اسی لئے آپ کو ''امام الحرمین'' کے معزز لقب سے نوازا گیا، پھر آپ اپنے وطن نیسا پور لوٹ آئے اور نظام الملک کے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ میں درس و تدریس میں منہمک ہوئے اور فقہ، اصول اور دیگر علوم میں گرانقدر تصانیف تحریر کی جن میں سے کتاب نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب جواب ۲۱ جلدوں میں جامع قطر کے مدرس عبدالعظیم محمود دیب کی تحقیق کے ساتھ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ قطر سے چھپ کر منظر عام پر بھی آچکی ہے، اور یہ کتاب آپ کے علمی تبحر

پر دلالت کرتی ہے۔

۲-امام ابو حامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی:

آپ کی ولادت خراسان کے علاقہ طوس کے قریب شہر طابران میں ۴۵۰ھ میں ہوئی، آپ نے امام الحرمین جوینیؒ سے علم حاصل کرنے کے لئے نیساپور کا سفر کیا، مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے بغداد کے علماء وفقہاء کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا پھر آپ نے مدرسہ نظامیہ میں درس و تدریس کی ذمہ داری سنبھالی، اس کے بعد آپ نے حجاز اور شام ومصر کے شہروں کی طرف علمی خدمات کے خاطر سفر کئے پھر اپنے شہر طابران واپس ہوئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں انتقال فرما گئے۔

آپ نے فقہ، اصول اور دیگر علوم شرعیہ میں قیمتی اور گرانقدر تصانیف تحریر فرمائی جو آپ کے علمی مرتبہ کی غماز ہیں جن میں فقہ میں کتاب الوجیر، اصول میں کتاب المستصفی اور احسان وسلوک میں احیاء علوم الدین کو کافی مقبولیت حاصل ہے۔

د: فقہ شافعی کے اس پختگی اور ثابت قدمی کے دور (۴۰۴-۵۰۵ھ) کے مرحلہ میں دیگر چند ایسے متبحر علماء شوافع ہیں جنھوں نے مسلک شافعی کو مضبوطی عطا کرنے میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات اور صلاحیتیں کھپائیں، ان میں سے چند مشہور شخصیات حسب ذیل ہیں:

۱-امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقیؒ:

آپ کی ولادت نیساپور کے قریبی علاقہ بیہق میں ۳۸۴ھ میں ہوئی، آپ نے حدیث پاک کی سماعت وجمع کے لئے عراق وحجاز کے اسفار کئے اور علم حدیث میں روایت ودرایت کے اعتبار سے مہارت حاصل کی، حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کی فقہ میں تبحر حاصل کیا اور مسلک شافعی کی فقہ و اصول، حدیث وتخریج وغیرہ علوم شرعیہ کے اعتبار سے بہترین خدمات انجام دی۔

آپ کی علمی تصانیف میں کتاب ''المبسوط''، کتاب ''معرفۃ السنن والآثار'' اور کتاب ''مناقب الشافعی'' کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ امام الحرمینؒ نے کہا: ''**ما من شافعی**

إلا وللشافعي في عنقه منة الا البيهقي فإنه له على الشافعي منة لتصانيفه لمذهبه وأقاويله"، یعنی مسلک شافعی سے وابستہ ہر فرد پر حضرت امام شافعیؒ کے احسانات ہیں سوائے امام بیہقی کے کہ آپ نے حضرت امام شافعیؒ پر احسانات کئے ہیں، کیونکہ آپ نے ان کے مسلک کی تائید اور ان کے اقوال کی تشریح وتحقیق میں گرانقدر کتابیں لکھیں ہیں۔

ایک مدت کے لئے آپ کو نیساپور کا قاضی مقرر کیا، ۴۵۸ھ میں وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

۲-امام ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیر ازی:

آپ کی ولادت ایران کے شہر فیرز آباد میں ۳۹۳ھ میں ہوئی، وہیں آپ کی نشوونما ہوئی، پھر آپ نے حصول علم کی خاطر شیراز کا سفر کیا اور وہاں کے علماء وفقہاء سے علوم وفنون حاصل کئے، پھر مزید علمی پیاس بجھانے کی خاطر آپ نے بصرہ اور بغداد کے اسفار کئے، مشہور شیخ عراق قاضی ابو الطیب الطبریؒ کی شاگردی اختیار کی، جب آپ کے علمی قدم جم گئے اور آپ کی شہرت پھیل گئی تو آپ کے لئے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم فرمایا جس میں آپ درس وتدریس اور مسلک شافعی کے مطابق افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے، علامہ ابو اسحاق شیرازیؒ نے مسلک شافعی کی خدمت کی خاطر کئی نفع بخش کتابیں لکھیں جن میں سے ''کتاب المہذب فی الفقہ''، ''کتاب اللمع فی اصول الفقہ'' کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی، جو آپ کے فقہی وعلمی تبحر کی علامت ہے، آپ کا انتقال بغداد میں ۴۷۶ھ میں ہوا۔

اب ہم مسلک شافعی کی پختگی اور ثابت قدمی کے دیگر اسباب کی طرف متوجہ ہوں گے جو حسب ذیل ہیں:

فقہ شافعی کی پختگی اور ثابت قدمی کا دوسرا سبب:

حکومت وقت کے خلفاء، وزراء اور دیگر امراء کا مسلک شافعی کو اختیار کرنا:

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کسی بھی دینی، دنیوی، اعتقادی، علمی اور فقہی مسلک و

مشرب کی نشر و اشاعت میں حکومت وقت کو بڑا دخل حاصل ہوتا ہے، گرچہ کسی نظریہ کے عام ہونے کا یہ واحد سبب نہیں ہے، لیکن اس حقیقت سے یکسر انکار کی گنجائش بھی نہیں ہے کہ ارباب حکومت اپنے نظریات جلد عام کر دیتے ہیں۔

فقہ شافعی کے ثابت قدمی کے مرحلہ (۴۰۴-۵۰۵ھ) میں جن احباب اقتدار نے مسلک شافعی کی اشاعت کے لئے اپنی خدمات پیش کی ان کا تعاون ذیل میں مرقوم ہے:

۱-عباسی خلیفہ قادر باللہ، ابو اسحاق احمد بن اسحاق بن مقتدر بن معتضد بن موفق بن متوکل بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید:

آپ کی ولادت ۳۳۶ھ میں اور بیعت خلافت ۳۸۱ھ میں اور وفات ۴۲۲ھ میں ہوئی، تقریبا چالیس سال سے زیادہ خلافت کی ذمہ داری نبھائی، آپ مسلک شافعی سے وابستہ رہے، علامہ سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں: اس عباسی خلیفہ نے فقہ شافعی کے اصول میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی جو ہر جمعہ کو جامع مہدی میں محدثین کے حلقہ میں پڑھی جاتی تھی، خلیفہ کے شافعی ہونے کی بناء پر بغداد میں خصوصا اور عباسی حکومت کے دوسرے علاقوں میں عمومی طور پر مسلک شافعی کی مضبوطی میں کافی تعاون ملا، اس لئے اس کا عرصہ خلافت بھی کافی لمبی مدت پر حاوی رہا (تاریخ الخلفاء للسیوطی رص ۴۹۱)۔

۲-سلطان شمس الملک نصر بن ابراہیم بن نصر:

آپ عباسی حکومت کے ماوراء النہر کے علاقوں وشہروں کے بادشاہ تھے، فقہ شافعی سے وابستہ اور فصیح و بلیغ خطیب وفقیہ تھے، آپ کی وفات ۴۹۲ھ میں ہوئی۔

آپ کے دور حکومت میں زیر اقتدار علاقوں میں مسلک شافعی کی نشر و اشاعت میں خوب تقویت ملی ہے۔

۳-وزیر نظام الملک ابو علی حسن بن علی بن اسحاق الطوسی:

آپ کی ولادت نیسا پور میں ۴۰۸ھ میں ہوئی، مسلک شافعی سے متعلق علم فقہ حاصل فرمایا،

پھر سرکاری عہدوں میں اتنی ترقی عطا ہوئی کہ سلطان سلجوقی امیر الپ ارسلان کے وزیر مقرر ہوئے، اور ۴۵۵ھ سے ۴۶۵ھ تک اس عہدہ پر فائز رہے، پھر امیر الپ ارسلان کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان ملک شاہ کے ۴۸۵ھ تک وزیر رہے، غرضیکہ آپ عہدہ وزارت پر اپنی وفات تک تیس سالوں تک فائز رہے۔

آپ انصاف پسند، اچھے اخلاق کے حامل اور اہل علم کے قدر شناس تھے، خصوصاً فقہاء شوافع سے خاص وابستگی رکھتے تھے۔

چونکہ آپ کے عہد وزارت میں مصر میں فاطمیوں کی حکومت تھی اور فاطمی بادشاہ اسماعیلی شیعہ اور باطنیہ کے نظریات کے حامی تھے اور ان کے غلط عقائد واعمال کی ترویج کے خواہاں، لہذا وزیر نظام الملک نے علماء اہل سنت والجماعۃ اور خصوصاً فقہاء شافعیہ کے ساتھ مل کر ان کے فتنے کا دفاع کیا، شریعت اسلامیہ کے صحیح تعلیم عام کرنے کے لئے اپنی سلطنت کے مختلف علاقوں میں مدرسہ نظامیہ کے نام سے نو مدارس قائم فرمائے جن کو علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اپنی طبقات میں شمار کیا ہے:۱-بغداد، ۲-نیسا پور، ۳-مرو، ۴-ہرات، ۵-بلخ، ۶-اصفہان، ۷-طبرستان، ۸-موصل، ۹-بصرہ (ج ۳،ص ۶) جہاں عمومی طور پر علوم شریعت کی تعلیم ہوتی تھی، اور جہاں سے بڑے بڑے فقہاء شوافع نے اکتساب فیض کیا بلکہ بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو علامہ ابو اسحاق شیرازی نے اور نیسا پور کے مدرسہ کو امام الحرمین نے اپنے علمی فیوض سے مستفید فرمایا، اور آج بھی یہ مدارس نظامیہ بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

وزیر نظام الملک طوسیؒ نے علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ شافعی کی مضبوطی میں کافی اہم کردار ادا کیا ہے، ان کی انہی خدمات کو سراہتے ہوئے فقیہ شافعیہ امام الحرمین الجوینی نے اپنی کتابوں میں اس کی بہترین تعریف وتوصیف کی ہے۔

یہاں یہ بات ذکر کرنا بہت فائدہ مند ہوگی کہ وزیر موصوفؒ کے بعد ان کے خاندان کے دو افراد، ان کے حقیقی بھتیجے وزیر ابو المعالی عبد الرزاق بن عبد اللہ بن اسحاق الطّوسی شاگرد رشید امام

الحرمین (متوفی ۵۱۵ھ) اور وزیر موصوفؒ کے بڑے پوتے امیر ابونصر محمد بن علی بن احمد بن وزیر نظام الملک (متوفی ۵۶۱ھ) کا شمار بھی فقہاء شوافع میں ہوتا ہے اور انہوں نے مسلک شافعی کے قدم جمانے میں کافی اہم رول نبھایا ہے (طبقات الشافعیہ للاِسنوی ۲/ ۴۳۸)۔

فقہ شافعی کی اولین تنقیح کا زمانہ اور اس میں شوافع کے شیخین علامہ رافعیؒ اور امام نوویؒ کا عظیم کردار:

اولاً ہمیں تنقیح کا صحیح مطلب اور اس کی اہمیت وضرورت کو جاننا وسمجھنا انتہائی لازمی ہے۔

تنقیح کا معنی:

فقہ شافعی کے راجح وصحیح اقوال میں سے مرجوح اور شاذ اقوال کو الگ کرنا، نیز فقہ کے جملہ ابواب کے مسائل میں مفتی بہ اقوال کو بیان کرنا تا کہ مسلک کے قضاۃ اور مفتیان کو فقہ وفتاوی اور فیصلوں وتحریروں میں کوئی ایک محقق حکم شرعی منطبق کرنے میں سہولت ہو۔

فقہ شافعی کے تنقیح کی ضرورت:

۵۰۵ھ میں فقہ شافعی کی تنقیح کے لئے دو اہم اسباب درپیش ہوئے:

مسلک شوافع کے روح رواں حضرت سیدنا الامام الشافعیؒ کی وفات کو چار صدیاں گذر گئیں، اس دوران فقہ شافعی کی بہت سی نئی نئی کتابیں منظر عام پر آئیں، جن کے مصنفین ومؤلفین مختلف دور دراز مقامات کے رہنے والے تھے، مغرب میں وادی نیل سے ماوراء النہر کے علاقوں تک تو مشرق میں سندھ کے مقامات تک ان کا دائرہ وسیع تھا، گویا کہ جغرافیائی اعتبار سے فقہ شافعی کے متبعین کافی بڑے علاقے میں پھیل چکے تھے۔

اور اس زمانہ میں دور جدید کی تیز رفتار، متحرک وفعال ذرائع ابلاغ (موبائل، فون، انٹرنیٹ ودیگر) کا وجود نہیں ہوا تھا کہ فقہاء کرام کو جلدی جلدی مفتی بہ اور راجح اقوال کا علم ہوگا، لہذا ان کے

درمیان میں اختلاف اقوال کا پیدا ہونا فطری بات تھی، اسی لئے مذکورہ کتابوں میں کچھ اقوال فقہ شافعی کے اصولوں کے خلاف بعض مرجوح مسائل اور شاذ اجتہادی معاملات سامنے آئے، لہذا اس امر کا بالخصوص تقاضہ ہوا کہ ان جملہ تصانیف فقہیہ کی باریک بینی سے چھان بین کر کے مکمل غور و فکر کے بعد مفتی بہ اور راجح اقوال کی تعین کردی جائے (تفصیلات کے لئے دیکھیں: روضۃ الطالبین للنووی ۱/ ۱۱۲، ۱۱۳)۔

۲-پچھلے صفحات میں ذکر کردہ معلومات کے موافق چوتھی صدی ہجری کے اخیر اخیر سے مسلمانوں میں مسلکی تشدد کی جڑیں مضبوط ہوچکی تھیں (المدخل الفقہی العام ۱/ ۲۰۳)۔

لہذا درج بالا اسباب کی بنا پر اولا شیخ شوافع علامہ عبد الکریم رافعیؒ (ولادت ۵۵۷ھ، وفات ۶۲۳ھ) کمر بستگی کے ساتھ فقہ شافعی کی تنقیح میں جٹ گئے، اور ان کے بعد دوسرے شیخ شوافع علامہ نوویؒ (ولادت ۶۳۱ھ، وفات ۶۷۶ھ) نے تنقیح کے فرائض انجام دیئے، یعنی انہوں نے فقہ شافعی کے مسائل وقضایا میں راجح ومفتی بہ اقوال کو متعین کرنے کے فرائض انجام دیئے۔

یقیناً فقہ شافعی کی تنقیح کا یہ اہم امر بہت ہی محنت وجد وجہد کا طالب تھا، جس میں چار صدیوں پر مشتمل فقہاء شوافع کی کثیر و وسیع تصانیف کو کھنگالنے، ان کا باریک بینی سے جائزہ لے کر تحقیق و تدقیق کے بعد غیر مرجوح اور شاذ اقوال کا خلاصہ کر کے راجح اور مفتی بہ اقوال کی وضاحت کرنے جیسی محنتیں شامل تھیں، باری تعالی نے ان عظیم محنتوں کے لئے انہیں کے شایان شان درج بالا شخصیتیں بھی تیار کیں، جن کے احوال وکاوشیں ذیل میں درج ہیں:

۱-علامہ رافعی اور ان کی دینی وفقہی خدمات:

آپؒ کا اسم گرامی ونسب: عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن فضل ہے، کنیت: ابو القاسم، آپؒ کی ولادت ۵۵۷ھ میں اصفہان کے ایک اہم شہر قزوین میں ہوئی، اسی لئے آپؒ کو قزوینی کہا جاتا ہے، اور قزوین کے ایک علاقہ ''رافعان'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو رافعی بھی کہا جاتا ہے، اور بعض سوانح نگار ماہرین کے مطابق صحابی رسول ﷺ حضرت رافع بن خدیجؓ کی نسبت کرتے ہوئے آپؒ کو ''رافعی'' کہا جاتا ہے۔

علامہ رافعیؒ کے والد محترم شیخ محمد بن عبدالکریم اپنے زمانہ کے عظیم شافعی فقیہ تھے، علامہؒ نے انہیں کی گود میں تربیت پائی اور دینی علوم کی ابتدائی سیڑھی چڑھی، پھر آپ نے مزید علمی وفقہی تبحر حاصل کرنے کے لئے اپنے زمانہ کے ماہر علماء عظام اور مشہور فقہاء شوافع کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

علوم وفنون میں مکمل مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے زمانہ میں مسلک شوافع کے مرجع بن گئے، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فقہ وفتاوی میں آپؒ کا اس قدر شہرہ ہوا کہ بہت سے علماء وفقہاء نے آپ کی شاگردی اختیار فرما کر اپنی علمی وفقہی پیاس فرو کرنے میں تعارف حاصل کیا، ۶۲۳ھ میں قزوین میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی فقہی تصانیف:

علامہ رافعیؒ نے بہت سی قیمتی نفع بخش کتابیں تالیف فرمائی جو آپ کے علمی تبحر اور فقہی مہارت کی علمبردار ہیں، جن میں سے مشہور شافعی فقہ کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱- کتاب المحرر: یہ کتاب امام غزالیؒ کی معرکۃ الآراء فقہی تصنیف ''الوجیز'' سے ماخوذ ہے، اسے فقہ شافعی کے جملہ ابواب فقہ میں محقق قول کی وضاحت میں اہمیت کا درجہ حاصل ہے، بعد کے فقہاء شوافع نے اس سے خوب استفادہ فرمایا ہے۔

۲- کتاب العزیز شرح الوجیز: جسے ''شرح کبیر'' بھی کہا جاتا ہے، یہ ایک فقہ شافعی کی ضخیم مستند ومدلل تصنیف ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ رافعیؒ نے فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں عظیم ووقیع خدمات انجام دی ہیں، ۱۹۹۷ء میں ''دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان'' کے مطبع سے ۱۳ عظیم الشان جلدوں میں ''شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ علی محمد معوض'' کی تحقیقات سے شائع ہوئی ہیں۔

۳- کتاب الشرح الصغیر: یہ کتاب بھی امام غزالیؒ کی ''الوجیز'' کی ہی شرح ہے، لیکن ضخامت کے اعتبار سے ''شرح الکبیر'' کے مقابلہ میں کافی کم ہے، مگر جامع ہے، علامہ کی مذکورہ کتابوں نے فقہ

شافعی کی تنقیح اول میں بہت ہی اہم و عظیم کردار ادا کیا ہے (المذہب عند الشافعیہ ابراہیم احمد علی رص ۱۲، مرجع العلوم الاسلامیہ رص ۴۲۳)۔

۲-امام نوویؒ اور ان کی دینی وفقہی خدمات:

آپؒ کا نام ونسب: یحیی بن شرف بن مری بن حسن، کنیت: ابوزکریا، نسبت حورانی ونووی:

آپؒ کی ولادت ۶۳۱ھ میں ملک شام کے علاقہ ''حوران'' کی ایک بستی ''نوی'' میں ہوئی، بچپن ہی سے آپؒ کو بہت ہی علمی ذوق وشوق تھا، اسی لئے آپؒ نے کم عمری میں ہی قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر علوم دینیہ میں اپنی علمی تشنگی فرو کرنے کے لئے آپؒ نے دمشق کی طرف رخت سفر باندھا اور وہاں کے کبار علماء اور ماہر فقہاء شوافع سے آپؒ نے علم تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے اصول، علم وادب اور دیگر دینی وشرعی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی، دیگر علوم شرعیہ کے مقابلہ میں آپؒ کو علم فقہ سے کافی وابستگی ودلچسپی تھی، لہذا اس میں عمدگی کے مرتبہ پر فائز ہوئے، یہاں تک کہ آپؒ متفقہ طور پر جملہ بلاد اسلامیہ میں مسلک شافعی کے ممتاز فقیہ ومستند مفتی تسلیم کئے گئے، حضرت امام شافعیؒ سے لے کر اپنے زمانہ کی تمام مشہور ومعروف تصانیف وفقہی کتابوں کو سامنے رکھ کر اس میں غور وفکر اور جملہ تحقیقات کے بعد راجح، مفتی بہ اور مستند اقوال پیش کئے جیسا کہ آپ کے پیش رو علامہ رافعی نے اس عظیم کام کی بنیاد ڈالی تھی، آپؒ نے ان کی کاوشوں میں مزید چار چاند لگا دیئے، اسی لئے تو یہ دونوں حضرات متفقہ طور پر شوافع کے ''شیخین'' قرار دیئے گئے۔

حضرت امام نوویؒ کی علمی وفقہی تصانیف:

۱-روضۃ الطالبین: یہ کتاب علامہ رافعی کی کتاب العزیز ''شرح کبیر'' کا اختصار ہے، جو مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان سے آٹھ جلدوں میں با لتحقیق شائع ہو چکی ہے۔

۲-کتاب منہاج الطالبین وعمدۃ المفتین: یہ کتاب علامہ رافعیؒ کی وقیع تصنیف ''المحرر'' کا اختصار ہے، جو اپنی بہت سی عظیم حواشی وشروحات کے ساتھ منظر عام پر آ چکی ہے، اپنے اپنے وقت کے

کبار فقہاء شافعیہ نے اس کی شرح بہت ہی اہمیت کے ساتھ لکھیں ہیں، جس سے مسلک شوافع کو خوب نفع ہوا۔

۳- کتاب المجموع شرح المہذب: یہ کتاب علامہ ابو اسحاق شیرازیؒ کی عظیم فقہی تصنیف ''المہذب'' کی عظیم شرح ہے، علامہ نوویؒ کی یہ ایسی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جس کی خصوصیت سے متعلق آپؒ مقدمہ مجموع میں رقم طراز ہیں: ''میں نے اگرچہ المجموع کو'' شرح المہذب'' کا نام دیا، لیکن حقیقت میں یہ پورے مسلک شافعی بلکہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب کی شرح ہے، جس میں فقہی آراء کے ساتھ علم حدیث، علم لغت، تاریخ اور اسماء رجال کا بھی وافر حصہ ہے، اور یہ کتاب صحیح، حسن اور ضعیف احادیث کو جاننے پہچاننے کا بہترین ذریعہ ہے'' (المجموع شرح المہذب للنووی، تحقیق: محمود مطر جی ۱/ ۱۰)۔

غرضیکہ اس کتاب میں علامہ نوویؒ نے مسلک شوافع کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنے کے اہتمام کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب ومسالک نیز صحابہ وتابعین کے اجتہادات کو بھی مع دلائل ومناقشہ بیان فرمایا ہے، گویا کہ یہ کتاب '' فقہ مقارن'' کی عظیم دستاویز ہے۔

ابتداء کتاب سے کتاب البیوع کے باب الربا تک علامہ نوویؒ نے تصنیف فرمائی، پھر آپؒ کا انتقال ہوگیا، آپؒ کے بعد علامہ تقی الدین سبکیؒ (متوفی ۷۵٦ھ) نے المجموع کی تین جلدیں تصنیف فرمائی، پھر علامہ عیسی بن یوسف منون (متوفی ۱۳۷٦ھ) اور شیخ محمد نجیب المطیعی (متوفی ۱۴۰٦ھ) نے المجموع مکمل فرمائی۔

۴- المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: یہ کتاب صحیح مسلم کی بہت ہی اہم ووقیع شرح ہے، حالانکہ یہ کتاب '' شروح احادیث'' میں شمار کی جاتی ہے، لیکن فقہ مقارن کے طرز پر اسلامی فقہ سے خوشہ چینی کرنے والوں کے لئے اس میں خوب استفادہ کے مواقع ہیں۔

زمانہ تنقیح اول سے متعلق وضاحتیں:

اسی تنقیح اول کے زمانہ میں مسلک شوافع میں چند ایسی عظیم شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے

مسلکی تشدد سے اوپر اٹھ کر اپنے وسیع اجتہاد کی روشنی میں مسائل واحکام شرعیہ کو بیان فرمایا اور مفتی بہ اقوال کہے، جن میں سے امام عز الدین بن عبد السلام دمشقیؒ اور امام ابوشامہ المقدسیؒ خصوصا قابل ذکر ہیں ۔

۱-الامام عز الدین بن عبد السلام الدمشقی:

سلطان العلماء کے لقب سے مشہور علامہ عز الدین بن عبد السلام سلمی دمشقیؒ دمشق میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے، اکابر علماء کے پاس علوم شریعت کو حاصل فرما کر پوری مہارت کے ساتھ دمشق کی جامع اموی میں تدریس وخطابت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، دیگر علوم وفنون کے مقابلہ میں فقہ اور اصول فقہ میں کافی رغبت تھی، آپ کی زندگی کی ابتداء ایک شافعی فقیہ کے طور پر ہوئی، جب علم وفضل میں آپ کے قدم جم گئے تو اجتہاد مطلق میں بھی آپ کے جوہر خوب نمایاں ہو گئے، اخیر زمانہ میں دمشق سے قاہرہ منتقل ہوئے اور وہیں پر تصنیف وتالیف اور فقہ وفتاوی کا کام کرنے لگے، ۶۶۰ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

آپؒ کی علمی تصانیف:

الغایۃ فی اختصار النہایۃ: جس میں آپؒ نے امام الحرمین جوینیؒ کی عظیم کتاب ''نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب'' کا اختصار فرمایا ہے۔

مولفات عز بن عبد السلام: یہ مجموعہ إیاد خالد الطباع کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر المعاصر بیروت سے شائع ہوئی ہے، جو ''رسائل فی التوحید'' رسالۃ فی معنی الإیمان والإسلام، رسالۃ فی مقاصد الصلاۃ، رسالۃ فی مناسک الحج، رسالۃ فی ترغیب أہل الإسلام فی سکنی الشام، رسالۃ فی أحکام الجہاد وفضائلہ وغیرہ دیگر رسائل پر مشتمل ہیں۔

الإمام فی بیان أدلۃ الأحکام، علامہ عز الدینؒ کی فن اصول فقہ پر عظیم تصنیف ہے جو دار البشائر الاسلامیہ بیروت سے استاذ رضوان مختار بن عربیہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

قواعد الأحکام فی مصالح الأنام: یہ بھی مقاصد شریعت اور شرعی اصول وضوابط پر مشتمل علامہؒ

کی اہم تالیف ہے (الإمام العز بن عبد السلام وأثره في الفقه الدکتور علی الفقیر)۔

۲- علامہ ابوشامی مقدسیؒ:

نام ونسب: عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی، کنیت: ابو القاسم، ابوشامہ سے مشہور ہیں، ۵۹۹ھ میں دمشق میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ نے دمشق کے ہی اکابر قراء کرام، محدثین عظام اور فقہاء و مجتہدین سے جمع قراءت، علم حدیث اور فقہی تبحر پایا، علم حدیث سے آپؒ کو بہت ہی لگاؤ تھا، علم نحو، لغت اور دیگر علوم عربیہ میں بھی آپؒ نے خوب گہرائی و گیرائی پائی، آپؒ نے اپنے خصوصی استاذ محترم شیخ عز الدین بن عبد السلامؒ سے فقہ شافعی کو حاصل فرمایا، اور اتنا تبحر پیدا کیا کہ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز ہوئے، مسلکی تعصب وتشدد سے اوپر اٹھ کر آپؒ صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے طرز و اسلوب کو پسند کرتے اور اسی کے داعی تھے، اسی اہم امر پر آپؒ کی کتاب ''المؤمل للرد إلی الأمر الأول'' جو ''الرسائل المنیریۃ'' کے ساتھ چھپی ہے، جس میں آپؒ نے مسلکی تشدد کو چھوڑ کر قرآن وحدیث اور اسلوب سلف صالحین کو اختیار کرنے کی ترغیب فرمائی ہے، آپ کی کئی غیر مطبوعہ تالیفات ہیں: تاریخ دمشق ومختصرہ، کتاب المرشد الوجیز فی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، کتاب الوصول فی الأصول، شرح سنن البیہقی وغیرہ وقیع کتابیں آپؒ نے تالیف فرمائی، ۶۶۵ھ میں دمشق میں آپؒ کی وفات ہوئی (طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی ۴/ ۳۲۹)۔

الثانی: اسی زمانہ میں (۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ) شافعی اصولیین نے اپنی اصول فقہ کی کتابوں میں یہ نہج اختیار کیا کہ اصول فقہ کے قاعدوں وضابطوں کو ذکر فرمایا لیکن ان پر اپنے مسلک کے فروعات وتفریعی مسائل کو منطبق نہیں فرمایا، جس اسلوب کو طریقۃ المتکلمین یا طریقۃ الشافعیہ کہا جاتا ہے، جیسے علامہ فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کی شاہکار تصنیف ''المحصول فی علم الأصول'' اور علامہ سیف الدین آمدیؒ کی عظیم اصولی کتاب ''الإحکام فی أصول الأحکام'' منظر عام پر آئی یہ اصولی تصنیف کا طرز و اسلوب فن اصول کی تصنیف وتالیف میں حنفیہ کے اس طرز و اسلوب سے ہٹ کر تھا

جسے ''طریقۃ الفقہاء یا طریقۃ الحنفیۃ'' کہا جاتا ہے جن میں فن کے اصول وضابطوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک کے فروعی مسائل کو بھی ان پر منطبق کیا جاتا تھا، پھر ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں دونوں طرف سے دو الگ الگ نئے اسلوب منظر عام پر آئے، جن میں سے ایک کو الجمع بین الطریقتین کہا جاتا ہے، جس اسلوب میں انہوں نے بعض اصول وقواعد فقہیہ پر فروعی مسائل کو منطبق فرمایا تو بعض اصول وقوانین شرعیہ پر فروعی مسائل کا انطباق نہیں کیا، جس میں بدیع النظام لمظفر الدین الحنفیؒ (متوفی ۶۹۴)، دوسرا جدید اسلوب: طریقۃ تخریج الفروع علی الأصول ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے مأخذ اور علتوں سے بحث کی جائے تاکہ ان احکام کی طرف فروعی مسائل کو لوٹانا آسان ہو، اسباب اختلاف کو بیان کرتے ہوئے، اسی طرح فریق مخالف کے دلائل پر مناقشہ کیا جائے، چونکہ چوتھی صدی ہجری کے اواخر سے مسلکی تعصب عام ہو گیا تھا، شافعی مسلک کے دلائل اور اصول وقوانین پر کافی ردوقدح ہو رہی تھی، لہذ اشوافع کے عظیم فقیہ علامہ شہاب الدین محمود بن احمد زنجانیؒ (متوفی ۶۵۶ھ) نے سب سے عظیم کتاب ''تخریج الفروع علی الأصول'' تصنیف فرما کر مسلک شافعی کے اصول وضوابط پر وارد ہونے والے اعتراضات وشبہات کو احسن طریقہ پر ختم فرما کر احناف کے بہت سے اصول وضوابط پر باریک بینی کے ساتھ ردوقدح فرمایا ہے، اور شافعی اصول وضوابط کو عظیم ترجیح دی ہے۔

الثالث: اس دور (۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ) میں مسلک شافعی کے محبوبیت کے اسباب میں سے ایک تیسرا سبب یہ کہ اپنے زمانہ کے عظیم محدثین مسلک شافعی میں فقہ وفتاوی کے عظیم مناصب پر فائز ہوئے، جنہوں نے اپنی فن حدیث کی عظیم صلاحیتوں کا استعمال فقہ شافعی کے اصول وضوابط فقہیہ اور مسائل واحکام شرعیہ کے مابین تطبیق کے لئے فرمایا، جن میں سے علامہ ابن اثیر جزریؒ، علامہ ابن صلاحؒ، قاضی ابن ابی الدم اور حافظ منذری رحمہم اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، جن کے مختصر تعارف یہ ہے:

۱۔ ابن اثیر جزریؒ: نام ونسب: مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد، نسبت:

شیبانی، لقب: مجد الدین، کنیت: ابو السعادات، ابن اثیر جزریؒ سے مشہور ہیں، علاقہ ''الجزیرۃ'' میں ۵۴۴ھ میں ولادت ہونے کی وجہ سے آپ جزریؒ کہلائے، علم حدیث، علوم عربیہ اور فن ادب میں تبحر حاصل کرنے کے لئے بغداد منتقل ہوئے، وہیں پر آپ نے مسلک شافعی کے مطابق فقہ کا علم حاصل فرمایا، پھر شہر ''موصل'' میں اقامت پذیر ہوئے، علوم نبوت کے طالبین آپؒ کے علمی فیضان سے سیراب ہونے کے لئے دور دراز سے تشریف لائے۔

آپ کی مشہور علمی تصانیف: جامع الأصول، النہایۃ فی غریب الحدیث، الشافی فی شرح مسند الشافعی، والبدیع فی شرح فصول ابن الدہان فی النحو۔

ان کے علاوہ بھی علامہؒ کی دیگر علمی تصانیف ہیں، علامہ جزریؒ کی وفات شہر موصل میں (۶۰۶ھ) میں ہوئی۔

علامہ ابن الصلاحؒ: نام ونسب: عثمان بن عبد الرحمٰن بن موسی، لقب: تقی الدین، کنیت: ابو عمرو، نسبت، الکردی الشہر زوری الشرخانی ہے، البتہ ابن صلاح سے مشہور ومعروف ہیں، آپ کی ولادت شمالی عراق کے کرد علاقہ کے قصبہ شہرزور سے قریبی بستی شرخان میں ۵۷۷ھ میں ہوئی، علامہؒ نے فقہ کا علم اپنے والد صلاح الدین عبد الرحمٰن بن عثمان سے حاصل فرمایا، پھر علم حدیث کے لئے اور اکابر علماء شوافع سے فقہی خوشہ چینی کے لئے آپؒ نے موصل، بغداد، ایران، خراسان، حلب اور قدس کے اسفار فرمائے، پھر علم حدیث میں مکمل مہارت اور فقہ شافعی کے اصول وفروع اور احکام ومسائل میں ید طولی حاصل ہونے کے بعد آپؒ نے دمشق میں قیام پذیر ہو کر تدریس وتصنیف کی ذمہ داریاں نبھائی، آپؒ اعلی درجہ کے عابد وزاہد اور علوم کی تحصیل اور تعلیم وتصنیف کے اعتبار سے بلند ہمت کے حامل تھے۔

آپؒ کی معرکۃ الآراء مشہور علمی تصانیف: معرفۃ أنواع علم الحدیث جو کہ مقدمۃ ابن الصلاح سے مشہور ہے، فقہ شافعی میں تعلیقات علی الوسیط للغزالی، طبقات الفقہاء الشافعیہ، آپؒ کی وفات ۶۴۳ھ میں دمشق میں ہوئی۔

۳- قاضی ابن ابی الدم: نام ونسب: ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمنعم، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابواسحاق، نسبت: الحموی ہے اور ابن ابی الدم سے مشہور ہیں، ملک شام کے مشہور شہر ''حماۃ'' میں آپؒ کی ولادت ۵۸۳ھ میں ہوئی، آپؒ نے بغداد، حلب اور قاہرہ میں علمی اسفار فرما کر اپنے زمانہ کے مشہور محدثین سے علم حدیث کا تبحر اور شوافع کے اکابر فقہاء سے فقہی علم حاصل فرمایا، آپؒ کی شخصیت فقہ وحدیث کی جامع تھی، پھر آپؒ نے اپنے مولد حماۃ واپس آئے تو آپ کو قضاء کا عظیم منصب تفویض ہوا، نیز آپؒ تدریس وتصنیف میں بھی مشغول تھے۔

آپؒ کی علمی تصانیف: فقہ شافعی میں شرح مشکل الوسیط للغزالی۔ ادب القضاء: یہ کتاب شوافع کے نزدیک احکام قضاء میں بہت ہی معتمد ومستند ہے۔

تدقیق العنایۃ فی تحقیق الراوی: آپؒ کی وفات ''حماۃ'' میں ۶۴۲ھ میں ہوئی۔

۴- حافظ منذریؒ: نام ونسب: عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد۔

لقب: زکی الدین، کنیت: ابومحمد، حافظ منذری مصری سے مشہور ہیں، آپؒ کی ولادت قاہرہ میں ۵۸۱ھ میں ہوئی، وہیں پر آپؒ نے علوم احادیث اور مسلک شافعی کے اصول وفروع اور احکام ومسائل کا علم حاصل فرمایا، پھر آپؒ نے شام، حجاز اور اسکندریہ کے علاقوں کی طرف منتقل ہوکر فن حدیث وفقہ میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔

آپؒ کی علمی تصانیف: الترغیب والترہیب فی الحدیث، ۲- مختصر صحیح مسلم، ۳- شرح التنبیہ للشیرازی فی الفقہ، آپؒ کی وفات ۶۵۶ھ میں قاہرہ میں ہوئی۔

۵- علامہ آمدیؒ: نام ونسب: علی بن محمد بن سالم، لقب: سیف الدین، کنیت: ابوالحسن، نسبت: آمدی، ملک شام کے شمالی علاقہ ''دیار بکر'' کے شہر آمد میں ۵۵۱ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ نے بغداد کا علمی سفر فرما کر پہلے مسلک حنبلی میں تفقہ حاصل کیا، پھر آپؒ مسلک شافعی کی خصوصیات کے پیش نظر شافعی بن گئے اور اکابر شوافع فقہاء سے فقہی تبحر حاصل کرنے کے لئے دمشق کا رخ فرمایا، پھر تدریس، فتاوی وتصنیف کے لئے قاہرہ ہجرت فرمائی، آپؒ کو مناظرہ، علم خلاف اور

اصول فقہ میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔

آپؒ کی علمی تصانیف: ۱-الإحکام فی أصول الأحکام، ۲-منتہی السول فی علم الأصول، ابکار الأفکار فی علم الکلام۔

اخیر زمانہ میں دمشق میں اقامت پذیر ہوئے اور وہیں ۶۳۱ھ میں وفات پائی۔

۶-شیخ شہاب الدین زنجانی: نام ونسب: محمود بن احمد بن محمود بن بختیار، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابوالمناقب ہے، آپؒ نے بغداد میں ہی فقہ شافعی کے اصول وفروع اور احکام ومسائل کا مکمل علم حاصل فرمایا، علم اصول اور علم خلاف میں آپؒ کو ممتاز مقام حاصل تھا، خلیفہ وقت اور وزراء کے خصوصی مقرب تھے، آپؒ کی علمی مہارت اور زہد وتقوی کی بناء پر بغداد کا نائب ''قاضی القضاۃ'' مقرر کیا گیا، ۶۵۶ھ میں جب بغداد ہلاکو خاں مغل کے زیر تسلط آ گیا، تو اسی موقع پر آپؒ بھی شہید ہوئے۔

فقہ شافعی کی ترقی کا یہ زمانہ (۵۰۵ھ تا ۶۷۶ھ) سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے کافی آزمائش اور جنگ وجدال کا زمانہ رہا ہے، جس میں شام کے علاقوں پر صلیبیوں کے حملے، عراق وشام پر تاتاریوں کی خوفناک وخونریز یورش، ظالم ہلاکو خان کے ہاتھوں پر سقوط بغداد اور مسلمانوں کا قتل عام، مسلم حکمرانوں کی آپسی چپقلش وجنگیں وغیرہ، لیکن پھر بھی ہمارے علماء، فقہاء ومحدثین نے اپنی تدریسی، فقہ وفتاوی اور تصنیفی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا اور ملت اسلامیہ کو عظیم علمی ذخیرہ عنایت فرمایا۔

مسلک شافعی کی دوسری تنقیح کا زمانہ (۶۷۶ھ تا ۱۰۰۴ھ) اور اس میں علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اور علامہ شمس الدین رملیؒ کا عظیم کردار:

یہ وہ زمانہ ہے جب شافعی مسلک حجاز مقدس، عراق، مصر وشام کے ساتھ مشرقی علاقوں ایران، ماوراء النہر اور سندھ کے علاقوں میں بھی پھیل گیا تھا، یہ دور اسلامی تاریخ میں ''عہد مملوکی'' سے معروف ہے، اسلامی علاقوں میں خارجی اور داخلی انتشار زور پکڑ رہا تھا، ایک طرف صلیبیوں اور تاتاریوں کے حملے اور انکا دفاع تو دوسری طرف اندرونی بغاوتوں کو فرو کرنے کی تدابیر چل رہی تھیں،

ایسے دور میں بھی علماء شوافع نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں تدریس، افتاء وقضاء اور تصنیف وتالیف کے اعتبار سے گراں قدر خدمات انجام دیں، ان میں سے چند عظیم شخصیات کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱- علامہ نجم الدین ابن الرفعۃ: نام ونسب: احمد بن محمد بن علی بن مرتفع بن صارم بن رفعۃ، لقب: نجم الدین، کنیت: ابو العباس، مصر میں ۶۴۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ اپنے ایک دادا کی وجہ سے ''ابن رفعہ'' کے نام سے مشہور ہوئے، آپ نے حدیث کی سماعت فرمائی، اور فقہ شافعی کا علم اپنے زمانہ کے مصر کے بڑے بڑے فقہاء شوافع سے حاصل فرمایا، اس اعتبار سے آپ اپنے وقت کے عظیم شافعی فقیہ کہلائے، آپ کے حلقہ درس میں بڑے بڑے ذہین وذکی علماء نے فیض پایا، مصر میں ہی آپؒ کا انتقال ۷۱۰ھ میں ہوا۔

آپ کی تصنیفات: المطلب فی شرح الوسیط للغزالی، الکفایۃ فی شرح التنبیہ للشیرازی (طبقات الشافعیۃ للاسنوی ۱/۶۰۱)۔

۲- امام تقی الدین سبکیؒ: نام ونسب: علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام سبکی، مصر کے شہر ''سبک'' میں آپؒ کی ولادت ۶۸۲ھ میں ہوئی، اسی شہر کی طرف آپ کی نسبت کرتے ہوئے آپ کو سبکی کہا جاتا ہے، اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے آپؒ نے علوم وفنون حاصل کئے جن میں علامہ ابن رفعہؒ سر فہرست ہیں، طلب علم کی خاطر حجاز وشام کے علاقوں کے اسفار فرمائے، یہاں تک کہ شرعی علوم میں عموماً تو فقہ شافعی میں خصوصیت کے ساتھ گہرائی وگیرائی پائی، فقہ شافعی کے اصول سے واقف وفروعات کے حافظ تھے۔ ۷۳۹ھ میں شام کے علاقوں میں آپ منصب قضاء پر فائز ہوئے، دمشق کی شاہی مسجد ''جامع اموی'' میں آپؒ خطیب بھی رہے ہیں، اپنی آخری زندگی آپؒ نے قاہرہ میں گذاری اور وہیں پر ۷۵۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کی عظیم تصنیفات میں: الابتہاج فی شرح المنہاج للنووی فی الفقہ، اصول فقہ میں: الابہاج فی شرح المنہاج للبیضاوی، جسے آپؒ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکیؒ نے

مکمل فرمایا۔

۳-علامہ تاج الدین سبکی: نام ونسب: عبد الوہاب بن علی بن الکافی السبکیؒ: کنیت: تاج الدین، لقب، ابونصر، قاہرہ میں ۷۲۷ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، اپنے والد سے فقہ کا علم حاصل کیا، انہی کے ساتھ دمشق کا سفر فرمایا اور وہاں پر آپؒ نے اکابر علماء سے علمی استفادہ کیا، جن میں حافظ شمس الدین ذہبیؒ وغیرہ سرفہرست ہیں، فقہ شافعی کے احکام و مسائل اور اصول وقواعد میں خصوصی مہارت پائی، آپؒ بے انتہا ذہین وفطین اور قوی استدلال والے تھے، شام کے علاقوں میں اپنے والد کے بعد منصب قضاء پر فائز ہوئے، اس دوران آپ کی سخت آزمائش بھی ہوئی، حاسدین کی بری نظر سے آپ معزول ہوکر قید خانہ میں مقید رہے، لیکن آپ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا، اللہ کی طرف رجوع رہے، تو دوبارہ یہ منصب آپ کو عطا ہوا، اپنے آپ کو درس وتدریس اور افتاء وقضاء میں نیز تصنیف و تالیف میں مشغول رکھتے، دمشق میں ۷۷۱ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی تصنیفات: طبقات الشافعیۃ الکبری، اصول فقہ میں: جمع الجوامع، تکمیل الإبھاج فی شرح المنہاج للبیضاوی۔

۴-علامہ بہاء الدین سبکی: نام ونسب: احمد بن علی بن عبد الکافی سبکیؒ:، کنیت: ابوحامد، لقب: بہاء الدین، علامہ تاج الدین سبکیؒ کے حقیقی بھائی، ۷۱۹ھ میں مکۃ المکرّمۃ میں ولادت ہوئی اور ۷۷۳ھ میں وفات ہوئی۔

مسلک شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وفروع میں خوب مہارت پائی، شام کے علاقوں میں منصب قضاء پر بھی فائز رہے، بہت وعظ ونصیحت فرماتے، کثرت سے حج فرماتے اور بیت اللہ شریف کے قریب رہتے۔

۵-امام ابوالبقاء سبکی: نام ونسب: محمد بن عبد البر بن یحیی بن علی بن تمام سبکی، کنیت: ابوالبقاء، لقب: بہاء الدین: قاہرہ میں ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے، علامہ تقی الدین سبکیؒ کے چچیرے بھائی کے صاحب زادہ ہیں، طلب علم کی خاطر شام کے علاقوں کا سفر فرمایا، فقہ شافعی میں تبحر حاصل فرما کر خوب

خدمات انجام دی، ۷۶۶ھ میں قاہرہ کے قاضی بن گئے، دمشق میں ۷۷۷ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی (شذرات الذہب فی أخبار من ذہب ۶/۴۵۹)۔

۶-امام جمال الدین اسنویؒ: نام ونسب: عبد الرحیم بن حسن بن علی بن عمر، نسب: جمال الدین، کنیت: ابو محمد، مصر کے ایک چھوٹے شہر "اِسنا" میں آپؒ کی ولادت ۷۰۴ھ میں ہوئی، اسی لئے آپؒ کو "اسنوی" کہا جاتا ہے، ۷۲۱ھ میں طلب علم کی خاطر آپؒ نے قاہرہ کوچ فرمایا، علامہ شیرازیؒ کی "التنبیہ" آپؒ نے بچپن میں مکمل حفظ فرمائی، انہوں نے حدیث کی سماعت فرمائی، عربی، علوم نحو، صرف اور بلاغت وغیرہ میں پختگی حاصل کی، مصر میں اس وقت کے بڑے بڑے فقہاء شوافع سے فقہ شافعی میں کسب فیض فرمایا، جن میں سرفہرست اساتذہ میں علامہ تقی الدین کا نام نامی شامل ہے، مسلک شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وفروع میں آپ نے مکمل پختگی پائی، آپ کی علمی پائیداری اور ورع وتقوی کے پیش نظر حکومت اسلامیہ نے آپ کو مصر کے بیت المال کا امین مقرر فرمایا، پھر آپ نے اپنے آپ کو درس وتدریس، فقہ وفتاوی اور تصنیف وتالیف کے لئے مشغول کرنے کی خاطر بیت المال کی ذمہ داری سے سبکدوشی اختیار فرمائی، قاہرہ میں ۷۷۲ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی تصانیف میں: نہایۃ السول شرح منہاج علی الأصول للبیضاوی، التمہید فی تخریج الفروع علی الأصول، المبہمات علی الروضۃ للنووی، طبقات الشافعیۃ للإسنوی۔

۷-امام شہاب الدین اذرعی: نام ونسب: احمد بن حمدان بن عبد الواحد بن عبد الغنی بن محمد اذرعی، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابو العباس، ۷۰۸ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، حصول علم کی خاطر آپؒ نے قاہرہ کی طرف کوچ فرمایا، اور وہاں اپنے زمانہ کے عظیم فقہاء شوافع سے فقہ شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وقواعد میں گہرائی کے ساتھ علم حاصل فرمایا، آپؒ خود متاخرین شوافع میں مستند بن گئے، فقہ شافعی کی بہت سی کتابوں میں آپؒ کا اسم گرامی متاخرین کی آراء کو ذکر کرتے ہوئے کثرت سے آتا ہے، ایک مدت تک آپؒ حلب میں منصب قضاء پر فائز رہے، پھر آپ نے اپنی مرضی سے اپنے آپ کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فقہ وفتاوی کے لئے فارغ فرمایا، حلب میں ۷۸۳ھ

میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

آپؒ کی تصنیفات میں: جمع التوسط والفتح بین الروضۃ والشرح، اس کتاب فقہ میں آپؒ نے شوافع کے شیخین امام نوویؒ کی کتاب روضۃ الطالبین اور علامہ رافعیؒ کی کتاب شرح کبیر کا اختصار و توضیح پیش کی۔

۸- امام بدرالدین زرکشیؒ: نام ونسب، محمد بن بہادر بن عبداللہ، لقب: بدرالدین، کنیت: ابو عبداللہ، قاہرہ میں ۷۴۵ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، علامہ بدرالدین نے چونکہ اپنے بچپن میں نقش و نگاری کی کاریگری کا علم حاصل کیا، اسی لئے آپؒ کو زرکشی کہا جاتا ہے، اپنی نوجوانی میں آپؒ علم کی طرف خصوصاً فقہ اور اصول فقہ کا علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، علامہ جمال الدین اسنویؒ سے مصر میں آپؒ نے علم حاصل فرمایا، پھر دمشق وحلب کے اسفار فرمائے، وہاں پر آپؒ نے علامہ شہاب الدین اذرعی سے فیض پایا، فقہ شافعی میں اتنا تبحر حاصل فرمایا کہ اپنے زمانہ میں بڑے شافعی فقیہ کہلائے، ۷۹۴ھ میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔

آپ کی تصنیفات میں: البحر المحیط، جو اصول فقہ میں ایک شاہکار تصنیف ہے، الدیباج فی توضیح المنہاج للنووی، اعلام الساجد باحکام المساجد۔

۹- امام سراج الدین بلقینی: نام ونسب: عمر بن رسلان بن نصیر بن صالح، لقب: سراج الدین، کنیت: ابو حفص، آپؒ کی ولادت ۷۲۴ھ میں مصر کے مغربی سرحد پر واقع ''بلقینہ'' شہر میں ہوئی، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپؒ کو بلقینی کہا جاتا ہے، سات سال کی عمر میں آپؒ نے قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر آپؒ نے امام شافعی کی فقہی تالیف، المحرر کو زبانی یاد کرلیا، بارہ سال کی عمر میں آپؒ کے والد آپ کو لے کر قاہرہ پہنچے تاکہ وہاں کے اکابر علماء سے مختلف فنون حاصل کریں، آپؒ کا حافظہ بہت مضبوط تھا، آپ نے حدیث کو سنا اور عربی علوم میں پائیداری حاصل کی، مسلک شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وفروع کو زبانی یاد کرنے میں خوب مہارت تھی، آپؒ دمشق آئے اور ۷۶۹ھ میں وہاں کے قاضی منتخب ہوئے، پھر آپ نے حلب کوچ فرمایا، اور بعد میں قاہرہ کو مستقل اپنی جائے

اقامت منتخب فرما کر وہیں تدریس وتصنیف اور فقہ وفتاوی کی خدمات انجام دینے لگے، اپنے زمانہ کی بڑی علمی شخصیات نے آپؒ سے علمی فیوض و برکات حاصل فرمائے، جن میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سرفہرست ہیں، علمی گہرائی کی بناء پر آپؒ مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز تھے، نیز آپؒ اپنے زمانہ میں متفقہ طور پر شافعیہ کے امام اور شیخ الاسلام کہلائے، قاہرہ میں ۸۰۵ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں: تصحیح المنہاج، المسلمات برد الہمات، لحاس الاصلاح، شرح سنن الترمذی، آپؒ نوی صدی ہجری کے امت مسلمہ کے مجدد بھی ہیں۔

۱۰- علامہ جلال الدین المحلی: نام ونسب، محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم محلی مصری، لقب: جلال الدین محلی، کنیت: ابوعبداللہ، ۷۹۱ھ میں قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، مصر کے مغربی سرحد پر واقع بڑے محلّہ میں آپ کی نشو ونما ہوئی، اس لئے "محلی" کے نام سے مشہور ہوئے، علوم عربیہ و شرعیہ میں عموما اور فقہ شافعی میں خصوصا آپؒ نے خوب مہارت حاصل فرمائی، آپؒ کا حافظہ بہت مضبوط تھا، باریک بینی سے ہر معاملے کی تحقیق فرماتے، منصب قضا کی ذمہ داری قبول نہیں فرمائی، تجارتی آمدنی سے اپنے اخراجات چلاتے، عوام وخواص کے نزدیک آپؒ کا ایک بارعب مقام تھا، حق گو تھے، قاہرہ میں ہی ۸۶۴ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں کنز الراغبین فی شرح منہاج الطالبین جو کہ شرح محلی سے مشہور ہے، ۲- اصول فقہ میں البدر الطالع فی حل جمع الجوامع، ۳- شرح الورقات للجوینی، ۴- تفسیر القرآن الکریم (تفسیر جلالین) جسے بعد میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مکمل فرمایا۔

۱۱- شیخ الاسلام زکریا الانصاری: نام ونسب: زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری المصری، لقب: شیخ الاسلام، کنیت: ابویحیی، مصر کے مشرقی سرحد پر واقع شہر سنیکہ میں ۸۲۳ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، انصار کے قبیلہ خزرج کی طرف آپؒ کی آباء واجداد کی نسبت ہونے کی بنا پر آپؒ کو "الانصاری" بھی کہا جاتا ہے، بچپن میں ہی آپؒ نے قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر آپؒ قاہرہ میں جامع ازہر مصر میں منتقل ہوئے اور وہاں پر آپؒ نے اپنے بے سروسامانی اور محتاجگی کے ساتھ مصر

کے اکابر علماء سے علوم وفنون حاصل کیئے، آپؒ کے اساتذہ میں سرفہرست علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں، آپؒ نے فقہ شافعی کے اصول وفروع، قواعد فقہیہ اور احکام ومسائل میں خوب تبحر حاصل فرمایا، علم حدیث اور دیگر علوم عربیہ میں بھی کافی مہارت پائی، آپؒ کے زہد وتقوی اور علمی مہارت کی بناء پر آپؒ کو مصر کا "قاضی القضاۃ" منتخب کیا گیا۔ صفائی ستھرائی اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے فرماتے، اللہ تعالی نے علم کی برکت سے آپؒ کو دنیوی ظاہری نعمتوں سے بھی خوب نوازا، مگر آپؒ ان میں مشغول نہ رہے، بلکہ صدقات وخیرات کے ذریعہ سے ان کو خرچ فرمایا، اللہ پاک نے لمبی عمر عطا فرمائی، ۹۲۶ھ میں قاہرہ میں ہی انتقال ہوا اور حضرت امام شافعیؒ کے قبر انور کے قریب میں دفن ہوئے۔

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں الغرر البھیۃ فی شرح البھجۃ الوردیۃ، ۲- فقہ میں ہی المنہج فی اختصار منہاج الطالبین للنووی، ۳- اصول فقہ میں غایۃ الوصول إلی علم الأصول، ۴- الإعلام والاہتمام بجمع فتاوی شیخ الاسلام یہ کتاب آپؒ کے ان فتاوی کا مجموعہ ہے جو فتاوی آپؒ کی وفات کے بعد جمع ہوئے۔

۱۲- علامہ خطیب شربینی: نام ونسب: محمد بن محمد الشربینی القاہری، آپؒ کا سن ولادت تراجم کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے، آپؒ نے اکابر فقہاء شوافع اور شیوخ عظامؒ سے کسب فیض فرمایا، جن میں علامہ عمیرہؒ، ابن خلیل کردیؒ اور شہاب الدین رملیؒ وغیرہ داخل ہیں، آپؒ نے ان حضرات سے علمی وفقہی بصیرت حاصل فرمائی اور درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فتاوی نویسی میں مشغول رہے، آپؒ نے جامع ازہر مصر میں بھی علمی تبحر حاصل فرمایا، اور پھر یہاں تدریسی خدمات بھی انجام دیں، آپؒ نے فقہ شافعی میں گران قدر کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے چند اہم کتابیں:

۱- الإقناع فی حل الفاظ أبی شجاع، بہت سے شوافع کے مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے، ۲- مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ۳- شرح التنبیہ للشیرازی، ۴- شواہد قطر الندی، ۵- شرح البھجۃ فی الفقہ، ۶- تقریرات علی المطول فی البلاغۃ للتفتازانی، ۷- مناسک الحج، ۸- فن تفسیر میں السراج المنیر۔

قاہرہ میں ۹۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

۱۳- علامہ زین الدین ملیباری: زین الدین بن عبد العزیز بن زین الدین ملیباری، ہندوستان کے جنوب میں واقع ریاست کیرالہ کے عظیم شافعی فقیہ گذرے ہیں، آپؒ کو دسویں صدی ہجری میں فقہ شافعی میں خصوصی اہمیت حاصل تھی۔

آپؒ کی اہم تصنیف فقہ شافعی میں فتح المعین بشرح قرۃ العین، شوافع کے بہت سے مدارس دینیہ میں داخل نصاب ہے (معجم المؤلفین لعمر رضا کحالۃ)۔

درج بالا مسلک شافعی کی وہ شخصیات ہیں جنہوں نے فقہ شافعی کے دوسرے تنقیح کے زمانہ (۶۷۶ تا ۹۲۶ھ) میں فقہ شافعی کو حشو وزوائد سے پاک کرنے، اصولی وفروعی اور مسائل واحکام میں راجح اقوال کو متعین کرنے اور فقہ واصول فقہ میں اہم تالیفات کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا، تاریخ اسلام میں یہ دور (۶۷۶ھ تا ۹۲۶ھ) عہد مملوکی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس میں زیادہ تر غلاموں کی حکومت عالم اسلام میں رہی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اور علامہ شمس الدین رملیؒ کا فقہ شافعی کی دوسری تنقیح ۹۲۶ھ تا ۱۰۰۴ھ کے مابین اہم کردار:

اسلامی تاریخ کے مطابق ۹۲۳ھ تا ۱۳۴۳ھ میں عالم اسلام پر خلافت عثمانی کا شاندار دور رہا ہے، ماقبل میں تذکرہ آیا ہے کہ شافعیہ کے اکابر شیخین علامہ رافعیؒ اور علامہ نوویؒ نے اپنے سے پیش تر مسلک شافعی میں تصنیف کردہ فقہی کتابوں کو خوب کھنگال کر اور مستقل تحقیق وتدقیق کے بعد راجح اور مفتی بہ اقوال کو بیان فرمایا، اسی طرح شوافع کے اصاغر شیخین علامہ ابن حجر ہیتمی اور علامہ شمس الدین رملیؒ نے آٹھویں اور نوی صدی ہجری میں پیش آنے والے جدید مسائل نیز اکابر شیخین علامہ رافعی و نوویؒ کے زمانہ کے بعد مختلف فیہ اقوال میں راجح اور مفتی بہ اقوال بیان فرمائے، تاکہ معلمین مفتیان و قضاۃ نیز مصنفین فقہ اپنے درس وتدریس، فقہ وفتاوی، فیصلوں اور تصنیف وتالیف میں فقہ شافعی کے اعتبار سے متعین ومفتی بہ اقوال بیان کریں، پھر ان ائمہ شوافع یعنی علامہ ہیتمی اور علامہ رملیؒ کے بیان کردہ راجح ومفتی بہ اقوال کو ۱۰۰۴ھ سے ۱۳۳۴ھ میں خصوصی عنایات وتوجہات حاصل رہیں کہ

مذکورہ زمانہ کے علماء وفقہاء شوافع نے ان اصاغر شیخین کی تصنیفات پر شروحات، حواشی ومختصرات تصنیف کرنے کے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

۱-علامہ ابن ہجر ہیتمیؒ اور مسلک شافعی کی دوسری تنقیح میں ان کا اہم کردار:

نام ونسب: احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی، کنیت: ابو العباس، مصر کے مغربی علاقہ ''محلّہ ابو الہیتم'' میں آپؒ کی ولادت ۹۰۹ھ میں ہونے کی بناء پر آپؒ ہیتمی کے لقب سے مشہور ہوئے، بچپن میں قرآن کریم کو حفظ کرلیا، پھر علامہ نوویؒ کی منہاج کو زبانی یاد کیا، مصر کے شہر طنطا کے علماء سے ابتدائی علوم شرعیہ حاصل کئے، پھر علم حدیث، فقہ شافعی اور دیگر علوم شرعیہ عربیہ میں پختگی حاصل کرنے کے لئے قاہرہ کے عظیم اسلامی مرکز جامع ازہر مصر تشریف لے گئے، وہاں شوافع کے اکابر علماء خصوصاً شیخ زکریا انصاریؒ اور علامہ شہاب الدین رملیؒ اور دیگر علماء سے علوم وفنون کی خوشہ چینی فرمائی، اپنے شہر مصر سے کئی مرتبہ حج کے لئے تشریف لے گئے پھر مکہ مکرمہ کو آپؒ نے مستقل وطن بنایا اور وہیں پر ۹۷۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا، حرمین شریفین میں آپؒ نے فقہ شافعی کے مطابق درس وتدریس فقہ وفتاوی اور تصنیف وتالیف کی خوب خدمات انجام دی، مختلف علاقوں سے مسائل آپؒ سے پوچھے جاتے تھے، عالم اسلام سے تشنگان علوم نبوت آپؒ کی خدمت اقدس میں تشریف لاتے، آپؒ کی شہرت اتنی ہوئی کہ حجاز ویمن کے علاقہ میں آپؒ ہی شوافع کے مرجع اول قرار پائے۔

آپؒ کی تصنیفات فقہ میں: تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، المنہاج القویم شرح المقدمۃ الحزمیۃ (جوکہ مسائل التعلیم سے ہوا ہے)، فتاوی مکیۃ (فتاوی ابن حجر الہیتمی المکیؒ)۔

۲-علامہ شمس الدین رملیؒ اور فقہ شافعی کی دوسری تنقیح میں ان کی عظیم خدمات: نام ونسب: محمد بن احمد بن حمزۃ رملی منوی مصری، لقب، شمس الدین۔

آپ شافعی صغیر سے مشہور ہیں، مصر کے ایک دیہات ''رملۃ'' کی طرف نسبت کی وجہ سے آپؒ کو رملی کہا جاتا ہے، ۹۱۹ھ میں قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، آپؒ کے والد محترم چونکہ اپنے زمانہ کے ماہر شافعی فقیہ تھے، لہذا ان ہی کی گود میں علامہ رملیؒ نے تربیت پائی، آپؒ نے اپنے قوت

حافظہ کی بنا پر قرآن کریم اور فقہ شافعی کے اکثر متون حفظ کر لئے، نحو وصرف اور دیگر علوم عربیہ میں خوب مہارت حاصل کی، خطیب شربینیؒ سے بھی آپؒ نے علم حاصل کیا، اپنے والد محترم کی وفات کے بعد آپؒ مصر میں شوافع کے مفتی اعظم منتخب ہوئے، آپؒ کے زہد وتقوی اور علمی پختگی کی بناء پر لوگ احکام و مسائل شرعیہ میں آپؒ پر اعتماد فرماتے تھے، بعض حضرات تو آپؒ کو دسویں صدی ہجری کا مجدد امت قرار دیتے ہیں، قاہرہ میں ۱۰۰۴ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

آپؒ کی تصنیفات: فقہ میں نہایۃ المحتاج فی شرح المنہاج، غایۃ البیان فی شرح زید ابن مرسلان، شرح التحریر لزکریا الانصاری، شرح الایضاح فی مناسک الحج للنووی، شرح العقود فی النحو۔

مذکورہ دونوں عظیم شخصیات نے فقہ شافعی کی تنقیح میں اہم کردار ادا کیا ہے، اسی لئے ان کے بعد کے زمانہ کے علماء وفقہاء نے مسلک شافعی کے راجح اور مفتی بہ اقوال کے سلسلہ میں علامہ ہیتمی اور علامی رملیؒ پر اعتماد فرمایا۔

فقہ شافعی کی اس دوسری تنقیح اور پہلی تنقیح (۶۷۶ھ تا ۱۰۰۴ھ) کے مابین کچھ واضح فرق رہے ہیں، ۱- پہلا فرق: علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ دونوں ایک دوسرے کے ہم زمانہ رہے ہیں، دونوں مستقلا فقہ شافعی کے اعتبار سے احکام ومسائل جمع فرماتے، نیز اپنے سے سابق کتابوں میں موجود احکام ومسائل میں راجح ومفتی بہ اقوال مستقلا جمع فرمائے، ان دونوں نے اپنے فقہی اجتہادات کی بنا ایک دوسرے پر نہیں رکھی، اس کے برخلاف پہلی تنقیح میں علامہ نوویؒ نے اپنے فقہی اجتہادات و کاوشوں کی بنا امام رافعیؒ کے اجتہادات پر رکھی، اس لئے کہ امام نوویؒ علامہ رافعیؒ کے آٹھ سال کے بعد پیدا ہوئے، خود امام نوویؒ کی روضۃ الطالبین علامہ رافعیؒ کی کتاب العزیز شرح الوجیز الشرح الکبیر کا اختصار ہے، نیز منہاج الطالبین میں امام رافعی کی کتاب المحرر کا اختصار ہے۔

۲- دوسرا فرق: امام نوویؒ اور علامہ رافعیؒ نے اپنے اجتہادات کا محور حضرت امام شافعیؒ کے بعد سے لے کر اپنے زمانہ تک کے فقہاء شوافع کی فقہی تالیفات یعنی تقریبا چار صدیوں کی فقہی تالیفات وتصنیفات کو بنایا کہ ان میں منتشر بہت سے شاذ ومرجوح مسائل میں سے راجح اور مفتی بہ اقوال متعین

فرما کرامت مسلمہ کے لئے سہولت پیدا کردی، اس کے برعکس علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ نے اپنی تحقیق و اجتہادات امام نوویؒ کے بعد کے علماء وفقہاء مجتہدین کی فقہی کتابوں کو بنایا۔

۳-تیسرا فرق: علامہ نوویؒ اور علامہ رافعیؒ کی فقہی تحقیقات میں کسی ایک یا چند فقہاء کی تحقیقات سے تعرض نہیں بلکہ انہوں نے حضرت امام شافعی اور اپنے زمانہ کے مابین چار صدیوں میں تصنیف وتالیف شدہ فقہ شافعی کی عمومی کتابوں کو اپنی تحقیقات کا مظہر بنایا، جبکہ علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ نے اپنی تحقیقات میں امام نوویؒ اور علامہ رافعیؒ کی فقہی تصانیف کو ہی زیادہ مظہر بنایا ہے، کہ جن مسائل میں اکابر شیخین شوافع کا اختلاف رہا ان میں انہوں نے راجح اور مفتی بہ قول کو متعین کردیا، اسی طرح زمانہ کے اعتبار سے پیش آنے والے نئے مسائل جن کا تذکرہ اکابر شیخین کی کتابوں میں نہیں ہے ان میں بھی مفتی بہ قول کی تعیین فرمائی ہے۔

لہذا مسلک شافعی تنقیح اول اور تنقیح ثانی کے مابین درج بالا تین عظیم فرق ہیں، فقہ شافعی کی ترویج وترقی کا یہ دور جو حضرت امام نوویؒ کی وفات ۶۷۶ھ سے شروع ہوکر امام شمس الدین رملیؒ کی وفات ۱۰۰۴ھ تک کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے جس میں مسلک شافعی کی دوسری تنقیح کے اہم کارنامے انجام پائے، اس میں فقہ شافعی میں تصنیف وتالیف شدہ کتابوں میں مسلک شافعی کے مسائل واحکام ذکر کر کے انہیں کو ادلہ شرعیہ کے ذریعہ پختہ کیا جاتا اور دیگر مسالک کے احکام ومسائل سے تعرض بہت کم ہوتا اور اگر کہیں ہوتا بھی تو مناقشہ کے طرز پر انہیں ذکر کر کے ادلہ شرعیہ سے ان کی وجہ بطلان کو پیش کیا جاتا، یعنی مذہب شافعی کے راجح اور مفتی بہ اقوال بیان ہوتے تاکہ فقہ وفتاوی اور قضاء میں معتمد اقوال کو اختیار کیا جاسکے، البتہ اس دور میں بھی بعض محدثین شوافع نے اپنی تصنیفات وتالیفات میں ایک فن اسلوب کو اختیار کیا جس میں فقہ، تفسیر اور حدیث کی جھلک نمایاں تھی، جن میں نمایاں طور پر یہ حضرات ہیں: ۱-علامہ ابن دقیق العید، حافظ جمال الدین مزیؒ، علامہ حافظ شمس الدین ذہبیؒ، حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ جلال الدین سیوطی۔

مذکورہ حضرات کے فقہ شافعی کی تصنیفات فقہ وحدیث کا امتزاج اس حسن کے ساتھ نمایاں

ہوا کہ دنیا عش عش کر بیٹھی، جن کا مختصر تعارف ہے:

۱- امام ابن دقیق العید: نام ونسب، محمد بن علی بن وہب بن مطیع، لقب: تقی الدین، کنیت: ابوالفتح، آپؒ کے والدین سفرِ حج میں تھے، اسی موقع پر ۶۲۵ھ میں حجاز کے بحر احمر کے ساحل پر علامہؒ کی ولادت ہوئی، طلب علم کی خاطر دمشق، اسکندریہ اور قاہرہ کے علمی اسفار کیے، آپؒ نے علم حدیث اور فقہ مالکی میں خوب پختگی حاصل فرمائی پھر مسلک شافعی کی طرف منتقل ہوئے، علامہ عز الدین بن عبد السلامؒ سے فقہ شافعی کے احکام ومسائل اور اصول وفروع کا وافر علم حاصل کیا، اور آپؒ نے فقہ مالکی و فقہ شافعی دونوں کے مطابق افتاء وتصنیف کے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، ۶۹۵ھ سے قاہرہ میں اپنی وفات تک یعنی ۷۰۲ھ تک مصر کے قاضی القضاۃ جیسے عظیم منصب پر فائز رہے، علامہ ابن دقیق العیدؒ علوم عربیہ شرعیہ خصوصاً فقہ وحدیث میں پختہ ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے عابد وزاہد اور متقی و پرہیزگار رہے ہیں۔

آپؒ کی عظیم تصنیفات: اصول فقہ میں: شرح مقدمۃ للمطرزی، فقہ شافعی میں: شرح مختصر التبریزی، علم حدیث میں الإقتراح فی بیان الإصطلاح، آپ کی سب سے زیادہ معرکۃ الآراء تصنیف عمدۃ الأحکام کی شرح إحکام الأحکام ہے جس میں آپؒ نے محدثین کے طرز پر صحیحین کی احادیث کی روشنی میں دیگر مسالک ومکاتب فقہ پر فقہ شافعی کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں راجح قرار دیا ہے۔

۲- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ: نام ونسب: احمد بن علی بن محمد بن محمد عسقلانیؒ، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابوالفضل، ابن حجر سے مشہور ہیں، ان کے خاندان کا اصل تعلق فلسطین کے شہر عسقلان سے ہے، قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ۷۷۳ھ میں ہوئی، بچپن میں ہی آپؒ کے والدین وفات پا چکے تھے تو وصی کے ذریعہ آپؒ کی پرورش وتربیت ہوئی، آپؒ نے بچپن میں ہی قرآن کو حفظ کرلیا، اور قاہرہ میں اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے علم حاصل فرمایا، جب آپؒ کی علمی تشنگی بڑھی تو آپؒ نے شام، حجاز، اور یمن کے علاقوں کے اسفار کیے، وہیں پر آپؒ نے علم حدیث اور فقہ شافعی میں خوب مہارت حاصل کی، علم حدیث میں آپؒ کو عالی سندیں حاصل تھیں، راویوں ورجال حدیث کے حالات وکوائف کے

جاننے میں آپؒ کو خصوصی مہارت حاصل تھی، آپؒ کو قاہرہ اور اطراف کے علاقوں کا متعدد مرتبہ قاضی متعین کیا گیا، حافظ ابن حجرؒ کا قاہرہ میں ۸۵۲ھ میں انتقال ہوا۔

آپؒ کی اہم تصنیفات: اسماء رجال میں: تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الأربعۃ، لسان المیزان، تہذیب التہذیب، توالی التاسیس، التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، بلوغ المرام فی احادیث الاحکام۔

۳- حافظ جلال الدین سیوطیؒ: نام ونسب: عبد الرحمن بن ابو بکر بن محمد بن سابق الدین الخضری السیوطی: لقب: جلال الدین، قاہرہ میں آپؒ کی ولادت ۸۴۹ھ میں ہوئی، ان کی عمر کے پانچویں سال میں والد صاحبؒ کا انتقال ہوا، بچپن میں قرآن کریم کو آپؒ نے حفظ کرلیا، پھر حصول علم کی خاطر آپؒ نے محنت فرمائی، اپنے زمانہ کے مصر کے اکابر علماء سے آپؒ نے فیض پایا، شام، حجاز، یمن اور مغرب کے علاقوں کا سفر کیا، علم حدیث میں روایۃ ودرایۃ آپؒ نے مہارت حاصل کی اور فقہ شافعی کے اصول وفروع میں باریکی حاصل کی، علم تفسیر، علوم قرآن، علوم عربیہ خصوصا علم لغت میں آپؒ نے مرجع خلائق کا درجہ حاصل فرمایا، اپنے عمر کے چالیسویں سال میں آپؒ نے قاہرہ کے اطراف دریائے نیل کے قریبی علاقہ میں گوشہ نشینی اختیار فرما کر اپنے آپ کو مکمل تصنیف وتالیف کے لئے فارغ فرمایا، خلوت نشینی کے اس دور میں آپؒ نے مکمل انہماک کے ساتھ چھ سو سے زائد چھوٹی بڑی اہم کتابیں تصنیف فرمائی، جن میں بعض طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں اور خوب مقبولیت تامہ حاصل کیں، تو بعض ابھی مخطوطات کی شکل میں منتظر طبع وتحقیق ہیں، علوم وفنون کا یہ بحر بے کنار ۹۱۱ھ میں تھم گیا۔

آپؒ کی اہم تالیفات: الاتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، مختصر روضۃ الطالبین للنووی، شرح التنبیہ للشیرازی، الأشباہ والنظائر فی قواعد وفروع الشافعیۃ، تاریخ الخلفاء، الرد علی من اخلد إلی الأرض وجہل ان الإجتہاد فی کل عصر فرض، تقریر الإستناد فی تفسیر الاجتہاد۔

ملاحظہ: تنقیح کے موجودہ دوسرے زمانہ (۶۷۶ھ تا ۱۰۰۴ھ) میں مسلک شافعی میں فن اصول فقہ، قواعد فقہیہ اور الأشباہ والنظائر پر عظیم ووقیع کتابیں فقہ شافعی کی اہم ومستند شخصیات کی طرف سے سامنے آئیں، یہ امر بھی مسلک شافعی کی ترویج وترقی کا ذریعہ ثابت ہوئی، جیسے ۱- قاضی بیضاویؒ کی کتاب منہاج الوصول إلی علم الأصول، ۲- امام صدر الدین بن وکیل مصری شافعیؒ کی الاشباہ والنظائر، ۳- علامہ ابوسعید العلائی شافعیؒ کی کتاب المجموع الذہب فی قواعد المذہب، ۴- الأشباہ والنظائر لتاج الدین السبکیؒ، ۷- الأشباہ والنظائر لملقن الشافعی ۸- اور اس قبیل کی سب سے معرکۃ الآراء تصنیف الاشباہ والنظائر للإمام السیوطیؒ ہیں۔

فقہ شافعی کی ترویج واشاعت کا پانچواں دور (۱۰۰۴ھ تا ۱۲۲۵ھ):

مسلک کی پہلی اور دوسری تنقیح میں تصنیف شدہ کتابوں کی خدمات:

تاریخ اسلامی کا یہ وہ اہم دور ہے جس میں عالم اسلام پر ''عثمانی ترکوں'' کی حکومت و خلافت رہی جنہوں نے مسلک حنفی کو اپنی خلافت وسلطنت کا رسمی مسلک قرار دیا، ان کے زمانہ میں دینی اعتبار سے ''شیخ الاسلام'' کا عہدہ بہت عظیم منصب تھا، کہ حکومت اسلامی میں انہیں کے فتاوی چلتے تھے، حکومت میں دینی، علمی، تدریسی وتصنیفی اور فقہ وفتاوی اور قضاء کی تمام ذمہ داریوں کا تعین انہیں کے مشورے سے ہوتا تھا، اس منصب پر خلافت عثمانیہ کے محیط وطویل دور میں تقریباً ۱۳۰ شیخ الاسلام اہم شخصیات گذری ہیں جن کا تعلق تقریباً فقہ حنفی سے تھا، جن میں اولین شیخ الاسلام علامہ شمس الدین فناری حنفی (متوفی ۸۲۸ھ) تو آخری شیخ الاسلام علامہ محمد زاہد الکوثریؒ (متوفی ۱۳۷۱ھ) رہے ہیں۔

خلافت عثمانیہ میں سرکاری طور پر افتاء وقضاء فقہ حنفی کے مطابق ہی انجام پاتے تھے، حتی کہ خلافت عثمانیہ کا آئین بھی فقہ حنفی کے مطابق ترتیب دیا گیا، تو ظاہری بات ہے کہ اس دور میں فقہ شافعی کو زیادہ ترویج واشاعت کا موقع حاصل نہ ہوا، البتہ خلافت عثمانیہ کے اہم علاقہ مصر، شام، حجاز، شمالی عراق نیز قزاقستان، ازبکستان، تاجکستان، ایران کے کچھ علاقوں پر مشتمل وسط ایشیاء کا علاقہ، اسی

طرح جنوبی مشرقی ایشیاء یعنی انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ، فلپین، سری لنکا، ہندوستان کے جنوب مغربی علاقوں میں شوافع کی ایک بڑی تعداد سکونت پذیر تھی، اور حنفیہ کے بعد غالب ترین اکثریت شوافع کی تھی، ایسے وقت میں بہت سے علماء شوافع نے فقہ شافعی کی تنقیح اول اور تنقیح ثانی کے زمانہ میں تصنیف شدہ کتابوں کے مختصرات، شروحات اور حواشی لکھنے کا خوب اہتمام فرمایا۔

خصوصاً انہوں نے علامہ رافعیؒ، امام نوویؒ، علامہ ہیتمیؒ اور علامہ رملیؒ کی فقہی تصانیف کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، علامہ رملیؒ کے بعد ان کے زمانہ میں پیش آنے والے جدید فروعی مسائل میں راجح ومفتی بہ اقوال کی تعیین فرمائی، جن مسائل میں اصاغر شیخین شوافع کا اختلاف رہا، ان میں سے بعض میں راجح قول کی تعیین فرمانے کا اہتمام کیا۔

اس دور کے اہم شافعی فقہاء:

۱- علامہ قلیوبیؒ: نام و نسب: احمد بن احمد بن سلامہ، لقب: شہاب الدین، کنیت: ابوالعباس، مصر کے مشرقی سرحد کے قریب بستی قلیوب کے باشندہ ہونے کی وجہ سے آپ کو قلیوبی کہا جاتا ہے، ابتداء زمانہ میں علم طب میں مشغول ہوکر اس میں تصنیف بھی فرمایا، پھر فقہ شافعی کے تعلیم و تعلم میں اس قدر انہماک حاصل کیا کہ اپنے زمانہ میں مصر میں عظیم شافعی فقیہ کہلائے، مصر میں آپؒ کا انتقال ۱۰۶۹ھ میں ہوا۔

آپؒ کی تصنیفات:

۱- النبذۃ اللطیفۃ فی بیان مقاصد الحجاز ومعالمۃ الشریفۃ۔

۲- علامہ رافعیؒ کی عظیم تصنیف: التحریر پر جو شیخ زکریا انصاریؒ نے شرح لکھی ''شرح التحریر'' اس پر حواشی کا عظیم کام علامہ قلیوبی نے فرمایا جو ''فتح القدیر'' سے معروف ہے۔

۳- حاشیۃ القلیوبی علی شرح متن الغایۃ والتقریب لابن القاسم۔

۴- علامہ نوویؒ کی منہاج الطالبین کی امام جلال محلیؒ نے جو کنز الراغبین کے نام سے شرح

لکھی اس پر حواشی علامہ قلیوبیؒ نے لگائی، یہ حواشی عموماً علامہ شہاب الدین برونسی کے حواشی کے ساتھ مطبوعہ ہیں، جو کتاب ''حاشیتا القلیوبی وعمیرہ علی کنز الراغبین'' سے معروف ہے، اور متاخرین شوافع میں معتمد علیہ کتاب ہے۔

۲- علامہ شبراملسیؒ: نام، علی بن علی، لقب: نور الدین، کنیت: ابو الضیاء، مصر کے مغربی علاقہ کے شہر شبراملس میں ۹۹۷ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، مصر کے عظیم یونیورسٹی جامع ازہر قاہرہ میں علمی پروان چڑھے، فقہ شافعی میں ایسی گہرائی حاصل فرمائی کہ اپنے زمانہ میں جامع ازہر کے مرجع الشافعیۃ کہلائے، بہت سے ذہین و ذکی طلبہ وعلماء نے آپؒ سے فیض علم وعمل پایا، آپؒ کا انتقال قاہرہ میں ۱۰۸۷ھ میں ہوا، جامع ازہر مصر میں تمام خواص وعوام نے آپؒ کی نماز جنازہ پڑھی۔

آپؒ کی تصنیفات: حاشیۃ علی شرح المقدمۃ الجزریۃ فی التجوید، اصول فقہ میں حاشیۃ علی شرح ابن قاسم للورقات لإمام الحرمین الجوینی، ۳- حاشیۃ الشبراملسی علی النہایۃ للرملی جو کہ نہایۃ المحتاج کے ساتھ چھپا ہے، متاخرین شوافع کے نزدیک یہ بھی مفتی بہ کتاب ہے۔

۳- علامہ کردی شافعیؒ: نام محمد بن سلیمان، دمشق میں آپ کی ولادت ۱۱۲۷ھ میں ہوئی، ایک سال کی عمر میں آپؒ کو آپؒ کے خاندان والے مدینہ منورہ لے گئے، جہاں آپنے اکابر علماء سے علمی وفقہی فیض حاصل فرمایا، دیگر علوم شرعیہ کے مقابلہ میں آپ کو فقہ شافعیؒ سے خصوصی دلچسپی رہی ہے، فقہ شافعی کے اصول وفروع میں خوب واقفیت پانے کے بعد آپؒ اپنی سن وفات ۱۱۹۴ھ تک مدینہ منورہ میں فقہ شافعی میں منصب افتاء کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے۔

آپؒ کی عظیم تصانیف: علامہ ابن حجر مکی کی تحفۃ المحتاج میں موجود کتاب الفرائض والمواریث کی شرح جو شرح فرائض التحفۃ سے مشہور ہے، ۲- علامہ ہیتمیؒ کی شرح المقدمۃ الحضرمیۃ پر آپؒ نے دو حاشیئے تالیف فرمائے، کتاب الفوائد المدینۃ فمن تقی بقولہ من ائمۃ الشافعیۃ، عقود الدرر فی بیان مصطلحات ابن حجر، اور بھی دیگر چند اہم تصانیف ہیں۔

۴- علامہ سلیمان جملؒ: نام: سلیمان بن عمر بن منصور، کنیت ابوداؤد، مصر کے مغربی سرحدی

علاقہ کی ایک بستی عجیل میں آپؒ کی ولادت بارہوی صدی ہجری کے وسط میں ہوئی، آپؒ نے مصر کے عظیم ادارہ جامع ازہر قاہرہ میں شرعی علوم میں مہارت پائی، خصوصا فقہ شافعی میں ایسا تبحر حاصل فرمایا کہ اپنے زمانہ میں مشیخیت کا درجہ حاصل ہوا، علامہ جملؒ کی وفات قاہرہ میں ۱۲۰۴ھ میں ہوئی۔

آپؒ کی تصانیف: الفتوحات الالہیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین بالدقائق الخفیۃ جو کہ حاشیۃ الجمل علی تفسیر الجلالین سے مشہور ہے۔

فقہ میں حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج یہ کتاب متاخرین شوافع کے نزدیک مفتی بہ ومعتمد علیہ کتاب ہے۔

علامہ سلیمان بجیرمی مصریؒ: نام: سلیمان بن محمد بن عمر، مصر کے مغربی سرحدی علاقہ کی اہم بستی "بجیرمی" میں ۱۱۳۱ھ میں ولادت ہوئی، آپؒ نے مصر کے جامع ازہر قاہرہ میں فقہ شافعی میں خوب مہارت حاصل فرمائی، آپکی اہم تصنیف تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب جو کہ حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب سے مشہور ہے، اور خطیب شربینی کی معرکۃ الآراء فقہی کتاب الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع کی بہترین شرح ہے۔

۶-علامہ شرقاوی مصریؒ: نام عبداللہ بن حجازی بن ابراہیم ۱۱۵۰ھ میں مصر کے مشرقی علاقہ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، اسی لئے آپ کو مصری شرقاوی کہا جاتا ہے، بچپن میں قرآن کریم کو آپؒ نے حفظ فرمایا، پھر آپ قاہرہ میں جامع ازہر میں علوم شرعیہ کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، اور فقہ شافعی میں خوب مہارت پائی، اس علمی وفقہی مہارت کی بناء پر آپ کو جامع ازہر مصر میں فقہ کا مدرس مقرر کیا گیا، ۱۲۰۸ھ میں آپؒ شیخ الازہر کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، قاہرہ میں ۱۲۲۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپؒ کی عظیم تصانیف: التحفۃ البہیۃ فی طبقات الشافعیہ، تصوف میں: شرح الحکم والوصایا الکردیۃ، علم نحو میں مختصر المغنی، حاشیۃ الشرقاوی علی تحفۃ الطلاب، حاشیۃ الشرقاوی علی شرح التحریر، جو کہ متأخرین شوافع کے اعتبار سے مفتی بہ ومستند کتاب ہے۔

۷-علامہ ابراہیم الباجوری المصری: نام ابراہیم بن محمد بن احمد، مصر کے باجوری شہر میں

۱۱۹۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، علامہ شرقاویؒ اور دیگر مصری ازہری علماء سے آپؒ نے فقہ شافعی میں خوب مہارت حاصل فرمائی، اپنے زمانہ میں شیخ الشافعیۃ کہلائے، ۱۲۶۳ھ میں آپ جامع ازہر مصر کے انیسویں شیخ الازہر مقرر ہوئے، آپؒ کی علمی مجالس میں عوام وخواص انتہائی شوق وذوق سے تشریف لاتے، آپؒ کا انتقال ۱۲۷۷ میں قاہرہ میں ہوا۔

آپؒ کی اہم تصانیف: حاشیۃ الباجوری علی شرح ابن القاسم، التحفۃ الخیریۃ فی احکام المیراث، فتح الفتاح فی احکام النکاح، علم عقائد میں شرح الجوہرۃ، جو جامع ازہر میں داخل نصاب ہے۔

۸- علامہ ابوبکر دمیاطی البکری: نام: عثمان بن محمد شطا، کنیت: ابوبکر۔

تیرہویں صدی ہجری کے آخری نصف میں آپؒ کی ولادت مصر کے شہر ''دمیاط'' میں ہوئی، عظیم شافعی فقیہ گذرے ہیں، آپؒ نے مکہ مکرمہ کوچ فرمایا اور وہاں اعتکاف فرما کر اپنے آپ کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور زہد وتقوی میں مشغول رکھا۔

آپؒ کی اہم تصانیف: کفایۃ الاتقیاء ومنہاج الاصفیا، فقہ شافعی کی عظیم ومستند اور مفتی بہ کتاب إعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین، جو کہ حاشیۃ الدمیاطی علی فتح المعین سے بھی مشہور ہے، چودھویں صدی ہجری کے پہلے چوتھائی میں مکہ مکرمہ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

۹- علامہ احمد بیگ حسینی: نام احمد بن احمد بن یوسف، لقب: شہاب الدین حسینی مصری، مصر میں ۱۲۷۱ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، جامع ازہر میں علوم شرعیہ حاصل فرمایا خصوصا فقہ شافعی میں خوب گہرائی کا علم حاصل فرمایا، قاہرہ میں آپؒ کی وفات ۱۳۳۲ میں ہوئی۔

آپؒ کی اہم تالیفات: بہجۃ المشتاق فی بیان حکم زکاۃ الأوراق، إعلام الباحث بقبح ام الخبائث، دلیل المسافر فی مسائل قصر الصلاۃ والمسافات، احکام الفیۃ، یہ تمام فقہی تصانیف ہیں۔

اصول فقہ میں القول الفیصل فی قیام الفرع مقام الأصل، اصول فقہ میں ہی تحفۃ الرأی السدید فی الاجتہاد والتقلید، چودہ جلدوں میں امام شافعی کی کتاب الأم میں عبادات کے ابواب کی شرح ''مرشد الأنام'' کے نام سے آپؒ نے تحریر فرمائی ہے۔

علامہ علوی سقاف مکی: نام: علوی بن احمد بن عبدالرحمٰن، مکہ مکرمہ میں آپؒ کی ولادت ۱۲۵۵ھ میں ہوئی، مسجد حرام کے درسی حلقوں میں علوم شریعت کو آپؒ نے اکابر علماء سے حاصل فرمایا، فقہ شافعی میں ب مہارت پائی، مکہ میں اہل بیت کے نقیب کے عظیم منصب پر بھی فائز رہے، مکہ میں آپؒ نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فقہ وفتاوی کے اہم کارنامے انجام دیئے، ۱۳۳۵ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔
آپؒ کی اہم تصانیف: ترشیح المستفیدین علی منح المعین، الفوائد المکیۃ فیما یحتاجہ طلبۃ الشافعیہ من المسائل والضوابط والقواعد الکلیۃ۔

مذکورہ دور میں مسلک شافعی حکومتی تائید ومضبوطی حاصل نہ ہونے کے باوجود بھی فقہ شافعی کی اہم تصانیف پر حواشی وتقریرات کے عظیم کام ہوئے، اور مسلک شافعی اسلامی حکومت کے مشرقی علاقے میں رائج وترقی رہا جس میں مصر کے جامع ازہر کے علماء وفقہاء شوافع نیز حرمین شریفین میں موجود شافعی علماء کی تدریسی تصنیف اور فقہ وفتاوی نیز علمی مجالس کی محنتیں نمایاں رہی ہیں کہ حج وعمرہ کے لئے پوری دنیا سے تشریف لانے والے مسلمان ان کے حلقات درس سے فائدہ حاصل کر کے اپنے آپ کو مسلک شافعی میں مضبوط کرتے ہیں اور دوسروں کی مضبوطی کا سبب بھی بنے۔

بحمد اللہ پچھلے صفحات میں حضرت امام شافعیؒ کے فقہی مسلک کے دور ظہور ۱۹۵ھ سے عظیم فقیہ شافعی حضرت سید علوی سقاف مکہؒ کے مبارک زمانہ ۱۳۳۵ھ تک مسلک شافعی کے ظہور، نشو ونما، اس میں بتدریج ترقی اور ترویج واشاعت کے مختلف قابل قدر مراحل کا تذکرہ ہوا۔ اس کے بعد سے چونکہ تقریباً فقہ شافعی کے تمام اصول وضوابط، فروع وجزئیات اور دیگر قواعد اور احکام ومسائل منضبط ومدون اور مرتب ہوئے، لہذا اب نئے کسی تنقیح وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی، بلکہ اب تو علماء وخواص نے اپنے درس وتدریس اور مجالس علمی میں تشنگان علوم نبوت کو فقہ شافعی پڑھانا اور عوام الناس کی راجح اقوال کے اعتبار سے رہبری کرنا شروع کر دی، نیز علماء، مفتیان اور قضاۃ نے فقہ شافعی کی مستند کتابوں سے رجوع فرما کر راجح اور مفتی بہ اقوال افتاء وقضاء میں اختیار کئے، البتہ مذکورہ دور میں ضرورت اس بات کی تھی کہ فقہ شافعی میں موجود مستند علمی وفقہی متقدمین ومتاخرین کی کتابوں کو جدید

آسان اسلوب میں ڈھال دیا جائے، فقہ شافعی کے احکام ومسائل کو ادلہ اربع سے مؤثق کرنے، انہیں واضح وآسان انداز میں بیان کرنے اور راجح قول کی تعیین کے ساتھ ان کو ذکر کرنے اور غیر ضروری مسائل سے فقہی کتابوں کو الگ کرنے کی ضرورت پڑی تو موجودہ ہمارے زمانہ میں چند اس طرز وانداز کی بھی فقہ شافعی کی اہم کتابیں منظر عام پر آئیں۔

جن میں سے چند کا تعارف:

۱- زاد المحتاج فی شرح المنہاج: ایران کے ایک مشہور شافعی عالم (متوفی ۱۴۰۰ھ) عبداللہ بن حسن آل حسن کوہجیؒ نے منہاج کی نئی اسلوب میں بہترین شرح فرمائی، جو کہ چار ضخیم جلدوں میں المکتبۃ العصریۃ بیروت سے چھپی ہے۔

۲- الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی: دمشق کے تین بڑے عظیم علماء شوافع علامہ مصطفیٰ حسن، مصطفیٰ بغا اور علی شربجی، ادام اللہ فیوضہم علینا نے انتہائی محقق ومدلل انداز میں نئے آسان اسلوب وبیان میں فقہ شافعی کے تمام ضروری احکام ومسائل بالدلیل ذکر فرمائے ہیں جو کہ دار القلم دمشق سے تین ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آچکی ہے۔

الدرر النقیۃ فی فقہ السادۃ الشافعیۃ: شیخ محمد صادق قمحاوی کی عظیم شافعی کتاب جو کہ چار جلدوں میں مکتبۃ الزہریہ مصر سے چھپی ہے، جامع ازہر میں ثانویہ کے طلبہ کے لئے یہ کتاب داخل نصاب ہے، اسلوب کی جدت، انداز تحریر اور دلائل کے رسوخ میں عظیم شافعی کتاب ہے۔

تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی: فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بن علی خطیب مدظلہ العالی جو کہ ادھر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن میں شیخ الحدیث جیسے عظیم منصب پر فائز ہیں، آپ نے مستند فقہی کتابوں کے حوالوں سے محقق مدلل اور جدید اسلوب میں اردو زبان میں عظیم فقہی شاہکار مرتب فرمایا ہے جس میں راجح ومفتی بہ اقوال درج ہیں، اردو زبان میں فقہ شافعی کے تمام ابواب میں جزئی وفروعی مسائل کے اعتبار سے یہ سب سے بہترین کتاب ہے۔

فقہ شافعی کے بنیادی مراجع۔ مختصر تعارف

مولانا محمد ابراہیم ☆

اللہ سبحانہ وتعالی کا انتہائی کرم اور مہربانی ہے کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ اسلام جیسی عظیم ترین نعمت اور کامل دین عطا فرمایا، قرآن وحدیث کی شکل میں اس کی تعلیمات کا مجموعہ ہمارے سامنے پیش کیا اور ان ہی دو اصل اور بنیاد کی روشنی میں صحابہ کرام اور ان کے صحیح جانشینوں نے ہمیشہ پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل پیش کیا۔

دوسری صدی ہجری میں اللہ تعالی نے امت محمدیہ میں بعض ایسے چوٹی کے مجتہدین پیدا فرمائے جنہوں نے مستحکم اصولوں کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے فقہی اور فروعی احکام ومسائل کا ایک مرتب ومنقح مجموعہ اور نمونہ امت کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی دور میں فقہ حجازی اور فقہ عراقی دونوں سے استفادہ کر کے دونوں کے مابین ایک معتدل ومتوسط طریقہ کی بنیاد رکھنے والی عبقری شخصیت امام شافعیؒ کی شکل میں منصۂ علم پر نمودار ہوتی ہے، حضرت امام شافعی فقہ اور اصول فقہ وغیرہ اسلامی فنون پر مختلف قیمتی تصنیفات کا ذخیرہ امت مسلمہ کے لئے چھوڑ گئے۔

امام شافعی کے آخری چند سال مصر میں گذرے اور وہیں موصوف نے داعی اجل کو لبیک کہا، اپنے ان آخری اعوام میں حضرت کے فقہی اقوال کو قول جدید سے اور اس سے ماقبل کے اقوال کو قول قدیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، دونوں ہی کے متعلق حضرت کی مختلف تصنیفات موجود ہیں، لیکن چونکہ فقہ شافعی میں فتوی قول جدید پر ہے (باستثناء معدودے چند مسائل کے جن میں اکثر حضرات نے حضرت

☆ شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن، کوکن۔

امام کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے، صحت حدیث وقوت دلیل کی بنا پر قدیم کو ترجیح دی ہے، لہذا انہیں کتب کو بنیاد بنا کر فقہاء شوافع نے اپنی فقہی کتب ترتیب دی ہیں۔

مذہب شافعی کی مختصر اور مطول کتابیں بے شمار ہیں، جن کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی نا کافی ہے، لہذا اس مختصر مقالہ میں چند اہم اور مشہور کتابوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے جو چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: صاحب مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کی کتابیں:

حضرات شوافع کی ایک بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ ان کے پاس خود ان کے امام کی تصنیف کردہ کتابیں موجود ہیں۔

ان کتابوں میں سب سے اہم اور بلند پایہ کتاب ''کتاب الام'' ہے، جو امام شافعی نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں مصر میں آنے کے بعد ترتیب دی ہے۔ اس کتاب کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب چند کتابچے، رسائل اور ان مسائل کا مجموعہ ہے جن کو امام شافعی نے مصر میں آنے سے پہلے تالیف کیا تھا اور جب مصر آئے تو اس پر نظر ثانی کی اور طویل علمی تجربات کی روشنی میں اس میں کافی حذف وترمیم کی اور اس کو اپنے خاص شاگرد رشید ربیع بن سلیمان المرادیؒ کو املاء کرایا اور انہوں نے اس کتاب کو یکجا کیا، نیز یہ کتاب امام شافعی کے قول جدید کی نمائندگی کرتی ہے۔

دور حاضر میں یہ کتاب تحقیق اور ترقیم کے ساتھ طبع ہو چکی ہے، جس کی تحقیق وترقیم مشہور محققین ''الشیخ عادل احمد عبدالموجود'' اور ''الشیخ علی محمد معوض'' نے کی ہے اور ''دار احیاء التراث العربی لبنان'' نے اس کو امام شافعیؒ ہی کی چند کتابوں کے ساتھ ''موسوعۃ الامام الشافعی'' کے نام سے شائع کیا، وہ کتابیں درج ذیل ہیں:

۱- کتاب اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی۔

۲- کتاب اختلاف علی وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما۔

۳- کتاب اختلاف مالک والشافعی۔

۴- کتاب جماع العلم۔

۵- کتاب بیان فرائض اللہ۔

۶- کتاب صفۃ نہی النبی ﷺ۔

۷- کتاب ابطال الاستحسان۔

۸- کتاب الرد علی محمد بن الحسن الشیبانی۔

۹- کتاب سیر الاوزاعی۔

۱۰- کتاب القرعۃ۔

۱۱- کتاب اختلاف الحدیث۔

۱۲- کتاب المسند۔

دوسری فصل: امام کے بعد تنقیح اول تک کی کتابیں:

۱- مختصر المزنی فی فروع الشافعیۃ:

اس کتاب کے مصنف ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی المصری ہیں، جن کے بارے میں امام شافعیؒ نے فرمایا: ''المزنی ناصر مذہبی''۔ امام مزنی نے امام شافعی کے اجتہادی مسائل کو نہایت جامع اور مختصر انداز میں بیان کیا ہے، اور جس جگہ بھی امام مزنی کو امام شافعی کی رائے سے اختلاف ہوا، وہاں اس کی وضاحت کرتے ہوئے اسے بہترین انداز میں پیش کیا ہے، اس کتاب کی تالیف میں امام مزنی نے اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ ہر مسئلہ لکھنے سے پہلے دو رکعات نماز پڑھی ہے اور اللہ تعالی نے اس کتاب کو وہ درجہ نصیب فرمایا کہ اس نے مذہب میں اصل کا مقام حاصل کرلیا اور بعد میں آنے والے حضرات نے اپنی کتابوں کا نہج بھی اس کتاب کے مطابق لکھا اور اس کتاب کی ہر اعتبار سے خدمت کی، ان میں دو شروحات بہت مشہور ہیں:

پہلی شرح: الحاوی الکبیر:

اس کتاب کے مصنف امام علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ ہیں۔ اس میں انہوں نے مختصر مزنی کی مطول شرح کی ہے، نیز اس میں انہوں نے امام شافعی اور اصحاب شوافع کے اقوال و وجوہات کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دیگر مذاہب کے ساتھ موازنہ کر کے نقلی و عقلی دلائل کی روشنی میں شافعی مذہب کی ترجیح کو واضح کیا ہے، یہ کتاب شافعی مذہب میں دلائل کے اعتبار سے ایک مکمل اور جامع کتاب ہے، جس کی تحقیق شیخ عادل احمد اور علی معوض نے کی ہے اور دار الکتب العلمیہ نے اٹھارہ جلدوں میں اس کو شائع کیا ہے۔

دوسری شرح: بحر المذہب فی فروع مذہب الامام الشافعی:

اس کے مصنف امام ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی المتوفی ۵۰۲ھ ہیں۔

یہ کتاب بہت ہی طویل اور کثیر فوائد پر مشتمل ہے، اس کتاب میں مصنف نے اکثر ''الحاوی الکبیر'' سے مسائل کو اخذ کیا ہے، البتہ اس میں اپنی جانب سے مزید فروعات کا اضافہ کیا ہے، نتیجتاً فروعات کے اعتبار سے یہ کتاب ''الحاوی الکبیر'' سے بڑھی ہوئی ہے۔ دار احیاء التراث العربی نے احمد عزو عنایت الدمشقی کی تحقیق کے ساتھ اس کو سترہ مجلدات میں شائع کیا ہے۔

۲- نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب:

اس کے مصنف امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی متوفی ۴۷۸ھ ہیں۔

یہ بھی ایک اعتبار سے مختصر المزنی کی ہی شرح ہے، البتہ انہوں نے الفاظ کے اعتبار سے اس کی شرح نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے اس کتاب کی روشنی میں امام شافعی کے نصوص کو بنیاد بنا کر مسائل کا استنباط اور احکام کی تشریح کی ہے۔

اس کتاب کی شان اور مرتبہ کو دیکھتے ہوئے علامہ ابن حجر الہیتمیؒ نے اس کتاب کے بارے میں یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ اصحاب شوافع اور ائمہ مذہب کے درمیان یہ بات مشہور و معروف ہے کہ

جب سے امام الحرمین نے ''نہایۃ المطلب'' کوتصنیف کیا ہے، لوگ امام الحرمین کی اس کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوئے ہیں۔

قطر کے وزارۃ الاوقاف نے اس کتاب کو الاستاذ الدکتور عبد العظیم محمود الدیب کی تحقیق کے ساتھ بائیس جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۳-البسیط فی الفروع:

اس کے مصنف حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ ہیں، جو خصوصاً تاریخ اسلام میں اور عموماً تاریخ انسانیت میں ایک انتہائی دانشمند اور دانا و بینا شخصیت شمار کی جاتی ہے، اور یہ کتاب ''نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب'' کا اختصار ہے، بعد میں اس کتاب کا اختصار خود امام غزالی نے اپنی دوسری کتاب ''الوسیط فی المذہب'' میں کیا ہے۔

لیکن اس اختصار میں انہوں نے بہترین ترتیب کا بھی خیال رکھا ہے نیز مذہب کے علل اور قواعد کو بھی نہایت ہی بہترین انداز میں بیان کیا ہے، جس کی وجہ سے کامل توجہ کے ساتھ اس کتاب کا گہرا مطالعہ ایک طالب علم کے اندر فقہی ذوق اور ملکہ کو پیدا کر کے اس کی استعداد کو چوٹی تک پہنچا دے گا۔

اس کتاب کو احمد محمود ابراہیم اور محمد محمد تامر کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ ''دار السلام'' نے چھ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

بعد میں اس کتاب ''الوسیط'' کا بھی خود امام غزالی ہی نے اپنی دوسری کتاب ''الوجیز فی فقہ مذہب الامام الشافعی'' میں اختصار کیا ہے۔

اس اختصار میں بھی انہوں نے وسیط کے جمیع مسائل اپنے اصول وفروع کے ساتھ نہایت ہی جامع انداز میں بیان کئے ہیں، نیز اختلافات کی طرف رموز کے ذریعہ تنبیہ فرمائی ہے جس کی وضاحت امام غزالی نے اس کتاب کے مقدمہ میں کی ہے۔

یہ کتاب احمد مرید المزیدی کی تحقیق کے ساتھ ''دار الکتب العلمیۃ'' نے ایک جلد میں شائع

کیا ہے۔

نوٹ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تینوں کتابیں مذہب شافعی کے تصنیفی سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔

۴-التہذیب فی فقہ الامام الشافعیؒ:

اس کے مصنف امام ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ ہیں، اس کتاب میں مصنف نے ہر باب اور فصل کی ابتداء میں قرآن، حدیث اور آثار صحابہ کے ذریعہ احکام کے دلائل ذکر کئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اصحاب شوافع اور دیگر مذاہب کے علماء کے اقوال وآراء کو بھی بیان کیا ہے، گویا کہ مصنف نے اس کتاب میں فقہ مقارن کا طرز اپنایا ہے، اس کتاب کو عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ ''دارلکتب العلمیۃ'' نے آٹھ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۵-المہذب فی فقہ الامام الشافعی:

اس کے مصنف امام ابواسحاق الشیرازی متوفی ۴۷۶ھ ہیں، مصنف نے متقدمین فقہاء کرام کی کتابوں کو بنیاد بنا کر اس کتاب کی تصنیف کی ہے اور اس میں انہوں نے فقہاء کرام کے اقوال کو مختصراً بیان کیا ہے اور ان کے درمیان منبع اختلاف کو بھی بیان کیا ہے، مزید دلائل بیان کر کے ان کے درمیان مناقشہ کر کے راجح کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، اس کتاب کو الدکتور محمد الزحیلی کی تحقیق کے ساتھ دارالقلم دمشق نے چھ مجلدات میں مختلف فہارس کے ساتھ شائع کیا ہے۔

تیسری فصل: تنقیح اول سے لے کر تنقیح ثانی تک کی کتابیں:

۱-المحرر فی فروع الشافعیۃ:

اس کتاب کے مصنف امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد الرافعی متوفی ۶۲۳ھ ہیں، یہ کتاب اصحاب شوافع کے درمیان بہت ہی معتبر اور مشہور ہے اور فقہ شافعی میں ایک اعلی اور بلند درجہ رکھتی ہے، مذہب میں تنقیح اول کی سب سے پہلی کتاب یہی ہے، اس میں مصنف نے فقہاء شوافع کے مابین جن

مسائل میں اختلاف ہے ان میں راجح قول کو بیان فرمایا ہے، علماء کرام کی ایک جماعت نے تلخیص واختصار یا تشریح کی شکل میں اس کتاب کی خدمت کی ہے۔

۲-العزیز شرح الوجیز:

اس کے مصنف امام رافعی ہیں، یہ کتاب ''الشرح الکبیر'' سے مشہور ہے، یہ کتاب دراصل امام غزالی کی کتاب ''الوجیز'' کی شرح ہے، ''الوجیز'' میں امام غزالی نے جن دلائل وعلل اور اختلافات کو بیان کیا ہے، امام رافعی نے اپنی اس شرح میں اس کی بہترین توضیح وتشریح کی ہے، ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اس میں تنقیح کا بھی فریضہ انجام دیا ہے، جو ان کی گہری نظر اور علمی تبحر پر دلالت کرتا ہے۔ اس کتاب کو عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ ''دار الکتب العلمیۃ'' نے بارہ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۳-منہاج الطالبین:

اس کے مصنف ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ المتوفی ۶۷۶ھ ہیں، اس کتاب میں امام نووی نے امام رافعی کی کتاب ''المحرر'' کا اختصار کیا ہے، یہ کتاب گرچہ صرف ایک ہی جلد میں ہے لیکن معانی ومسائل کا ایک سمندر ہے، اس کو تنقیح اول کی سب سے اہم کتاب قرار دیا گیا ہے، یعنی مفتی بہ قول کے سلسلے میں مذہب شافعی کا سب سے معتمد اور اہم متن یہی کتاب ہے، (اور جہاں بھی امام نووی کو امام رافعی کی ترجیح سے اختلاف ہے، ابتداء میں ''قلت'' اور آخر میں ''واللہ أعلم'' کہہ کر اس کو واضح کرتے ہیں)۔

اس کتاب کی انتہائی اہمیت کی وجہ سے بعد کے علماء کرام نے اس کی مختلف حیثیات سے خدمات انجام دی ہیں، حتی کہ اس کی شروحات کی تعداد سو سے متجاوز ہیں۔

۴-روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتیین:

اس کے مصنف امام نووی ہیں۔ اس کتاب میں امام نووی نے امام رافعی کی کتاب ''العزیز''

کا اختصار کیا ہے جس میں منہاج کے برعکس عموماً صرف مسائل کو بڑی تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہوئے ''العزیز'' کے اکثر دلائل کو حذف کیا ہے۔ کئی مقام پر امام رافعی کا استدراک بھی کیا ہے، اس کتاب کو عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ '' دار الکتب العلمیۃ'' نے بارہ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۵-المجموع شرح المہذب:

اس کے مصنف امام نووی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ کتاب امام شیرازی کی کتاب ''المہذب'' کی مشہور ومعروف شرح ہے، یہ کتاب ایک عجیب وغریب گلدستہ ہے، اس کتاب میں امام نووی نے صرف فقہاء شوافع کے مسلک کے ذکر پر اکتفانہیں کیا ہے بلکہ صحابہ، تابعین اور دیگر فقہاء کے اجتہادات کو مع الدلائل بیان کرکے راجح قول کی مع وجوہ ترجیح وضاحت فرمائی ہے۔ احادیث وآثار کی تخریج کرکے ان کی سندوں پر بحث کرنے کے ساتھ غریب ونادر الفاظ کی وضاحت کی ہے اور اعلام کا تعارف پیش کیا ہے، جیسا کہ خود صاحب کتاب امام نووی نے اس بات کو مقدمہ میں بیان کیا ہے۔

کتاب کی ابتداء سے کتاب البیوع میں باب الربا تک امام نووی کے شاہکار قلم کی داد دے رہا ہے، لیکن قسمت یاوری نہ کرسکی اور اپنی تالیف کی تکمیل سے قبل ہی موصوف کی حیات کے ایام مستعار انتہاء کو پہنچ گئے اور اس طرح آئندہ دیگر علماء کرام کی طبع آزمائی کے لئے دیگر ابواب کو تشنہ چھوڑ کر حضرت جوار رحمت الٰہی میں چلے گئے، پھر اس عظیم کام کا بیڑا امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ نے اپنے کندھوں پر اٹھایا، لیکن تین مجلدات سے فراغت کے بعد آپ بھی جوار رحمت میں داخل ہو گئے، پھر اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے بہت سے مخلصین کوشاں رہے، ان میں شیخ محمد نجیب المطیعی ۱۴۰۶ھ کا تکملہ مشہور ومعروف تھا، لیکن فی الوقت جو نسخہ مشہور ہے اس پر شیخ عادل احمد سمیت سات محققین نے آپ ہی کی نگرانی میں رہ کر اس کام کو آگے بڑھایا اور ستائیس جلدوں میں یہ عظیم علمی سرمایہ دار الکتب العلمیہ سے شائع ہو چکا ہے۔

۶-کنز الراغبین فی شرح منہاج الطالبین:

اس کتاب کے مصنف جلال الدین محمد بن احمد المحلی المتوفی ۸۶۴ھ ہیں، یہ کتاب شرح محلی کے نام سے مشہور ہے، صاحب کتاب بڑی خصوصیت کے حامل ہیں، جن میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ نے آپ کو متن اور شرح کے درمیان ربط پیدا کرنے کا خصوصی ادراک عطا فرمایا ہے، جس کے سبب آپ ائمہ شوافع کے درمیان الشارح کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔

یہ کتاب تحفۃ المحتاج اور نہایۃ المحتاج سے قبل منہاج الطالبین کی بڑی اہم شروحات میں شمار کی جاتی تھی۔اس کتاب کی اہمیت اور اختصار کے سبب اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے۔

یہ کتاب علامہ شہاب الدین احمد البرلسی متوفی ۹۵۷ھ جو عمیرہ سے مشہور ہیں اور علامہ شہاب الدین احمد بن احمد القلیوبی متوفی ۱۰۶۹ھ ان دونوں حضرات کے حاشیہ کے ساتھ چار جلدوں میں دار الکتب العلمیہ سے مطبوع ہے۔

۷-اسنی المطالب شرح روض الطالب:

اس کتاب کے مصنف شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا الانصاری متوفی ۹۲۶ھ ہیں۔

یہ کتاب ''روض الطالب'' (مولفۃ الشیخ اسماعیل المتوفی ۸۳۷ھ) کی شرح ہے اور ''روض الطالب'' دراصل امام نووی کی روضۃ الطالبین کا اختصار ہے۔اس کتاب میں صاحب کتاب نے روض الطالب کی بہترین شرح کی ہے، ایک بڑی خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں فقہ شافعی کے معتمد دلائل کو بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔

اس کتاب کو دار الکتب العلمیہ نے الدکتور محمد تامر کی تحقیق کے ساتھ نو جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۸-منہج الطلاب.

اس کتاب کے مصنف شیخ الاسلام زکریا الانصاری متوفی ۹۲۶ھ ہیں۔ یہ کتاب امام نووی

کی کتاب ''منہاج الطالبین'' کا اختصار ہے۔ اس کتاب میں صاحب کتاب نے دو اہم کام انجام دیئے ہیں، اول یہ کہ منہاج میں کوئی پیچیدہ عبارت ہو تو اس کو انہوں نے سہل انداز میں بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ منہاج میں اصحاب کے اقوال میں جو اختلاف ہے اس کو انہوں نے حذف کر کے معتمد قول کو بیان کیا ہے، نیز اضافہ کے طور پر بہت سے فوائد کو بھی بیان کیا ہے، پھر خود آپ نے ہی دوست واحباب کے اصرار پر اس کتاب کی شرح بنام ''فتح الوہاب بشرح منہج الطلاب'' تالیف فرمائی ہے۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے مطولات سے قاری کو بے نیاز کر دیتی ہے، فتح الوہاب یہ مکتبہ دار المعرفہ سے مطبوع ہے لیکن اکثر و بیشتر یہ کتاب حاشیۃ الجمل کے ساتھ ملحق ہو کر مطبوع ہوتی ہے۔

۹- مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج:

اس کتاب کے مصنف شمس الدین محمد بن محمد خطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ ہیں۔ یہ کتاب منہاج الطالبین کی بڑی جامع شرح ہے۔

صاحب کتاب نے اس میں مسائل کے دلائل اور ان کی علتوں کو بیان کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے، تحفۃ المحتاج اور نہایۃ المحتاج جو تنقیح ثانی کی اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے مصنفین نے اس کتاب کو ہی بنیاد بنایا ہے، اور کبھی کبھی بعینہ اس کتاب کی عبارت کو ہی نقل کرتے ہیں۔

شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبد الموجود کی تحقیق کے ساتھ ''دار الکتب العلمیۃ'' سے مطبوع ہے۔

چوتھی فصل: تنقیح ثانی سے لے کر آج تک کی کتابیں:

۱- تحفۃ المحتاج لشرح المنہاج:

اس کتاب کے مصنف امام شہاب الدین ابن حجر الہیتمی متوفی ۹۷۳ھ ہیں۔ یہ کتاب ''منہاج الطالبین'' کی جامع اور عمدہ شرح ہے، اس کتاب میں مصنف نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے کہ منہاج کی جو متداول شروحات ہیں ان کو سامنے رکھ کر ان کی تلخیص کی ہے اور منہاج پر جو

اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں ان کے جوابات بھی ذکر کئے ہیں۔ اس کتاب پر دو علماء کے حاشیے ہیں:

(۱) ابن القاسم العبادی متوفی ۹۹۴ھ (۲) علامہ عبدالحمید الشروانی۔

اس کتاب کو دار الکتب العلمیہ نے تیرہ جلدوں میں طبع کیا ہے۔

۲-نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج:

اس کتاب کے مصنف شمس الدین محمد الرملی متوفی ۱۰۰۴ھ ہیں۔ یہ کتاب بھی منہاج الطالبین کی مشہور و معروف شرح ہے، یہ علامہ شبراملسی متوفی ۱۰۸۷ھ اور علامہ احمد المغربی الرشیدی متوفی ۱۰۹۶ھ کے حواشی کے ساتھ دار الکتب العلمیہ سے آٹھ جلدوں میں مطبوع ہے۔

تنبیہ: مذکورہ دونوں کتابیں سینکڑوں علماء کے سامنے پڑھی گئیں اور انہوں نے ان میں مناسب ردوبدل فرمائی، نیز یہ دونوں ہی کتابیں تنقیح ثانی کی اہم اور مفتی بہ کتابیں ہیں۔

۳-البجیرمی علی الخطیب:

یہ کتاب فقہ شافعی کی مشہور متن ''متن ابی شجاع'' پر خطیب شربینی کی متداول شرح ''الاقناع'' پر علامہ سلیمان بن محمد بن عمر البجیرمی متوفی ۱۲۲۱ھ کا جامع حاشیہ ہے، یہ کتاب دراصل علامہ بجیرمی کے مایہ ناز شاگرد علامہ سلیمان السویفی نے اپنے استاذ امام جمل کے اقناع کے نسخہ پر جو ان کا حاشیہ مرقوم تھا اس حاشیہ کو انہوں نے ترتیب دیا ہے۔

دار الکتب العلمیہ نے بہت ہی عمدگی کے ساتھ پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۴-حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج:

یہ کتاب شیخ الاسلام زکریا الانصاری کی شرح ''منہج الطلاب'' پر علامہ سلیمان بن عمر الشافعی المتوفی ۱۲۰۴ھ کا حاشیہ ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ مسلک شافعیہ کی تمام کتب پر جو حواشی مندرج ہیں ان سبھوں کا لب لباب مصنف نے اپنی اس کتاب میں جمع کیا ہے۔

اس کتاب کی جامعیت اور مفتی بہ اقوال و جزئیات کے بآسانی فراہم ہونے کے سبب بہت

ہی معروف ومتداول ہے۔ دار الکتب العلمیہ نے آٹھ جلدوں میں بہترین انداز میں اس کو طبع کیا ہے۔

۵-فتح المعین بشرح قرۃ العین:

اس کتاب کے مصنف علامہ زین الدین الملیباری متوفی ۹۸۷ھ ہیں۔ مصنف نے اولاً بہت ہی جامع اور مختصر متن بنام ''قرۃ العین'' تالیف فرمائی اور پھر خود اپنے اس کتاب کی عظیم الشان شرح بنام ''فتح المعین'' تالیف فرمائی، جس میں مصنف نے فقہ شافعی کے بہت ہی اہم اور مفتی بہ مسائل کو جمع کیا ہے۔ شوافع کے اکثر مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔ اس کے دو مشہور حواشی ہیں: (۱) علامہ عثمان بن محمد شطاؒ الدمیاطی کے قلم کا شاہکار ہے جو'' اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین'' کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کی روشنی میں ''فتح المعین'' کو حل کرنا اور سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ (۲) علامہ علوی بن احمد سقاف ۱۳۳۵ھ کی تالیف ہے، جو'' ترشیح المستفیدین'' کے نام سے مشہور ہے، جو نسبتاً مختصر ہونے کے باوجود مختلف اہم مباحث اور نادر مسائل پر مشتمل ہے۔

۶-الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی:

یہ دمشق کے تین مشہور علماء الدکتور مصطفیٰ سعید الحسن، الدکتور مصطفیٰ دیب البغا اور الشیخ علی الشربجی کی تصنیف ہے، اس کتاب میں مذہب شافعی کے اہم اہم مسائل کو قرآن اور سنت کے دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی ساتھ تشریع کی حکمتوں کو بھی بہت آسان عبارتوں میں بیان کیا ہے، نیز سہولت کے خاطر الگ الگ عناوین قائم کئے گئے ہیں۔ مصنفین نے دیگر مذاہب کو چھوڑ کر صرف مذہب شافعی کو مدلل اور مختصر طور پر ترتیب دیا ہے۔ لیکن چند مسائل میں دیگر ائمہ کے مذاہب کو بھی بیان کیا ہے۔ بعض مسائل میں حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دیگر مسلک پر فتوی دیا ہے۔ دار القلم دمشق نے تین مجلدات میں اس کو شائع کیا ہے۔

۷-تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی:

اس کے مصنف شیخ الحدیث محمد ابراہیم بن علی خطیب دامت برکاتہم ہیں، مصنف نے اس

کتاب میں قرآن وسنت اور فقہ کی کتابوں سے مسائل اخذ کر کے عقائد اور ایمانیات سے لے کر فرائض تک غرضیکہ تمام ابواب فقہیہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

اردو زبان میں گو کہ فقہ شافعی کی اور بھی کئی کتابیں ہیں، لیکن جزئیات کے احاطہ، مواد کی کثرت اور استناد کے اعتبار سے بہت ہی نامور بہترین اور مایہ ناز کتاب ہے۔

مصنف نے فقہی احکام کے ساتھ ساتھ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے، مسئلہ کے متعلق ضروری دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں، زبان بھی سہل اور عام فہم ہے۔

یہ کتاب ضخیم تین اجزاء پر مشتمل دو جلدوں میں مجلس اشاعت حتمی سے مطبوع ہے۔

تنبیہ:

تنقیح اول اور تنقیح ثانی سے مراد:

چھٹی صدی ہجری میں مذہب شافعی مختلف ممالک میں پھیل گیا اور صاحب مذہب سے لے کر اس صدی تک بہت سی تصنیفات بھی منظر عام پر آچکی تھی جن میں اصول مذہب کے مخالف بھی چند اجتہادات اور ترجیحات تھی، اس وقت اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ مذہب کے راجح اور مفتی بہ اقوال اصول مذہب کی روشنی میں بیان کئے جائیں جس فریضہ کو امام رافعی ۶۲۳ھ اور امام نووی ۶۷۶ھ نے بحسن وخوبی انجام دیا اسی کو تنقیح اول کہا جاتا ہے۔

پھر چھٹی صدی سے لے کر دسویں صدی تک علماء شوافع کے درمیان بہت سے جزئیات اور تنقیح اول کے چند اقوال میں اختلاف ہوا تو دسویں صدی سے اب تک کے شوافع ان میں راجح اور صحیح اقوال کو سمجھنے کے لئے امام ابن حجر الہیتمی ۹۷۴ اور امام رملیؒ ۱۰۰۴ھ کی تصنیفات کو بناتے ہیں اس لئے ان دونوں اماموں کی کوششوں کو "تنقیح ثانی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اصول فقہ اور قواعد فقہ میں فقہاء شوافع کی خدمات

مفتی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی ☆

اللہ رب العزت کے فضل و احسان سے مسلک شافعی کو یہ خصوصی امتیاز حاصل رہا ہے کہ مسلک شافعی کے بانی حضرت امام شافعیؒ نے بذات خود مسلک کے اصول وضوابط اور قواعد فقہیہ کو بہترین طرز و انداز میں جامعیت کے ساتھ مرتب و منظم فرمایا، متفقہ طور پر ''فن اصول فقہ'' کے مدون اول حضرت امام شافعیؒ ہی قرار پائے ہیں، اس میں آپؒ نے سب سے پہلے اپنی شہرت آفاق تصنیف ''الرسالہ'' تصنیف فرمائی، آپؒ کی اس عظیم کاوش کی بنا پر فقہاء شوافع کو فروعی و جزئی مسائل شرعیہ کو مستنبط کرنے اور جدید فقہی مسائل کا واضح ترین حل متعین کرنے اور افتاء وقضاء نیز اپنی فقہی تصانیف اور درس و تدریس میں خوب مدد ملی، فقہ شافعی کی یہ ایسی خصوصیت ہے کہ معتبر عرب معاصر علماء آج بھی اس کے قدر دان ہیں (المدخل إلی مذہب الإمام الشافعیؒ ص ۵۶۰)۔

حتی کہ امام شافعیؒ کی فن اصول فقہ اور قواعد فقہیہ میں قرآن و حدیث اور آثار صحابہ و تابعین سے گہری وابستگی ملاحظہ فرمانے کے بعد بعض ناقدین اصول فقہ اس فن عظیم کی حقانیت کی معرفت پر سرگرداں ہو گئے (ایضا ص ۵۶۱)۔

لہذا ہمیں حضرت امام شافعیؒ اور ان کے بعد کے علماء و فقہاء شوافع کے حالات ان کے وفیات کی ترتیب پر جاننے کی از حد ضرورت ہے تاکہ اس اعتبار سے عظیم خدمات سے واقف ہوا جائے۔

☆ قاضی دار القضاء کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن۔

پہلا مرحلہ: حضرت امام شافعیؒ سے حضرت امام بدر الدین زرکشی (م ۷۹۴ھ) تک کی اصولی خدمات۔

دوسرا مرحلہ: حضرت امام الحرمین جوینیؒ کی عظیم کتاب ''الورقات فی أصول الفقہ'' کے متعلق فقہاء شوافع کی اصولی تالیفات۔

تیسرا مرحلہ: علامہ تاج الدین سبکیؒ کی شہرہ آفاق اصولی تصنیف ''جمع الجوامع'' سے متعلق فقہاء شوافع کی اصولی تالیفات۔

چوتھا مرحلہ: قواعد فقہیہ میں فقہاء شوافع کی عظیم خدمات۔

پہلے مرحلے کی خدمات:

۱-الرسالہ:

بانی مسلک حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے اپنی وفات سے پہلے مصر میں یہ عظیم کتاب تصنیف فرمائی، جو بالاتفاق اصول فقہ میں تصنیف کی جانے والی سب سے پہلی کتاب ہے، جو استاذ احمد شاکرؒ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔

۲-التبصرۃ فی أصول الفقہ:

علامہ ابو اسحاق شیرازیؒ (م ۴۸۶ھ) کی تالیف جو مطبع دار الفکر سے استاذ محمد حسن ہیتو کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

۳-اللمع فی اصول الفقہ:

علامہ ابو اسحاق شیرازیؒ ہی کی عظیم تصنیف جو آپؒ نے ''التبصرۃ'' کے بعد تصنیف فرمائی، اور اس میں اپنے راجح اصول کو بیان فرمایا، اسے ''التبصرۃ'' کا اختصار بھی مانا جاتا ہے جو مطبع دار ابن کثیر سے محی الدین دیب مستو اور یوسف بدوی کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے، بہت سے شافعی مدارس وجامعات

میں یہ درجات ثانویہ میں داخل نصاب ہے، آسان اسلوب اور پختہ اصول میں یہ بے نظیر کتاب ہے۔

۴-شرح اللمع :

یہ بھی علامہ شیرازیؒ کی مستقل فن اصول فقہ کی مطول کتاب ہے جو دکتور عبد المجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ مطبع دار الغرب الاسلامی سے شائع ہوئی ہے۔

۵-البرہان فی اصول الفقہ :

امام الحرمین جوینی (م ۴۷۸ھ) نے تصنیف فرمائی جو دکتور عبد العظیم محمود الدیب کی تحقیق کے ساتھ دار الوفاء سے طبع ہوئی ہے۔

۶-التلخیص فی اصول الفقہ :

امام الحرمین جوینیؒ نے تصنیف فرمائی ہے جو مولانا عبد اللہ نیپالی اور شبیر احمد عمری کی تحقیق کے ساتھ دار البشائر الاسلامیہ سے چھپی ہے۔

۷-الورقات فی اصول الفقہ :

امام الحرمین جوینیؒ نے فقہ شافعی کے اصول میں مختصر سا رسالہ تصنیف فرمایا، لیکن اس میں بہت سے اصولی فوائد اور کثیر معانی بیان فرمائے ہیں، متاخرین شوافع اصولیین نے بعد میں اس کتاب کی خوب شروحات وحواشی لکھے ہیں جن کا آئندہ صفحات میں مستقل تعارف مذکور ہوگا، اس کی طباعت اس کی کسی نہ کسی اہم شرح کے ساتھ ہی ہوتی ہے، عموماً یہ کتاب شروحات کے ساتھ شوافع کے مدارس میں فن اصول فقہ کے مبادیات کے طور پر داخل نصاب ہے۔

۸-المنخول من تعلیقات الاصول:

امام ابو حامد غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے اپنے استاذ محترم علامہ جوینیؒ کی کتاب ''البرہان فی

اصول الفقہ'' کومختصر طور پر پیش کیا ہے، جو دکتور محمد حسن ہیتو کی تحقیق کے ساتھ مطبع'' دار الفکر'' سے شائع ہوئی ہے۔

۹-شفاء الغلیل فی بیان الشبہ والمخیل ومسالک التعلیل:

امام ابو حامد غزالیؒ نے ہی تصنیف فرمائی ہے جو دکتور احمد الکبیسی کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ الارشاد دمشق سے چھپی ہے، جامع از ہر مصر میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۱۰-المستصفی من علم الأصول:

امام غزالیؒ کی یہ تصنیف اپنے جامع نام کی طرح یہ عظیم اصولی کتاب ہے، جو دکتور محمد سلیمان الأشقر کی تحقیق کے ساتھ مطبع مؤسسۃ الرسالۃ سے چھپی ہے۔

۱۱-اساس القیاس:

امام غزالیؒ کی ہی عظیم اصولی تصنیف جو دکتور فہد بن محمد سرحان کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ العبیکان ریاض سے شائع ہوئی ہے۔

۱۲-الوصول إلی الأصول:

علامہ ابن برہان بغدادی (م ۵۱۸ ھ) کی تصنیف جو'' البرہان للجوینی'' سے کافی ملتی جلتی اصولی تصنیف ہے، دکتور عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ المعارف ریاض سے دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

۱۳-المحصول فی علم الأصول:

امام فخر الدین رازیؒ (متوفی ۶۰۶ ھ) کی وہ عظیم کتاب جسے اصول فقہ کا انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاتا ہے، جامعۃ الإمام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سعودی عرب سے دکتور طہ جابر فیاض العلوانی کی

تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ المکتبۃ العصریہ سے عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے، اسے اصول شوافع میں اہمیت حاصل ہے۔

۱۴-المعالم فی اصول الفقہ :

امام فخر الدین رازیؒ کی ہی تصنیف جو مطبع دار عالم المعرفتہ سے عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

۱۵-الکاشف عن أصول الدلائل وفصول العلل :

امام فخر الدین رازیؒ کی تصنیف جو دکتور احمد حجازی الشفا کی تحقیق کے ساتھ مطبع دار الجیل سے چھپی ہے۔

۱۶-التنقیح :

امام مظفر بن اسماعیل بن علی رارانی تبریزیؒ (م ۶۲۱ھ) کی تصنیف جس میں انہوں نے المحصول للرازیؒ کا اختصار پیش کیا ہے جو جامعۃ ام القری مکۃ المکرمہ سے شائع ہوئی ہے۔

۱۷-الاحکام فی اصول الأحکام:

علامہ سیف الدین آمدیؒ (م ۶۲۱) کی تصنیف دار الکتب العلمیہ بیروت سے استاذ ابراہیم العجوز کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

۱۸-الحاصل:

امام فخر الدین رازیؒ کی کتاب کا اختصار موآپ ہی کے عظیم شاگرد امام تاج الدین ارموی (م ۶۵۳ھ) نے تالیف فرمائی ہے، جو دکتور عبدالسلام محمود ابوناجی کی تحقیق کے ساتھ جامعۃ قاریونس فی بنی غازی سے چھپی ہے۔

۱۹-المحقق فی علم الأصول فیما یتعلق بأفعال الرسول ﷺ:

علامہ ابوشامہ مقدسی دمشقیؒ (م ۶۶۵ھ) کی تصنیف جو استاذ احمد کویتی کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ مؤسسۃ قرطبۃ سے چھپی ہے۔

۲۰-التحصیل فی علم الاصول:

علامہ سراج الدین ارموی (م ۶۸۲ھ) کی تصنیف جس میں انہوں نے المحصول للرازیؒ کا اختصار پیش کیا ہے، جو دکتور عبدالحمید علی أبوزنید کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ موسسۃ الرسالۃ سے چھپی ہے۔

۲۱-منہاج الوصول إلی علم الأصول:

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاویؒ (م ۶۸۵ھ) کی عظیم اصولی تصنیف جو فقہاء شوافع کے نزدیک فن اصول فقہ کا عظیم متن مانا گیا ہے، جس کی کچھ شروحات بھی اسی کے ساتھ طبع ہوئی ہیں، جن کا اگلے صفحات پر تذکرہ آئے گا۔

۲۲-الکاشف عن المحصول:

امام شمس الدین محمد بن محمود اصفہانیؒ (متوفی ۷۱۱ھ) کی عظیم تصنیف جس میں انہوں نے المحصول للرازیؒ کا اختصار پیش کیا ہے، دار الکتب العلمیۃ بیروت سے دکتور عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

۲۳-معراج المنہاج شرح منہاج الوصول:

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف جزریؒ (متوفی ۷۱۱ھ) کی عظیم تصنیف جس میں آپؒ نے قاضی بیضاویؒ کی منہاج الوصول کی شرح لکھی ہے، جو دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ ''مطبعۃ الحسین الاسلامیہ قاہرہ'' سے چھپی ہے۔

۲۴-نہایۃ الوصول فی درایۃ الأصول:

امام صفی الدین ہندی دہلویؒ (م ۷۱۵ھ) کی تصنیف جو دکتور صالح بن سلیمان یوسف اور دکتور سعد بن سالم السویح کی تحقیق کے ساتھ "المکتبۃ التجاریۃ مکہ مکرمہ" سے چھپی ہے۔

۲۵-السراج الوہاج فی شرح المنہاج:

امام فخر الدین احمد بن حسن جاربردی (م ۷۴۶ھ) کی تصنیف جو کہ قاضی بیضاویؒ کی منہاج کی شرح ہے، جو دکتور اکرم بن محمد بن حسین اوزیقان کی تحقیق کے ساتھ دار المعراج الدولیۃ سے چھپی ہے۔

۲۶-شرح المنہاج فی علم الأصول:

امام شمس الدین محمود بن عبد الرحمٰن اصفہانیؒ (م ۷۴۹ھ) کی تصنیف جو کہ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح ہے، جو دکتور عبد الکریم نملۃ کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الرشید ریاض سعودی عرب سے چھپی ہے۔

۲۷-تلقیح الفہوم فی تنقیح صیغ العموم:

امام صلاح الدین کیکلدی علائی (م ۷۶۱ھ) کی تصنیف جو دکتور عبد اللہ آل شیخ کی تحقیق کے ساتھ سعودی عرب سے چھپی ہے۔

۲۸-تحقیق المراد فی أن النہی یقتضی الفساد:

امام صلاح الدین علائیؒ کی ہی تصنیف جو دکتور ابراہیم محمد سلقینی کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر دمشق سے چھپی ہے۔

۲۹-الإبہاج فی شرح المنہاج:

علامہ تقی الدین سبکیؒ (۷۵۶ھ) کی اور علامہ تاج الدین سبکی (م ۷۷۱ھ) کے تتمہ کے

ساتھ تصنیف شدہ یہ کتاب قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی سب سے بہترین اور فقہاء شوافع کے نزدیک اہم ترین شرح ہے، دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الازہریہ قاہرہ سے چھپی ہے۔

۳۰-رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب:

علامہ تاج الدین سبکیؒ (م ۷۷۱ھ) کی عظیم اصولی تصنیف جو کہ ''مختصر ابن الحاجب'' کے نام سے مشہور ہے، مطبع دار عالم الکتب سے عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

۳۱-جمع الجوامع:

علامہ تاج الدین سبکیؒ کی سب سے عظیم اصولی کتاب جو اصول شوافع کا عظیم و مختصر شاہکار ہے، جامع عبارات، معانی و مطالب کا انبار اور وہ فوائد جو بیان سے باہر ہیں، عوام و خواص میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کی بہت سی شروحات و حواشی بھی لکھے گئے ہیں۔ جن کا مستقل تذکرہ اگلے صفحات پر ہے۔

۳۲-نہایۃ السول فی شرح منہاج الأصول:

علامہ جمال الدین اِسنویؒ (م ۷۷۲ھ) کی عظیم تصنیف جو قاضی بیضاویؒ کی منہاج الوصول کی بہت ہی مشہور شرح ہے، جو شیخ محمد نجیت المطیعی کے حاشیہ ''مسلم الوصول'' کے ساتھ دار عالم الکتب بیروت سے چھپی ہے۔

۳۳-البحر المحیط فی أصول الفقہ:

علامہ بدر الدین محمد بن بھادر زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) کی اصول فقہ میں ایسی حیرت انگیز تصنیف جو اصول شوافع کا انسائیکلو پیڈیا (دائرۃ المعارف) ہے جس میں آپؒ نے اپنے سے سابق

جمیع اصولیین کے اقوال و آراء کو شرح وبسط کے ساتھ جمع فرمایا، اصولی شوافع میں مستقل اصول انداز میں تصنیف کی جانے والی آخری کتاب ہے، اس لئے کہ اس کے بعد تصنیف کی جانے والی تقریباً تمام ہی اصول کی کتابیں امام جوینیؒ کی ورقات یا پھر علامہ سبکیؒ کی جمع الجوامع کی شروحات ہیں، یا حواشی، مختصرات یا پھر منظوم انداز میں انہیں پیش کرنے کی عظیم کاوش ہے، اس لئے ''البحر المحیط'' کو شوافع میں اصول فقہ میں خصوصی درجہ حاصل ہے۔ جو استاذ محمد تامر کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیۃ بیروت سے بھی چھپی ہے۔

اصول فقہ میں فقہاء شوافع کی خدمات کا دوسرا مرحلہ:

امام الحرمین جوینیؒ کی کتاب ''الورقات فی أصول الفقہ'' کے متعلق شوافع اصولیین نے جو شروحات، تعلیقات، حواشی اور منظوم تحقیقات لکھی ہیں، ان میں سے مطبوعہ کتابوں کا تعارف ذیل میں درج ہے:

۱-شرح الورقات فی أصول الفقہ:

امام تاج الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم فزاری (م ۶۹۰ھ) جو کہ عبد الرحمٰن بن فرکاح سے مشہور ہے، ان کی لکھی ہوئی شرح جو کہ ایک شافعی عورت سارہ مہاجری کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

۲-شرح الورقات فی أصول الفقہ:

امام جلال الدین محمد بن أحمد محلی (م ۸۶۴ھ) کی تصنیف جو کہ علامہ احمد بن محمد الدمیاطی البنا (م ۱۱۱۷ھ) کے حاشیہ کے ساتھ ''مکتبۃ البابی حلبی مصر'' سے چھپی ہے۔

۳-الانجم الزہرات علی حل ألفاظ الورقات:

امام شمس الدین محمد بن عثمان بن علی الماردینی (م ۸۷۱ھ) کی تصنیف جو کہ مطبع دار الحرمین

سے دکتور عبدالکریم نملہ کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

۴-شرح الورقات فی أصول الفقہ :

امام کمال الدین محمد بن محمد قاہری (م ۸۷۴ھ) کی تصنیف جو عمر غنی سعود العانی کی تحقیق کے ساتھ "دار عمار اردن" سے چھپی ہے۔

۵-التحقیقات فی شرح الورقات :

امام حسین بن احمد بن محمد کیلانیؒ (م ۸۸۹ھ) کی تصنیف جو استاذ سعد بن عبداللہ بن حسین کی تحقیق کے ساتھ "دارالنفائس اردن" سے چھپی ہے۔

۶-تسہیل الطرقات فی نظم الورقات :

علامہ یحیی بن موسی عمریطی (م ۸۹۰ھ) جنہیں فقہ، اصول اور شعر وادب میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، انہوں نے ہی "ورقات" کے اصول وضوابط کو مختصر منظّم انداز میں تالیف فرمایا، جو کہ "مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ" سے چھپی ہے۔

۷-حاشیہ النفحات علی شرح الورقات :

علامہ احمد بن عبداللطیف خطیب نے علامہ جلال محلیؒ کی شرح الورقات پر حواشی لکھی ہیں، یہ کتاب بھی مکتبہ البابی حلبی قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔

اصول فقہ میں شوافع اصولیین کی خدمات کا تیسرا مرحلہ:

امام تاج الدین سبکیؒ کی عظیم اصولی تصنیف "جمع الجوامع" کو متاخرین اصولیین شوافع نے اپنی محنت وتوجہ کا خصوصی مرکز بنایا اور اس پر شروحات، تحقیقات، حواشی اور منظوم تعلیق لکھیں جن کا تعارف ذیل میں درج ہے:

۱-منع الموانع عن جمع الجوامع:

صاحب جمع الجوامع علامہ تاج الدین سبکیؒ نے بذات خود سب سے پہلے جمع الجوامع کی عظیم الشان شرح ''منع الموانع'' کے نام سے لکھی، وجہ یہ کہ جمع الجوامع پر جو بھی اشکالات واعتراضات وارد ہورہے تھے نیز اس کی بعض عبارتوں میں جو اغلاق وابہام تھا اس کو ختم کرنے نیز تمام اشکالات کے تشفی بخش جوابات دینے کے لئے صاحب جمع الجوامع نے بذات خود قلم اٹھا کر بہترین انداز میں انہیں تحریر کرنا شروع فرمایا اور اس میں وہ خاطر خواہ کامیاب بھی رہے، جو دکتور سعید بن علی بن محمد حمیری کی تحقیق کے ساتھ مطبع دار البشائر سے چھپی ہے۔

۲-تشنیف المسامع بجمع الجوامع:

امام بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) کی تصنیف جو کہ دکتور عبد اللہ ربیع اور دکتور سید عبد العزیز کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ مکیہ سے چھپی ہے۔

۳-الغیث الہامع شرح جمع الجوامع:

امام ابوزرعہ شافعی کردی مصریؒ (متوفی ۸۲۶ھ) کی تصنیف جو کہ تحقیق ہو کر ''دار الفاروق الحدیثۃ'' سے چھپی ہے، اس شرح میں علامہ ابوزرعہؒ نے زیادہ تر ''تشنیف المسامع'' سے مدد لی ہے۔

۴-البدر الطالع بشرح جمع الجوامع:

علامہ جلال الدین محلیؒ کی تصنیف جو کہ جمع الجوامع کی بہت ہی مشہور ومعروف اور مضبوط شرح ہے، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اس پر بہت سے حواشی ووضاحتیں لگی ہیں، علامہ عطارؒ کے حاشیہ کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت سے چھپی ہے۔

۵-ایضاء اللامع شرح جمع الجوامع:

امام احمد بن عبد الرحمٰن یزلیطینی قروی (م ۸۹۵ھ) کی تصنیف جو کہ دکتور عبد الکریم نملہ کی

تحقیق کے ساتھ جامعہ ریاض سعودی عرب سے طبع ہوئی ہے۔

۶-الکوکب الساطع نظم جمع الجوامع:

امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی منظوم تصنیف جس میں علامہ سیوطیؒ نے جمع الجوامع کی نثری عبارات کو نظم میں ڈھالا ہے، پھر اس منظوم کلام کی تشریح علامہ سیوطیؒ نے ہی شرح الکوکب الساطع کے نام سے کی ہے، مذکورہ شرح نظم کے ساتھ مطبعۃ الاشعاع الفنیۃ مصر سے چھپی ہے۔

۷-لب الاصول:

شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (م ۹۲۶ھ) کی تصنیف جس میں آپؒ نے جمع الجوامع کا اختصار پیش کیا ہے، پھر آپؒ نے اس مختصر کی شرح ''غایۃ الوصول إلی شرح لب الاصول'' کے نام سے لکھی، یہ مختصر مع شرح مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر سے چھپی ہے۔

۸-البدر اللامع فی نظم جمع الجوامع:

امام نور الدین ابو الحسن علی اشمونی شافعیؒ (م ۹۲۹ھ) نے جمع الجوامع کو منظوم انداز میں قصیدہ کی شکل میں پیش کیا ہے، جو کہ مصر سے چھپی ہے۔

۹-الآیات البینات:

علامہ شہاب الدین احمد بن قاسم الصباغ العبادی ازہری شافعیؒ (م ۹۹۴ھ) جو کہ شوافع کے عظیم فقیہ واصولی گذرے ہیں، انہوں نے جمع الجوامع کی شرح محلیؒ پر مذکورہ نام سے بہت ہی عمدہ حاشیہ لکھا ہے، جو بہترین حواشی کے طور پر معروف ہے، جس میں تمام اعتراض، شبہات اور اشکالات کا واضح حل موجود ہے۔

۱۰-حاشیۃ البنانی:

علامہ عبد الرحمٰن بن جاد اللہ بنانی مغربی (متوفی ۱۱۹۸ھ) نے بھی جمع الجوامع کی شرح محلی

پر بہترین حاشیہ لکھا ہے، بعض لوگ اسے ''الآیات البینات'' کا اختصار بھی مانتے ہیں، جو کہ دار الکتب العلمیہ بیروت سے جمع الجوامع شرح محلی اور حاشیہ بنانی کے بشمول دو بڑی جلدوں میں طبع شدہ ہے۔

۱۱- حاشیۃ العطار:

علامہ حسن بن محمد بن محمود عطار (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے بھی جمع الجوامع کی شرح محلیؒ پر بہترین حاشیہ ترتیب دیا ہے، یہ بھی دار الکتب العلمیہ بیروت سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۲- الفصول البدیعۃ فی اصول الشریعہ:

علامہ محمود بن عمر بن احمد باجوری (م ۱۳۲۳ھ) نے مذکورہ نام سے جمع الجوامع کا اختصار پیش کیا ہے جو کہ مطبعۃ التمدن مصر سے چھپی ہے۔

۱۳- التریاق النافع فی ایضاح وتکمیل جمع الجوامع:

علامہ شہاب الدین علوی حسینیؒ (م ۱۳۴۱ھ) نے جمع الجوامع کی تشریح فرمائی ہے جو کہ ہندوستان میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے دو جلدوں میں چھپی ہے۔

چوتھا مرحلہ: قواعد فقہیہ میں فقہاء شوافع کی خدمات:

اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کے مابین جو فروق ہیں اہل نظر وتحقیق انہیں بخوبی جانتے ہیں، اسی کے پیش نظر جیسے شوافع اصولیین نے اصول فقہ میں اپنی خدمات دی ہیں اسی طرح انہوں نے قواعد فقہیہ میں بھی وہ کمالات پیش کئے جن سے علمی دنیا عش عش کر اٹھی ہے، جن کے نمونے ذیل میں درج ہیں:

۱- الأشباہ والنظائر لابن الوکیل المصری الشافعی:

امام صدر الدین محمد بن عمر بن مکی (م ۷۱۶ھ) کی تصنیف جو کہ مکتبۃ الرشد ریاض سعودی عرب سے احمد بن محمد عنقری اور عادل بن عبد اللہ شویخ کی تحقیقات کے ساتھ چھپی ہے۔

۲-المجموع المذہب فی قواعد المذہب:

امام صلاح الدین علائی (م ۷۶۱ھ) کی تصنیف جو وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت سے دکتور محمد عبد الغفار شریف کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

۳-الأشباہ والنظائر لتاج الدین السبکیؒ:

علامہ تاج الدین سبکیؒ کی تصنیف جو حسن ترتیب اور جامعیت کی بنا پر مسلک شافعی کے قواعد فقہیہ میں سب سے بہترین کتاب ہے، عادل احمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت سے چھپی ہے۔

۴-المنثور فی ترتیب القواعد الفقہیہ:

امام بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) کی تصنیف جو کہ دکتور تیسیر فائق احمد محمود کی تحقیق کے ساتھ وزارۃ الاوقاف کویت سے طبع ہوئی ہے۔

۵-القواعد:

امام تقی الدین ابوبکر بن محمد حصنیؒ (م ۸۲۹ھ) کی تصنیف جو کہ دکتور عبد الرحمٰن بن عبد اللہ شعلان اور دکتور جبریل بن محمد بن حسن بصیلی کی تحقیقات کے ساتھ مکتبۃ الرشد ریاض سعودی عرب سے چھپی ہے۔

۶-مختصر من قواعد العلائی وکلام الاسنوی:

علامہ ابن خطیب الدہشۃ (م ۸۳۴ھ) کی عظیم تصنیف جس میں اصول فقہ، قواعد فقہیہ اور مسلک شافعی کے احکام ومسائل شرعیہ شامل ہیں، اصلا علامہ ابن خطیب دہشہؒ نے اس میں تین کتابوں کو جمع فرمایا ہے: ۱-المجموع المذہب فی قواعد المذہب، ۲-امام جمال الدین اسنویؒ کی ''التمہید''

۳-امام جمال اسنوی کی ہی الکوکب الدری، یہ کتاب عبدالرحمٰن بن عبداللہ شعلان اور دکتور محمود نجوینی کی تحقیقات کے ساتھ مطبعۃ الجمہور موصل سے چھپی ہے۔

۷-الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع الشافعیۃ:

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی قواعد فقہیہ میں بہت ہی عظیم تصنیف ہے، جو شوافع کے نزدیک قواعد فقہیہ میں اصولی موسوعہ (انسائیکلو پیڈیا) شمار ہوتی ہے، یہ کتاب محمد تامر اور حافظ عاشور حافظ کی تحقیق کے ساتھ مطبع دار السلام مصر سے چھپی ہے۔

۸-الفرائد البہیۃ فی نظم القواعد الفقہیۃ فی الأشباہ والنظائر علی مذہب الشافعیۃ:

علامہ ابوبکر أہدل حسینی یمنیؒ (م ۱۰۳۵ھ) کا شعری قصیدہ جس میں آپؒ نے شافعی سلک کے مطابق فقہی قواعد، اصول وضوابط اپنی بے پناہ شعری مہارت سے ۴۲۳ اشعار میں بیان فرمائے ہیں، اس کے بعد علامہ عبد اللہ بن سلیمان جرہزیؒ (م ۱۲۰۱ھ) نے اپنی ''الفرائد'' کی شرح ''المواہب السنیۃ شرح الفرائد البہیۃ'' کے نام سے تحریر فرمائی، پھر عظیم فقیہ علامہ محمد یاسین بن عیسی فادانی مکی (م ۱۴۱۱ھ) نے ''المواہب السنیۃ'' پر حاشیہ ''الفوائد الجنیۃ حاشیۃ المواہب السنیۃ'' کے نام سے لکھا، یہ تینوں یعنی نظم، شرح اور حاشیہ ''دار البشائر الاسلامیہ بیروت'' سے دو جلدوں میں چھپے ہیں۔

فقہ شافعی کی عربی کتابوں کا تعارف

مولانا عادل علی ہوڑیکر ☆

اللہ تعالیٰ نے حیات بشریہ کو مناسب انداز میں گذارنے کا طریقہ دین اسلام کو قرار دیا ہے، قیادت تک اسی دین پر عمل ہوتا رہے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اس دین کے شارح بھی ہیں اور شارع بھی، زمانۂ نبوت تک اسلام کی تکمیل ہوئی۔ ۲۳ سال کے عرصۂ قلیل میں وہ تمام اصول وضوابط، قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیے جو قیامت تک انسانی زندگی کی قیادت ورہبری کا فریضۂ عظیم انجام دیتے رہیں اور انسانی زندگی کو حیات نو بخشتے رہیں۔ زمانۂ خلافت میں دین اسلام دنیا کے مختلف ملکوں وعلاقوں میں قبول کیا گیا جس کی وجہ سے مختلف النوع مسائل سامنے آتے رہے، انہی نو پیدا مسائل کو حل کرنے اور دین اسلام کی تشریح وتوضیح اور نیابت رسول ﷺ کا حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں نمایاں شخصیات کو پیدا فرماتے رہیں۔ انہی میں ایک نام نامی امامنا الشافعیؒ کا ہے۔

الام للشافعیؒ:

اس کا اختصار امام مزنیؒ نے المختصر للمزنی میں کیا، اس پر ایک شرح نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب لامام الحرمین ہے، بعض حضرات نے نہایہ کو الام، الاملاء، البویطی، مختصر المزنی کا اختصار وجامع قرار دیا ہے۔ پھر اس نہایۃ کو اصل قرار دیتے ہوئے امام غزالی نے بالترتیب الوسیط، البسیط، الوجیز، الخلاصہ، ان چار کتابوں میں اس کا اختصار پیش فرمایا ہے پھر الوجیز کا انتخاب امام رافعیؒ نے فرمایا اور اس پر ایک عمدہ شرح تصنیف فرمائی۔ اس کا نام فتح العزیز مشہور ہے، اس العزیز کا امام نوویؒ نے

☆ بھاٹیہ رتنا گری۔

روضۃ الطالبین کے نام سے اختصار فرمایا، اس کا شرف ابن المقری الیمنی نے روض الطالب نامی کتاب میں اختصار فرمایا، اس پر اسنی المطالب کے نام سے شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ نے شرح تحریر فرمائی، پھر اپنی ہی شرح کا اختصار شیخ زکریا انصاری نے الروض نامی کتاب میں فرمایا۔

اسی طرح المز جد نے العباب نامی کتاب میں الروضۃ للنووی کا اختصار کیا، اس پر ابن حجر مکیؒ نے نہایت جامع وبہترین شرح تحریر فرمائی۔ امام سیوطیؒ نے المہمات کے نام سے الروضۃ پر ایک تعلیق لکھی ہے۔

المحرر:

امام رافعیؒ نے امام غزالیؒ کی تین کتابیں، وسیط، بسیط، وجیز کا خلاصہ المحرر نامی کتاب میں پیش کیا، امام نوویؒ نے محرر کا منہاج الطالبین کے نام سے اختصار پیش کیا، اس کو پھر شیخ زکریا انصاری نے منہج الطلاب نامی کتاب میں مزید مختصر کر دیا، جس پر خود انہوں نے فتح الوہاب کے نام سے شرح تحریر فرمائی۔ جوہریؒ نے منہج کا اختصار النہج میں تحریر کیا۔

مختصر المزنیؒ:

اس کتاب کے مصنف امام مزنیؒ ہیں، وہ فرماتے ہیں: "**اختصرت هذا الكتاب من علم محمد بن إدريس الشافعيؒ**"۔

آپ کا نام: اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو بن اسحٰق ہے۔

ولادت: ۱۷۵ھ، وفات: ۲۶۴ھ ماہ رمضان بروز بدھ ہوئی۔ کل ۸۹ سال کی عمر پائی۔ آپ کی تقریباً بارہ تصانیف ذکر کی جاتی ہیں۔ (۱) المبسوط، (۲) المنثور کتاب الوثائق، (۳) مختصر المزنی، یہی کتاب زیادہ مشہور ہے اور ایک جلد میں متعدد مرتبہ شائع کی جا چکی ہے اور ان صفحات پر اسی کتاب کا تعارف ہم کرنے جا رہے ہیں۔

اس کتاب میں انہوں نے امام شافعی کے اجتہادی مسائل کو نہایت مختصر طور پر تحریر فرمایا ہے جہاں مناسب ہوا، وہاں عبارتوں کو حذف فرمایا اور جس جگہ کوئی نئی بات اپنی طرف سے تحریر کرتے ہیں تو "**قال المزنی**" سے اس کی وضاحت فرماتے ہیں: جیسے **باب عدد الكفن، قال الشافعيؒ**

واحب عدد الكفن الى ثلاثة اثواب بيض ليس فيها قميص ولا عمامة۔ یہ امام صاحب کی عبارت ہے، اس سے آگے کتاب الام میں کفنانے کا مکمل طریقہ درج ہے لیکن عورت کے لئے عدد کفن کیا ہے، یہ بات تحریر نہیں ہے تو اس کو امام مزنیؒ نے اس طرح فرمایا ہے:

قال المزنی، وکفن بخمسة اثواب، خمار وازار وثلاثة اثواب، قال المزنی واحب ان یکون احدھا درعا لما رایت فیه من قول العلماء وقد قال به الشافعیؒ مرة معها ثم خط علیه (مختصر المزنی ص ۳۷، دار المعرفة، لبنان، ابن قاضی شهبه ۵۸۱، وفیات الاعیان ۱/۱۹۶)۔

امام مزنیؒ مسئلہ لکھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لکھتے اس طرح پوری کتاب تحریر فرمائی ہے۔ رجوع الی اللہ کے ساتھ تحریر شدہ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا کہ علماء کبار نے اس پر اعتماد واطمینان کرتے ہوئے اپنی کتابوں کی بنیاد اس کتاب کو بنایا۔ بہت سارے احباب نے اس کی شرح تحریر فرماتی ہے۔ تین شروحات زیادہ مشہور ہیں: (۱) الحاوی الکبیر للماوردی، (۲) بحر المذہب للرویانی، (۳) نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب للامام الحرمین۔

الحاوی الکبیر:

اس عظیم الشان کتاب کے مصنف علامہ ماوردی ہیں:

نام ونسب: علی بن محمد بن حبیب القاضی ابوالحسن الماوردی (ابن قاضی شهبه ۱/۲۳۰، طبقات للسبکی ۳/۳۰۳)۔

آپؒ کی ولادت ۳۶۴ھ اور وفات ۴۵۰ھ میں ہوئی۔

انہوں نے ابوالقاسم صیمریؒ سے علم فقہ حاصل کیا، بغداد وبصرہ میں طویل مدت تک درس وتدریس کے منصب پر فائز رہے۔ مختلف علوم وفنون پر آپ کی کثیر تصانیف موجود ہیں، الحاوی الکبیر آپ کے قلم کا شاہکار ہے۔ علامہ اسنوی فرماتے ہیں: ایسی عمدہ، کثیر النفع کتاب ماقبل میں تحریر نہیں کی گئی۔ اس میں انہوں نے امام شافعیؒ کے اقوال، اصحاب شوافع کی آراء فقہیہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، مسائل کی تشریح وتوضیح میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ذکر کرنے میں

انتہائی حاضر دماغی کا ثبوت نظر آتا ہے۔ دیگر مذاہب کے ذکر کرنے کے بعد اس پر رد جمیل اور اس کا شافی وکافی جواب پڑھنے کے قابل ہے، یہ کتاب مختصر المزنی کی شرح ہے۔ شیخ عادل احمد وعلی معوض صاحبان کی تحقیق وتدقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ نے اٹھارہ عمدہ جلدوں میں اس کو شائع کیا ہے۔

نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب:

فقہ شافعی کے نصوص کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب بنیادی ماخذ ہے۔ اس کے مصنف امام الحرمین کے لقب سے مشہور شیخ عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی ہیں۔ کبار علماء شوافع میں آپ کا شمار ہے، ولادت باسعادت ۴۱۹ھ درج ہے۔ آپ امام غزالی کے استاذ ہیں، خلق کثیر کو آپ سے فائدہ حاصل ہوا، آپ نے فقہ شافعی کے لئے خوب محنت فرمائی۔ اس کی تدوین وتوضیح میں آپ کا اہم کردار ہے جس کا مظہر یہ کتاب نہایۃ المطلب ہے جو بعد والوں کے لئے مرجع بن گئی۔ اس کتاب کو آپ نے مکۃ المکرّمۃ میں جمع فرمایا اور نیساپور جاکر ترتیب وتبویب کا کام انجام دیا، ایک اعتبار سے یہ کتاب مختصر المزنی کی شرح ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں انہوں نے الام، املاء، البویطی، مختصر المزنی ان چار کتابوں کا اختصار کیا ہے، بہر حال یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔ اس میں امام شافعیؒ کے نصوص کو بنیاد بناکر مسائل کا استنباط اور احکام کی تشریح تحریر فرمائی ہے۔ پھر اسی کتاب کو بنیاد بناکر امام غزالیؒ نے اس کا اختصار الوسیط نامی کتاب میں مرتب فرمایا اور مذہب کی تشریح وتوضیح میں اس کتاب نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ امام الحرمین کی وفات ۴۷۸ میں ہوئی۔

اس کتاب کو وزارۃ الاوقاف قطر نے الاستاذ عبدالعظیم محمود الدیب کی تحقیق کے ساتھ بڑے اہتمام سے ۲۲ رجلدوں میں شائع کیا ہے (طبقات الشافعیہ ۱/۲۵۵)۔

بحر المذہب فی فروع المذہب:

اس کے مؤلف امام ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی ہیں (ابن قاضی شہبہ ۱/۲۸۷، وفیات الاعیان ۲/۳۶۹)۔

ولادت باسعادت ۴۱۵ھ اور وفات ۵۰۲ھ میں ہوئی، شہید کیے گئے۔ آپ منصب قضاء

پر فائز تھے، بڑے فقیہ عالم وعابد تھے۔ انہیں اپنے زمانہ کا شافعی کہا جاتا ہے اور مذہب میں جب قاضیین کہا جاتا ہے تو اس میں ایک آپ کی ذات مراد ہوتی ہے۔ آپ کی یہ کتاب کتب شافعیہ میں طویل ترین ہے، فروعات کی کثرت ہے۔ آپ نے علامہ ماوردی کی کتاب الحاوی الکبیر سے بعض مسائل کو اخذ کیا ہے اور مناسب دلائل وغیرہ کا ذکر اس کتاب میں فرمایا ہے۔ یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے، لہٰذا کتاب کی قدردانی کرتے ہوئے داراحیاء التراث العربی نے احمد عزو عنایت الدمشقی حفظہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ ۱۷ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

الابانہ:

اس کے مؤلف، عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن محمد فوران، ابوالقاسم المروزی ہیں (ابن قاضی شہبہ ۱/ ۲۴۸، طبقات للسبکی ۳/ ۲۲۵)۔

آپ امام قفال کے اصحاب میں سے ہیں، اس کتاب میں اصح اقوال کو جمع فرمایا ہے۔ اس طرز کی یہ پہلی کتاب ہے۔ علامہ متولی نے اس ابانہ کا تتمہ ایک جلد میں تحریر کیا ہے اور علامہ ابوعبداللہ طبری نے العدہ کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے، آپ کی وفات ۴۶۱ھ ماہ رمضان میں ہوئی۔ یہ کتاب دوجلدوں میں ہے۔

اللباب فی فقہ الشافعی:

فقہ شافعی کے متون میں یہ کتاب ایک اہم متن ہے۔ ابن قاضی شہبہ فرماتے ہیں: یہ کتاب بہت مختصر مگر جامع ہے، اپنے چھوٹے حجم کے باوجود کثیر الفائدہ ہے۔ صاحب کتاب نے اس میں ایک مسئلہ کی عموماً کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں، نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ان کو بیان کیا ہے۔ اس کے مصنف متقدمین شوافع میں ایک بڑے عالم، الشیخ احمد بن محمد بن احمد قاسم بن اسماعیلا بوالحسن المحاملی بغدادی ہیں۔ آپ کی ولادت ۳۶۸ھ اور وفات ۴۱۵ھ ربیع الآخر میں ہوئی۔ شیخ ابوحامد اسفرایینی سے فقہ کو حاصل کیا اور اس میں خوب مہارت حاصل فرمائی، آپ نہایت ذکی وفہیم تھے۔ بغداد میں آپ کا مستقل

حلقۂ درس تھا۔ اس کتاب کو دار البخاری نے بڑے اہتمام کے ساتھ ۱۴۱۶ھ میں ایک جلد میں شائع کیا ہے (ابن قاضی شہبہ ۱/ ۱۷۴، تاریخ بغداد ۴/ ۳۷۲)۔

البیان:

یہ کتاب علامہ یحییٰ بن ابی الخیر بن سالم بن اسعد بن یحییٰ ابوالخیر عمرانی کی تالیف کردہ ہے۔ آپ بڑے عابد، زاہد اور عالم تھے۔ نہایت ذہین وفطین تھے، آپ نے علامہ شیرازی کی المہذب کو مکمل زبانی یاد کیا تھا اور ملک یمن کے ایک شافعی عالم زید یفاعی سے علم فقہ حاصل کیا۔ آپ خیر کثیر کے جامع تھے۔ آپ کی ولادت ۴۸۹ھ اور وفات ۵۵۸ھ میں ہوئی، المذہب ہی کی وضاحت میں البیان کو مرتب فرمایا جو بات مہذب کی ہے، اس کو المسئلة کے عنوان کے تحت لکھا ہے اور جو وضاحت ہے، اس کو الفرع کے تحت تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب دس جلدوں میں ہے (السبکی ۴/ ۳۲۴)۔

البحر المحیط فی شرح الوسیط:

یہ احمد بن محمد بن مکی بن یاسین ابوالعباس القمولی المصری الشافعی کی تالیف ہے۔ آپ نہایت ذہین شخص تھے، درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف گویا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ یہ کتاب بہت ہی طویل اور کثیر النفع ہے، اکثر فروعات اس میں آگئے ہیں۔ علامہ اسنوی فرماتے ہیں: جتنے زیادہ مسائل وجزئیات اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں، میں نہیں جانتا مذہب میں اتنے سارے جزئیات پر مشتمل کوئی کتاب تصنیف کی گئی ہو۔ ابن وکیل فرماتے ہیں مصر میں ان کے وقت میں قمولیؒ سے کوئی بڑا فقیہ نہیں تھا۔ وفات ۷۲۷ھ میں ہوئی (ابن قاضی شہبہ ۱/ ۲۵۴، سبکی ۵/ ۱۷۹)۔

الودائع فی منصوص الشرائع:

اس کتاب کو شیخ احمد بن عمر بن سریج القاضی ابوالعباس البغدادی نے تالیف کیا ہے (ابن قاضی شہبہ ۱/ ۸۹، العبادی ص ۶۲)۔

اپنے زمانہ میں سرخیل الشافعیہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ابوالقاسم انماطی سے علم فقہ کو حاصل

کیا، عبادی فرماتے ہیں کہ آپ صاحب انصاف وصاحب اصول والاحسان آدمی تھے۔ امام شافعی پر اعتراض کرنے والوں کا منہ توڑ جواب عنایت فرماتے، آپ متقدمین شوافع میں سے ہیں آپ کی یہ کتاب قابل مطالعہ اور مسلک شافعیہ پر ایک جامع کتاب ہے۔ اس کتاب کو الآلۃ المکاتبہ نامی ادارہ نے صالح دویش کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔

التہذیب فی فقہ امام الشافعی:

اس کتاب کے مصنف علامہ حسین بن مسعود بن محمد محی السنہ ابومحمد البغوی ہیں، آپ نے قاضی حسین سے علم فقہ حاصل کیا، آپ عالم عابد زاہد تھے، علم میں گہرائی تھی۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: آپ امام فی التفسیر والحدیث تھے ہی ساتھ ساتھ امام الفقہ بھی تھے، وفات ۵۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی تصانیف میں برکت دی گئی اور ان کو قبول عامہ حاصل ہوئی۔ التہذیب فقہ شافعی میں آپ کی ایک منفرد تصنیف ہے۔ دیگر مذاہب کے علماء کے اقوال بھی درج ہیں اور ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب شیخ عادل احمد عبدالموجود وعلی محمد معوض کی جدید تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیۃ نے آٹھ جلدوں میں شائع کیا ہے (ابن قاضی شہبہ ۱/۲۸۱، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۵۸، وفیات ۱/۴۰۲)۔

المہذب:

اس کتاب کے مصنف الشیخ الامام العالم العلامہ، ابراہیم بن علی بن یوسف ابواسحاق فیروزآبادی، شیرازی ہیں، ملک فارس کا ایک مقام شیراز ہے۔ پیدائش ۳۹۳ھ اور وفات ۴۷۶ھ میں ہوئی، آپ نے ابوعبداللہ بیضاوی سے فقہ کو حاصل فرمایا۔ اس کے علاوہ علماء کبار سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

اصول فقہ، خلافیات، علم فقہ وغیرہ پر بہت ساری آپ کی کتابیں موجود ہیں۔ آپ کی یہ کتاب المہذب آپ کے قلم کا شاہکار ہے۔ خود صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں امام شافعیؒ کے مذہب کے اصولوں کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کے اصولوں پر فروعات کو متفرع کر کے ان کی علتوں کو ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے اس کتاب کو چودہ سالوں میں مرتب کی ہے۔ ابن عقیل حنبلی

فرماتے ہیں: میں نے شیخ کو دیکھا کوئی کتاب کا باب بغیر دو رکعت پڑھے تحریر نہ فرماتے تھے، نیز اس کتاب میں انہوں نے فقہاء کے اقوال ذکر کے محاکمہ فرمایا ہے اور منبع اختلاف کی وضاحت فرمائی ہے، دلائل کو ذکر کر کے مسائل میں ترجیح کی بھی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب بہت مرتبہ شائع ہوئی ہے، فی الحال دار القلم دمشق نے نہایت اہتمام کے ساتھ الدکتور محمد الزحیلی کی تحقیق کے ساتھ چھ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

التنبیہ :

علم فقہ کے سارے ابواب پر مشتمل ہے، ترتیب مسائل عمدہ ہے، مسائل میں کئی اقوال بعض مرتبہ نقل کرتے ہیں، کبھی مذہب میں غیر معتمد قول کو بھی ترجیح دیتے ہیں۔ بعض مرتبہ صرف مختلف اقوال نقل کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں: سب سے زیادہ متداول بین الفقہاء یہی کتاب رہی ہے، اکثر علماء نے اس کتاب کو توجہ کا مرکز بنایا۔ خود امام نوویؒ نے تصحیح التنبیہ کے نام سے مختصر کتاب تحریر فرمائی ہے۔ یہ کتاب نصر الدین تونسی کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں شائع ہوئی (طبقات للسبکی ۳/۸۸)۔

البسیط ، الوسیط ، الوجیز ، الخلاصہ :

ان تصانیف اربعہ کے مؤلف عظیم الشیخ العالم العلامہ الامام حجۃ الاسلام، محمد بن محمد بن محمد، زین الدین ابو حامد الطّوسی الغزالیؒ ہیں۔

البسیط : یہ نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب کا اختصار ہے اور ایک جلد میں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ پھر وسیط : اسی بسیط کا اختصار ہے۔ اس میں امام غزالی نے بہترین ترتیب قائم فرمائی ہے، فقہی ذوق پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب انتہائی مفید ہے۔ علماء کرام نے اس سے خوب استفادہ فرمایا۔ اب یہ کتاب شیخ محی الدین علی کی تحقیق کے ساتھ دار النصر للطباعۃ الاسلامیہ قاہرہ سے سات جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔ پھر خود امام غزالی نے اس کتاب الوسیط کا اختصار الوجیز نامی کتاب میں کیا، یہ عمدہ فوائد پر مشتمل ہے، فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل ہے، اختلافات کی جانب بھی اشارات کئے ہیں، یہ کتاب احمد مرید الزیدی کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیۃ نے ایک جلد میں شائع کی ہے۔

اس کے بعد چوتھے نمبر پر اسی وجیز کا اختصار انہوں نے الخلاصۃ میں پیش کیا اور یہ بھی ایک

جلد میں منظر عام پر آچکی ہے۔ بہر حال آپؒ کی یہ چاروں کتابیں فقہ شافعی کی اہم و بنیادی کتابیں ہیں۔ آئندہ چل کر علماء شوافع انہی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوگئے اور شرح وحاشیۃ وغیرہ کے ذریعہ ان کی خوب خدمت انجام دی۔

تنقیح اول کی کتابیں:

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف
۱	المحرر فی فروع الشافعیہ	عبدالکریم بن محمد ابوالقاسم الرافعی
۲	العزیز فی شرح الوجیز	عبدالکریم بن محمد ابوالقاسم الرافعی
۳	روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتیین	یحییٰ بن شرف النووی
۴	منہاج الطالبین	یحییٰ بن شرف النووی
۵	المجموع	یحییٰ بن شرف النووی
۶	کنز الراغبین فی شرح منہاج الطالبین	جلال الدین المحلی
۷	اسنی المطالب شرح روض الطالب	زکریا انصاری
۸	منہج الطلاب	زکریا انصاری
۹	فتح الوہاب بشرح منہج الطلاب	زکریا انصاری
۱۰	مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج	محمد بن محمد خطیب شربینی
۱۱	الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع	

کن کتابوں پر فتویٰ دیا جائے:

چونکہ فقہ شافعی نے بہت بڑے بڑے ذی عقل وفہم کو متاثر کیا اور متعدد اہل فن اس کی طرف مائل ہوئے اور تقریباً سبھی محدثین فقہ شافعی کے عاشق و متبع تھے، ان سارے حضرات اکابر نے فقہ شافعی

کی تدوین فرمائی، ہزاروں کی تعداد میں کتابیں اس پر مرتب کی گئیں، اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اب مسئلہ تھا تنقیح و ترجیح کا، لہٰذا اس مرحلہ عظیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے شیخ الشافعیہ امام نووی کو منتخب فرمایا، بلکہ فقہ شافعی کی یہ خصوصیت قرار دی گئی (کہ بخلاف فقہ حنفی میں یہ معاملہ انتہائی پیچیدہ بن کر رہ گیا۔ سن ہجری ۷ ہی میں فقہ شافعی کی تنقیح ہوگئی) اور سن ۱۲ ہجری تک فقہ حنفی کی تنقیح نہیں ہوسکی۔

لہٰذا محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شیخین (امام رافعی ونووی) سے پہلے کی جملہ کتابوں کے مسائل واحکام کا بحث وتحقیق کے بعد ہی اعتبار ہوگا۔ جب کسی مسئلہ میں شیخین کا اتفاق ہو تو وہی مذہب میں معتمد قول شمار کیا جائے گا، دونوں کے اختلاف کی صورت میں امام نووی کی بات کو ترجیح ہوگی۔ اگر اس مسئلہ میں امام نووی کا قول موجود نہ ہو تو امام رافعی کی بات کا اعتبار ہوگا۔

امام نووی کی کسی بھی کتاب سے فتویٰ دینا درست ہے، اگر ان کی کتابوں میں اختلاف ہو تو علامہ کردی نے فوائد المدنیہ میں کچھ اس طرح ترتیب نقل کی ہے: پہلے کتاب التحقیق پھر المجموع اس کے بعد تنقیح پھر روضہ، منہاج اور ان کے فتاوے پھر شرح مسلم اس کے بعد تصحیح التنبیہ اور نکت التنبیہ کے مسائل کا اعتبار ہوگا، اگر متاخرین کا اتفاق ہو کہ شیخین کا قول سہو پر مبنی ہے تو شیخین کی وہ بات معتمد نہیں ہوگی لیکن یہ شاذ و نادر ہی ہوا ہے۔

اگر امام نووی کی کتاب میں کسی مسئلہ سے متعلق ترجیح منقول نہیں ہے تو اگر مفتی اہل الترجیح میں سے ہے تو دلائل وشواہد کی روشنی میں اہل مذہب کے ائمہ نے جس قول کو ترجیح دی ہے اس پر فتویٰ دے سکتا ہے اور قول ضعیف پر فتویٰ دینا درست نہیں، گرچہ اس کے نزدیک وہ راجح ہو۔ اور اگر مفتی اہل ترجیح میں سے نہیں ہے جیسے کے آج کے حالات ہیں، تو علماء مصر اس طرف گئے ہیں کہ علامہ محمد رملی کے قول پر اعتماد کیا جائے گا، خصوصاً ان کی کتاب النہایۃ پر اس لئے کہ اس کتاب کو چار سو سے زائد علماء عظام نے پڑھی اور خوب درس وتدریس کے درمیان اس پر نقد وتبصرہ ہو کر وہ کتاب منقح ہوگئی ہے۔ اور علماء حضرموت ملک شام داغستان اور اکثر اہل یمن وحجاز یہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن حجر ہیتمی کی کتابوں کا اعتبار ہوگا، پہلے تحفۃ المحتاج شرح المنہاج پر اعتماد کریں گے۔ پھر فتح الجواد۔ پھر امداد اس کے بعد شرح العباب

پھران کے فتاوے کا اعتبار ہوگا، بعض علماء کا کہنا ہے کہ تحفہ اور نہایۃ کے خلاف فتویٰ دینا جائز نہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

''جن مسائل سے دونوں نے تعرض نہ کیا ہوتو ترتیب یہ ہوگی:'' پہلے شیخ الاسلام زکریا الانصاری کے کلام پر فتویٰ دیا جائے گا، پھر خطیب شربینی، پھر حاشیۃ الزیادی۔ پھر حاشیۃ ابن قاسم پھر عمیرہ پھر حاشیۃ الشبر املی، پھر حاشیۃ الحلبی، پھر حاشیۃ الشوبری۔ پھر حاشیۃ العنانی کے کلام پر اعتماد کریں گے۔ جبکہ یہ حضرات اصول مذہب کی مخالفت نہ کریں'' (مقدمۃ المجموع ۱/ ۹۸)۔

البتہ تحفہ، نہایہ اور دیگر مذکورہ کتب میں بعض غلط یا کافی ضعیف مسائل آ گئے ہیں۔ ان پر مطلقاً فتویٰ جائز نہیں ہے، ابن حجر اور امام نووی دونوں حضرات کے اختلاف کو شیخ علی باصبرین نے اپنے رسالہ ''المد العینین فی بعض اختلاف الشیخین'' میں جمع فرمایا ہے۔

بہرحال اصل امام نووی کی کتابوں کا اعتبار ہوگا۔

بعض اصطلاحات:

۱- الامام: امام الحرمین ابو المعالی عبدالملک بن محمد الجوینی۔

۲- القاضی: قاضی حسین۔

۳- القاضیین: شیخ رویانی اور علامہ ماوردی۔

۴- الشارح او الشارح المحقق: شیخ جلال الدین محلی (صاحب التفسیر) کبھی کوئی اور شارح بھی مراد ہوتا ہے۔

۵- الشیخان: امام رافعی۔ امام نووی

۶- الشیوخ: امام رافعی۔ امام نووی اور امام سبکی

۷- قال بعضھم: اس سے مراد کوئی شارح ہے۔

۸- المتقدمین: امام نووی تک وارد علماء کرام۔

۹- المتاخرین: امام نوویؒ کے بعد کے علماء کرام۔

خود امام نووی یا ان سے قبل کی اصطلاح میں ۴۰۰ھ تک متقدمین اور اس کے بعد کے متاخرین کہلاتے ہیں۔

۱۰-تحفۃ المحتاج میں جب شیخنا کہا جائے تو مراد شیخ الاسلام زکریا انصاری صاحب منہج ہوتے ہیں۔

۱۱-خطیب شربینی جب شیخنا کہیں تو صاحب نہایۃ جمال اور رملی صغیر مراد ہیں۔

طرق: امام شافعیؒ کے مذہب کو نقل کرنے والے احباب، مثلاً من طریق ربیع اومن طریقة مزنی۔

اقوال: امام صاحب کی جانب منسوب مسائل۔

اوجہ: امام صاحب کے اصول وقواعد پر متفرع کئے ہوئے اصحاب شوافع کے مسائل۔

چند اصطلاحات کی وضاحت:

(۱) اظھر: اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ کے اندر چار طرح کے مسائل ہیں۔

۱-خلافیه: یعنی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

۲-ارجحیه: یعنی مسئلہ مذکور میں قول راجح ومرجوح دونوں ہیں، راجح مذکور ہے مرجوح اس کے مقابل ہے۔

۳-اس میں اختلاف قولی ہے، یعنی امام شافعی کے قول کا۔

۴-ظھور القابل: یعنی مقابل فتویٰ میں گرچہ معتمد ہے لیکن اظہر پر عمل وحکم ہے۔

اس تعبیر کے منہاج الطالبین میں ۳۹۵ مسائل ہیں۔

(۲) مشھور: اس میں بھی چار طرح کے مسائل ہیں۔

۱-مسئله مختلف فیه، ۲-ارجحیه، ۳-اس کے مقابل پوشیدہ مسئلہ ہے جو ضعیف ہے، ۴-اختلاف قول شافعی میں ہے۔

منہاج میں اس تعبیر کو ۳۳ جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) الاصح: اس میں بھی چار مسائل ہوں گے:

۱-خلافیہ، ۲-ارجحیہ، ۳-صحیح کے مقابل بات فاسد ہے یعنی ضعیف اس پر عمل نہیں ہوگا،

۴-اختلاف اوجہ اصحاب کا ہے۔

۱۷۶ مسائل میں یہ تعبیر مستعمل ہے۔

قول جدید:

اخیر مرتبہ جب آپ مصر میں داخل ہوئے اور قیام فرمایا۔ اس مدت میں جو مسائل بیان فرمائے، وہ قول جدید ہے۔ اس کے مشہور راویوں میں درج ذیل حضرات ہیں:

امام بویطی، امام مزنی، امام ربیع مرادی، امام حرملہ اور شیخ یونس عبدالاعلی وغیرہ ہیں جب امام نووی جدید کہیں تو اس کا مطلب ہوگا اس کے مقابل قول قدیم بھی ہے جو مرجوح ہے۔ اس تعبیر کے تقریباً ۷۵ مسائل ہیں۔

قول قدیم:

مصر میں داخل ہونے سے پہلے جو مسائل بیان فرمائے وہ قول قدیم کہلاتے ہیں۔

قول قدیم کے راویوں میں امام احمد بن حنبل، علامہ زعفرانی، علامہ کرابیسی، شیخ ابوثور ہیں، اس قول قدیم کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مقابل قول جدید ہے۔ قدیم مرجوح ہے اور جدید راجح ہے۔ مقابل قول جدید ہے جو مذکور نہیں ہے اور اس پر عمل ہے۔ اس تعبیر کے ۲۹ مسائل ہیں، لیکن ۱۹ مسائل ایسے ہیں جن میں قدیم قول پر فتویٰ ہے۔

مذہب: یعنی اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مذہب سے تعبیر مسئلہ مذکور راجح ہے۔ اختلاف بین الاصحاب ہے، مقابل مسئلہ مذہب مرجوح ہے۔ اس پر عمل نہیں ہوگا۔ ۱۷۸ مسائل میں یہ تعبیر مستعمل ہے۔

وقیل: اس مسئلہ میں اختلاف بین الاصحاب ہے۔ مذکور مسئلہ ضعیف ہے، مقابل مسئلہ اصح یا

صحیح ہے۔

۴۳۹ مسائل میں یہ تعبیر امام نووی نے استعمال کی ہے۔

فی قول کذا:

مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اختلاف اقوال شافعیؒ کا ہے مذکور قول ضعیف ہے۔ مقابل اظہر یا مشہور ہے اور اس پر عمل ہے۔ ۳۰۳ مسائل اس تعبیر کے ہیں۔

اقوال: مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ یعنی امام صاحب کے دو سے زیادہ قول ہیں اور ان میں ایک قول راجح ہے اور ترجیح اصحاب نے دی ہے یا نص کی وجہ سے ترجیح ہے۔ ۱۷ مسائل اس تعبیر کے ہیں۔

نص، منصوص:

یعنی نص شافعیؒ سے یہ مسئلہ مذکور ہے۔ منصوص یعنی یہ مسئلہ نص شافعی کے ذریعہ امام نووی کے نزدیک راجح ہے۔ نص سے جو تعبیر ہے وہ مذہب میں راجح مسئلہ ہے۔ اس کا مقابل انتہائی ضعیف ہے اس پر عمل نہیں ہوگا۔

منصوص کا بھی یہی حکم ہے، نص کی تعبیر ۱۷ مقامات پر اور منصوص کی تعبیر ۱۳ مقامات پر مذکور ہے۔

فی وجہ کذا:

اصحاب کا اختلاف ہے اور وجہ مذکور ضعیف ہے، اس کے مقابل اصح یا صحیح ہے وعلیہ العمل، ۲۷ مسائل اس تعبیر کے ہیں۔

وجہین: اس مسئلہ میں اصحاب کا اختلاف ہے، ان دونوں میں وہ اختلاف منحصر ہے، بعض جگہ امام نوویؒ نے ترجیح دی ہے اور بعض کو بلا ترجیح چھوڑ دیا ہے۔ دیگر بعد کے علماء نے اس میں ترجیح دی ہے۔ ایسے ۷ مسائل ہیں۔

اوجہ: اس میں اصحاب کا اختلاف ہے۔ اس کا مقابل ضعیف ہے۔ یہ تین جگہ تعبیر ہے۔

فی قول او وجه: یہ تعبیر تردد کو بتلا رہی ہے۔ وجہ یا قول ضعیف ہے۔ مقابل اظہر یا مشہور مسئلہ ہے۔ اس تعبیر کے بھی تین مسائل ہیں۔

تیسرا باب

فقہ شافعی اور علماء ہند کی خدمات

امام شافعی اور ہندوستان میں فقہ شافعی

ایک تعارف

مولانا صفدر زبیر ندوی ☆

امام شافعی - نشو ونما اور تعلیم :

سیدنا حضرت امام شافعیؒ سے کون صاحب علم واقف نہ ہوگا، جن کی شہرت کو اللہ تعالی نے چہار دانگ عالم میں پہنچائی، نام محمد رکھا گیا، اور والد کا نام ادریس تھا، اس طرح امام شافعی کا نام نبیوں والا اور والد کا نام بھی نبیوں والا تھا، گویا یہ ایک غیبی تائید تھی اور گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کے اندر بھی نبیوں والے صفات پائے جائیں گے، اور کیوں نہ ہو کہ آپ کو حضور ﷺ سے خاندانی قربت حاصل تھی کہ آپ قرشی مطلبی ہیں، اور آپ کا نسب عبد مناف تک پہنچ کر حضور ﷺ سے جاملتا ہے، آپ کے والد کے پردادا کا نام شافع تھا جنہیں صحابی ابن صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، ان کی نسبت سے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ملک شام میں واقع ایک شہر عسقلان کے ایک گاؤں "غزہ" میں ہوئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جس رات حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی اسی رات حضرت امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی، اس سے میں سمجھتا ہوں کہ شاید اللہ تعالی کا یہ مقصود ہوگا کہ خیر القرون کے دور زریں میں سیاسی اتھل پتھل کے باوجود امت مسلمہ کی شرعی رہنمائی میں کوئی کمی یا کوئی

☆ رفیق شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی۔

رکاوٹ یا کوئی گیپ نہ ہونے پائے، اور الحمد للہ حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا یا جو کمی واقع ہوئی اس کو پُر کیا، اس طرح آپ نے فقہ حنفی کے دائرہ کو اصول فقہ میں اضافہ کر کے مزید وسعت دی، گویا فقہ حنفی اور فقہ شافعی دین وشرع کے ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں، یہی وجہ ہے کہ دونوں فقہ کے ماننے والوں کی تعداد دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہے، اور دونوں امام اپنے اصل ناموں کے بجائے اپنی کنیت اور نسبت سے زیادہ مشہور ہوئے، اور کیوں نہ ہوں کہ بعض اجلہ صحابہ کے ساتھ بھی ایسا ہی پیش آیا۔

آپؒ بہت ہی ذہین تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو مضبوط قوت حافظہ عطا فرمایا تھا، آپؒ نے کم عمری میں ہی قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا تھا اور احادیث کی اچھی خاصی تعداد آپؒ نے برزبان کر لیا تھا، توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس لابن حجر میں لکھا ہے کہ آپؒ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور دس سال کی عمر میں پوری مؤطا امام مالک زبانی یاد کر لی، عربی زبان وادب میں مہارت پیدا کرنے کے لئے آپؒ نے قبیلہ ہذیل میں چند سال گزارنے کا فیصلہ کیا، چونکہ اس وقت قبیلہ ہذیل زبان کی فصاحت وبلاغت میں بہت ممتاز تھا، آپؒ نے وہاں اشعار واخبار سے شغف رکھا، عربوں کی عادات اور روایات کو ذہن نشین کیا، اور عربی زبان وادب میں اتنا کمال پیدا کر لیا کہ اصمعی جیسے شخص کو جن کا زبان وادب اور لغت میں اس وقت شہرہ تھا، ان کو بھی یہ اعلان کرنا پڑا کہ: "**أخذت شعر هذيل من الشافعي**"، اور امام احمد بن حنبلؒ تو اپنے استاذ کے بارے میں یہ اعتراف کرتے تھے کہ "**كان الشافعي من أفصح الناس**"۔ پاکیزگی اور تقوی میں لپٹی ہوئی ان کی شاعری کا اعتراف تو پوری دنیا نے کیا ہے، اس کے لئے ان کی پوری شاعری سے یہ اشعار بطور مثال کافی ہیں:

بقدر الكدّ تكتسب المعالي ومن طلب العلا سهر الليالي

شكوت إلى وكيع سوء حفظي فأوصاني إلى ترك المعاصي

فإن العلم نور من إله ونور الله لا يعطى لعاصي

امام شافعیؒ نے مکہ کے علماء سے کسب فیض کے بعد طلب علم کے لئے خاص طور پر مدینہ اور عراق کا سفر کیا، اور تمام شرعی و ادبی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی، آپؒ نے جہاں ایک طرف مکہ میں مسلم بن خالد زنجی، سفیان بن عیینہ اور اسماعیل بن قسطنطین العطار وغیرہ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا وہیں مدینہ پہنچ کر حضرت امام مالکؒ کی شاگردی اختیار کی اور موطا کی روایت کی، ان کے علاوہ مدینہ کے اساتذہ میں ابراہیم بن سعد انصاری الزہری، ابراہیم بن ابی یحیی، محمد بن ابی سعید، عبداللہ بن نافع وغیرہ ہیں۔ اسی طرح آپ نے بغداد کے حدیث وفقہ کے دبستانوں سے بھی خوب خوب استفادہ کیا، یہاں آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن حسن شیبانی سرفہرست ہیں، ان کے علاوہ شیخ وکیع بن جراح، یحیی بن سعید القطان، یوسف بن یعقوب الماجشون وغیرہ بھی آپؒ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

آپؒ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابراہیم بن محمد مطلبی، موسی بن ابی الجار، احمد بن حجاج مروزی، احمد بن سعید بن بشر ہمدانی، حسین بن علی کرابیسی، احمد بن محمد بن یحی کرابیسی، ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار مرادی، حرملہ بن یحیی اصمعی، عبدالملک بن ہشام، بشر بن غیاث المریسی اور اسماعیل بن یحیی مزنی جیسے مشہور ائمہ حدیث وفقہ اور لغت ونحو ہیں۔

۱۹۹ھ میں مصر تشریف لے جانے سے پہلے کے اجتہادات وآراء کو آپ کا مذہب قدیم اور اس کے بعد کے آراء واجتہادات کو آپ کا مذہب جدید کے نام سے جانا جاتا ہے، آپ کی وفات ۳۰/رجب ۲۰۴ھ میں ہوئی، اور مصر میں ہی آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

امام شافعیؒ کی تصنیفات وتالیفات:

امام شافعیؒ کی تصانیف میں ''الرسالہ'' اور ''کتاب الام'' زیادہ مشہور ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ ''الحجۃ'' اور ''المبسوط'' میں مصر آنے کے بعد آپ نے کچھ ترمیم اور حذف واضافہ کئے اور یہی ''الام'' کے نام سے شائع ہوئیں، امام شافعیؒ کے کئی چھوٹے رسالے اور تصانیف ''کتاب الام'' میں شامل ہیں، جیسے: کتاب اختلاف الحدیث، کتاب بیان فرائض اللہ، کتاب ادب القاضی، کتاب جماع العلم وغیرہ۔

ان کتابوں کے علاوہ آپؒ کی تصانیف میں کتاب السنن، احکام القرآن ، کتاب الاختلاف، کتاب سیر الاوزاعی، الآمالی الکبری، الاملاء الصغیر اور دیوان الامام الشافعی وغیرہ شامل ہیں، اور مسند الامام الشافعی آپؒ کی مرویات میں سے ہے جسے ابوالعباس الاصم (متوفی ۳۴۶ھ) نے مرتب کیا ہے، ابھی حالیہ برسوں میں ''موسوعۃ الامام الشافعی'' نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کی تحقیق وترقیم شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ علی محمد معوض نے کی ہے، اس موسوعہ میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل کی گئی ہیں:

۱- کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی۔
۲- کتاب اختلاف علی وعبداللہ بن مسعودؓ۔
۳- کتاب اختلاف مالک والشافعی۔
۴- کتاب جماع العلم۔
۵- کتاب بیان فرائض اللہ۔
۶- کتاب صفۃ نہی النبی ﷺ۔
۷- کتاب ابطال الاستحسان۔
۸- کتاب الرد علی محمد بن الحسن الشیبانی۔
۹- کتاب سیر الاوزاعی۔
۱۰- کتاب القرعہ۔
۱۱- کتاب اختلاف الحدیث۔
۱۲- کتاب المسند۔

فقہ شافعی پر کتابیں:

مکہ مکرمہ میں نو سالوں تک شمع علم کی روشنی پھیلانے کے بعد جب امام شافعیؒ ۱۹۵ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لائے تو اس وقت تک آپ کی مجتہدانہ شان جلوہ گر ہو چکی تھی اور آپؒ کی شہرت

محدث وفقیہ اور ماہر ادب ولغت کی حیثیت سے پورے عالم اسلام میں پہنچ چکی تھی، بغداد پہنچ کر آپ کا مستقل فقہی دبستان وجود میں آیا، آپ کے شاگردوں اور متبعین نے آپؒ کے اجتہادات و آراء کی اشاعت کی اور فقہ شافعی کے تعلق سے مستقل کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱- مختصر المزنی فی فروع الشافعی، اس کی تصنیف ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی المصری نے کی ہے۔

۲- نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب، یہ امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی کی تصنیف ہے۔

۳- البسیط فی الفروع، اس کتاب کو ابو حامد محمد بن محمد الغزالی نے ''نہایت المطلب فی درایۃ المذہب'' کے اختصار کے طور پر لکھا ہے، اور امام غزالی خود اپنی کتاب البسیط فی الفروع کا اختصار ''الوسیط فی المذہب'' نامی کتاب میں کیا ہے، اور پھر آگے چل کر امام غزالی نے الوسیط فی المذہب کا بھی اختصار کیا اور اس کا نام ''الوجیز فی فقہ مذہب الامام الشافعی'' رکھا۔

۴- التہذیب فی فقہ الامام الشافعی، یہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی کی تصنیف ہے۔

۵- المہذب فی فقہ الامام الشافعی، اس کے مصنف ابو اسحاق شیرازی ہیں۔

۶- المحرر فی فروع الشافعیہ، یہ ابو القاسم عبدالکریم بن محمد رافعی کی تصنیف کردہ ہے۔

۷- العزیز شرح الوجیز، جو ''الشرح الکبیر'' کے نام سے مشہور ہے، یہ ''الوجیز فی فقہ مذہب الامام الشافعی للغزالی'' کی شرح ہے، اور جس کے مصنف امام ابو القاسم عبدالکریم الرافعی ہیں۔

۸- منہاج الطالبین، یہ کتاب ''المحرر فی فروع الشافعیہ'' للرافعی کا اختصار ہے، اور اس کے مصنف ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی ہیں۔

۹- روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتیین، یہ کتاب بھی امام نووی کی تصنیف ہے، اور رافعی کی کتاب ''العزیز شرح الوجیز'' کا اختصار ہے۔

۱۰- کنز الراغبین فی شرح منہاج الطالبین، اس کے مصنف جلال الدین محمد بن احمد المحلی ہیں۔ یہ کتاب شرح المحلی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

۱۱- اسنی المطالب شرح روض الطالب، یہ ابو یحیی زکریا الانصاری کی تصنیف ہے، اور ''روض الطالب'' کے مؤلف شیخ اسماعیل ہیں، اور یہ کتاب ''روض الطالب'' امام نووی کی کتاب ''روضۃ الطالبین'' کا اختصار ہے۔

۱۲- مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج، اس کی تصنیف شمس الدین محمد بن محمد خطیب شربینی نے کی ہے، یہ کتاب ''منہاج الطالبین'' للنووی کی شرح ہے۔

۱۳- تحفۃ المحتاج لشرح المنہاج، امام شہاب الدین ابن حجر الہیتمی کی تصنیف ہے، یہ ''منہاج الطالبین'' کی شرح ہے۔

۱۴- نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج، یہ کتاب شمس الدین محمد الرملی کی ہے، اور یہ بھی ''منہاج الطالبین'' کی شرح ہے۔

۱۵- البجیرمی علی الخطیب، یہ کتاب خطیب شربینی کی کتاب ''الاقناع فی حل ألفاظ ابی شجاع'' پر سلیمان بن محمد بن عمر البجیرمی کا حاشیہ ہے۔

۱۶- منہج الطلاب، اس کے مصنف ابو یحیی زکریا الانصاری ہیں، اور یہ ''منہاج الطالبین'' للنووی کا اختصار ہے۔

۱۷- حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج، یہ کتاب ''منہج الطلاب'' لزکریا الانصاری پر سلیمان بن عمر الشافعی کا حاشیہ ہے۔

۱۸- الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی، یہ کتاب شام کے تین علماء ڈاکٹر مصطفیٰ سعید الخن، ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، اور شیخ علی الشربجی کی تصنیف ہے۔

۱۹- الغایۃ فی اختصار النہایہ، یہ امام عز الدین بن عبد السلام کی تصنیف ہے، اور جو نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب للجوینی کا اختصار ہے۔

۲۰- زاد المحتاج فی شرح المنہاج، یہ ایک ایرانی شافعی عالم عبد اللہ بن حسن آلحسن کوہجی کی تصنیف ہے، اور '' منہاج الطالبین للنووی '' کی شرح ہے۔

اس کے علاوہ بھی فقہ شافعی کی تائید میں کتابیں لکھی گئیں لیکن نمونہ کے طور پر ان مذکورہ بالا صرف ۲۰ کتابوں کا ذکر کیا گیا۔

ہندوستان میں فقہ شافعی:

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے عرب تاجروں اور مسلمان درویشوں کے ذریعہ پہنچا، مسلمان تاجروں کے قافلے سمندری راستوں سے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں داخل ہوئے، اور ان کے ذریعہ جنوبی ہند، لنکا، مالابار، گجرات، تامل ناڈو وغیرہ میں عہد صحابہ میں ہی اسلام پہنچ چکا تھا، یہاں تک کہ جب ان کا تجارتی دائرہ وسیع ہوا، اور رفتہ رفتہ ساحلی علاقوں میں ان کی آبادیاں قائم ہوئیں، اور ملک کے دوسرے باشندوں کے ساتھ ان کی سکونت اور ان کا رہنا سہنا ہونے لگا تو انہوں نے کالی کٹ کے نام سے ایک تجارتی منڈی قائم کر لی، مہاراجہ سامری معجزہ شق القمر کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوا، اور لنکا کا راجہ سنہ ۴۰ھ میں مسلمان ہوا، اور کالی کٹ کے علاقہ میں پہلی صدی ہجری میں مالک بن دینار کے ہاتھوں ایک مسجد کی سنگ بنیاد رکھی گئی بہر حال اس علاقے کے راجاؤں نے مسلمانوں کو اسلامی نظام کے ساتھ زندگی گزارنے کی پوری پوری آزادی دی۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مخدوم کا خاندان نویں صدی ہجری ر پندرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں مالابار کے علاقہ میں پہنچا، کیرالا میں اس خاندان کے بانی شیخ قاضی زین الدین ابراہیم بن احمد یمن کے ایک علاقے '' معبر'' سے چل کر ریاست تامل ناڈو کے علاقے کایل پٹنم اور کیلکرا کے راستے کوچین پہنچا، اور پھر وہاں سے پُنّانی (مالابار) منتقل ہوا، اور وہیں سکونت اختیار کر لی، اور یہیں فقہ شافعی کا پھیلاؤ ہوا، یہی وجہ ہے کہ ریاست کیرالا میں شوافع کی اکثریت ہے، اس کے علاوہ ریاست کرناٹک میں بھٹکل اور ریاست مہاراشٹر میں کوکن کے علاقے میں شوافع بڑی تعداد میں ہیں۔

قاضی زین الدین ابراہیم سے پہلے کے علماء شوافع:

قاضی زین الدین ابراہیم کے ہندوستان آنے سے پہلے بھی یہاں علماء شوافع کا وجود رہا ہے، اور جو اپنے علم وفضل سے خطے کو سیراب کرتے رہے ہیں، ان میں سے چند کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱-امام محمد بن عبدالرحیم بن محمد صفی الدین شافعی ہندی ارموی:

آپ کی پیدائش ربیع الثانی ۶۴۴ھ میں ہوئی، دہلی میں پیدا ہوئے، آپ نے ملک روم کے شہر قونیہ میں آذربائیجان کے شہر ''ارمیہ'' کے رہنے والے سراج الدین شافعی کی خدمت میں ایک طویل مدت گذاری، اس نسبت سے آپ ارموی بھی کہلاتے ہیں۔

آپ نے رجب ۶۶۷ھ میں دہلی کو خیر باد کہا اور یمن چلے گئے، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، وہاں سے ۶۷۱ھ میں مصر کا سفر کیا، اور پھر ۶۷۵ھ میں وہاں سے ملک روم چلے گئے، ان تمام ممالک کی سیر کرتے ہوئے اور وہاں کے علماء سے کسب فیض کرتے ہوئے ۶۸۵ھ میں دمشق آ گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی، آپ ہی کا مناظرہ علامہ ابن تیمیہ سے ہوا تھا، جس میں علامہ ابن تیمیہ کو شکست ہوگئی تھی۔

امام صفی الدین ہندی کی تصانیف:

۱-نہایۃ الوصول فی درایۃ الأصول (اصول فقہ میں)۔

۲-الزبدۃ (علم کلام میں)۔

۳-الفائق (اصول دین میں)۔

۴-الرسالۃ التسعینیہ فی الاصول الدینیہ (اصول دین میں)۔

۵-الرسالہ السیفیہ (اصول فقہ میں)۔

فقہ شافعی کے اس ممتاز ہندی عالم وفقیہ کی وفات وہیں دمشق میں ۲۹/صفر ۷۱۵ھ کو ہوئی،

اور مقابر الصوفیہ میں تدفین عمل میں آئی۔

۲-شیخ مخدوم علی مہائمی شافعی:

آپ قدیم گجرات اور اب ریاست مہاراشٹر کی سرزمین کوکن کے ایک علاقہ مہائم میں ۱۰ محرم ۷۷۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام علی ہے، کنیت ابوالحسن اور لقب زین الدین ہے۔ آپ ایک متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کشف صوفی بھی تھے، آپ کی تعلیم و تربیت میں والد محترم شیخ احمد کا بڑا ہاتھ رہا، تمام علوم کی تعلیم آپ نے اپنے گھر پر ہی حاصل کی۔

شیخ مہائمی کی تصانیف:

۱-تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان بعض مایشیر إلی إعجاز القرآن (جو "تفسیر مہائمی" سے زیادہ مشہور ہے)۔

۲-تنویر الجنان (یہ سورہ فاتحہ کی ایک الگ مستقل تفسیر ہے)۔

۳-رسالہ عجیبہ (اس میں سورہ بقرہ کی پہلی آیت کے وجوہ اعراب کا ذکر ہے)۔

۴-انعام الملک العلام بإحکام حکم الأحکام (اس میں مصنف نے اسرار شریعت اور احکام شرع کی حکمتوں کو بیان کیا ہے)۔

۵-اجلۃ التائید فی شرح ادلۃ التوحید (آپ کی ایک مختصر کتاب "ادلۃ التوحید" ہے جس میں آپ نے شیخ ابن عربی کے نظریہ توحید کی ترجمانی کی ہے، اسی رسالہ ادلۃ التوحید کی یہ شرح ہے)۔

۶-الضوء الاظہر فی شرح النور الازہر (اس کتاب میں آپ نے شیخ ابن عربی کے نظریہ قضاء وقدر پر بحث کی ہے)۔

۷-خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم (یہ شیخ ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" کی شرح ہے، جس میں مسئلہ وحدت الوجود سے بحث کی گئی ہے)۔

۸-الرتبۃ الرفیعہ فی الجمع والتوفیق بین اسرار الحقیقۃ وانوار الشریعۃ (یہ کتاب آپ نے شیخ

ابن عربی پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں لکھا ہے)۔

۹-زوارق اللطائف فی شرح عوارف المعارف (یہ کتاب شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب "عوارف المعارف" کی شرح ہے)۔

۱۰-إرادۃ الدقائق شرح مرآۃ الحقائق (محمد عزالدین المغربی نے فلسفہ وحدت الوجود پر ایک کتاب فارسی زبان میں "جام جہاں نما" لکھی، شیخ مہائمی نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا اور پھر اس عربی کتاب کی شرح مذکورہ بالا نام سے لکھی)۔

ان کے علاوہ بھی شیخ مہائمی کی کئی کتابیں ہیں جن کا ذکر یہاں چھوڑا جاتا ہے، علم کے ساتھ روحانیت کی ضوفشانی کرنے والے حضرت مخدوم علی مہائمی شافعی نے ۸ رجمادی الثانی ۸۳۵ھ کو اس دارفانی کو خیر باد کہہ کر رب حقیقی سے جاملے، اور وہیں ماہم میں آپ کی تدفین ہوئی۔

۳-قاضی زین الدین رمضان بن قاضی موسی بن قاضی ابراہیم شالیاتی مالاباری:

آپ کالی کٹ کے ایک علاقے چیلم میں ۷۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی علوم اپنے والد محترم سے حاصل کی، اور سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، پھر بلاد عرب کا سفر کیا، اور شیخ عبداللہ یافعی یمنی سے کتب فقہ وحدیث پڑھی، اور پھر مکہ کے علماء سے بھی کسب فیض کیا، پھر وطن واپس ہوئے اور جامعہ چیلم اور جامعہ کالی کٹ میں مدرس اور قاضی کی حیثیت سے بحال ہوئے۔ آپ کی وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی۔

آپ کی تصانیف:

۱-عمدۃ الاصحاب ونزہۃ الأحباب۔

قاضی زین الدین ابراہیم کے بعد کے علماء شوافع:

مذکورہ بالا علماء کے علاوہ نویں صدی ہجری میں اور اس کے بعد شوافع ہند میں بڑے اصحاب التصانیف علماء پیدا ہوئے، جن میں چند کا ذکر سرسری طور پر کیا جارہا ہے:

۱-قاضی فخر الدین ابوبکر بن شیخ زین الدین رمضان بن قاضی موسی بن قاضی ابراہیم شالیاتی کالیکوٹی:

آپ کی ولادت کالی کٹ میں سن ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء میں ہوئی، اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، پھر حج کو چلے گئے، حج کے بعد حرمین کے علماء سے علوم شرعیہ کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا، لغت کا علم بھی حاصل کیا اور فضائل ومناقب میں آپ نے وافر حصہ پایا۔ وطن واپسی کے بعد کالی کٹ کی بڑی مسجد میں قاضی اور مدرس بنائے گئے، آپ شاعر بھی تھے، آپ کی کئی شعری تصنیفات ہیں:

۱-الوردۃ الذکیہ فی تخمیس البردۃ الزکیۃ۔

۲-راحۃ الفؤاد فی تخمیس ''بانت سعاد''۔

۳-مولد فی مدح خیر البریۃ۔

ان کے علاوہ بھی آپ کی تصنیفات ہیں، آپ کی وفات ۸۹۵ھ/۱۴۸۹ء میں ہوئی۔ اور کُچھیرا میں مقبرہ قاضیان میں مدفون ہوئے۔

۲-شیخ ابویحیی زین الدین بن علی بن احمد شافعی اشعری مالاباری:

آپ ۱۰/شعبان ۸۷۳ھ/۱۴۶۷ء میں کوچین میں پیدا ہوئے، آپ نے کوچین کے علاوہ پونن اور کالی کٹ میں تعلیم حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ کا سفر کیا، وہاں چند سال گزارنے کے بعد جامع ازہر مصر کا رخ کیا، اور وہاں مشاہیر علماء سے ملاقاتیں کیں، اور ان سے کسب فیض کیا، اس کے بعد اپنے اس طویل علمی سفر سے پونن واپس آئے اور یہاں عظیم علمی اور دعوتی خدمات انجام دیں، آپ کے دعوتی کام کی وجہ سے بے شمار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، آپ نے سلسلہ چشتیہ میں شیخ قطب الدین بن فرید الدین بن عز الدین الأجودھنی کے ہاتھ پر اور سلسلہ شطاریہ میں شیخ ثابت بن عین بن محمود الزاہدی کے ہاتھ پر بیعت کی اور دونوں نے آپ کو اپنے سلسلہ میں بیعت کرنے کی بھی اجازت دی۔

تالیفات وتصنیفات:

آپ کی ۲۵ سے زائد کتابیں ہیں جن میں سے چند ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱- مرشد الطلاب إلی الکریم الوہاب (تصوف میں)۔

۲- تحفۃ الاحباء وحرفۃ الألباء (ادعیہ ماثورہ میں)۔

۳- ارشاد القاصدین فی اختصار منہاج العابدین للامام الغزالی۔

۴- کفایۃ الفرائض فی اختصار الکافی فی الفرائض (فقہ میں)۔

۵- الصفا من الشفا للقاضی عیاض (سیرت نبوی ﷺ میں)۔

۶- حاشیہ علی کتاب الارشاد لابن المقریٔ (فقہ میں)۔

۷- تسہیل الکافیہ شرح کافیۃ ابن حاجب (نحو میں)۔

۸- قصص الأنبیاء۔

۹- السیرۃ النبویہ۔

۱۰- أرجوزۃ فی الفلسفۃ۔

آپ کی وفات ۱۶/شعبان ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۲ء میں ہوئی اور پنّانی میں آپ کی تدفین ہوئی۔

۳- قاضی شہاب الدین احمد بن شیخ ابوبکر فخر الدین شالیاتی کالیکوٹی:

آپ کی ولادت ۸۷۹ھ/ ۱۴۷۴ء میں کالی کٹ میں ہوئی، تمام علوم کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر حج وعمرہ کے لئے مکہ ومدینہ تشریف لے گئے، اور ادائے حج کے بعد آپ نے وہاں تین سال قیام کیا اور علمائے حرمین سے کسب فیض کیا، پھر اس کے بعد وطن لوٹے اور کالی کٹ میں جامع مسجد منتقال میں چند سالوں تک قاضی اور مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، اور پھر والد کے انتقال کے بعد کالی کٹ ہی میں واقع کُچھیرا کی جامع مسجد میں قاضی اور مدرس کی حیثیت سے بحال ہوئے، پرتگالیوں کے خلاف جہاد میں آپ نے حصہ لیا تھا۔

آپ کی وفات سن ۹۶۰ھ/ ۱۵۵۲ء میں ہوئی، اور کچھیرا کے قاضیوں کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

۴-سید احمد جلال الدین بن سید اسماعیل بخاری جلالی:

آپ ۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء میں بخاری میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر علماء بخاری سے کسب فیض کیا، اور عارف باللہ مولانا صلاح بن جمعہ القادری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، پھر وہاں سے اپنے شیخ صلاح بن جمعہ اور اپنی اہلیہ کے ساتھ مالابار کا سفر کیا، پلاپٹن میں ۹۲۸ھ/۱۵۲۱ء میں اترے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، پھر وہاں کے قاضی سید ابراہیم پلاپٹنی (جوکہ آپ کے خسر بھی تھے) کی وفات کے بعد آپ وہاں کے قاضی ہوئے، آپ ولی تھے اور قطب کے درجہ پر فائز تھے، آپ کے ہاتھ پر مالابار کے علاقے کے بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، آپ صاحب کشف بزرگ تھے، آپ کی وفات ۹۷۷ھ/ ۱۵۶۹ء میں ہوئی، اور وہیں پلاپٹنم میں مدفون ہوئے۔

۵-شیخ عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروسی الیمنی الاحمد آبادی:

آپ کی ولادت یمن میں واقع ایک علاقہ ''تریم'' میں سن ۹۱۹ھ/ ۱۵۱۴ء میں ہوئی، ۹۵۸ھ میں آپ ہندوستان آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی، اور ۳۲ سال قیام کے بعد یہیں آپ نے وفات پائی۔

آپ نے شیخ شہاب الدین احمد بن عبدالرحمٰن، شیخ ابوبکر بن عبداللہ العیدروس، شیخ ابوبکر بن سالم، علامہ ابن حجر ہیتمی اور علامہ عبداللہ بن احمد باقشیر الحضرمی وغیرہ سے روایت کی۔

آپ کی تصانیف:

۱-العقد النبوی والسر المصطفوی۔

۲-الفوز والبشری۔

۳-قصیدہ تحفۃ المرید فی علم التوحید۔

۴- رسالۃ فی العدل۔

۵- لمحات الحکم علی لامیۃ العجم (تصوف میں)۔

۶- دیوان شعر۔

ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی کتابیں ہیں، آپ کی سوانح پر بھی کتابیں لکھی گئیں، جن میں سے ایک کتاب ''نزہۃ الإخوان والنفوس فی مناقب شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس'' ہے، جسے شیخ احمد بن علی البسکری المکی نے تالیف کیا ہے۔

۶- شیخ احمد زین الدین بن قاضی محمد الغزالی الملیباری:

آپ کنانور ضلع کے ایک علاقہ چومبل میں سن ۹۳۸ھ/ ۱۵۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور اپنے چچا شیخ عبدالعزیز سے حاصل کی، آپ حافظ ابن حجر الہیتمی کے بھی شاگرد ہیں، بیت اللہ کا حج کیا اور مکہ میں قیام کر کے وہاں کے علماء و مشائخ سے مختلف علوم حاصل کئے، ان علماء و مشائخ کے علاوہ دوسروں سے بھی مختلف مسائل میں فتاوے حاصل کئے، اور امام محمد بن ابی الحسن البکری الصدیقی کے ہاتھ پر مکہ ہی میں سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، وہاں سے واپس آنے کے بعد مسلک شافعی کی خوب خدمت کی، اور تقریباً ۶۳ سال تک پونّن کی جامع مسجد میں مختلف علوم کا درس دیا، آپ کے ہزاروں شاگرد ہوئے جن میں سے بعض خود ہی اپنے زمانے کے مشہور و معروف عالم ہوئے۔

نوے سال کی عمر میں سن ۱۰۲۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی، اور چومبل کے ایک علاقے کنجی پلی میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی تصانیف:

۱- فتح المعین شرح قرۃ العین (فقہ میں)۔

۲- تحفۃ المجاہدین فی بعض أخبار البرتغالیین (مالابار کی قدیم تاریخ اور ہندوؤں کے مختلف دھرموں کے احوال پر ہے)۔

۳-ارشاد العباد إلی سبیل الرشاد۔

۴-احکام أحکام النکاح۔

۵-الاجوبۃ العجیبہ عن الاسئلۃ الغریبہ۔

۶-مختصر شرح الصدور فی أحوال الموتی والقبور للامام السیوطی۔

۷-الجواہر فی عقوبۃ أہل الکبائر۔

۸-الفتاوی الہندیہ۔

ان کے علاوہ بھی آپ کی کتابیں ہیں اوران کتابوں پر شروحات وحواشی بھی لکھے گئے ہیں۔

۷-سید اسماعیل بن سید احمد جلال الدین بخاری پلاپٹنی مالاباری:

آپ مالابار کے ایک گاؤں پلاپٹن میں سن ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور کالی کٹ گئے، وہاں قاضی عبد العزیز بن شہاب الدین احمد وغیرہم سے کسب فیض کیا، آپ بڑے عالم اور ولی کامل تھے، قادری سلسلہ کے شیخ تھے، عابد وزاہد اور صاحب کشف بزرگ تھے، دعوت اسلامی کی غرض سے کوچین میں بہت عرصے تک قیام کیا، اور بہت سے ہندوؤں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ کی وفات کچ میں ۱۰۲۱ھ/ ۱۶۱۲ء میں ہوئی، اور کچن گڈی کی جامع مسجد کے قریب مدفون ہوئے۔

ان مذکورہ بالا علماء شوافع کے علاوہ بھی سیکڑوں اصحاب تصانیف علماء ہندوستان میں ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے صرف چند کے اسمائے گرامی ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

۱-آٹھویں صدی ہجری میں ملیبار کے علاقے منگرور کے ایک قاضی مولانا بدر الدین معبری شافعی تھے جن کا ذکر ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔

۲-شیخ شہاب الدین کازرونی جو کالی کٹ کے ایک صوفی بزرگ تھے، ان کے بیٹے جن کا نام فخر الدین کازرونی ہے، ان کی خانقاہ کولم شہر میں تھی، ان سے بھی ابن بطوطہ نے ملاقات کی اور ان کی

خانقاہ میں قیام کیا، جس کا ذکر اپنے سفرنامہ میں ابن بطوطہ نے کیا ہے۔

۳-سید محمد بن سید القطب احمد جلال الدین پلاپٹنی مالاباری۔

۴-سید فخر الدین بن سید القطب احمد جلال الدین پلاپٹنی مالاباری۔

۵-سید احمد بن سید القطب احمد جلال الدین پلاپٹنی مالاباری۔

۶-شیخ عبدالقادر العیدروسی۔

۷-شیخ عبدالرحمٰن المخدوم الکبیر پُنّانی۔

۸-قاضی جمال الدین بن شیخ عثمان المعبری پُنّانی۔

۹-شیخ قاضی عثمان لبّا القاہری۔

۱۰-شیخ قاضی سلیمان القاہری۔

۱۱-شیخ احمد شیرازی بن محمد شیرازی مالاباری۔

۱۲-شیخ محمد الغزالی المخدوم۔

۱۳-شیخ عبدالعزیز المخدوم۔

۱۴-شیخ محمد کتی کاپپٹا مالاباری۔

ہندوستان میں فقہ شافعی کے ادارے اور مراکز:

کیرالا میں فقہ شافعی کے ادارے اور افتاء کے مراکز:

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی مسلک کی ترویج و اشاعت میں علماء اور مدارس کا کردار بہت اہم ہوتا ہے، ریاست کیرالا میں خاص طور پر مالابار اور کالی کٹ کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ وہاں عرب ممالک سے علماء کی آمد و رفت خاص طور پر یمن سے زیادہ رہی ہے، اور مالابار کو یہ فخر حاصل ہے کہ علامہ حافظ ابن حجر نے وہاں قدم رنجہ فرمایا، اور پونانی کی جامع مسجد میں درس بھی دیا، اور اس جامع مسجد میں آج بھی وہ پتھر موجود ہے جس پر علامہ حافظ ابن حجر کے درس کے دوران شمع رکھی جاتی تھی، پونانی میں قیام کے دوران حافظ ابن حجر نے بعض فتاوے بھی ترتیب دیئے، فی زمانا جو ادارے

اورمراکز فقہ شافعی کی ترویج میں رول ادا کررہے ہیں ان میں سے چند معروف اداروں کا ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے:

۱- مستھا کیرلا جمعیۃ العلماء:

۱۹۲۶ء میں اس تنظیم کی بنیاد پڑی، اس میں ۴۰ علماء کرام کی جماعت ہے جو ملی، سماجی اور دینی امور میں قیادت کرتی ہے، اس کے تحت ایک فتوی کمیٹی بھی قائم ہے، کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو شرعی ہو یا اجتماعی، اسی فتوی کمیٹی سے رجوع کیا جاتا ہے، اور یہ کمیٹی جو فتوی صادر کرتی ہے اس پر تمام سنی مدارس عمل کرتے ہیں۔

۲- سمستھا کیرلا سنی جمعیۃ العلماء:

یہ مذکورہ بالا تنظیم سے نکلی ہوئی ایک تنظیم ہے، ان کی بھی ایک فتوی کمیٹی ہے۔

۳- دکھشنی کیرلا جمعیۃ العلماء:

یہ ریاست کیرالا کے جنوبی حصے کے علماء کرام کی تنظیم ہے، ان کی بھی ایک فتوی کمیٹی ہے۔

۴- دارالہدی اسلامک یونیورسٹی:

یہ ایک دینی ادارہ ہے، جس کی بنیاد ۱۹۸۲ میں پڑی، اور یہ ضلع مالاپورم کے قصبہ چماڈ میں واقع ہے، ۲۰۰۹ء میں اس ادارہ کو یونیورسٹی کا درجہ ملا، اس کے وائس چانسلر مفتی زین الدین مسلیار چرشیری ہیں، اس ادارہ کے تحت مزید سترہ دینی ادارے مختلف علاقوں میں چل رہے ہیں۔

۵- جامعہ نوریہ عربیہ:

یہ ایک مرکزی دینی ادارہ ہے، یہ مالاپورم کے قریب ضلع پٹی کاڈ کے قصبہ فیصاباد میں واقع ہے، اس کی بنیاد ۱۹۶۳ء میں محی الدین نورشاہ جیلانی کے ہاتھوں رکھی گئی، اس ادارے کے تحت تقریبا پچاس دینی ادارے کام کررہے ہیں، اس ادارے کو کیرالا میں وہی حیثیت حاصل ہے جو یوپی میں

واقع الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کو حاصل ہے۔

٦- جامعہ سعدیہ العربیہ کاسرگوڈ:

یہ بھی ایک مشہور دینی ادارہ ہے، اس کی بنیاد ۱۹۷۱ء میں پڑی، اس کے بانی جناب عباس حاجی صاحب نے سن ۱۹۷۹ء میں اس ادارہ کو جمعیۃ العلماء ضلع کنور کی کمیٹی کے حوالہ کر دیا، یہاں بھی ۲۰ سے زائد شعبے ہیں جن میں اختصاص کے شعبے بھی قائم ہیں۔

۷- جامعہ دارالسلام الاسلامیہ (نندی کالی کٹ):

اس دینی ادارہ کی بنیاد سن ۱۹۷۶ء میں مولانا ایم پی محمد مسلیار کے ہاتھوں رکھی گئی، ایک خاص بات یہ ہے کہ یہاں فضیلت کے بعد تخصص فی الفقہ کا دو سالہ کورس بھی ہے، اس کورس کو کرنے والے طلباء کو ''الہیتمی'' کے لقب سے نوازا جاتا ہے، اور حافظ ابن حجر الہیتمی کی طرف منسوب ہے۔

۸- مرکز الثقافۃ السنیہ کارنور:

اس ادارہ کی بنیاد ۱۹۸۰ء میں رکھی گئی، فضیلت کے بعد تخصص فی الفقہ الشافعی کا دو سالہ کورس بھی یہاں کرایا جاتا ہے۔

۹- جامعہ منانیہ کولم:

سن ۱۹۸۱ء میں اس ادارے کی بنیاد رکھی گئی، یہ دکھشنی کیرالا جمعیۃ العلماء کا ایک مرکزی ادارہ ہے، یہاں دو طرح کا تعلیمی نصاب ہے، ایک دس سالہ نصاب تعلیم ہے اور ایک آٹھ سالہ نصاب تعلیم ہے۔

۱۰- تنسیق الکلیات الاسلامیہ:

سن ۲۰۰۱ء میں کیرالا کے مدارس کا ایک وفاق قائم کیا گیا، جس میں تیس سے زائد مدارس

شامل ہیں، اس کا مرکز ضلع مالا پورم میں واقع ولانچیری قصبہ میں ''مرکز التربیۃ الاسلامیہ'' کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔

۱۱- جامعہ نجم الہدیٰ:

یہ ادارہ مالا پورم میں واقع منجیری شہر میں ہے، اس کے بانی حاجی ابراہیم صاحب ہیں، اور تیس سالوں سے اپنی خدمات انجام دے رہا ہے، یہاں شعبہ تدریب الافتاء بھی ہے، اور اس ادارہ کے ذمہ دار مولانا عیسی کوثری ہیں۔

۱۲- جامعہ حسینیہ کائم کلم:

اس ادارہ کی بنیاد ۱۹۴۸ء میں ایک مسجد میں رکھی گئی، اور ۱۹۸۰ء میں مستقل مدرسہ کی شکل دی گئی، اس ادارہ میں دورہ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، یہاں دارالافتاء بھی قائم ہے، اس ادارہ کے مہتمم مولانا سفیان صاحب ہیں، یہ مدرسہ مسلک دیوبند کا ہے، لیکن تعلیم فقہ حنفی اور فقہ شافعی دونوں کے مطابق ہوتی ہے۔

۱۳- جامعہ کوثریہ عربی کالج ایرنا کلم:

یہ بھی ایک قدیم دینی ادارہ ہے، اس کی بنیاد ۱۹۷۴ء میں حاجی زبیر صاحب کے ہاتھوں رکھی گئی، اس کے ناظم حافظ اویس حاجی ہیں، یہاں بھی شعبہ دارالافتاء قائم ہے، ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ مسلک دیوبند کا کیرالا میں پہلا مدرسہ ہے، اور اسی ادارہ کے ذریعہ پورے کیرالہ میں مکمل حفظ قرآن کا رجحان شروع ہوا۔

۱۴- مرکز الثقافۃ السنیہ الاسلامیہ:

یہ ادارہ کالی کٹ میں واقع کارنتور کے مقام پر ہے، اس کی بنیاد ۱۹۴۸ء میں رکھی گئی، اس کے چھوٹے بڑے تقریبا ۱۵ر شعبے ہیں، دوسرے ممالک کے طلباء بھی یہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں،

اس کا ایک اہم شعبہ، شعبہ تخصص برائے تحقیقات اسلامی ہے، جس میں معاصر چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء تیار کئے جاتے ہیں، اور خصوصیت سے اسلامی موضوع پر ریسرچ کرایا جاتا ہے۔

۱۵-الجامعۃ الاسلامیہ شانتاپورم:

کیرالا میں جماعت اسلامی فکر کا یہ ایک بڑا دینی ادارہ ہے، سن ۱۹۵۵ء میں شیخ محمد علی کے ہاتھوں اس کی بنیاد رکھی گئی، اس کے تحت کئی کالجز اور مراکز قائم ہیں، یہاں مسلک سے اوپر اٹھ کر مسائل کے حل پر توجہ دی جاتی ہے، خواہ وہ حل کسی بھی مسلک کے مطابق ہو۔

۱۶-مجمع عین المعارف اسلامک اکیڈمی کنور:

اس ادارہ کی بنیاد ۲۰۰۳ء میں حافظ انس کاشفی کے ہاتھوں رکھی گئی، اس میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بی اے تک ہوتی ہے، دیوبندی فکر کا یہ ادارہ ہے، لیکن اس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا نصاب تعلیم نافذ ہے۔

۱۷-کلیۃ العالیہ العربیہ کاسرگوڈ:

اس کی بنیاد ۱۹۴۱ء میں پڑی، اس کے بانی مولوی عز الدین صاحب ہیں جو جماعت اسلامی سے منسلک تھے، اس میں دینی علوم کے ساتھ ITI، اور بی اے کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

۱۸-جامعۃ الانصار کنور:

کیرالا کے مشہور مبلغ مولانا موسیٰ صاحب کی تحریک پر یہ ادارہ وجود میں آیا، اس کے بانی جناب عبداللہ صاحب ہیں، اس کا مقصد دعوتی کام کے لئے علماء کو تیار کرنا ہے۔

۱۹-کلیۃ الفلاحیہ العربیہ کوڈید:

اس کی بنیاد سن ۱۹۹۹ء میں مولوی نذیر الحاج کے ہاتھوں رکھی گئی، اس ادارہ میں دینی تعلیم کا سات سالہ نصاب تعلیم نافذ ہے، ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں طلبہ وطالبات دونوں پڑھتے ہیں

اور دونوں کے ہاسٹل بھی الگ الگ ہیں۔

۲۰- مدرسۃ الباقیات الصالحات کاسرگوڈ:

اس کی بنیاد ۲۰۰۶ء میں پڑی، اس کے بانی حاجی عبد اللہ صاحب ہیں، اس ادارہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حفظ مکمل کرنے کے بعد تین سالہ عالمیت کا کورس کرایا جاتا ہے، اور پھر طلبہ کو کسی بڑے ادارے میں مزید اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا جاتا ہے، ان تین سالوں میں دینی تعلیم کے ساتھ دسویں تک عصری علوم کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

۲۱- روضۃ العلوم عربی کالج:

یہ اہل حدیث حضرات کا مشہور کالج ہے، جس کی بنیاد ۱۹۹۲ء میں پڑی، اس میں حکومت کیرالا سے منظور شدہ افضل العلماء کا دوسالہ کورس کرایا جاتا ہے۔

۲۲- الجامعۃ الندویہ ایڈوناما لاپورم:

اس ادارہ میں کیرالا حکومت سے منظور شدہ افضل العلماء کا نصاب تعلیم ہے، اور اپنی طرف سے بھی کچھ کتابوں کو شامل کر کے چھ سال کا کورس کرایا جاتا ہے، یہ ادارہ کالی کٹ یونیورسٹی سے بھی ملحق ہے، اختصاص فی الحدیث کا خصوصی شعبہ قائم ہے، اس میں بھی طلبہ و طالبات دونوں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

ان مدارس و جامعات کے علاوہ بھی کیرالا میں بہت سے مدارس و ادارے ہیں جو تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، مساجد میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے، ان کے علاوہ بہت سے دینی مکاتب ہیں، اور ہر جماعت کے الگ الگ مکاتب ہیں، ان جماعتوں میں سے مشہور یہ ہیں:

۱- سنی: جس میں دو فریق ہیں: ایک گورپ مولانا ای کے ابوبکر کا ہے، اور دوسرا گروپ اے پی ابوبکر مسلیار کا ہے۔

۲- جماعت سلفیہ۔

۳- جماعت اسلامی۔

۴- سنی دکھشن کیرالا جمعیۃ العلماء۔

۵- سمستھا کیرالا سنی جمعیۃ العلماء۔

ان تمام میں سنی جمعیۃ علماء کیرالا کے مکاتب کی تعداد زیادہ ہے۔

۲- ریاست کرناٹک میں فقہ شافعی کے ادارے وافتاء کے مراکز:

۱- الجامعۃ الاسلامیہ بھٹکل:

یہ ایک قدیم دینی ادارہ ہے، اور ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، یہاں شعبہ تدریب الافتاء کا ایک سالہ کورس کرایا جاتا ہے، یہاں دارالافتاء کا قیام ۲۰۰۶ء میں عمل میں آیا، یہاں عالمیت تک کی تعلیم ہوتی ہے، اور پھر فضیلت کے لئے طلباء ندوہ کا رخ کرتے ہیں۔

۲- جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور:

اس ادارہ کی بنیاد ۱۲/اگست ۱۹۹۴ء میں رکھی گئی، اس کے بانی مولانا عبید اللہ ابوبکر ندوی صاحب ہیں، عالمیت تک تعلیم ہوتی ہے، اس ادارہ میں عصری دانشگاہوں سے آنے والے طلبہ کے لئے عالمیت کا چھ سالہ کورس رکھا گیا ہے، یہ ادارہ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور عالمیت کے آخری سال کا سالانہ امتحان طلباء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں دیتے ہیں، اور پھر ندوۃ العلماء سے ان کو عالمیت کی سند دی جاتی ہے، یہاں بھی شعبہ تدریب افتاء وقضاء سن ۲۰۰۹ء میں قائم کیا گیا، اس شعبہ کے نصاب کی تیاری میں جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن اور المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے اختصاص فی الفقہ کے نصاب کو سامنے رکھا گیا ہے۔

سن ۲۰۰۲ء میں اس جامعہ کی نگرانی میں ضلع اڈپی میں دارالقضاء قائم کیا گیا۔

۳-ریاست مہاراشٹرا میں فقہ شافعی کے ادارے اور افتاء کے مراکز:

۱-جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن:

علاقہ کوکن کا یہ عظیم دینی ادارہ سن ۱۹۶۴ء میں قائم ہوا جس کی بنیاد حضرت حاجی عبدالرحیم بروڈ صاحب نے رکھی، اور جو آج شوافع کوکن کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے، یہاں شعبہ تدریب افتاء وقضا بھی قائم ہے، سن ۱۹۹۲ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، اور سن ۲۰۰۳ء میں شعبہ دار القضاء کا قیام عمل میں آیا۔ جامعہ حسینیہ عربیہ کے زیر سرپرستی کوکن کے مختلف علاقوں میں دینی مکاتب و مدارس کھولے گئے، اور ان سب کے درمیان باہمی روابط بنانے کے لئے اور مرکز سے جڑے رہنے کے لئے "وفاق المدارس خطہ کوکن" کے نام سے سن ۱۹۹۹ء میں ایک وفاق کا قیام عمل میں لایا گیا، اور اس وفاق سے تقریباً ۲۵ر مدارس مربوط ومنسلک ہیں۔

۲-قوت الاسلام عربی کالج ممبئ:

اس ادارہ کی بنیاد سن ۱۹۴۲ء میں رکھی گئی، اور اب یہ ادارہ دار الہدیٰ اسلامک یونیورسٹی مالاپورم کی ایک شاخ کے طور پر چل رہا ہے۔

۳-دارالافتاء جامع مسجد ممبئ:

یہ دارالافتاء بھی جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن کے زیر سرپرستی چل رہا ہے، اور اس کا قیام ۲۰۰۷ء میں عمل میں آیا۔

۴-دارالعلوم الاسلامیہ تلوجہ:

یہ ادارہ ممبئ سے قریب تلوجہ نامی بستی میں واقع ہے، یہاں دورہ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، اور یہاں بھی ۲۰۰۷ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔

ریاست تامل ناڈو اور دوسری ریاستوں کے فقہ شافعی کے اداروں کی تفصیلات ہمیں نہیں مل سکی لہذا اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

مراجع وماَخذ:

۱-تاریخ فرشتہ۔

۲-عہد وسطی کے مسلمان۔

۳-نزہۃ الخواطر: علامہ عبدالحی حسنی۔

۴-علماء الشافعیہ فی الہند: عبدالنصیر احمد مالاباری۔

۵-توالی التأسیس بمعالی ابن ادریس: حافظ ابن حجر۔

۶-الامام الشافعی-فقیہ السنۃ الأکبر: عبدالغنی الدقر۔

۷-الشافعی، حیاتہ وعصرہ-آراءہ وفقہہ: محمد ابوزہرہ۔

فقہ شافعی میں علمائے ہند کی خدمات

مولانا عمر بن یوسف فلاحی کوکنی ☆

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ وعلی کل من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔ أما بعد۔

ہماری اس سرزمین ہند میں امام اعظمؒ کے اجتہادات پر عمل کرنے والوں کی اکثریت ہر زمانہ میں رہی ہے، البتہ بعض علاقے خصوصاً بحر عرب کے ساحلی علاقے کے باشندے حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے مقلد ہیں، مثلاً صوبہ مہاراشٹر کا ''علاقہ کوکن''، ضلع اورنگ آباد، ناندیڑ اور اکولہ کے بعض مقامات، گوا، صوبہ کرناٹک میں شہر بھٹکل اور اس کے مضافات، صوبہ کیرالا، صوبہ تامل ناڈو میں مدراس (چنئی) کے مضافات، حیدرآباد میں صلالہ و بارکس وغیرھا میں اکثریت ''فقہ شافعی'' کے نقطۂ نظر سے عمل کرنے والوں کی ہیں۔

ان محدود اوراق میں سب سے پہلے خطۂ کوکن میں ''فقہ شافعی'' کے نقطۂ نظر سے قدیم وجدید علمائے کرام کی گراں قدر خدمات ومساعی جمیلہ کو تفصیل واجمال دونوں طریقے پر پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

(۱) شافعی تعلیم الدین:

یہ کتاب بنیادی عقائد اور عبادات کے اہم ابواب پر مشتمل ہے، جو تین حصوں میں منقسم ہے: پہلا اور دوسرا حصہ سوال وجواب کے انداز میں اور تیسرے حصہ میں ہر باب میں نہایت ہی سلیس

☆ جامعہ حسینیہ عربیہ، شریوردھن، رائیگڈھ، کوکن مہاراشٹرا۔

اور سادہ انداز میں مسائل لکھے گئے ہیں اور آخر میں ''سوالات'' کے عنوان سے پختگی کے لئے چند سوالات قائم کئے گئے ہیں۔

مؤلف کتاب:

حضرت مولانا سید عبدالمنعم صاحب نظیر دامت برکاتہم آپ خطہ کوکن کے صاحب علم وعمل، خداترس، تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق رکھنے والے عالم ربانی ہیں۔ آپ سرزمین مہاراشٹر کی مشہور و معروف دینی درس گاہ از ہر کوکن ''جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن'' میں اپنی مقبول تدریسی خدمات کے ساتھ صدر المدرسین اور معتمد تعلیمات کے منصب پر ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء پھر ۱۹۸۸ تا ۱۹۹۱ء تقریباً ۹/ سال فائز رہے، فی الحال چند سال سے .U.K میں دعوتی واصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات بھی عوام وخواص میں درجۂ قبول حاصل کرچکی ہیں۔

(۲) تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی:

یہ کتاب فقہ کی ابتدائی تمہیدی گفتگو کے ساتھ از اول تا آخر تمام ابواب فقہیہ پر محیط ہے، تقریباً ایک ہزار صفحات کے ضخیم مجموعہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں ارکانِ اسلام و ابتدائی بنیادی عقائد کے ساتھ عبادات کے جملہ مسائل بالترتیب والتفصیل جمع کئے گئے ہیں اور آخر میں جدید مسائل سے متعلق ضمیمہ ملحق ہے، دوسرے حصہ میں بیوع سے متعلق تمام ابواب کا تفصیلی بیان اور بعض متفرق جدید مسائل، تیسرے حصہ میں تمام ابواب نکاح، جنایات، اضحیہ، عقیقہ، دعوی وقضاء اور مسائل فرائض کا تفصیلی بیان ہے۔

اکثر و بیشتر ہر باب کی ابتداء میں لغوی و اصطلاحی تعریف کے ساتھ ادلۂ اربعہ شرعیہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) کی روشنی میں اس عنوان کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے، پھر بیان مسائل میں زبان نہایت ہی شستہ وسلیس اور عام فہم استعمال کی گئی ہے تاکہ ہر پڑھنے والے کے لئے ذاتی مطالعہ ہی سے اکثر حصہ سمجھ کر عمل کرنا آسان ہو۔ موقع بہ موقع مسائل دلائل کے ذریعہ مدلل اور

باب سے متعلق جزئیات وفروعات کا کافی حد تک احاطہ کرنے کے ساتھ احکام کی حکمتوں و مصلحتوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، غرضیکہ ''فقہ شافعی'' میں جامع مفصل و مستند مسائل کا "**موسوعہ**" ہے اور بندہ کی ناقص جستجو کے مطابق ''فقہ شافعی'' میں تمام ابواب پر محیط مستند و مدلل مسائل کا مجموعہ بہ زبان اردو اس سے پہلے سرزمین ہند میں امت کے نظر نواز نہ ہوسکا، پہلی بار ایسے جامع ترین ''موسوعہ'' سے خواص وعوام یکساں فیض یاب ہوئے ہیں۔

مؤلف کتاب:

جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی مسند شیخیت حدیث پر فائز ذی وقار شخصیت صاحب ورع و تقوی، عالم باعمل، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب **متعنا الله بعلومه** ہیں۔

(۳) معرفۃ الارکان:

یہ کتاب بنیادی عقائد کے ساتھ عبادات ہی کے اہم ابواب پر حاوی ہے، جس میں بہ انداز سوال و جواب سلیس و شستہ زبان کے ساتھ عام فہم تعبیرات کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ابتدائی درجات کے طلبہ اور مسائل سے ناواقف حضرات کی تعلیم دین کے لئے نہایت سودمند ہے، اس کتاب کے بارے میں مہتمم جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن حضرت مولانا امان اللہ صاحب بروڈ فرماتے ہیں: ''مولانا کی موجودہ کتاب ''معرفۃ الارکان'' نہایت شستہ و شگفتہ بیان میں لکھی گئی ہے، کہیں الجھاؤ و تصنع نہیں معلوم ہوتا، اسلام کے ارکان خمسہ سے متعلق ضروری مسائل کو انتہائی سلیس انداز میں پیش کیا ہے، طلبۂ مدارس کے علاوہ عمومی اعتبار سے بھی مفید ہے، تقریبا ۱۰۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار ۱۴۰۸ء ۱۹۸۸ء میں منظر عام پر آئی۔

(۴) طہارت نسواں:

یہ کتاب محض عورتوں کے بنیادی مسائل کا قیمتی و مختصر مجموعہ ہے، اسلوب تحریر سادہ اور سہل ہونے کی وجہ سے عورتوں کے لئے اپنے ذاتی مطالعہ کے ذریعہ سمجھنا بھی آسان ہے۔ پہلی بار یہ کتاب

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

(۵) منیۃ الطالب ومنۃ المالک:

فقہ شافعی کی ایک مستند کتاب ''عمدۃ السالک وعدۃ الناسک'' جامعیت اور اسلوب بیان کی عمدگی کی وجہ سے فقہ شافعی کے نقطۂ نظر کے حامل اکثر دینی مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے، اسی کتاب کی یہ اردو شرح ہے، جس میں ترجمہ کے ساتھ مختصر تشریح کی روشنی میں حل عبارت کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اس کو ۴؍جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلی بار یہ کتاب ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ میں منظر عام پر آئی۔

مؤلف کتاب:

جامعہ حسینیہ کے فاضل محترم ''مولانا مفتی نور محمد بن یوسف پٹیل زید مجدہ'' ہیں، پنویل شہر میں خدمت امامت وخطابت سے امت کو فیضیاب کر رہے ہیں۔

(۶) تحفۃ الطالب:

یہ کتاب نصابی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے، جس میں بنیادی اسلامی عقائد کے ساتھ عبادات کے مسائل مختصر وجامع انداز میں جمع کئے گئے ہیں، ہر سبق کے آخر میں پختگی کے لئے سوالات بھی قائم کئے گئے ہیں، مزید چہل حدیث، مختصر آداب زندگی اور مسنون دعاؤں کو بھی لاحق کیا گیا ہے، ابتدائی درجات کے طلبہ اور مسائل سے ناواقف حضرات کے براہِ راست استفادہ کے لئے نہایت نفع بخش ہے، مؤلف موصوف نے تقریباً دو سو صفحات کو تین حصوں میں مرتب کیا ہے۔

مؤلف کتاب:

جامعہ حسینیہ کے فاضل محترم ''حضرت مولانا داود بن عمر مروڈ کر صاحب حفظہ اللہ'' ہیں، مدرسہ اشرفیہ لوئر توڑیل مہاڈ، رائے گڈھ کی ذمہ داریٔ اہتمام کے ساتھ اپنے اصلاحی وتربیتی بیانات سے امت کو مستفیض کرتے رہتے ہیں۔

(۷) شافعی فقہ:

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں عبادات کے اہم مسائل کو جمع کیا گیا ہے، ابتداء میں عقائد وایمانیات کے ساتھ چند فقہی اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں، دوسرے حصہ میں نکاح، معاملات اور ذبیحہ کے ساتھ بعض جدید مسائل بھی لاحق کئے گئے ہیں، یہ کتاب نصابی نقطہ نظر سے مرتب کی گئی ہے، اسی لئے بعض دینی مدارس ومکاتب میں داخل نصاب ہے، نیز ناواقف حضرات کے استفادہ کے لئے بھی بہت مفید ہے، افادیت کی بناپر دوسری بعض زبانوں مثلاً کنٹر اور ملیالم میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

مؤلف کتاب:

سرزمین ہند کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے سابق استاذ حدیث وفقہ ''حضرت مولانا ایوب صاحب ندوی دامت برکاتہم'' ہیں۔آپ کا بھٹکل ہی کی زرخیز زمین سے تعلق ہے۔'جامعہ اسلامیہ' کو طویل عرصہ تک اپنی گراں قدر خدمات سے منور کیا، نیز ملک کے مختلف مقامات پر آپ کے اصلاحی وتربیتی ملفوظات ورہبری کو قبول عام وخواص حاصل ہے۔

صوبہ مہاراشٹر کے خطہ کوکن میں قدیم وجدید علمائے شوافع کی عرق ریزی وژرف نگاہی کے نتیجے میں جو کتابیں منظر عام پر آئیں، ان میں سے چند موجودہ ومتداول ومشہور کتابوں کا مع مؤلفین کچھ بسط وتفصیل کے ساتھ تذکرہ قلم بند کیا گیا، اس کے علاوہ کچھ ایسی کتابیں ہیں، جو منظر عام پر آچکی ہیں من جملہ ان کے بعض دستیاب ہیں اور بعض نایاب۔

جن کتابوں تک بندہ ناچیز کی رسائی ہوسکی طوالت کے خوف سے اب ان کا صرف کتاب کا نام مع مؤلف سرسری تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مؤلفین
۱	خیر المتاع فی احکام النکاح	شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب

۲	الحج والعمرہ اور رسالہ احکام قربانی	شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب
۳	آسان شافعی فقہ (۴رحصہ)	مفتی محمد نور یوسف پٹیل
۴	قربانی کے شافعی مسائل	// //
۵	رمضان کے شافعی مسائل	// //
۶	وضوء اور غسل کے شافعی مسائل	// //
۷	زکوۃ کے شافعی مسائل	// //
۸	نماز کے شافعی مسائل	// //
۹	عورتوں کے شافعی مسائل	// //
۱۰	تحفۃ الحجاج	مولانا داود عمر مروڈکر
۱۱	رسالہ احکام میت	مفتی رفیق پورکر
۱۲	ترجمہ کتاب الام باب الحیض تک	مولانا عصمت بوبیرے
۱۳	شافعی بہشتی زیور	// //

وہ کتابیں جو ''**کتب خانہ جامع مسجد ممبئی**'' میں محفوظ ہیں، لیکن عامۃً دستیاب نہیں

۱۴	سرتاج ترجمہ تحفۃ المحتاج (۱رجلد)	مولوی غلام احمد تلیائی
۱۵	احکام دینیہ	قاضی شہاب الدین مہری
۱۶	ارکان الصلاۃ	ابراہیم وزیر میاں رومانی
۱۷	تحفۂ ابراہیم خانیہ	مولوی اسماعیل کوکنی
۱۸	تحفۂ احمدیہ	// //

۱۹	تحفۂ اہل حق	// //
۲۰	فرائض قادریہ	// //
۲۱	انوارالاسلام	// //
۲۲	جواہر المضیئۃ فی فقہ شافعیہ	حاجی محمد علی حافظ
۲۳	تحفۃ الزوجین	مولانا محمد اسحاق
۲۴	تحفۃ الاخوان	محمد ابراہیم باعکظہ
۲۵	تحفۃ الاخیار	محمد اسماعیل مہمطو لے
۲۶	شافعی مذہب کا رسالہ (تین حصے)	مولوی عبدالستار خاں
۲۷	دفع البہتان	مولوی محمد یونس حافظ
۲۸	رمضان کی نماز وتر کا رسالہ	قاضی محمد یوسف مرگھے
۲۹	ارکان اسلام	ابراہیم دلوی
۳۰	شہابیہ	قاضی شہاب الدین مہری
۳۱	مصباح الھدایۃ	// //
۳۲	فقہ مخدومی	شیخ مخدوم علی مہائمی
۳۳	معلم الاسلام	حاجی میاں تاتلی
۳۴	وضاحت الاسلام	عبدالحمید خطیب

اس کے علاوہ بعض کتب وہ ہیں جو قدیم اسلوب پر فقہ شافعی میں لکھی گئی ہیں، لیکن جامع مسجد ممبئ کے گراں قدر کتب خانہ کے شعبۂ مخطوطات میں تحقیق و طباعت کی دنیا میں آنے کی منتظر ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

مخطوطات:

(۱)شرح بالفصل	
مصنف	ملاعبداللہ واعیظی تلوجکر ومحمد حسین اونونیکر
سن تصنیف: نامعلوم	صفحات: ۳۱۱
سطریں: ۱۳	خط نسخ سائز ۷x۸

اس کتاب کا موضوع ''فقہ شافعی'' ہے۔بحث ''طہارت'' سے شروع ہوتی ہے اور ''حج'' پر جاکر ختم ہوتی ہے،اس کتاب میں متن وشرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں،دونوں میں فرق کرنے کی غرض سے عربی متن کے الفاظ پر سرخ روشنائی سے خط کھینچے گئے ہیں،زبان قدیم دکنی ہے۔

(۲)مختصر شهابيه فى المسائل الفقهيه	
مصنف:	قاضی شہاب الدین مہری
سن تصنیف: نہ دارد	صفحات: ۳۰۰
سطریں: ۱۳	خط نسخ سائز: ۶x۸

(۳)	فقہ حسینی		
	مصنف:	قاضی غلام حسین مہری	
	سن تصنیف ۱۲۴۳ھ	مطابق ۱۸۲۷ء	
صفحات:۴۴۰	سطریں:۱۳	خط نستعلیق	سائز: ۶x۹

(۴)	ترجمہ کفایت الاسلام		
	مصنف وسن تصنیف:	نامعلوم	
صفحات: ۱۳۴	سطریں: ۱۱	خط نسخ	سائز: ۸×۶

(۵)	مجموع المسائل		
	مصنف:	رحمت	
	سن تصنیف:	تقریباً ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء	
صفحات: ۳۹۵	سطریں: ۱۲	خط نستعلیق	سائز: ۹×۷

(۶)	نور الاسلام		
	مصنف:	غلام احمد روگھے	
	سن تصنیف:	تقریباً ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء	
صفحات: ۳۹۵	سطریں: ۱۱	خط نستعلیق	سائز: ۸×۵

(جملہ مخطوطات کی تفصیل کے لئے دیکھئے: کتب خانہ جامع مسجد ممبئی کے اردو مخطوطات: ۳۰ تا ۵۰
-از: ڈاکٹر حامد اللہ ندوی)

فقہ شافعی کی ترویج میں ندوہ کا کردار

مولانا عبدالسلام خطیب بھٹکلی ندوی ☆

فقہ شافعی اور ندوۃ العلماء:

حضرت مولانا علی میاںؒ کے دور میں تھائی لینڈ، ملیشیا، انڈونیشیا اور بعض دوسرے ممالک سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ندوہ کثرت سے آنے لگے۔ اس کا سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے، اسی طرح بھٹکل، کیرالہ، کوکن ومدراس کے بھی طلبہ کی آمد کا سلسلہ ندوہ میں شروع سے رہا، بھٹکل سے تو بڑے منظم ومرتب انداز میں طلبہ آتے رہے اور الحمد للہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ تو مولانا علی میاںؒ صاحب نے ان طلبہ کی فقہ کی تعلیم کے لئے ندوہ کے عام نظام کے اندر ہی فقہ حنفی کے بجائے فقہ شافعی کو پڑھانے کا انتظام کیا تاکہ یہ طلبہ واپس جا کر اپنے معاشرے کے لیے نامانوس نہ رہیں اور معاشرے کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں، اس کے لئے حضرت مولانا علی میاںؒ صاحب فقہ شافعی کے علماء ومدارس کے فقہ شافعی کے نصاب کو دیکھتے ہوئے ندوہ میں پڑھنے والے شافعی طلبہ کے لئے فقہ شافعی کی اہم درسی کتابوں کو نصاب میں داخل کیا اور فقہ شافعی سے تعلق رکھنے والے اساتذہ کی ایک اچھی تعداد کو ندوہ میں استاذ مقرر کیا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک شافعی ندوی عالم کو شام کے ایک ممتاز فقیہ کے پاس فقہ شافعی کے اختصاص کے لئے بھیجا، اسی طرح ندوہ سے متعلق مدارس میں ان مدارس کو جو شوافع کے علاقے میں قائم ہیں ان کو پوری آزادی دی کہ فقہ کے تعلق سے وہ اپنے علاقے کے نظام ومسلک سے وابستہ رہیں۔ ندوہ کے بہت سے شافعی فارغین نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ

☆ استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

سے بھی فقہ شافعی کی خدمت کی، جن کی بھٹکل، کیرالہ اور دوسرے علاقوں میں ایک خاصی تعداد ہے۔
ابھی چند ماہ پیشتر راقم کو تھائی لینڈ کے سفر میں وہاں جو ندوی فضلاء کی ایک بڑی تعداد اور ان کا عوام وعلاقے کے اہم مدارس ومراکز سے جڑے رہنے کو دیکھنے کا موقع ملا تو اندازہ ہوا کہ ندوہ میں فقہ شافعی کے پڑھنے کی برکات کا اس میں بڑا دخل ہے کہ عوام کے مانوس مسلک سے ہٹ کر انہوں نے فتویٰ نہیں دیا اور عوام سے دور نہ رہے۔

اسی طرح بھٹکل اور اطراف کے علاقہ کا ندوہ سے جڑے رہنے کی وجہ سے اس میں بھی ندوہ کی بہت سی خوبیوں کے ساتھ اس کے فقہی مزاج کے اعتدال وتوسیع اور با قاعدہ عملی طور پر شوافع کے لئے فقہ شافعی کی عملی تعلیم کے انتظام کرنے کا بڑا دخل معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ندوہ سے ملحق بعض مدارس میں بھی چند شافعی طلبہ اگر پہنچ جاتے ہیں تو ان کو بھی فقہ شافعی پڑھانے کا یہ حضرات اہتمام کرتے ہیں جس کی بہترین مثال خود حضرت مولاناؒ کے وطن میں قائم مدرسہ ضیاء العلوم ہے کہ وہاں دو شافعی ممتاز علماء تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور جامعہ اسلامیہ بھٹکل، مدرسہ ضیاء العلوم کنڈلور اور بعض دوسرے ندوی شافعی فضلاء کے قائم کردہ اداروں میں علمائے شوافع اور فقہ شافعی پر جو بھی کام ہوگا اس میں ندوہ کی سرپرستی اور اس کے فقہی اعتدال وتوسع کا ضرور اثر پایا جائے گا۔ اس وقت ندوہ کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم جو اپنے استاد ومرشد وپیش رو حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی ہی کے صفات کے حامل اور انہی کے پرداختہ وپروردہ ہیں۔ ان میں بھی اسی طرح کا اعتدال وجامعیت وفقاہت ودانشمندی اور امت کی رہنمائی ورہبری کے صفات پائے جاتے ہیں، ان کے دور میں تو حدیث میں اختصاص کرنے والے شافعی طلبہ کے لئے با قاعدہ سنن بیہقی کے بعض ابواب بھی داخل نصاب کئے گئے ہیں، اور اس سے شافعی طلبہ کے اپنے مسلک کے دلائل وترجیحات کے معلوم کرنے کے سلسلے میں بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح ندوہ کے دارالافتاء سے بھی فقہ شافعی کے تعلق سے سوالات پوچھے جاتے ہیں تو ان کو بھی اس کے اعتبار سے جواب دیا جاتا ہے۔ ندوہ کی مختلف لائبریریوں میں فقہ شافعی پر کتابیں موجود ہیں اور فقہ شافعی کے اکثر مراجع ومصادر ندوہ کی

مشہور لائبریری میں موجود ہے۔ اسی طرح دارالمصنفین میں مقیم ندوی فضلاء نے بھی امام شافعی اور فقہائے شافعیہ کے حالات وسیرت پر بعض کتابیں لکھیں۔ اسی طرح جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی تاسیس پر پچاس سال گزرنے پر جو علمی ودعوتی پروگرام منعقد ہوئے اس میں بھی بہت سے ندوی فضلاء نے قدیم فقہائے شافعیہ کی سیرت پر مختصر اور جامع کتابیں لکھیں۔

حیدرآباد کے علماء شوافع کی علمی خدمات

مفتی عمر بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن الملاحی ☆

۱- الشیخ حبیب عبداللہ بن احمد المدیحج الحضرمیؒ (۱۳۱۱ھ-۱۴۰۸ھ):

الشیخ حبیب عبداللہ المدیحج ان محقق علماء کرام کے روحِ رواں ہیں جو برصغیر ہندو پاک کے علاوہ عرب ممالک کے علمی حلقوں میں بھی ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ علم فقہ و حدیث اور اصولِ فقہ و حدیث آپ کا خاص موضوع رہا ہے، جس سے متعلق متعدد وقیع کتابیں اب تک منظرِ عام پر آ کر خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

تعلیمی سفر: آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرموت کے مقام "زیدۃ العلیب" سے جو مسقط کے باڈر پر واقع ہے حیدرآباد کا اپنی عنفوانِ شباب کے دور میں سفر کیا اور یہاں پہنچ کر شہر حیدرآباد کی عالمی شہرت یافتہ درسگاہ جامعہ نظامیہ میں عباقیر علماء کرام و اساتذہ فن سے فیض یاب ہونے اور علم و فن کے گل بوٹوں سے دامن مراد بھرنے کا موقع ملا، چنانچہ آپ نے اس دانش گاہ سے پورا پورا استفادہ کیا اور وقت کے تقاضوں کے مطابق علم و فن کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر عالمیت و فضیلت اور خصوصاً تخصص فی الفقہ الشافعی کی سند حاصل کی۔ اس طرح آپ نے اپنے علمی ذوق کی تسکین کیلئے ملک و بیرونی ملک کی دانش گاہوں سے اکتسابِ فیض کیا اور ہر جگہ ممتاز رہے۔

علمی و تحقیقی خدمات: تکمیلِ تعلیم کے بعد یہیں حیدرآباد میں مقیم ہو کر آپ نے اپنی تبحر علمی سے بہت سارے ان مخطوطوں پر تحقیق، تعلیق، ضبط اور تصحیح کے کارنامے اس وقت بطورِ خاص انجام دئے

☆ خطیب جامع مسجد کنگ کوٹھی۔

جب آپ دائرۃ المعارف میں بحیثیت مصحح مقرر کئے گئے۔

تحقیقی خدمات: آپ کی تصحیح و تعلیق شدہ کتب کی فہرست درجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں!

۱-شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔

تیسری طباعت کی نشر و اشاعت ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء میں ہوئی جس پر علامہ حبیب عبداللہ المدیح الحضرمی اور محمد طہٰ ندوی نے تصحیح کی۔ آپ کی یہ خدمت ہی آپ کے متبحر عالم دین ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ امام بخاریؒ کے ابواب کی تصحیح ہر کس و ناکس کی بات نہیں۔

۲- الآمالی، للامام محمد بن حسن شیبانی صاحب امام ابوحنیفہ اس کی تصحیح آپؒ کے ساتھ سید ہاشم ندوی اور شیخ عبدالرحمٰن بن یحیی الیمانی الشافعیؒ (جنکا ذکر آگے آرہا ہے) نے ملکر کی۔

۳- الأربعین فی اصول الدین، اس کی تصحیح کے امور بھی آپ نے دیگر علماء کی وساطت سے طے کئے۔

۴- انباء الغمر بابناء العمر، لابن حجر العسقلانی الشافعی (۸۰۳ھ ۱۴۴۹ء) یہ کتاب پانچ ۵ ضخیم مجلدات پر محیط ہے جس کی تصحیح آپ موصوفؒ نے اپنے دائرۃ المعارف کے رفقاء کے ساتھ مل کر کی۔

۵- جوامع اصلاح المنطق، لابی یوسف یعقوب بن السکت، اس کتاب کی تصحیح آپؒ نے علامہ عبدالرحمٰن بن یحیی المعلمیؒ کے ساتھ مل کر انجام دی اور یہ تحقیق خود آپ دونوں بزرگان کے علم منطق میں ید طولی اور کثرت اطلاع رکھنے پر دلالت کرتی ہے۔

۶- الاشباہ والنظائر للامام جلال الدین سیوطی الشافعی، یہ عظیم الشان کتاب علم قواعد فقہ میں چار ۴ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۷- المعتبر فی الحکمۃ الھبۃ اللہ ملکا، لأرسطو یہ جلیل القدر و عالی مقام کتاب فلسفہ میں ہے، جس کے مختلف مخطوطات کا تقابلی مطالعہ بھی ایک قابل قدر دشوار کن مرحلہ تھا جس کی بناء پر چند ایک علماء نے مل کر اس کی تصحیح کی، اور مراجعت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ سے جو اس وقت جامعہ عثمانیہ میں علوم شرعیہ کے رئیس تھے اور یہ کتاب منطق، طبعیات اور الالٰھیات پر ۱۱۱۲ (م)، ۳۹۳ (ط)، ۴۶۳ (ء)،

۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸- رسالۃ فی الابعاد والاجرام للامام ابی الحسن کوشیارؒ، اس رسالہ میں زمینی کشادگی، چاند سے اس کی دوری وغیرہ جیسے باریک ودقیق امور پر بحث کی گئی۔

۹- تنقیح المناظر (فی علم المناظر) یہ کتاب علم ضوء ومناظر یعنی وہ آلات جن سے کسی بھی چیز کے چھوٹے بڑے ہونے کو جانا جاتا ہے سے متعلق ہے، اس کتاب کا شمار نوادرِ زمان میں ہوتا ہے، علامہ موصوفؒ نے اس کتاب میں بعض اختلافی مقامات پر اشکال ورسوم کی زیادتی کی۔

۱۰- کتاب میزان الحکمۃ لسید عبدالرحمٰن الخازمی (م ۵۰۱ھ) یہ کتاب اصولِ طبیعیات جیسے "جاذبیتِ ارض اور اس کے ثقل ووزن کا مرکز" جیسے امور دقیقہ پر مشتمل ہے۔

ان مذکورہ بالا چند تصحیح، تحقیق وتعلیق شدہ کتب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا جس کی نشر واشاعت اور طباعت نے علامہ موصوفؒ کی جانب سے تصحیح، تحقیق اور تعلیق کے باب میں ایک نمایاں رول ادا کیا (جزاہ اللہ احسن الجزاء) نیز آپ کو انہی علمی وتحقیقی کارناموں کی بدولت شھادۃ الشرف فی اللغۃ العربیۃ Certificate of Honour in Arabic کے جائزہ وانعام کی شکل میں ۱۹۴۶ء میں نوازہ گیا۔

وفات: ۴ نومبر ۱۹۸۶ء میں اس دنیاء فانی سے دارِ باقی کی جانب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲- شیخ علامہ عبدالرحمٰن بن یحیی المعلمی الیمانی الشافعیؒ (المتوفی ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء):

شیخ علامہ عبدالرحمٰن المعلمیؒ نادرِ زمان، نابغۂ روزگار، استاذ الاساتذہ، ناقد، باحث، محقق وتحریر کی شگفتگی اور فنی لیاقت کے اعتبار سے اپنے موضوع پر مستند عالمِ دین سمجھے جاتے ہیں۔

شیخ علامہ عبدالرحمٰن المعلمیؒ کا تعلق ملک یمن سے ہے، ۱۳۱۳ھ کو آپ نے اس جہانِ رنگ وبو میں آنکھیں کھولیں اور وہیں علوم وفنون حاصل کئے پھر آپ نے حیدرآباد کی طرف ہجرت کی، اور وفات تک یہیں رہے، نکاح بھی یہیں کیا۔

علمی مہارت: آپ کو علم انساب ورجال اور دیگر علوم وفنون میں یدِ طولی حاصل تھا۔ آپ

شافعی تھے اور فقہ شافعی سے خصوصی دلچسپی و تعلق تھا، آپ بڑے عالی مقام محقق بھی تھے چنانچہ آپ کے علمی و تحقیقی سرمایہ منظر عام پر آچکے ہیں جن میں بعض کا تذکرہ علامہ حبیب عبداللہ المدیحج کے ساتھ آچکا، اس لئے ان کے علاوہ کتب پر تبصرہ کرنا چاہوں گا جس میں علامہ حبیب عبداللہ المدیحج بھی شریکِ تحقیق و تعلیق رہ چکے ہیں۔

۱- کتاب اعراب ثلاثین سورة من القرآن الکریم، لابن خالویۃ، علامہ موصوفؒ عبدالرحمٰن المعلمی نے اس کتاب کی کمی کو پورا کیا، کہیں نقص یا تحریف ہوچکی تھی اسکو دور کیا۔

۲- کتاب الاعتبار، لابن بکر محمد بن موسی بن حازم الھمدانی (م ۵۷۴ھ) علامہ موصوفؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۴۷ صفحات پر اس کتاب کی تصحیح فرمائی۔

۳- شیخ علامہ سالم باحطابؒ (المتوفی ۱۳۵۰ھ):

شیخ علامہ سالم باحطاب رحمتہ اللہ علیہ، حضرموت میں دینی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے اور اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ شہر حیدرآباد ہجرت کی اور محلّہ بارکس کو اپنا مقام اصلی کے طور پر اختیار کیا، آپ کی نشو نما بھی یہیں ہوئی، آپ کا مکمل اسم گرامی سالم بن صالح باحطاب العلوی النعمانی الشافعی الاشعری منقول ہے۔

تعلیمی سفر: آپؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر پائی پھر جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں داخلہ لیا، اس طرح جامعہ کی فکر کو دیکھتے اور اس کی علمی و ادبی گلکاریوں سے مشام جاں کو معطر کرنے کا سنہری موقع نصیب ہوا، آپ نے اس مبارک موقع کو پوری طرح کام میں لایا، یہاں کے اساتذۂ فن سے اکتساب فیض کیا اور اس کی علمی فضاء میں اپنے جیب و دامن کو علم و ادب کے صدف ریزوں سے بھرتے رہے، پھر یہاں سے فراغت کے بعد مادر علمی جامعہ نظامیہ کی وسیع علمی فضاء میں کام کرنے کا موقع ملا اور تدریس اور فقہ شافعی سے متعلق افتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی جسے آپ بحسن خوبی اپنی تمام عمر انجام دیتے رہے اور آپ کے دستِ مبارک پر طالبانِ علوم نبوت کی ایک بڑی جماعت نے سند فراغت حاصل کی۔ آپ موصوفؒ اپنے تبحر علمی، کثرت معلومات، علم و فضل، حسن سلوک، اچھے اخلاق،

تقویٰ وطہارت اور حق گوئی کی بناء پر اپنے معاصرین میں بہت ہی زیادہ مشہور و معروف تھے۔

تالیفات: آپ موصوفؒ میدان فقہ کے شہسوار اور فقہ کے میدان میں اپنے معتدل مسلک، امتیازی اوصاف، تحقیقی مزاج، فقہی بصیرت کے لحاظ سے ممتاز، فقہ کے اصول و قواعد اور کلیات و جزئیات اور مسائل عامہ پر مجتہدانہ اور محققانہ نظر رکھنے والے تھے۔ چنانچہ اس بناء پر آپؒ نے فقہ کے موضوع پر بڑے ہی دلکش انداز میں قلم اٹھایا اور مبتدی و منتہی طالبان علوم نبوت کیلئے بڑی گراں قدر تالیفات مرتب فرمائی جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- الدر الثمین فی اصول الشریعۃ وفروع الدین (فی الفقہ الشافعی والتصوف والخلاف)۔

آپؒ نے یہ کتاب جامعاتِ دینیہ و مدارس اسلامیہ کے طلباء کیلئے تالیف فرمائی اور ماہرین تعلیم نے بھی اس علمی کاوش کو سراہا اور اس کی تحسین بھی اپنے اپنے گرانِ قدر الفاظ میں فرمائی۔

۲- آپؒ کی دوسری بیش بہا قیمتی تالیف ''الوصیۃ'' ہے جس میں علامہ موصوفؒ نے قرآن الکریم و حدیث مبارکہ اور اقوالِ علماء و ادباء کی روشنی میں وصیتوں کو جمع فرمایا، جو کہ طلباء مدارس و جامعات کیلئے بڑی مفید ہے۔

وفاتِ مبارکہ: ۱۳۰۷ھ میں علامہ موصوفؒ کی کتاب زندگی کا ورق پلٹ گیا اور آپؒ لاکھوں محبین و معتقدین کو افسردہ چھوڑ کر حیدرآباد کے مشہور و معروف محلّہ بارکس کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

۳- مسند ابی عوانۃ، یعقوب بن اسحاق الاسفرانی، اس عظیم الشان کتاب میں صحیح مسلم پر زیادتی کی گئی، جسکو علامہ ابوعوانۃؒ نے " صحیح المسند المخرج علی صحیح مسلم " کے نام سے موسوم کیا۔ جس پر علامہ عبدالرحمٰن المعلمیؒ نے تعلیق کا کام انجام دیا جس سے آپ کے علمِ رجال و حدیث میں تعمق و تبحر رکھنے کا مکمل پتہ چلتا ہے۔

۴- التاریخ الکبیر للامام محمد بن اسماعیل البخاریؒ۔ اس کتاب کی تصحیح، تعلیق اور حواشی کے قیمتی علمی جواہر پاروں کو علامہ موصوفؒ نے انجام دیئے۔ جس میں خصوصاً اسماء، انساب اور مشتبہ اسماء وغیرہ

کی تصحیح قابل ذکر ہے، نیز علمِ رجال، نقدِ روایات جیسے جرح وتعدیل کے اختلافی مقامات کوواضح کیااور یہ کتاب ۱۷۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵-کتاب الجرح والتعدیل، للامام حافظ ابی محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (م ۳۲۷ھ) یہ کتاب چار ۴ جلدوں میں ۱۵۴۱ صفحات پر محیط ہے، جس کی تصحیح کے فرائض علامہ موصوفؒ نے بہترین انداز میں پائے تکمیل کو پہنچائے۔

۶-الجزء الرابع من کتاب ''صفة الصفوة'' للامام محمد بن علی الجزری (م ۵۹۷ھ) یہ کتاب ۴۰۲ صفحات پر علامہ موصوفؒ کی تحقیق کے ساتھ بڑے دلکش انداز میں منظر عام پر آچکی ہے۔

۷-کتاب الانساب، للامام ابوسعید عبدالکریم بن محمد السمعانیؒ یہ کتاب ۱۳ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تصحیح وتحقیق کے فرائض علامہ موصوف نے دیگر رفقاء کے ساتھ مکمل کئے۔

۸-تذکرة السامع والمتکلم (فی آداب العالم والمتعلم) للامام علامہ ابواسحاق ابراھیم بن سعداللہ الکتانی (م ۷۳۳ھ)

یہ تصحیح شدہ کتاب آصفیہ لائبریری میں موجود ہےاوردوسرانسخہ جامعہ لون میں ہے، اس کی تصحیح علامہ موصوفؒ کے ساتھ علامہ سالم الکرنوکیؒ نے کی۔

سانحۂ ارتحال: آپ موصوفؒ اپنی تمام حیات اساتذۂ فن سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ علم وفن کے گل بوٹوں سے دامنِ مراد بھرنے کے خواہاں اور طالبان علوم شرعیہ کو اپنی علمی پیاس بجھانے کا باعث بھی بنے اور ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں اس دنیا سے آخرت کا رختِ سفر باندھ لیا۔

۴-شیخ صالح بن سالم باحطابؒ ۱۳۲۴ھ ۱۳۷۴ھ:

شیخ علامہ صالح بن سالم باحطاب الحضرمی العلوی النعمانی الشافعی الاشعری۔

آپ کی پیدائش سرزمین ہندوستان کی معروف ومشہور بستی، قابلِ قدر و باعث حصول وبرکت جو کہ عرب یمنی حضارم حضرات کی جائے سکونت واقامت سے بے انتہاء مشہور ومعروف ہے جوکہ بارکس کہلاتی ہے میں ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔

آپ ایک دینی، علمی، عملی، تقوی وطہارت، زہدو پرہیز گاری اور عقیدہ توحید کی پختگی جیسے گھرانہ وخانوادے میں اپنے شعور کی آنکھیں کھولیں اور یہیں سے اپنی شاندار ورشک آفرین حیاتِ طیبہ کا آغاز کیا۔

تصنیفات وتالیفات:

آپؒ ایک مقبول قلم کار عربی وار دوزبان پر بیک وقت قدرت رکھنے والے، فقہ ومتعلقات فقہ پر وسیع نظر رکھنے والے نہایت ممتاز ونمایاں صاحب تصانیف استاذ تھے۔ آپؒ کی ان علمی کاوشوں کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- ''سیرۃ الامام الشافعیؒ'' اس کا اردو میں ترجمہ آپ کے شاگرد رشید خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ دامت برکاتہم نے کیا ہے۔

۲- فتاوی الشافعیۃ بالعربیۃ والاردویۃ

۳- المنح الربانیۃ والنفحۃ الایمانیۃ۔ یہ حکمۃ اسلامیۃ اردو کا عربی ترجمہ اوراس کی شرح ہے۔

۴- الارشاد والعون۔ یہ بحر العلوم شیخ محمد عبدالقدیر صدیقیؒ کے رسالہ شجرۃ الکون کا عربی ترجمہ ہے۔ یہ کتاب فلسفہ وکلام میں ہے۔

۵- الفتح المبین (اردو) یہ آپؒ کے والد محترمؒ کی کتاب الدر الثمین عربی کا اردو ترجمہ ہے۔

۶- سبیل السعادۃ۔

۷- خطبات الجمعہ لابن نباتۃ۔ ابن نباتۃ کے خطبات کا اردو مجموعہ ہے۔

۸- رسالۃ ایصال الثواب بالقرآن الی المیت (اردو)۔

۹- سیرۃ النبی المرسل صلی اللہ علیہ وسلم (اردو)۔

۱۰- دیوان الشعر (غیر مطبوع)۔

۱۱- رسائل۔

۱۲- قصائد۔

۱۳- کارنامۂ ممالک محروسہ سرکارِ عالی۔

وفات: آپؒ نے پچاس ۵۰ سال کی عمر مبارک پائی لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ موصوفؒ نے ساری زندگی تنہا گذاری شادی نہیں کی جیسا کہ امام نوویؒ کا معاملہ رہ چکا ہے۔

جریان دم کے سبب یہ عالم اسلام کا نیر تاباں نصف صدی سے زائد تک حق وصداقت کا پرچم بلند کرتا ہوا اور اپنی زبان وقلم سے ملت کی بھنور میں پھنسی کشتی کو آگے بڑھاتا ہوا ۱۳۴۷ھ میں غروب ہو گیا اور مقبرہ بارکس میں مدفون ہوئے۔

۵۔ شیخ علامہ عبداللہ عمادیؒ (۱۲۹۵ھ ۱۳۶۶ھ):

شیخ علامہ عبداللہ عمادیؒ یمنی نژاد میں سے تھے۔ آپکا مکمل نام عبداللہ بن محمد افضل بن حسین بن حیدر بن محمد بن خیرالدین بن معین بن طیب بن داؤد بن قطب بن عماد، العمادی البکری التیمی الیمانی الھندی ہے۔

علامہ موصوفؒ اپنی خداداد واکتسابی صلاحیتوں سے علماء وعوام دونوں ہی طبقوں کو یکساں طور پر فیض یاب کرتے رہے، گویا آپ بیک وقت کامیاب مدرس، اعلیٰ درجہ کے منتظم اور بے مثال علمی بصیرت دان تھے۔

تصنیفات وتالیفات: علامہ موصوفؒ فکر وخیال کے تنوع کے ساتھ آپ کی قلمی یادگاریں بھی مختلف سمتوں میں رہنمائی کرتی ہیں۔ آپؒ نے تفسیر، حدیث، ادب، تاریخ، کلام اور عام ومختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ کی بیسیوں کتب زیور طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں۔

عربی تصنیفات:

۱- معارف الھند۔

۲- کتاب الحریۃ والاستبداد فی أن المسلم لاینبغی أن یقبل الضیم، بل یجب علیہ ان یغیر

منکرات الاضطهاد مهما استطاع۔

۳-القول الفیصل فی الرد علی الشیعۃ۔

۴-مقالۃ علی ابن الہیثم۔

عربی سے اردو ترجمہ:

۵-مروج الذہب للمسعودی۔

۶-تاریخ الرسل والملوک للطبری (۲ جلدوں میں)۔

۷-الملل والنحل لابن حزم الاندلسی۔

۸-کتاب المعارف لابن قتیبۃ۔

۹-الطبقات الکبری لابن سعد۔

۱۰-کتاب التنبیہ والاشراف۔

۱۱-ترجمۃ تاریخ جون بور للشیخ عبدالقادر العمادی۔

۱۲-شرح المفصل لزمخشری (بالفارسی)۔

اردو کتب:

۱۳-المحکمات۔

۱۴-علم الحدیث۔

۱۵-تاریخ الادب القدیم۔

۱۶-صناعۃ العرب۔

۱۷-فلسفۃ القرآن۔

۱۸-کتاب الزکاۃ۔

۱۹-ابن عربی۔

۲۰-بدعاتِ محرم۔

ان کتابوں کے علاوہ بڑی تعداد میں علامہ موصوفؒ کے مضامین اور مقالات بھی ہیں جو مختلف علمی وادبی رسالوں میں اسوقت شائع ہوئے۔

وفات: آپؒ ہم سب کو یہ علمی، ادبی، ثقافتی سرمایہ دیتے ہوئے ۱۳۶۶ھ میں مولائی حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۶۔ڈاکٹر حمید اللہ الشافعی (۱۳۲۶ھ-۱۴۲۳ھ)

عالمِ اسلام کی بیشتر یونیورسٹیوں کے خوشہ چیں، عالم اسلام کے قافلہ سالار و میر کارواں، برصغیر ہندوپاک کے علاوہ عرب و یورپی ممالک کے علمی حلقوں کی بہت ہی بلند و عالی مرتبت شخصیت، تحریر کی شگفتگی اور فنی لیاقت کے اعتبار سے اپنے موضوع پر مستند سمجھے جانے والے، بحر العلوم کے شناور، اعلیٰ درجہ کے ذہین و نکتہ رس، حاضر جوابی کی دولت سے سرشار، قانونی موشگافیوں سے واقف کار، انتظامی امور کے کوچہ آشنا، بہترین مدیر و منتظم، دینی تعلیمی کونسل حیدرآباد، رابطہ ادب اسلامی (شعبہ برصغیر وممالک شرقیۃ) کے رکن عالی وقار، اور مختلف دینی و علمی مراکز اور دانش گاہوں کے سرپرست وذمہ دار خانوادہ نایطی کے قابل فخر چشم و چراغ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بن ابی محمد خلیل اللہ بن محمد صبغۃ اللہ مقلب قاضی بدرالدولۃ بن محمد غوث شرف الملک الشافعی نے محرم الحرام ۱۳۲۶ھ ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء کو دنیائے علم وآگہی میں بروز چہارشنبہ (بدھ) سرزمین حیدرآباد میں شعور کی آنکھیں کھولیں۔

آپؒ کا پورا ۱۵ پشتوں تک کا خاندان اپنے وقت کا یگانہ روزگار علماء، ادباء و مورخین اور فقہاء میں سے تھا۔ خانوادہ شیخ عطاء احمد الشافعی جو ہندوستان کا مشہور نایطی خاندان جنوبی ہندوستان مدراس میں بڑی مدت سے آباد تھا جو کہ سلطان علاء الدین حسن بہمنی کے دور میں بصرہ سے ہجرت کر کے یہاں پہنچا تھا۔ اس خاندان کو بہمنی، عادل شاہی اور نظام شاہی بادشاہوں نے مناصب جلیلہ اور بہت عزت واحترام سے نوازا تھا۔ پھر بعد میں اس خاندان کے چند نژاد شہر حیدرآباد نظام میر عثمان علی کے دور میں تشریف لائےؒ۔ انہیں میں ایک ایسا دیدہ ور بھی آیا جس نے دنیائے عالم میں اپنے علم وفضل کا ڈنکا بجایا

جس کی گونج آج بھی دنیائے عالم میں گردش کررہی ہے۔

تصنیفات وتالیفات:

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس صدی کے بہترین وجید قلم کاروں میں سے تھے، اللہ تعالی نے آپ کوفکر ارجمند کے ساتھ دل دردمند اور زبان ہوش مند سے بھی سرفراز کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی تصانیف وتالیفات شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپؒ نے قرآن، حدیث، تاریخ، علم کلام، سوانح، اخلاقیات اور عام دیگر موضوعات وغیرہ کواپنی توجہ کا مرکز بنایا اور جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا اس کا کماحقہ حق ادا کیا۔ آپؒ کا شمار کثیر التصانیف مصنفوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کی جملہ کتب ومقالہ جات، کتابوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں تقریبا ۴۵۰ کے کثیر عدد سے بھی متجاوز ہیں، جنمیں سے چند ایک کا ذکر یہاں پر طوالت سے بچنے کیلئے کیا جارہا ہے (جن کی تفصیلی شکل راقم الحروف بندۂ خاکسار کے مخطوطہ بنام ''علماء شوافع کی حیات اورانکی علمی، ادبی، ثقافتی خدمات'' میں دیکھ سکتے ہیں)۔

۱-الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ۔

۲-القرآن فی کل لسان۔

۳-مملکۃ النظام حیدرآباد۔المملکۃ الأصفیۃ الاسلامیۃ۔

۴-صحیفۃ ھمام بن منبہ ومکانتھافی تاریخ علم الحدیث۔

۵-نظرات فی علاقات الفقہ الاسلامی بالقانون الرومی، وترجمۃ نلینو فی المنتقی فی دراسات المستشرقین۔

۶-کتاب الانواء لابن قتیبۃ۔

۷-انساب الاشراف لبلاذری۔

۸-الذخائر والتحف لقاضی رشید الدین بن زبیر۔

۹- افکار ابن رشد فی فلسفۃ الحقوق والقانون۔ فی الکتاب الذھبی لمھرجان التذکاری لفلاسفۃ الاسلام فی الغرب العربی۔

۱۰-کتاب المعتمد لابی الحسین البصری۔

۱۱-مقدمۃ فی علم السیر وحقوق الدول فی الاسلام فی احکام اھل الذمہ لابن قیم۔

۱۲-شمس الائمۃ السرخسی۔

۱۳-المقدمۃ علی کتاب السنن لسعید بن منصور۔

۱۴-کتاب الاشعات لکندی۔

۱۵-ھل للقانون الرومی تاثیر علی الفقہ الاسلامی۔

۱۶-تاریخ البصرہ والجزائر، جزائر الخلیج العربی الفارسی۔ للشیخ نعمان بن محمد بن العراق، مجمع البحوث الاسلامیۃ۔

۱۷-فقھاء ایران قبل الطّوسی۔

۱۸-کتاب النبات لدینوری۔

۱۹-بنوک القرض بدون ربا۔

۲۰-اقدم دستور مسجل فی العالم، وثیقۃ نبویۃ مھمۃ۔

۲۱-کلمۃ الختام لکتاب، المجسر، لابن حبیب البغدادی۔

۲۲-دارم وتوث (استدراک) مجلۃ المجمع العلمی دمشق ۱۹۵۴م۔

۲۳-شجرۃ الدارم ومزیتھا۔

۲۴-تحویل مجری نھر الفرات لارواء شبہ جزیرۃ العرب الیقظۃ۔

۲۵-حول خاطرۃ مع صھیونی۔

۲۶-رسالتان لابن حبیب، کتاب ماجاء ایمان احدھما اشھر من صاحبہ۔

۲۷-المخطوطات العربیۃ فی باریس۔

۲۸-المیزانیۃ والغرائب فی عصر النبی (ترجمہ سعید رمضان)۔

۲۹-الألمان فی خدمۃ القرآن (مجلۃ فکر وفن)۔

۳۰-صنعۃ الکتابۃ فی معهد الرسول والصحابۃ (مجلۃ فکروفن)۔

۳۱-مواقیت الصوم والصلوۃ فی المناطق غیر المعتدلۃ۔

۳۲-مکتوب حول ذبائح اهل الکتاب۔

۳۳-المسلمون فی الهند (مجلۃ المجتمع)۔

۳۴-الاوامر القومیۃ فی نظر الاسلام الغریب۔

۳۵-حول موضوع الزمی الاسلامی۔

۳۶-وضع الاصطلاحات العلمیۃ، وتکمیل الخط العربی لاستعمالهما فی الجامعۃ العثمانیۃ۔

۳۷-علم النبات عند المسلمین ومکانۃ الدینوری۔

۳۸-صلات آرنست رینان مع جمال الدین الافغانی۔

۳۹-توحید الاحکام وتدوین الفقه علی ایدی الائمۃ۔

۴۰-فی بعض المسائل الفقهیۃ المتاثرۃ بعلم الهیئۃ الجدیده۔

۴۱-معدن الجواهر (الدراسات الاسلامیۃ)۔

۴۲-النفط فی معرفۃ المسلمین۔

۴۳-الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض۔

۴۴-اصول رسائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الملوک والرؤساء۔

۴۵-اصل رسالۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری۔

۴۶-تراجم القرآن فی اللغات الاجنبیۃ۔

۴۷-تعقیب علی رسالۃ الکندی فی کتاب الشعاعات۔

۴۸-مذاکرات علمیۃ۔

۴۹-ظهور الاسلام۔

۵۰-مسجد الاقصی والمسجد الاقصی۔

۵۱-المسلمون فی امبراطور   یۃ وفتح ماوراء النھر فی عھد سیدنا عثمانؓ۔

وفات: علامہ موصوفؒ اپنی آخری عمر شریف میں اپنے بھائی کی پوتی کے گھر ولایات متحدہ منتقل ہوئے وہیں اس دنیائے فانی سے ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء رحلت فرماگئے۔ اور آپ کو جیکسن ،فلوریدا شہر کے Chapal Hill Saint John Bluff قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تقریباً نصف صدی تک علمی وتحقیقی کاموں میں مستغرق رہنے اور دنیائے علم کو جدید حالات، ان کے تقاضوں سے واقف کرتے ہوئے اور مخالفین اسلام سے علمی وفکری محاذوں پر جنگ کی تدبیریں کرتے ہوئے اور نوجوان اہلِ علم وصاحب قلم حضرات کو اس عظیم مشن کیلئے مہمیز کرتے ہوئے ابدی نیند سو گئے۔ آخری وقت تک قلم اس مردِ مجاہد کے ہاتھ میں رہا۔

۷-مفتی محمد سعیدؒ ۱۲۴۷ھ - ۱۳۱۲ھ:

علامہ مفتی محمد سعیدؒ ۱۲۴۷ھ کو مدراس کے ایک معروف ومشہور خاندانِ نوائط میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا نام محمد سعید بن بدرالدولۃ محمد صبغۃ اللہ ابن شرف الملک محمد غوث الشافعی النایطی المدراسی ثم حیدرآبادی۔

تصنیفات وتالیفات:

آپؒ کا شمار بھی کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتا ہے آپ نے عربی وفارسی زبان میں بہت ساری علمی خدمات سپرد قرطاس کیں۔

عربی تصانیف:

۱-التنبیۃ بالتنزیہ (فی العقائد الاسلامیۃ)۔
۲-ھدایۃ الشفا الی نصاب الزکاۃ (فی الفقہ)۔
۳-نور الکریمتین فی رفع الیدین بین الخطبتین (فی الفقہ)۔
۴-تشبیۃ المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات ربانی (فی الحدیث)۔

۵-تخریج احادیث الاطراف (فی الحدیث)۔

۶-القول الجلی فی معنی قدمی علی رقبۃ کل ولی (فی التراجم)۔

۷-الجام العوام عن علم الکلام۔

۸-ثبت فی الحدیث النبوی۔

فارسی تصانیف:

۹-رسالۃ اثبات علم غیب انبیاء۔

۱۰-اعجاز محمدی۔

۱۱-ترجمہ شروطِ اقتداء۔

۱۲-تفسیر فیض الکریم۔

۱۳-رسالہ در اثبات عمل مولود شریف۔

۱۴-رسالہ شق القمر۔

۱۵-مناھج عدالت۔

۱۶-سرور المومنین فی میلاد المرسلین۔

۱۷-رسالہ در بحث ختنتان۔

۱۸-رسالہ در امتناع نظیر۔

۱۹-احوالِ سیدنا عمر فاروقؓ۔

۲۰-ردفتوی مولوی محبّ احمد عبد الرسول بدایونی۔

۲۱-فتوی طعام نیاز و فواتح۔

۲۲-فتوی در تعظیم و تکریم و زیارت و آثار شریف۔

وفات: عالمِ اسلام کا یہ نیر تاباں نصف صدی سے زائد حق وصداقت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اور اپنی زبان وقلم سے ملت کی بھنور میں پھنسی کشتی کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء کو

غروب ہو گیا اور مسجد الماس چادر گھاٹ، حیدر آباد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
آپ کی تاریخ وفات میں مولفین کے درمیان قدر اختلاف سامنے آتا ہے۔ صاحب تاریخ نوایط نے ۴۶۱ پر اور صاحبِ نزهة الخواطر نے ۸/۴۳۰ پر ۱۳۱۴ھ نقل کی اور صاحب کتاب القاضی بدر الدولة نے ۱۳۱۰ھ ذکر کی، لیکن علامہ سلطان محی الدین مدظلہ العالی (جامعہ عثمانیہ میں ادب عربی کے سابق صدر) نے علماء العربیہ ومساهماتهم فی الادب العربی فی العهد الآصفجاهی میں ۹۷ پر ۱۳۱۲ھ نقل کی اور بطور سند حکومت کی طرف سے جاری کردہ اعلامیہ کو پیش کیا جس میں ۲۴ شعبان ۱۳۱۲ھ کا ذکر ہے۔

۸- علامہ حسین عطاء اللہؒ ۱۲۶۰ھ ۱۳۲۷ھ:

خانوادہ نوایط کے چشم و چراغ علامہ حسین عطاء اللہ بن قاضی الملک صبغة اللہ بن شرف الملک محمد غوث الشافعی ۱۲۶۰ھ میں مدراس میں حیات فانی کا آغاز کیا۔ آپ موصوفؒ کا گھرانہ یہاں عرصہ دراز سے آباد تھا اور شرافت و بزرگی، علم وفضل، زہد وتقویٰ کے لحاظ سے ہمیشہ معروف وممتاز رہا، اسی علمی ودینی گھرانے میں آپ کی تربیت وتعلیم ہوئی اور اسی علمی گھرانہ کے افراد با کردار کی زیر پرورش آپ کی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

تصنیفات وتالیفات:

علامہ موصوفؒ نے امت مسلمہ کیلئے اپنا قیمتی علمی سرمایہ سپرد قرطاس کرتے ہوئے بڑا احسان کیا آپ کی علمی کاوشوں کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- فهرس اللغات۔
۲- الجمل الصحیحین۔
۳- کتاب اشعار السیرة النبویة، (سیرة ابن هشامؒ کے اشعار کو اس میں جمع کیا)۔
۴- کتاب اشعار الاغانی۔ اس میں علامہ موصوفؒ نے علامہ اصفہانیؒ کے اشعار کو جمع کیا لیکن اس کو مکمل نہیں کر سکے۔

۵-قصائد۔

وفات: علامہ موصوفؒ ۱۳۲۷ھ کو اپنے بہت سے محبین ومعتقدین کو افسردہ چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۹-علامہ احمد اللہ (نواب احمد جنگ بہادرؒ):

علامہ احمد اللہؒ (نواب احمدؒ جنگ بہادر) ان محقق علماء کرام میں سے ہیں جو برصغیر ہندوپاک کے علاوہ عرب ممالک کے علمی حلقوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، تحریر کی شگفتگی، علمی ذوق وشوق رکھنے والے اور فنی لیاقت کے اعتبار سے اپنے موضوع پر مستند سمجھے جانے والے نیز تصوف وعقائد اور خصوصاً علم فقہ آپ کا خاص موضوع رہا، جس سے متعلق متعدد وقیع ودقیق کتابیں منظرِ عام پر آکر خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

علامہ احمد اللہ صاحبؒ شہر حیدرآباد میں ۱۴/اگست ۱۸۹۰ء کو اس جہان رنگ وبو میں اپنی حیات فانی کی آنکھیں کھولیں۔ والد محترم کا اسم گرامی محمد اسمعیل بن محمد قادر محی الدین صاحبؒ ہے (جو عدالت دیوانی عثمان آباد کے سررشتہ دار کے منصب جلیلہ پر فائز تھے)

تصانیف وتالیفات: آپؒ کی مندرجہ ذیل تمام کی تمام کتب زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

۱-المختصر (فی الفقہ الشافعی)

۲-المتوسط (فی الفقہ الشافعی)

۳-المبسوط (فی الفقہ الشافعی) (جس کی اب تک چھ مرتبہ طباعت ہو چکی ہے نیز چھٹی دفعہ اس گرانقدر تصنیف کو نہ صرف کمپیوٹرائز کیا گیا بلکہ مفاد عامہ کے لئے انٹرنیٹ پر مہیا کر دیا گیا ہے۔

۴-الحج (فی الفقہ الشافعی)۔

۵-الاحسان (فی التصوف)۔

۶-جامع العقائد (فی العقائد)۔

وفات: عالم اسلام کا یہ نیر تابان ستارہ نصف صدی سے زائد مدت تک حق وصداقت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی زبان وقلم سے ملت اسلامیہ کی بھنور میں پھنسی کشتی کو آگے بڑھاتے ہوئے، نو جوانانِ اہل علم و صاحب قلم حضرات کو ایک عظیم مشن کیلئے مہمیز کرتے ہوئے ۳۱ جولائی ۱۹۸۳ء کو حیدرآباد کی سرزمین میں ابدی نیند حاصل کرتے ہوئے غروب ہوگیا۔ آپکو شہر حیدرآباد کے قدیم محلّہ چنچل گوڑہ میں تکیہ عباداللہ شاہؒ میں سپرد خاک کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شافعی ابناء حیدرآباد کی فقہی خدمات:

شافعی ابناء حیدرآباد کا ایک اہم کارنامہ اس دور میں کتب شافعیہ کی نشر و اشاعت اور طباعت وتیاری ہے، جب سے یمنی وحضارم حضرات شہر حیدرآباد میں تشریف لائے اس وقت سے آج تک کتب شافعیہ کی موثر وطاقتور نمائندگی وترجمانی کرکے ایمان ویقین اور اصولی وفروعی مسائل کی بنیاد ذہن ودماغ میں از سر نو استوار کرے، اس ذہنی بے چینی اور انتشار کو رفع کرے جو شہر حیدرآباد میں ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں جنم لے رہی ہے، نیز جو ہندوستان کے دوسرے مذاہب ومسالک کے متبعین ومقلدین میں صحیح ورقیق تعارف کا ذریعہ بنے۔

چنانچہ علامہ سید مفتی محمود صاحب نے مرکز توعیۃ الفقہ الاسلامی کی بنیاد ڈالنے سے پہلے مکتبہ اشرفیہ کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی جس کے تحت آپؒ نے پچاس ۵۰ سے زائد کتب دینیہ کی نشر واشاعت کی جن میں سے بعض علمی سرمایہ درج ذیل ہیں:

۱- رسالۃ حیاۃ الانبیاء۔

۲- الوسیلۃ العظمٰی۔

۳- قصیدۃ النعمان۔

۴- رسالۃ الصیام علی المذاہب الاربعہ (جسکا اردو ترجمہ علامہ مفتی محمد عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ نظامیہ نے کیا ہے)۔

۵- سیرۃ الشافعی۔ لصالح باطاب۔ (اس کا اردو ترجمہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ علامہ خواجہ

شریف صاحب نے کیا ہے)۔

۶-ضوابطِ شافعیہ(فی الفقہ)۔

۷-ہدیہ حبیبیہ(فی الفقہ)۔

۸-نجوم الھدیٰ۔

پھر آپؒ نے باقاعدہ عربی واردو اہم کتب کی تشریح وطباعت اور نشرو اشاعت کا اہم کارنامہ مرکز توعیۃ الفقہ الاسلامی کے نام سے بحسن خوبی تمام عمر انجام دیتے رہے، جس کے تحت کئی ایک کتب شائع ہوئیں اور اس علمی کاوشوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱-الورقات۔

۲-شرح الورقات۔

۳-سفینۃ النجاح۔

۴-متن ابی شجاع۔

۵-عمدۃ السالک وعدۃ الناسک۔

۶-الدر الثمین فی اصول الشرعیہ وفروع الدین۔

۷-عقود رسم المفتی۔

۸-نور وجۃ المحارم شیخ سعید بن الاصقع۔

۹-وفیات الاعیان۔

۱۰-فتح المجید باحکام التقلید۔

۱۱-فتح المعین۔

۱۲-الحکمۃ الاسلامیہ۔

۱۳-رسالۃ الصیام علی المذاہب الاربعہ۔

۱۴-الرسالۃ للامام الشافعی۔

ان علوم اسلامیہ کی اشاعت وطباعت کا سہرا آپ موصوفؒ کے سر جاتا ہے جنہوں نے اپنی پیرانہ سالی میں اس بلند واعلیٰ خدمت کو لیکر اٹھے، لیکن افسوس صد افسوس یہ قضاء وقدر نے اس سلسلہ کو زیادہ دن چلنے نہیں دیا، آپ مولاء حقیقی سے جاملے۔ رنج وملال کا یہ رشتہ آپ کے سانحہ ارتحال کے ساتھ ہی بڑھتا گیا جو آج تک ختم نہیں ہوسکا اور وہ اس مرکز کی کاروائی کو آگے بڑھانے والا معاملہ ہے۔

وفات: آپ موصوفؒ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۸ء کو بروز جمعہ ۳۰-۱۰ بجے شب اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کورخصت فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۵ سال تھی۔

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ:

ایک ایسا دینی ادارہ ہے جو اپنی قیام سے ہی اپنے مقصد اصلی کو پورا کرنے کیلئے بڑا کوشاں ثابت ہوا جس نے اپنی تمام تر توجھات فقہ شافعی کی کتب کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے پر رکھی جس کا اولین وبنیادی مقصد فقہ شافعی کو اس علاقہ میں اسکے متبعین ومقلدین تک بآسانی پہونچایا جاسکے، چنانچہ اسی نیک مقصد کو پروان چڑھانے کیلئے مرکز ھذا نے چند ایک کتب شافعیہ کی طباعت کی جن میں قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں:

۱- طریقہ نماز شافعی (۱۶ صفحات سجدہ سہو تک)۔

۲- رسالہ فقہ شافعی (۶۸ صفحات پانی کے بیان سے قربانی تک)۔

۳- المختصر لاحمد جنگؒ۔

۴- المتوسط لاحمد جنگؒ۔

۵- المبسوط لاحمد جنگؒ۔

۶- الفتح المبین۔

۷- شافعی بہشتی زیور۔

۸- ادب النکاح۔

۹-احکام النکاح۔

جامعات ومدارس اسلامیہ:

چودھویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں پورا عالم اسلام انتشار وپراگندگی، پریشان حالی اور فکری اضمحلال کا شکار تھا، ہر جگہ جمود وتعطل کے آثار نمایاں تھے، مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہوچکی تھی، مسلم حکمران وسلاطین اپنی عیش وعشرت کی دنیا اور شوق وطرب کی بزم آرائیوں میں مگن تھے، ان میں بدنظمی وخوں ریزی کا دور دورہ تھا، ملت کے مذہبی قائدین اور علماء کرام احساس کمتری کے شکار ہوچکے تھے۔ اس وقت پورا اسلامی نظام تختۂ مشق بنا ہوا تھا، اس کے فطری اصولوں کو چیلنج کیا جارہا تھا، ان کے قوانین کو لغو اور راز کار رفتہ قرار دیا جارہا تھا۔

اس عالمی منظرنامہ میں ہندی مسلمانوں کی حالتِ زار خاص طور پر بڑی قابل رحم تھی، یہاں داخلی وخارجی دونوں محاذوں پر مسلمان پسپائی کے شکار تھے اور مسلمانوں کے ذہنوں میں مسلم سلطنت کے زوال کا درد اور غلامی کا احساس باقی رہا، آزادی کی تمنا ان کے اندر کروٹیں لیتی رہیں، جس کے نتیجہ میں مسلمان انگریزوں کے بڑھتے قدم کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور ہر موڑ پر ان کے مدمقابل میں کھڑے ہوتے رہے، شاہ عبدالعزیزؒ کا انقلاب انگیز فتوی تحریک شہیدینؒ، ٹیپو سلطان شہیدؒ کی جرأت وثابت قدمی، سن ستاون کی تحریک حریت، خلافت کمیٹی اور جمعیۃ علماء ہند، حریت وطن کی طلائی زنجیر کی یادگار کڑیاں اور لافانی مثالیں ہیں، لیکن یہ ساری کوششیں جب ناکام ہوچکیں تو انگریزوں نے مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ بقول منشی ذکاء اللہ "ہر انگریز کا یہ پیشہ ہوگیا تھا کہ ہر مسلمان کو باغی سمجھتا تھا، ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ ہندو ہے یا مسلمان؟ جواب میں مسلمان سنتے ہی گولی ماردیتا" (عروج سلطنت انگلشیہ ص ۷۲-۷۱)۔

انگریزوں کا یہ معاندانہ رویہ یہیں ختم نہیں ہوا، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں تک کو تباہ کرنے پر تل گئے جس کے نتیجہ میں انہوں نے ان کی معاشی، حکومتی، اوقافی جائیدادوں کے دروازے بند کردیئے یہاں تک کہ ایمانی جذبہ کو جو کہ ان کا متاع گراں سمجھا جاتا پر تک یلغار کی گئی۔

اس بحرانی دور، پیچیدہ کیفیت اور نازک صورت حال میں علماء دین اور مذہبی قائدین نے اسلام کے دینی وعلمی سرمایہ کی حفاظت اور مسلمانوں کے دینی تعلق واحساس کو باقی رکھنے کیلئے ایسے مدارس وجامعات کا قیام ضروری سمجھا، جو سیاسی زوال کے بعد مسلمانوں کے دینی واخلاقی زوال سے حفاظت کے ضامن ہوں اوران مدارس وجامعات سے ایسے علماء تیار ہوکر نکلیں جو شریعت اسلامی سے گہری واقفیت رکھتے ہوں، اور علم دین کی اشاعت وحفاظت کا فریضہ انجام دے سکیں ان مدارس وجامعات میں دارالعلوم دیوبند کا نام سرفہرست اور اس کے بعد شہر حیدرآباد کی درسگاہ جامعہ نظامیہ ہے۔اورانہی کے ساتھ ندوۃ العلماء بھی۔

جامعہ نظامیہ:

شہر حیدرآباد کی بہت ہی معروف ومشہور علمی وادبی درسگاہ جامعہ نظامیہ ہے جس سے اب تک لاکھوں تشنگانِ علوم نبوت نے نہ صرف اپنی علمی پیاس بجھائی بلکہ کروڑوں لوگوں کی دینی اور علمی وعملی طلب کوبھی بھرپور مکمل کیااور کررہی ہےاور انشاءاللہ تعالیٰ تا قیامت کرتی بھی رہے گی۔

اس مادر علمی کی بنیاد ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۴ء میں شیخ الاسلام علامہ فھامہ حافظ محمد انوار اللہ العمری فضیلت جنگؒ نے اپنے مرشد ومربی حضرت علامہ شیخ حاجی امداداللہ شاہ مہاجر مکیؒ کے اشارے پرٹھیک اسی طرح ڈالی جس طرح علامہ شیخ قاسم ناتوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کی حاجی صاحبؒ کے کہنے پرڈالی۔

جامعہ میں تمام علوم شرعیہ کی تعلیم چار ۴ مراحل میں منقسم ہے اوران تمام ہی مراحل میں علم فقہ پڑھایا جاتا ہے چونکہ جامعہ کا موقف اس باب میں فقہ حنفی ہے لیکن شوافع طلباء کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اساتذہ کرام فقہ شافعی کی بھی تعلیم سے طلباء کوسیراب کرتے ہیں۔

جامعہ نوری شاہ:

شہر حیدرآباد کی ایک علمی وروحانی درسگاہ جسے جامعہ نوری شاہ کے نام سے جانا جاتا ہے جس کے بانی ومؤسس نوری شاہ حضرتؒ ہیں۔

آپ کے روحانی کمالات کا فیض شہر حیدرآباد کے بجائے کیرالا میں پہنچا جس کی بناء پر سینکڑوں حضرات آپ کے حلقہ مریدی میں آئے، بایں بناء حیدرآبادی طلباء کے مقابلہ میں اس جامعہ میں طلباء کیرالا کا ایک جم غفیر زیر تعلیم وتربیت ہے، چونکہ مدراس، کیرالا اور تاملناڈو میں امام شافعیؒ کے مقلدین ہیں اسی وجہ سے جامعہ ھذا میں بھی فقہ شافعی درس نظامی میں شامل ہے اور باضابطہ فقہ شافعی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدرسہ الہیہ :

مدرسہ الہیہ شہر حیدرآباد کی معروف ومشہور بستی بارکس میں واقع ہے جس کی بنیاد آج سے تقریباً ۳۸ سال پہلے راقم الحروف کے خسر محترم حاجی عبدالرحیم بن سالم الشافعی ہیں اور آپ کے مخلص رفقاء کی جماعت نے ملکر عرب شافعی حضرات کی ایک کثیر تعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپریل ۱۹۷۴ء میں ڈالی تھی، جوالحمدللہ آج تک ایک تناور درخت کی شکل میں اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے علمی کاروان کو بڑھاتے ہوئے ترقیاتی منازل کو طے کررہا ہے، اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اور اس سے ملحقہ ادارہ کو تاقیامت خدمت دین وشرع متین کیلئے تابناک رکھے (آمین)۔

چنانچہ مدرسہ ھذا میں شافعی طلبا وطالبات کی ایک کثیر تعداد دینی وعصری علوم سے آراستہ ہو رہی ہے، اس لئے انہیں فقہ شافعی کی باضابطہ تعلیم درس نظامی میں شامل کرتے ہوئے مستقل طور پر ماہر اساتذہ کرام کی زیرنگرانی دی جاتی ہے۔

مصادرومراجع:

۱- علماء العربیۃ ومساھاماتھم فی الادب العربی فی العھد الآصفجاھی۔ لدکتور محمد سلطان محی الدین صاحب۔

۲- التنویر مجلہ ادبیۃ والثقافیۃ (العثمانیہ)۔

۳- محبوب ذی المنن تذکرۃ اولیائے دکن۔

۴- تاریخ نوائط (عزیز جنگ)۔

۵- محبوب الوطن تذکرۃ سلاطین دکن۔

۶- تذکرہ سعید لافضل اقبال۔

۷- قاضی بدرالدولۃ (لسعید بہاء الدین)۔

۸- نزہۃ الخواطر لعبدالحی۔

۹- خانوادہ قاضی بدرالدولۃ لیوسف کوکن عمری۔

۱۰- عربوں کی جہاز رانی لسید سلمان ندوی۔

۱۱- عہد سلف لمحمد مرتضیٰ۔

۱۲- مولوی عبدالقادر لسید نصیر الدین الھاشمی۔

۱۳- شخصیت وادبی خدمات لاطروحہ۔

۱۴- عروج سلطنت انگلشیہ۔

۱۵- تاریخ دکن لیوسف حسین خان۔

۱۶- تاریخ دکن لاختر مینائی وجلیل مانک پوری۔

۱۷- تاریخ دارالعلوم لنصیر الدین الھاشمی۔

بارکس کے حضرمی علماء کی فقہی خدمات

مولانا عبداللہ بن عبدالرحیم بانعیم

سرسری خاکہ:

شہر حیدرآباد کے محلوں میں ایک مشہور محلّہ 'بارکس' ہے۔ نظام حیدرآباد آصف جاہ ششم نواب میر محبوب علی خاں نے اپنی فوج میں ایک عرب رجمنٹ نظم جمیعۃ محبوب (NJM) کے نام سے ۱۸۹۰ء کے اواخر میں قائم کی، اس رجمنٹ میں خالص یمنی تارکین وطن کو بھرتی کیا گیا، ان کی رہائش کے لئے چار مینار کے جنوب میں تقریباً ۸ کلومیٹر دور فوجی بیرکس (Biarakas) بنائے گئے۔ آج بھی یہ علاقہ موجود ہے البتہ کثرتِ استعمال سے 'بارکس' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں کی آبادی تقریباً سوالاکھ افراد پر مشتمل ہے، جس کی ۹۰ فیصد تعداد یمنی تارکین وطن عرب نژاد ہے، یہاں یمن وحضرموت کے ۵۰۰ سے زائد قبائل آباد ہیں۔ سادات وحبائب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کی اکثریت شافعی المسلک ہے، یہاں اس حقیقت کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بارکس ملک کا وہ واحد علاقہ ہے، جہاں ایک ہی جگہ اتنی بڑی تعداد میں عرب آباد ہیں، اس پس منظر میں یہاں عربوں کی طرز زندگی، رہن سہن اور شجاعت ودلیری اپنی مخصوص تہذیب وثقافت کی علمبردار ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کا رابطہ یمن وسعودی عرب سے بہت گہرا، مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں ''الجالیة الیمنیة'' قائم ہے جو اس رابطہ کے لئے اہم اور نمایاں رول ادا کررہی ہے۔

قیام بارکس کے ساتھ ہی یمن وحضرموت کی مختلف وادیوں سے عربوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، ان میں اہلِ علم اور صاحب نسبت بزرگ بھی تھے۔ جنہوں نے دکن کے علماء سے

استفادہ کیا اور درس وتدریس، افتاء وخطابت کے ذریعہ قوم کی دینی وعلمی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔(جزاھم اللہ خیر الجزاء) فوج میں مستقل ایک دینی مدرسہ تھا، جس میں فوجیوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے، یہاں کے علماء حیدرآباد کی معروف جامعہ ''جامعہ نظامیہ'' میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ بارکس کے باتوفیق طلبہ ان حضرات سے وہاں جاکر استفادہ کرتے تھے۔ ذیل کی سطور میں انہی نابغۂ روزگار میں سے بعض کا تذکرہ پیش ہے، یہاں یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ ''بارکس'' حیدرآباد کی تاریخ وتہذیب کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، جس کے بغیر شہر کی تاریخ اور اس کے سابقہ حکمرانوں کی داستان ناقص وادھوری رہے گی۔ ظاہر ہے کہ موجودہ دور کی ترقیوں اور تبدیلیوں نے شہر کی تہذیب وثقافت کو متاثر کیا ہے وہیں بارکس بھی اس کے اثرات کا خاموش گواہ بن کر رہ گیا ہے۔

فقیہ بارکس مفتی الشافعیہ معلم باخطابؒ (م ۱۹۵۰ء):

عالم وفاضل فقیہ ومفتی حضرت العلامہ الشیخ صالح بن علامہ الشیخ سالم بن صالح باخطابؒ آپ علامہ شیخ سالم باخطابؒ کے چھوٹے فرزند ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۱۳۲۴ھ میں بارکس حیدرآباد میں ہوئی۔ آپ والد کی حسنِ تربیت میں پروان چڑھے گھر میں علم کا چرچا تھا۔ ابتداء تعلیم والد ماجد علامہ شیخ سالم باخطابؒ (م ۱۳۵۰ھ) سے حاصل کی، اس کے بعد ''جامعہ نظامیہ'' میں داخل ہوئے اور اکابر علماء سے مختلف دینی علوم وفنون میں استفادہ کرکے ۱۳۴۵ھ میں صرف ۲۱ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کیا۔

اساتذہ: بچپن میں آپ نے اپنے والد شیخ سالم باخطابؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جب جامعہ نظامیہ میں داخل ہوئے تو مولانا عبدالکریم افغانی صاحب (م ۱۳۴۳ھ) شیخ الحدیث مولانا یعقوب (ت ۱۳۵۲ھ)، حضرت مفتی رکن الدین صاحب (م ۱۳۴۷ھ) جیسے اکابر علماء ومشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

تدریس: فراغت کے بعد جامعہ نظامیہ ہی سے بحیثیت مدرس تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور جلد ہی اپنے والد کی طرح شیخ المعقولات کے عہدہ پر ترقی حاصل کی۔ نیز آپ کو ناظم کتب خانہ کی

ذمہ داری بھی تفویض کی گئی۔ علاوہ ازیں نظم جمعیۃ محبوب (NJM) کے مدرسۃ الشافعیہ میں آپ نے صدرالمدرسین اور مفتی شوافع کی حیثیت سے سرکاری مفتی کی بھی خدمات انجام دیں۔ خطیب مکہ مسجد مولانا سید محمود افغانیؒ صاحب کی نیابت میں آپ مکہ مسجد میں جمعہ بھی پڑھاتے تھے۔

بعض حالات کے پیش آنے پر آخری وقت میں آپ بارکس سے مدرسہ نظامیہ کے قریب ''گول پورہ'' محلے میں منتقل ہوگئے تھے۔ یہیں آپ نے ۷۰ ۱۳ھ م ۱۹۵۰ء کو بعمر ۵۰ سال داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ و انا إلیه راجعون۔ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا کی گئی اور جنازہ بارکس تک پیدل لایا گیا، ہزاروں لوگوں نے شرکت کی اور بارکس کے بڑے قبرستان میں اپنے والد کے پیئنتی دفن ہوئے۔ رحمه الله رحمة واسعة۔

تالیفات: الفتح المبین والجوهر الحسین علی الدر الثمین

یہ کتاب دراصل علامہ باخطابؒ نے اپنے والد کی عربی تالیف الدرالثمین کا اردو میں ترجمہ کرکے مرتب کی ہے۔ مکتبہ اشرفیہ سے شائع ہوئی ہے۔

فتاویٰ: حضرت علامہ کے سیکڑوں عربی اور اردو کے فتاویٰ ہیں، جو آج تک طبع نہیں ہوئے۔ ان میں سے بعض کی نقولات راقم کے پاس ہے، اس پر کام شروع کیا گیا ہے۔ ان فتاویٰ اور قضایا سے علامہ باخطابؒ کی فقاہت اور علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تحریر نہایت صاف وشستہ اور اسلوب سادہ اور مضبوط ہوتا ہے، بعض میں ''مصادر الاحکام الشرعیة'' للقعیطیؒ کا حوالہ ملتا ہے۔

آپ کی تیسری تالیف 'سیرۃ الامام الشافعیؒ' عربی میں مطبوعہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ آپ کے شاگرد مولانا خواجہ شریف صاحب (موجودہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ) نے کیا ہے، یہ کتاب پہلے حیدرآباد سے شائع ہوئی۔ ابھی دو سال پہلے یمن سے بھی شائع ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے بحرالعلوم مولانا عبدالقدیر صدیقی (سابق پروفیسر دینیات عثمانیہ یونیورسٹی) کی دو کتابوں کا عربی ترجمہ کیا ہے: (۱) الارشاد والعون إلیٰ شجرة الکون (۲) النفحه الایمانیة والمنحة الربانیة۔ یہ دونوں کتابیں عزان جابری نے شائع کی تھیں۔

نیز مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی ''الدین القیم'' کی تعریب علامہ باخطابؒ نے کی تھی۔ جو آج بھی مخطوطہ ہے۔

علامہ باعلوی الحسینیؒ:

حبیب ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عیدروس بن علی بن محمد بن شہاب الدین احمد العلوی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ ۱۲۶۲ھ کو تریم (حضرموت) میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنے وقت کے اساطین علم سید عمر المحضار، حسن بن حسین الحداد العلوی، الشیخ علی بن عبداللہ بن شہاب الدین احمد العلوی، حامد بن عمر بافرج العلوی، الحبیب محسن بن السقاف العلوی، الصوفی الشیخ احمد بن محمد المحضار العلوی، المحقق محمد بن عبداللہ باسودان الکندی وغیرہ حضرات سے تعلیم حاصل کی، ۱۲۸۶ھ کو حج کے لئے گئے۔ یہاں ایک لمبی مدت تک قیام کیا اور شیخ فضل باشاہ علوی اور شیخ مشائخ الحجاز سید احمد زینی دحلان سے استفادہ کیا۔ پھر دوبارہ تریم آگئے اور ۱۲۸۸ھ میں عدن گئے پھر یہاں سے جاوا (انڈونیشیا) گئے۔ اس کے بعد وطن واپس آکر دعوت وارشاد اور تدریس وتبلیغ کا فریضہ ۱۲۹۲ھ تک انجام دیا، اس کے بعد ۱۲۹۴ھ کو ہندوستان کا رخ کیا، حیدرآباد آئے اور جامعہ نظامیہ میں مدرس ہوگئے۔ ایک لمبے عرصے تک یہاں علمی خدمات سے جڑے رہنے کے بعد ۱۳۳۴ھ کو آپ دوبارہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تریم واپس چلے گئے اور اس کے بعد پھر آپ ۱۳۴۰ھ کے آس پاس حیدرآباد واپس آئے، کچھ دن رہنے کے بعد بروز جمعہ ۱۳۴۱ھ ۱۰ جمادی الاولیٰ آپ کی وفات ہوئی اور مسجد برق جنگ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تالیفات:

۱-الریاق النافع بایضاح وتکملۃ مسائل جمع الجوامع۔

یہ کتاب اصول فقہ میں علامہ باعلویؒ کی نہایت اہم اور معرکۃ الآرا تالیف ہے۔

ابتدایوں ہے ''نحمدک اللهم حمداً لايخرج بفضلک عن دائرة القبول ونضرع إليک في تيسير الوصول إلى شم مراتب الأصول۔''

اس کا ایک قلمی نسخہ قاہرہ کے کتب خانہ ازہریہ میں ہے جس کا نمبر (۴۰۲/۴ / ۱۱۱۳۴) ہے۔ اس کتاب کی پہلی مرتبہ اشاعت حیدرآباد کے مشہور ادارہ '' دائرۃ المعارف العثمانیہ'' سے ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔

۲- دوسری تالیف لطیف ''ذريعة الناهض إلىٰ تعلم الفرائض ''منظوم ہے۔

جس میں ۱۵ فصلیں اور ۲۰۵ بیت (اشعار) ہیں۔ جس کو آپ نے ایک ہی رات میں نظم فرمایا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ آپ ایک درس میں اپنے رفقاء کے ساتھ شریک تھے، انہیں اونگھ آ گئی، کسی نے اس پر ان کو ٹوکا، اس پر انہوں نے درمیان کے درس کی بحث کو من وعن بیان کر دیا۔ اور پھر اگلی صبح وہ اپنے اس منظوم کے ساتھ آ گئے (جھو دفقہاء ۲/ ۱۰۹۳)۔

یہ رسالہ مطبوعہ ہے، اس کی شرح علامہ سید علی بن قاسم العباسی الحسنی (م ۱۳۰۰ھ ملیبار) نے ''الفرات الفائض على حدائق ذريعة الناهض إلى تعلم احكام الفرائض'' کے نام سے کی ہے۔ یہ شرح مطبع عثمان قاہرہ سے رمضان ۱۳۰۲ھ میں چھپی ہے۔

۳- فتوحات الباعث بشرح تقرير المباحث في احكام إرث الوارث یہ علامہ محمد بن عبداللہ باسودان کی متن تقریر المباحث کی شرح ہے۔ یہ بھی کتاب دائرۃ المعارف سے ۵/رمضان ۱۳۱۷ھ کو چھپی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے دیگر تالیفات ۳۰ ہیں۔

سلطان مکلا حضرت علامہ القعیطیؒ (۱۳۷۵ھ):

آپ کا پورا نام سلطان صالح بن سلطان غالب بن سلطان عوض بن عمر بن عوض بن عبداللہ القعیطی الیافعی الحضرمی ہے۔ آپ ایک عالم جلیل اور فقیہ نبیل کے ساتھ ساتھ سلطان مکلا وحضرت نواب سیف نواز جنگ کے نام سے بھی مشہور ومعروف رہے ہیں۔ آپ کی پیدائش تیرہویں صدی کے اواخر میں تقریباً ۱۲۹۵ھ کو حیدرآباد میں ہوئی، یہاں آپ نے اپنے والد کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم

حاصل کی۔ ہائی اسکول کی تعلیم کے بعد آپ نے جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا اور یہاں کے علماء ومشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ بالخصوص علامۂ جلیل حضرت سید ابوبکر بن عبدالرحمٰن ابن شہاب الدین باعلوی الحسینی (م ۱۳۴۱ھ) سے خوب علمی استفادہ کیا۔ حضرت علامہ باعلویؒ نے ایک انتہائی نادر الفن کتاب ''رفع الخبط عن مسألة الضغط'' اپنے شاگرد رشید ہی کے اصرار پر تالیف کی۔ (مذکورہ کتاب میں موسمی اور فضائی دباؤ کے لئے جدید طریقوں سے معلومات اور جدید آلات کی تحقیق ہے) چونکہ آپ کے دادا سلطان عوض بن عمر القعیطی نے حیدرآباد سے یمن جاکر مکلا اور حضرموت پر ''الدولة القعيطية'' کے نام سے ایک نئی باضابطہ حکومت قائم کی تھی، اس لئے ان کی عین خواہش تھی کہ ان کا یہ پوتا علوم جدیدہ کو حاصل کرے۔ چنانچہ دینی وعصری علوم کے ساتھ ساتھ فنون سپہ گری، فوجی تنظیم، عصری ایجادات اور ملکی حالات وسیاسیات میں آپ نے خاص دلچسپی لی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ NJM سے منسلک ہوئے اور بہت جلد اپنی دیدہ دلیری سے ''سیف نواز جنگ'' کا خطاب حاصل کیا۔ آپ بیک وقت ایک طرف اچھے عالم دین، صاحبِ قلم مؤلف اور جدید فنون میں ماہر وممتاز تھے۔ آپ کے علمی مقام کا عرب علماء نے نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ بڑے وقیع انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے آپ کے علمی شجر، جودتِ طبع، قدیم علوم میں دستگاہ کے ساتھ ساتھ جدید فنون کے سلسلہ میں وسعتِ فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مورخ یمن سعید باوزیر نے آپ کو اپنے عہد کے ہندوستان کے اکابر علماء میں شمار کیا ہے (الفکر والثقافہ ص: ۲۵۵)، نیز علامہ ناخبی نے آپ کی علمی منزلت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بات خود ایک مستقل تالیف چاہتی ہے (جہود فقہاء حضرموت للباذیب ۲/۱۱۸۶)۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود کو سلطان شخصیت سے زیادہ علم اور ادب نوازی سے اصلاح وتربیت اور نظام مملکت میں متعارف کروایا ہے، چنانچہ آپ کی عین خواہش ہر شعبۂ حیات میں اصلاح وتربیت کی ہوتی بالجملہ علماء واساتذہ کے قدیم رواجی درس وتدریس کو بھی ممکن حد تک بدلنے کی فکر کرتے بلکہ برملا ٹوکتے کہ لوگ صرف ابن حجرؒ اور رملیؒ کے اقوال کو کافی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ علم فقہ، استدلال اور ادلۂ شرعیہ سے استنباط احکام کے لئے ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۸رشوال ۱۳۷۵ھ کوعدن میں ہوئی۔(رحمه الله وغفر له)

فقہی خدمات: آپ کی سب سے مشہور تالیف''مصادر الاحکام الشرعية'' ہے۔جو البیلے انداز اور التزام دلیل کی بنا پر آپ کی اہم تالیف شمار کی جاتی ہے۔فاضل علامہؒ نے ایک اصولی اور پر مغز مقدمہ سے اس کی ابتداء کی ہے اور اپنے فکر ونظریہ کے تحت مذہب معین کی تقلید کو غیر واجب قرار دیا ہے اور سببِ تالیف یہ ذکر کیا ہے کہ آج کل قرآن وحدیث سے حددرجہ استنباط مسائل کے سلسلہ میں دوری اختیار کی جارہی ہے، بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ''اجتہاد کا زمانہ گزر گیا اور قرآن وحدیث صرف برکت ونصیحت کے لئے پڑھی جارہی ہے،اس لئے مجھے خیال ہوا کہ ایسی کتاب لکھوں جوعلوم شرعیہ کی طرف طلبہ کے ذہنوں کو قریب کر سکے''۔

مصادر ومراجع: علامہ قعیطیؒ نے اس کتاب کو علامہ شوکانیؒ کی''نیل الاوطار'' کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب کئے ہیں۔

یہ کتاب پہلے دائرۃ المعارف حیدرآباد سے ایک ساتھ شائع ہوئی تھی،جس کا ایک نسخہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے کتب خانہ میں موجود ہے۔(راقم نے اس کا مطالعہ کیا ہے) دوسری مرتبہ تین جلدوں میں مصر سے شائع ہوی۔پہلی جلد دار الکتب العربی سے اور دوسری وتیسری جلد مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی سے ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔

علامہ قعیطیؒ کی اس کتاب پر علامہ السید حسین بن محمد بن الشیخ ابی بکر (م ۱۴۲۳ھ) نے نقد وجرح کی ہے۔

علامہ قعیطیؒ کی دوسری تالیف''مبحث وجوب التعبد بالآحاد'' ہے جس میں آپ نے عبادت کے مسائل میں خبر واحد سے استدلال پر بحث کی ہے۔یہ رسالہ عدن کے مطبعۃ الکمال سے جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ ۲ فروری ۱۹۵۱ء ۴۵ صفحات میں شائع کیا گیا ہے، نیز اصول فقہ اور القانون الشرعی رسالے بھی علامہ قعیطیؒ کی فقہی کاوشیں ہیں جو مکتبۃ الاحقاف تریم میں مخطوطے کی شکل میں موجود ہیں۔

علامہ شیخ عبدالقادر بارقبہ العمودی (۱۳۷۵ھ):

آپ عالم جلیل فقیہ نبیل شیخ عبدالقادر بن محمد بارقبہ العمودی الحضرمی ہیں۔

آپ کے حالاتِ زندگی پر تحقیق جاری ہے۔ آپ کے تالیفات میں صرف ایک کتاب تاحال دستیاب ہوئی ہے۔

ضوالطشافعیہ: یہ آپ کا ایک کامختصر سا اردو میں منظوم رسالہ ہے۔ جو ابتدائی طلبہ کو بنیادی مسائل حفظ کرنے کے لئے ''حمد باری'' کی طرح مرتب کیا ہے۔ ۳۸ فصلوں پر مشتمل جملہ ۴۵۶ ابیات ہیں۔ ابتدا حمد ونعت کے بعد ارکان ایمان واسلام سے اور خصال فطرت پر ختم ہے۔ اس کا سال ترتیب ۱۲۸۴ھ ہے جس کی خود اس کے نام ''ضوابط شافعیہ'' سے تاریخ نکلتی ہے۔ جس سے مؤلف مرحوم کے ادبی ذوق اور فن میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ رسالہ مصنف کی حیات میں چھپا تھا۔ دوبارہ ۱۴۰۹ھ میں مرحوم عزان بن عبود الجابری صاحب کی کوشش سے مکتبہ اشرفیہ سے ۴۰ صفحات میں شائع کیا گیا۔ جس پر امیر جامعہ نظامیہ مولانا سید حبیب اللہ قادری (رشید پاشاہ) کا مقدمہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ فقہ شافعی میں...... ایک رسالہ ''ضوابط شافعیہ'' کے نام سے سواسو سال پہلے بزبان اردو منظوم کیا گیا ہے۔ اگر یہاں اصحابِ شوافع خصوصاً بارکس والے پوری دلچسپی لیں اور اپنے صباحی ومسائی مدارس میں اسے داخل نصاب کر کے بچوں کو زبانی یاد دلائیں تو علم دین کی بڑی خدمت ہوگی۔ ایک قلیل مدت میں کم عمر بچہ اس کو ازبر کر لے گا اور عمر بھر کے ضروریات دین کی حد تک خود مکتفی ہو جائے گا۔

ماہر فلکیات علامہ محسن بن علویؒ (ز ۱۳۱۲ھ) مذکورہ سنہ میں آپ باحیات تھے:

آپ علامہ سید محسن بن علوی بن عبداللہ بن عیدروس بن الشیخ ابی بکر بن سالم باعلوی الحسینی الحضرمی ہیں۔ ماہر فلکیات واوقات اور عالم باعمل صوفی وفقیہ ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش ''عنیات'' حضرموت ہے (جھود فقہاء حضرموت للباذیب ۲/۱۰۱۰ء)۔

آپ کے حالات کی کہیں تفصیل نہیں ملی۔ تاہم اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ حضرموت سے

حیدرآباد تشریف لائے، آپ سے آپ کے صاحبزادے السید حسین بن محسن نے خوب علمی وفقہی استفادہ کیا۔ علامہ نے اپنی اردو تالیف اپنے فرزند کی خواہش پر فرمائی۔

تالیفات: **جامع المهام من مذهب الشافعی فی الاحکام لنفع الاولاد والعوام** علامہ محسن باعلویؒ کی یہ اردو تالیف ہے، کمیاب ہے۔

اس کتاب میں چار فصلیں ایک مقدمہ، دس باب اور ایک خاتمہ ہے۔ جس میں اخلاق وتصوف کے مبادیات شامل ہیں (جھو دفقہاء حضر موت للباذیب ۲/ ۱۰۱۲)۔

اردو میں ہونے کے باوجود کتاب انداز بہت قدیم اور زبان قدرے ثقیل ہے، اس لئے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ ایک عرب عالم کی املائی کاوش ہے۔ جو آج سے ۱۵۵ سال پہلے تالیف کی گئی ہے۔

مؤلف کی دوسری کتاب: "**النفع الدائم للمصلی والصائم فی اختلاف الواسم**" ہے یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو اوقات صلوٰۃ، جدول، طلوع شمس اور حیدرآباد دکن واکناف کے طول، بلاعرض بلد، اسی طرح حضر موت وغیرہ کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ ۱۷ر رجب ۱۳۱۲ھ کو فاضل مؤلف نے اس کا املا مکمل کرایا ہے۔ (اس کے تین نسخے ہیں) اس کی طباعت مطبع "عزیز دکن حیدرآباد" سے شعبان ۱۳۱۲ھ کو جناب ناصر محمد ولد شیخ محمد دکنی صاحب ساکن چارکمان حیدرآباد کی دلچسپی اور مؤلف کی اجازت سے ۳۹ صفحات میں ہوئی ہے۔

حبیب عبداللہ بن احمد المدیح الحضرمی الشافعی:

آپ ۱۳۱۱ھ میں حضر موت کے ایک علاقہ ریدۃ العلیب میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ کے والد آپ کو السید سالم البیض کے ساتھ تحصیل علم کے لئے رباط محمد بن مسلم روانہ کئے۔ یہاں انہوں نے شیخ عبداللہ بن طاہر باوزیر سے مدعا بیان کیا، انہوں نے جواب دیا ہم کیسے ان کو علم دین سے آراستہ نہیں کریں گے، حالانکہ یہ تو سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وقت حضر موت میں متون کا حفظ کرلینا ابتدائی تعلیم کے لئے ضروری تھا، چنانچہ آپ نے ابن رسلان کی

مزید الفیۃ ابن مالک اور لامیۃ الافعال، متن الاجرومیۃ وقطر الندیٰ کو حفظ کیا۔ اس کے بعد تریم آئے اور یہاں سید عمر الشاطری اور سید عبداللہ الشاطری سے استفادہ کیا۔ مختلف حالات کے بعد پھر آپ نے ہندوستان کا رخ کیا، عثمان آباد آئے یہاں سے پیدل چل کر ۲۰ دن میں حیدرآباد آئے۔ یہاں آپ نے جمعدار صلاح بن احمد کے پاس قیام کیا۔ اگلے دن وہ سعید الاحمری کے ساتھ مولانا انوار اللہ فاروقیؒ کے پاس مدرسہ جامعہ نظامیہ آئے۔ حضرت نے پوچھا کیا یہ آپ کا بیٹا ہے انہوں نے کہا نہیں یہ تو سید ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ان کو کیوں مدرسہ میں نہیں ڈالتے اتنا سنتے ہی حبیب صاحب نے مدرسہ نظامیہ میں داخلے کی درخواست پیش کردی۔

اس وقت نظامیہ کے ہی فاضل شیخ محمد العبادی، فقہ شافعی کے مدرس تھے اور منہاج الطالبین پڑھاتے تھے۔ حبیب صاحب نے ان سے استفادہ کیا ان کے بعد معلم باخطاب سے آپ نے جمع الجوامع پڑھی۔ فراغت کے بعد حبیب صاحب جامعہ نظامیہ ہی میں فقہ شافعی کے مدرس ہوگئے اور کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعدازاں وہ دائرۃ المعارف کے مصحح بھی رہے۔ یہاں آپ نے بہت ساری کتابوں کی تصحیح تعلیق و تحقیق کی۔ دائرہ کی علمی و تحقیقی خدمات نے آپ کو بہت مشہور کیا، چنانچہ ۱۹۷۶ء میں صدر جمہوریہ کی جانب سے آپ کو Cerfificate of Hounor in Arabic کا شہادت دیا گیا۔ اسکالرس آپ سے استفادہ کرتے آپ فقہ شافعی کے مفتی بھی تھے۔ مولانا ابوالوفا افغانی کے قائم کردہ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے آپ رکن رہے۔ ۱۹ر صفر ۱۴۰۷ھ م ۴ر نومبر ۱۹۸۶ء کو آپ کی وفات ہوئی اور حیدرآباد ہی میں درگاہ شجاع الدین کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ تلاش بسیار کرے باوجود آپ کی کوئی تالیف نہیں ملی۔ آپ عربی اور اردو کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ مولانا انوار اللہ خاں فاروقیؒ کی وفات پر آپ نے ایک عربی مرثیہ بھی لکھا تھا (علماء العربیۃ ومساھما تھم فی الادب العربی فی العھد الاصفجاھی (۳۲۰))۔

کیرالہ کے اہم مدارس-ایک تعارف

مفتی اسماعیل بن ابراہیم کیرالوی ☆

کیرالہ ہندوستان کا وہ حصہ ہے جہاں صحابہ کرام کے مقدس قدم دعوت وتبلیغ اور خدمت دین کی خاطر پڑے، اس کے علاوہ زمانہ ماضی میں بیرون ممالک سے بھی طالبان علوم نبوت دینی علوم کے حصول کی خاطر سرزمین کیرالہ کی طرف اپنا رخت سفر باندھا کرتے تھے، اس اعتبار سے کیرالہ کا سب سے پہلا دینی ادارہ حضرات صحابہ کرام کی ذات مقدس کی طرف منسوب ہے، صحابہ کرام نے سرزمین کیرالہ اور اطراف کیرالہ میں دعوت وتبلیغ اور دین کے خاطر تقریباً دس ۱۰ مساجد کی تعمیر کرائی اور ان مساجد میں علمی حلقے شروع کئے، ان مساجد میں سب سے عالیشان مسجد فنانی کی جامع مسجد ہے، مشہور عالم دین علامہ زین الدینؒ جو شافعی مذہب کی ایک معتمد کتاب ''فتح المعین'' کے مصنف ہیں، اسی جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے، ان کے علاوہ ان کے استاذ محترم اور فقہاء شوافع میں ایک عظیم الشان حیثیت کے مالک علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے بھی اس مسجد میں چند ماہ درس وتدریس کی خدمت انجام دی ہے، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کیرالا کے قدیم علماء کرام نے خدمت دین کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے، جس کے نتیجہ میں عربی کتابوں کے مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ آج بھی کیرالا کے ضلع مالاپورم کے چالیم کتب خانے میں موجود ہے۔

مرکز الثقافة السنية الإسلامية :

یہ کیرالہ کی عظیم دینی درسگاہ ہے اور مشہور شہر کالی کٹ سے ۱۴ کیلومیٹر کے فاصلہ پر مقام

☆ خادم مدرسہ باقیات الصالحات لتحفیظ القرآن، منڈل چامناد، کاسارگود، کیرالا۔

کارنور میں واقع ہے۔

جامعہ کا سنگ بنیاد شیخ ابوبکر احمد کی ایماء پر مشہور عالم دین علامہ سید احمد بن علوی المالکیؒ کے ہاتھوں اپریل ۱۹۷۸ء میں عمل میں آیا۔

مکتبہ فکر: سنی عقیدہ، شافعی فقہ

مقصد تعمیر:

اسلام کی بقاء اور معاشرتی تشکیل، نیز ملک وملت میں اتحاد و اتفاق کی دعوت وتبلیغ کرنا اور علوم وفنون کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ یتیم وغریب اور نادار بچوں کی کفالت وتربیت کرنا۔

فی الحال جامعہ میں ہندوستان کے مختلف ریاست اور بیرون ممالک مثلاً سعودی عرب، امریکہ، افریقہ، چین، ملیشیا، سنگاپور اور نیپال کے تقریباً دس ہزار سے زائد طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اہم شعبے:

معہد اعدادی، معد ثانوی، شریعہ کالج، عربی کالج، کالج آف اسلامک اسٹڈیز، شعبہ تخصص، شعبہ اردو، گلوبل ولیج، مدرسہ تحفیظ القرآن، یتیم خانہ طلبہ وطالبات، سیکنڈری اسکول، مہاتر سیکنڈری اسکول، گرلز ہائی اسکول، انگلش میڈیم، برانچ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی وغیرہ۔

جامعہ حسنیہ (کایم کلم):

جامعہ حسنیہ کی بنیاد ۱۹۴۸ء میں رکھی گئی جس کی ابتداء ایک مسجد سے کی گئی، اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں اس کو مستقل مدرسہ کی شکل دی گئی اور ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی۔

بانی جامعہ حسینیہ: حاجی حسین بن یعقوبؒ

مکتبہ فکر: مسلک دیوبندی (حنفی)

اہم شعبے: كلية الشريعة: یہ آٹھ سالہ کورس ہے جس میں حنفی اور شافعی فقہ کی کتابیں زیرنصاب ہیں، مثلاً نورالایضاح، عمدۃ السالک، مختصرالقدوری، فتح المعین، شرح الوقایہ، کنزالراغبین، الھدایۃ وغیرہ

اس کے علاوہ اصول فقہ کی کتابیں بھی زیرنصاب ہیں: جیسے شرح الورقات، اصول الشاشی، نورالأنوار، اللمع، جمع الجوامع وغیرہ، اسی طرح عالمیت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو، عربی اور انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے۔

دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی- چماڈ، ضلع مالاپورم:

دارالہدیٰ اسلامی یونیورسٹی کیرالا کا ایک مشہور دینی ادارہ ہے جس کی بنیاد ضلع مالاپورم قصبہ چماڈ میں ۱۹۸۳ میں سنی کیرالہ جمیعت علماء کے بعض اہم شخصیتوں کے ہاتھوں رکھی گئی، ۲۰۰۹ء میں اس اکیڈمی کو یونیورسٹی کی حیثیت حاصل ہوئی۔

مقصد تاسیس: ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کی بنا پر جو نظام تعلیم درہم برہم ہوا اس نظام تعلیم کے دینی عصری انقسام کو ختم کرکے دینی و دنیوی تعلیم کو ایک ساتھ حاصل کرکے اپنے دور کے تقاضوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے افراد کو تیار کرنا۔

جامعہ کا نصاب تعلیم:

جامعہ کا تعلیمی نصاب بارہ سالہ کورس ہے، اس میں قرآن، حدیث، علوم حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقیدہ، نحو، صرف، منطق، تجوید، تصوف، اسرار دین، اسلامی اور عالمی تاریخ، حساب، سائنس، سماجی علوم، سائیکلوجی، جغرافیہ، معاشرتی علوم اور تقابل ادیان وغیرہ موضوعات نیز عربی، اردو، انگریزی، فارسی اور ملیالم کے ساتھ کمپیوٹر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

اہم خدمات:

کیرالہ کے صباحی مکاتب کی ترقی میں جامعہ کے فارغین اہم کردار ادا کر رہے ہیں، نیز

جامعہ سے ایک مستقل مجلّہ بھی نکلتا ہے اور ساتھ ہی جامعہ کی ایک ویب سائٹ بھی ہے، جس کے ذریعہ فتاوی اور اہم قضیات میں فیصلہ بھی دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ نشر و اشاعت میں بھی جامعہ کی محنت اور جد و جہد قابل ذکر ہے۔

جامعۃ دار السلام الاسلامیہ (ننندی) کالی کٹ:

جامعہ کی بنیاد ۱۹۷۶ء میں رکھی گئی، جس کے بانی مرحوم محمد مسلیار ہیں۔

مکتبہ فکر:

سنی، شافعی۔

اہم شعبے:

۱- جامعہ دار السلام الاسلامیہ، یہ بنیادی شعبہ ہے، اس سے فارغ التحصیل کو ''مولوی فاضل داری'' کی سند دی جاتی ہے، اب تک جامعہ سے تقریباً چار ہزار علماء فارغ ہو کر اطراف کیرالا میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۲- یتیم خانہ، ۳- التخصص فی الفقہ الاسلامی، یہ ایک سالہ کورس ہے، جس میں شافعی مذہب کی معتمد کتاب ''تحفۃ المحتاج'' کو ایک سال میں آٹھ حصوں میں منقسم کر کے پڑھایا جاتا ہے، اس کورس کو مکمل کرنے والے طالب علم کو ''ہیتمی'' کی سند دی جاتی ہے۔

۴- کلیۃ الدعوہ دار السلام، ۵- دار السلام جونیئر کالج، اس میں دنیوی تعلیم کے ساتھ حفظ قرآن بھی کرایا جاتا ہے۔

۶- تحفیظ القرآن: اس میں تجوید و ترتیل کے ساتھ حفظ کرایا جاتا ہے۔

۷- دار السلام اکیڈمی: یہ بارہ سالہ کورس ہے جس میں بارہ سال سے کم عمر کے بچے کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

مقاصد: اس ادارہ کا بنیادی مقصد اسلام کی بقاء اور سنی عقیدے کو عام کرنے، نیز دینی

ودنیوی علوم میں واقفیت رکھنے والے علماء کو تیار کرنا اور ساتھ ساتھ غریب اور یتیم بچوں کی کفایت کرنا ہے۔

جامعۃ السعدیۃ العربیہ:

جامعہ سعدیہ ولایت کیرالہ کی ایک مشہور درسگاہ ہے، جو کاسرکوڈ سے چھ کیلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے، جامعہ کی ابتداء ۱۱ر اپریل ۱۹۷۱ء کو مرحوم الحاج عبدالقادر کلڑا کے گھر میں ہوئی، ۱۹۷۹ء میں سنی جمیعۃ العلماء کیرالا نے اس کی قیادت اور سرپرستی اپنے ذمہ لے لی، جامعہ ترقی کے اس دور میں ہے کہ فی الحال جامعہ میں بیس سے زائد شعبے ہیں جن میں مختلف صوبوں میں تقریباً پانچ ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

خدمات:

جامعہ کی خدمات میں سب سے اہم خدمت یہ ہے کہ اس میں یتیم طلبہ وطالبات کو دینی و دنیوی علوم سے آراستہ کیا جاتا ہے، اوران کی تمام ضروریات زندگی مثلاً قیام وطعام، لباس، علاج اور کتاب وقلم ہر چیز کی کفالت جامعہ کرتی ہے، اس کے علاوہ ان طلبہ میں سے جو ذہین اور اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتے ہیں ان کے لئے جامعہ کی کمیٹی کی جانب سے میڈیکل اور انجنیرنگ کورس میں داخلہ کا موقع اور سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔

اہم شعبے:

شریعہ کالج جس کا معادلہ انٹرنیشنل یونیورسٹیوں سے ہے، مثلاً جامعہ ازہر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی وغیرہ، دعوت اسلام کے خاطران کے تمام لازمی امور کا خصوصاً خیال رکھا جاتا ہے۔

شعبہ تخصص فی العربیہ: اس میں طلبہ کو موڈرن عربی اور لغت عربی میں کمال پیدا کرنے کی خاطر محنت کرائی جاتی ہے

شعبہ تخصص فی الفقہ: اس میں شافعی مذہب کی معتمد اور مشہور کتاب ''تحفۃ المحتاج'' ے

گھنٹے پڑھائی جاتی ہے اور ایک سال میں اس کی تکمیل کی جاتی ہے۔

آرٹس کالج، کامرس کالج، بنات عربک کالج، تحفیظ القرآن، اسکول کے ساتھ حفظ قرآن کرنے کی تربیت، صباحی مکتب، اس میں روزانہ ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی ہے جس میں پچاس علماء تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں جس میں پہلی سے دسویں تک طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

مقاصد جامعہ:

جامعہ کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ میں دینی شعور بیدار کرنے والے علماء کو تیار کیا جائے اور بچپن ہی سے طلبہ کے اندر صحیح اسلامی فکر کی ترویج اور حصول تعلیم کا ذوق پیدا کیا جائے۔

الجامعۃ الاسلامیہ (شانتاپورم ضلع مالاپورم)

سن قیام: ۱۹۵۵ء:

مکتبہ فکر: کیرالہ میں جماعت اسلامی کا سب سے بڑا ادارہ جامعہ اسلامیہ ہے، جامعہ کے موسس شیخ محمد علیؒ نے کیرالا کے اندر دعوت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم حاصل کرنے کی خاطر اس جامعہ کی بنیاد رکھی تاکہ عصری تقاضوں کے مطابق امت کو صحیح نہج پر لانے والے علماء پیدا ہوں۔

مشہور عالم دین علامہ یوسف قرضاوی سن ۲۰۰۳ء میں جامعہ تشریف لائے، اس موقع پر آپ نے اس کو اسلامک یونیورسٹی کے خطاب سے نوازا۔

اہم شعبے: سب سے پہلے جامعہ کا شعبہ ''الکلیۃ الاسلامیہ'' ہے، اس کے بعد ۱۹۸۰ میں کلیہ اسلامیہ للبنات وجود میں آئی، پھر ۱۹۹۰ء میں کلیۃ الدعوۃ للدراسۃ العلیاء وجود پذیر ہوئی، ۱۹۹۳ء میں کلیۃ اصول الدین کا شعبہ وجود میں آیا، اور تدریجاً ان تمام کام کے بعد ۲۰۰۳ء میں مدرسہ کو جامعہ قرار دیا گیا، ان شعبوں کے علاوہ جامعہ میں کلیۃ القرآن، کلیۃ الحدیث، تدریب ائمہ، تدریب خطباء، کلیۃ اللغۃ العربیۃ، کلیۃ دراسۃ الاقتصاد الاسلامی، مرکز التقنیہ، مرکز البحوث اور

الدراسات الاسلامیہ جیسے شعبے موجود ہیں۔

ان تمام شعبوں میں کل ایک ہزار تین سو طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔

جامعہ کے نصاب میں فقہی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-منہاج الطالبین للنووی، ۲-المغنی لابن القدامہ، ۳-کنز الراغبین، ۴-بدایۃ المجتہد، ۵-نظام الأسرۃ فی الاسلام۔

فقہی اعتبار سے جامعہ کا نظریہ یہ ہے کہ مسائل میں مذاہب کے اعتبار سے بحث نہ کی جائے بلکہ قوت دلیل کے اعتبار سے مسئلہ کو راجح قرار دیا جائے اور مسائل کو کسی بھی مذہب معین میں محدود نہ رکھا جائے۔

جامعہ کے مجلس شوری میں چند اہم شخصیات قابل ذکر ہیں، مثلاً فضیلۃ الشیخ علامہ یوسف القرضاوی، الدکتور عبداللہ عمر نصیف، علی محی الدین القرہ داغی، الدکتور نجاۃ اللہ صدیقی۔

مجمع عین المعارف اسلامک اکیڈمی، ضلع کنور:

اس ادارہ کی بنیاد ۲۰۰۳ء میں رکھی گئی جس کے بانی حافظ انس الکاشفی ہیں۔

مکتبہ فکر: دیوبند

جامعہ کا مقصد قیام: جامعہ کے مقاصد میں سے اول مقصد یہ ہے کہ کیرالا اور اطراف کیرالا میں جو بدعات اور رسومات پھیلی ہوئی ہیں، ان کو دور کرنے کے لئے باصلاحیت اور محنت کش علماء کو پیدا اور تیار کرنا۔

جامعہ کے اہم شعبے:

شعبہ عالمیت: یہ آٹھ سالہ کورس ہے، جس میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا نصاب تعلیم نافذ ہے، جامعہ میں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم دسویں تک دی جاتی ہے، جس میں کمپیوٹر اور ٹائپنگ کا کورس بھی شامل ہے۔

دینی فلاحی خدمات:

جامعہ صوبہ کنور میں نہایت اعلی پیمانے پر دینی وفلاحی کام انجام دے رہی ہے، جس میں فقراء ومساکین کو ہر مہینہ کچھ وظیفہ دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ جامعہ کے طلبہ، اساتذہ کرام کے ساتھ ہر مہینہ تین دن اطراف کی بستیوں میں عوام کے درمیان دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

جامعہ منبع الأنوار-ضلع کالی کٹ:

سنگ بنیاد: ۱۹۸۷ء، بانی: حاجی مصطفیٰ صاحب

مکتبہ فکر: دیوبندیت

جامعہ میں دوشعبے ہیں: پہلا شعبہ آٹھ سالہ عالمیت کورس، نیز دوسرا تحفیظ القرآن۔

الجامعۃ الکوثریۃ-آلوا-ایرناکلم:

اس جامعہ کی بنیاد ۱۹۷۴ء میں رکھی گئی جس کے بانی مرحوم حاجی زبیر صاحب ہیں، جامعہ کی ابتداء تبلیغی مرکز مسجد نور ایرناکولم میں ہوئی، اس کے بعد تدریجاً اس کو مدرسہ کی شکل میں ''آلوا'' منتقل کردیا گیا۔

مکتبہ فکر: دیوبندیت

جامعہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ مسلک دیوبند کا سب سے پہلا مدرسہ کیرالا میں وجود میں آیا، جس کی بناپر کیرالہ کے دیگر جامعات میں حفظ قرآن کا نظم اسی ادارہ سے شروع ہوا۔

جامعہ کے شعبے:

۱-شعبہ عالمیت: یہ آٹھ سالہ کورس ہے، جس میں دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم دی جاتی ہے، انگریزی اور کمپیوٹر بھی سکھایا جاتا ہے، ۲-تحفیظ القرآن، ۳-تخصص فی القراءت، ۴-تخصص فی

الفقہ الحنفی، ۵- دارالافتاء۔

جامعہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آٹھ سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد اعلی تعلیم کے حصول کے لئے بیرونی کیرالہ دیگر جامعہ میں خود جامعہ کے توسل سے بھیجا جاتا ہے۔

جامعہ کے فارغین نے ''الکوثر علماء کونسل'' نامی ایک اسٹیج تیار کیا ہے جس کے ذریعہ کیرالا کے مسلمانوں میں قرآن کے درس لگائے جاتے ہیں، اور انہی فارغین کی نگرانی میں ''البلاغ'' نامی ماہنامہ رسالہ بھی شائع ہوتا ہے۔

الکلیۃ العالیۃ العربیۃ: ضلع کاسرکود:

جامعہ کی بنیاد ۱۹۴۱ء میں رکھی گئی، اس کے بانی مولوی عزالدین مرحوم ہیں جن کا شمار جماعت اسلامی کے اکابر میں ہوتا ہے۔

مقصد تعمیر:

جامعہ کی تعمیر کا مقصد یہ ہے کہ اطراف میں پھیلی ہوئی بدعات ورسومات کو ختم کرنے والے باصلاحیت علماء کو پیدا کرنا اور لوگوں کو دین حق کی طرف لانا۔

جامعہ کے اہم شعبے:

۱-کلیۃ الشریعہ: یہ سات سالہ کورس ہے، اس میں دینی علوم کے ساتھ ITI, BA History وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۲-الکلیۃ العربیۃ للنساء: یہ تین سالہ کورس ہے، جس کے کرنے کے بعد افضل العلماء کی سند دی جاتی ہے، جس کے ذریعہ عصری اسکول میں عربی ٹیچر کی حیثیت سے انتخاب کیا جاتا ہے۔

۳-صباحی مکاتب: جس میں پہلی سے دسویں تک طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

۴-انگلش اسکول اور انجینئرنگ کالج۔

خصوصیات: جامعہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا نصاب مدینہ یونیورسٹی اور ام القری یونیورسٹی مکہ کا قبول کیا ہوا ہے، ادارہ میں بعض اساتذہ کی تنخواہ سعودی اوقاف کی جانب سے آتی ہے، جامعہ میں داخلہ کے لئے دسویں پاس ہونا ضروری ہے۔

جامعۃ الأنصار ضلع کنور:

جامعہ کے بانی عبداللہ ہیں، مولانا موسی صاحب کی ترغیب پر بعض اہل خیر حضرات کے ذریعہ قیام عمل میں آیا۔

جامعہ کے شعبے:

آٹھ سالہ شریعہ کورس، شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ انوار مدرسہ: جس میں علاقہ کے بچوں کو چار گھنٹے دینی تعلیم دی جاتی ہے۔

خصوصیات:

جامعہ کا اہم مقصد یہ ہے کہ عوام میں چل پھر کر دعوت کے کام کرنے والے علماء کو تیار کرنا، چنانچہ ہر مہینے تین دن جامعہ کے بڑے طلبہ اپنے اساتذہ کرام کے ساتھ جماعت میں نکلتے ہیں، اور ہفتے میں ایک دن گشت کے طرز پر عصر کے بعد اطراف کے گاؤں میں دعوت کی خاطر جاتے ہیں۔

جامعہ دار العلوم مدنیہ:

سنگ بنیاد: ۲۰۰۰ء، مکتبہ فکر: دیوبندیت

اہم شعبے: جامعہ شروع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بازار کے لوگوں کو فارغ اوقات میں دین سیکھنے کا موقع دیا جائے، لیکن آگے چل کر مشورہ سے یہ طے پایا کہ ۵ سالہ کورس کا ایک مدرسہ شروع کیا جائے تو صوبہ تامل ناڈو کا مشہور مدرسہ ''اسوۃ الحسنۃ'' کے نصاب تعلیم اس کے لئے منتخب کیا گیا،

لیکن بعد میں جب طلبہ کی علمی صلاحیت کمزور محسوس ہونے لگی تو اس کورس میں مزید ایک سال کا اضافہ کردیا گیا اور فی الحال جامعہ میں چھ سالہ تعلیمی کورس ہے، جس میں عملی زندگی سے متعلق منتخب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

كلية الفلاحية العربية (کوڈیم):

سن بنیاد: ۱۹۹۹ء، بانی: مولوی نذیر الحاج

جامعہ میں سات سالہ کورس کے ساتھ شعبہ تحفیظ القرآن بھی ہے، اس میں طلبہ و طالبات کے لئے الگ الگ دارالاقامہ کا انتظام کیا گیا ہے، اوراس میں مندرجہ ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں:

۱-فتح المعین، ۲-المختصر للقدوری، ۳-المحلی، ۴-الہدایہ، ۵-جمع الجوامع۔

عالمیت کے کورس کے بعد اعلی تعلیم کے حصول کے لئے بیرون کیرالہ بڑے مدارس میں بھی طلبہ کو بھیجا جاتا ہے۔

مدرسة الباقيات الصالحات (کاسرکود):

سن بنیاد: ۲۰۰۶ء، بانی: حاجی عبداللہ مرحوم

اہم شعبے: ۱-عالمیت: یہ تین سالہ کورس ہے جس کے بعد دارالعلوم دیوبند یا ندوۃ العلماء یا اس کے علاوہ کسی اور بڑے مدرسہ میں طلبہ کو بھیج دیا جاتا ہے، ۲-تحفیظ القرآن، ۳-دعوت ٹریننگ: اس میں طلبہ کو ہفتہ میں ایک دن قریبی بستی میں دعوت کے خاطر بھیج دیا جاتا ہے، ۴-صباحی مکتب۔

خصوصیت:

جامعہ میں حفظ مکمل کرنے کے بعد تین سالہ عالمیت کا کورس کرنا ضروری ہے، ان تین سالوں میں دنیوی علوم میں دسویں تک تعلیم بھی دی جاتی ہے اور فن خطابت وکتابت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

نیز جامعہ کی مسجد میں روزانہ عوام کے خاطر اور خصوصا عمر دراز حضرات کے لئے جامعہ کے

اساتذہ کرام درس قرآن اور دیگر ضروری تعلیم دیتے ہیں، اور یہی ترتیب اطراف کی مساجد میں ہفتہ میں ایک مرتبہ جاری ہے۔

جامعۃ نوریۃ: فیصاباد مالا پورم:

یہ کیرالا کے سنی EK فرقہ کا سب سے بڑا اور عظیم ادارہ ہے جس کے بانی محی الدین نور شاہ جیلانی ہیں۔

مقصد قیام: اس ادارہ کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں بیرون کیرالا کے طلبہ سرزمین کیرالا میں حصول تعلیم کے لئے آیا کرتے تھے لیکن کچھ سالوں سے یہ حال ہوا کہ اب خود کیرالا کے لوگ اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیرون کیرالا جاتے ہیں، اس کوتاہی اور کمی کو ختم کرنے کے خاطر اس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی تاکہ اہل کیرالا اپنی سرزمین اور وطن میں رہتے ہوئے اعلی تعلیم حاصل کریں، اس لئے اس ادارہ سے فارغ التحصیل طالب علم کو ''فیضی'' کی سند دی جاتی ہے۔

روضۃ العلوم عربی کالج، کالی کٹ:

روضۃ العلوم عربی کالج کیرالا کے اہل حدیث حضرات کا مشہور کالج ہے، جس کی بنیاد ۱۹۹۲ء میں رکھی گئی۔

اہم شعبے: افضل العلماء کورس: یہ دو سالہ کورس ہے، اس سے فارغ ہونے والے علماء عصری اسکول میں دینی موضوعات پر تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں۔

الجامعۃ الندویۃ ایڈونا مالا پورم:

مکتبہ فکر: سلفیت

یہ جامعہ اہل حدیث حضرات کے آفیشیل گروپ کا سب سے اہم ادارہ ہے، اس جامعہ میں ہزاروں طلبہ و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جامعہ ہذا میں کیرالا حکومت کا منظور شدہ ''افضل العلماء'' کورس کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے، اور یہ کالی کٹ یونیورسٹی سے منسلک ہے، اور اپنے عقائد

وافکار ومنہج سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے جامعہ کی طرف سے بھی چند کتابوں کا اضافہ کر کے کل چھ سال کی تعلیم ہوتی ہے اور حدیث میں تخصص کا بھی ایک شعبہ قائم ہے، جامعہ میں خطابت، کتابت اور مناظرہ کی بہترین وعمدہ مشق کرائی جاتی ہے، اور فارغین کو ''صلاحی'' کے لقب سے سند دی جاتی ہے۔

جامعہ ہذا کی اہم ترین خصوصیت:

اس جامعہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک عالیشان کتب خانہ ہے، جس میں مختلف علوم وفنون سے متعلق ہزاروں کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں، اس کی تعمیر و دیگر امور ''متحدہ عرب امارات'' کے سابق رئیس شیخ زائد بن سلطان آل النہیان کے تعاون سے وجود میں آئے، اور کتب خانہ کے جملہ امور ایک منظّم انداز سے چل رہے ہیں، طالبات کے بلا اختلاط مطالعہ کے لئے تحتانی منزل میں انتظام کیا گیا ہے۔

صوبہ کیرالا کے دیگر مدارس وجامعات:

ان جامعات کے علاوہ صوبہ کیرالا میں دیگر مدارس وجامعات بھی ہیں، جیسے:

الجامعۃ الاسلامیۃ المنانیہ، ورکلا۔

کاشف العلوم، نڈومنگاڈ۔

کاشف العلوم، تھنم ٹھٹا۔

الجامعۃ السّلفیہ، پللکل۔

عین الہدیٰ نیلم پور، وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ بہت سی مساجد میں بیس تیس طلبہ کو داخل کرا کے ''فتح المعین'' یا جلالین'' یا ''مشکوۃ'' تک تعلیم دی جاتی ہے، طعام کا انتظام مدرسہ کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ اہل خیر حضرات کے گھروں میں جا کر طلبہ کھانا کھاتے ہیں، گھر والوں اور طلبہ کے مابین انتہائی گہرا قلبی تعلق رہتا ہے، وہ ان طلبہ سے اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے ہیں، یہ طلبہ مساجد کے دروس سے وہاں کا نصاب مکمل

کر کے تحصیل سند اور دراسات عالیہ کے لئے بڑے مدارس و جامعات میں داخل ہوتے ہیں۔

آج کے اس مادی دور اور وسائل کی ترقی حاصل ہونے سے پہلے ان مدارس و جامعات میں یہ طریقہ یعنی مساجد میں دروس کا سلسلہ رائج تھا، اور ایسے مساجد کے دروس سے ہزاروں سلاطین علوم دین فارغ التحصیل ہوئے، اگرچہ ان کے لئے وسیع کتب خانہ اور کتابوں کا ذخیرہ دستیاب نہیں تھا، لیکن یہ حضرات اپنے درسیات کو مکمل حفظ کر لیتے اور اس میں رسوخ حاصل کرتے تھے، اور جب بعد میں کتابیں دستیاب ہوتیں تو ان کا مطالعہ کر کے نمایاں صلاحیتوں کے مالک ہوتے تھے۔

کیرالہ کے بعض اور اہم دینی مکاتب:

کیرالا میں مکاتب کا کام بہت وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے، ہر دینی جماعت کی الگ سے تنظیم اور نصاب تعلیم ہے، کیرالا کے اہم دینی جماعتیں یہ ہیں:

۱-سنی: ان میں دو فریق ہیں:

ایک مولانا ای کے ابوبکر مرحوم کی طرف منسوب ہے، دوسرا جامعۃ مرکز الثقافۃ السنۃ کے مہتمم اے پی ابوبکر مصلیار کی طرف منسوب ہے۔

۲-جماعت السلفیہ: ان کا بھی الگ سے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم ہے۔

۳-جماعت اسلامی۔

۴-سنی دکشن کیرالا جمعیۃ العلماء۔

ان میں سے ہر فریق کا الگ نصاب اور نظام تعلیم ہے، ان مکاتب فکر میں سب سے بڑی تعداد اس کی ہے جو ای کے ابوبکر مصلیار کی طرف منسوب ہے۔

سمست کیرالا جمعیۃ العلماء سنی کے مکاتب:

ان مکاتب کی فکر سنی جمعیۃ العلماء کیرالا کے ۱۹۴۵ء کے اجتماع میں مرحوم عبدالرحمٰن بافقیہ صاحب کی طرف سے ہوئی، آپ نے کیرالا کے ہر گوشہ میں دینی مکاتب شروع کرنے کے لئے سنی

علماء کو ترغیب دی، اس کے بعد والے اجتماع میں پورے کیرالا کو ایک متفقہ نصاب تعلیم میں منسلک کر دیا گیا، اس جماعت کے مکاتب سے اب تک ۲۲۳۲۴۱۶۹ طلبہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں، ان مدارس کا نصاب اول تا دہم جماعت تک رہتا ہے، چھٹیوں کے علاوہ ایام میں روزانہ دو گھنٹے کی تعلیم ہوتی ہے، جس میں تقریبا ۱۲۹ کتابیں مختلف درجات میں پڑھائی جاتی ہیں، ان مکاتب کی شاخیں کیرالا، کرناٹک، تامل ناڈو، انڈمان، لکشدیپ، ملیشیا، عمان، یواے ای، مہاراشٹرا وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہیں، اور یہ کتابیں عربی، انگریزی، ملیالم، کنڈ، تمل وغیرہ میں دستیاب ہیں۔

فی الحال اس جمعیت کے مکاتب کی تعداد ۸۸۳۶ ہیں، ان میں سے ۶۸۸۰ مکاتب میں پنجم تک اور ایک بڑی تعداد میں ہفتم اور دہم تک اور چند مکاتب میں بارہویں تک تعلیم ہوتی ہے، جن میں گیارہ لاکھ دس ہزار آٹھ سو چھ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، معلمین کی تعداد ۸۱ ہزار ۴۹۹ ہیں، اور تعلیمی نگرانی کے لئے ۱۰۵ افراد مقرر ہیں، یہ حضرات سال کے درمیان کئی مرتبہ ان مکاتب میں جا کر تعلیم کا جائزہ لیتے ہیں اور معلمین کی ٹریننگ کے سات معلمین ہیں۔

ہندوستان میں فقہ شافعی سے متعلق تدریب افتاء کے اہم مراکز

مولانا الیاس امیر بغدادی حسینی ☆

جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور ریاست کرناٹک کا ایک منفرد ادارہ کا نام ہے، جو مختلف شعبوں پر پھیلا ہوا ہے، انھیں میں سے ایک شعبہ تدریب الافتاء والقضاء فی الفقہ الشافعی بھی ہے، جس میں ہر سال ملک کے مشہور ومعروف اسلامی درسگاہوں (دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن) کے امتیازی صلاحیت کے حامل فارغین ملک کے چار ریاستوں (مہاراشٹرا، کیرلا، تملناڈ اور کرناٹک) سے تعلق رکھنے والے اس میں داخلہ لیتے ہیں، اور ایک سال تک ان پر محنت کی جاتی ہے، اس شعبہ کے قیام کا خیال اللہ تعالی نے چار سال قبل جامعہ کے ناظم مولانا عبیداللہ ندوی کے دل میں ایسے حالات میں پیدا کیا کہ ظاہری اسباب اور وسائل کے اعتبار سے اس شعبہ کا قیام جامعہ ھذا میں ناممکن تو نہیں لیکن مشکل نظر آ رہا تھا، اس لئے کہ اس وقت جامعہ کا کتب خانہ اس شعبہ کے لئے ضروری کتابوں سے بالکل عاری تھا، عمارتوں کے اعتبار سے تنگ اور چھوٹے سے اس ادارہ میں اس شعبہ کے لئے طلبہ کی آمد کی امید کرنا دشوار معلوم ہو رہا تھا، اساتذہ کا بھی معقول نظم نہیں تھا، لیکن جس کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے وہ اسباب کی طرف سے صرف نظر کرتا ہے، اور جس کام کی ابتدا کا قصد اخلاص سے کیا جاتا ہے اللہ تعالی اس کی ساری رکاوٹوں کو دور فرما دیتے ہیں، اللہ تعالی نے مولانا کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرمایا، اور اس شعبہ کے اگلے مراحل کے انتظام کو شروع کرنے کی اللہ نے توفیق دی، سب سے پہلے شوافع کے معتبر مراجع کی کتب کو منگوایا گیا جو کسی بھی

☆ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور (کرناٹک)۔

شعبہ کی اصل روح اور جان ہوتی ہیں، جب رمضان کے بعد نیا تعلیمی سال شروع ہوا تو پہلے سال صرف چار طلبہ نے اس شعبہ میں داخلہ لیا، جب نئے طلبہ جامعہ ضیاء العلوم پہنچے تو ان کی حیرت اور تعجب کی انتہاء نہ رہی کہ اس ادارہ میں بھی اس شعبہ کا قیام ہوسکتا ہے، لیکن چند ہی دنوں میں ان پر ساری حقیقت کھل گئی، اور سن ۲۰۰۹ سے اس شعبہ کی ابتدا ہوئی۔

تدریب الافتا والقضاء کے قیام کا مقصد:

اس شعبہ کے قیام کا مقصد مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

۱-احکام شریعت کو نافذ کرنے کے لئے لائق وقابل مفتیان تیار کرنا۔

۲-فضلاء مدارس کی افتاء وقضاء کی نظری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کرنا۔

۳-علم وعمل اور فکر ونظر میں اسلاف کا جانشین اور وارث تیار کرنا تا کہ امت کی صحیح شرعی رہنمائی کے لئے ایک جماعت کے بعد دوسری تربیت یافتہ جماعت تیار رہے۔

۴-فضلاء میں نئے مسائل کو حل کرنے اور قانون اسلامی کو زندہ قانون کی حیثیت سے زمانہ میں پیش کرنے کی اہلیت پیدا کرنا۔

۵-مختلف فقہی اور علمی موضوعات پر علماء سے تحقیق کرنا۔

۶-فضلاء کی فکری اور قلمی تربیت کے ذریعہ انھیں تحقیق وتالیف کے لائق بنانا۔

۷-پورے ملک میں نظام قضاء کو مستحکم کرنے کے لئے بہترین قضاۃ کی جماعت تیار کرنا۔

نصاب اور تربیت کا نہج:

اس شعبہ کا نصاب جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن اور المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد کے اختصاص فی الفقہ کے نصاب کا سنگم ہے، جس میں دونوں اداروں کی منتخب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

جامعہ ضیاء العلوم میں دار الافتاء:

جامعہ ضیاء العلوم میں ۲۰۰۲ء سے دار القضاء کے قیام کے ساتھ دار الافتاء کا قیام حضرت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے دست مبارک سے ہوا تھا، جس سے اطراف واکناف میں فقہ شافعی سے تعلق رکھنے والے حضرات استفادہ کرر ہے ہیں، ابتداء میں بذات خود قاضی عبید اللہ اس ذمہ داری کو انجام دے رہے تھے اب ان کی سرپرستی میں جامعہ کے مفتیان کرام اس کام کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔

(۳) جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں شعبہ تدریب الافتاء:

جامعہ اسلامیہ بھٹکل ریاست کرناٹک کا ایک منفرد تعلیمی ودعوتی ادارہ ہے، جس کی خدمات بڑی وسیع ہیں، اس ادارہ کا نصاب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مطابق ہے، لیکن یہ فقہ شافعی کا ترجمان ہے، یہاں کے تمام طلبہ واساتذہ مسلک شافعی سے تعلق رکھتے ہیں، اس ادارہ میں شعبہ تدریب الافتاء (ایک سالہ کورس) کا اچھا خاصا نظم ہے، جس میں ہر سال فضلاء کی ایک معتد بہ تعداد داخلہ لیتی ہے، جس کی تربیت کے لئے جامعہ کے باصلاحیت اور ذی استعداد و مجرب اساتذہ مقرر ہیں، جہاں مقررہ نصاب کی تدریس کے ساتھ حساس موضوعات پر تحقیق کروائی جاتی ہے، اور خصوصیت کے ساتھ تمرین فتاوی پر محنت کروائی جاتی ہے، جس کے لئے جامعہ کے کتب خانہ کی کتابوں کے ذخیرہ سے استفادہ کا بہترین موقع ملتا ہے، یہ شعبہ تقریبا پانچ سال سے جاری ہے، اب تک تقریبا پندرہ فضلاء نے وہاں سے تربیت پائی ہے، اس سال بھی دو علمائے کرام نے اس میں داخلہ لیا ہے جو دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فضیلت کر چکے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ میں دارالافتاء کا قیام:

جامعہ اسلامیہ میں آج سے چھ سال قبل ۲۰۰۶ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا جس کی اشد ضرورت بھی تھی، الحمد للہ یہ شعبہ اپنی خدمات میں بہت حد تک کامیاب ہے، تقریبا اب تک ڈیڑھ سو فتاوے یہاں سے جا چکے ہیں، جس کی ذمہ داری جامعہ کے موقر اساتذہ کی ایک کمیٹی انجام دیتی ہے جس میں مولانا عبد الباری صاحب ندوی، مولانا مقبول صاحب ندوی، قاضی عبد الرب صاحب ندوی، مولانا خواجہ صاحب مدنی اور مولانا انصار صاحب مدنی شامل ہیں۔

دارالافتاء جامع مسجد ممبئ:

عروس البلاد ممبئ میں ایک بڑی تعداد مسلک شافعی کے پیروکاروں کی ہے، جس کی بناء پر اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ وہاں کسی دارالافتاء کا قیام عمل میں آئے، تاکہ وہاں مقیم شافعی حضرات کی تشنگی کی سیرابی کا کسی حد تک انتظام ہوسکے، الحمدللہ اسی مقصد کے خاطر جامعہ حسینیہ کی سرپرستی میں اور حضرت مولانا شوکت صاحب (خطیب وامام) کے مشورہ اوران کی دعاؤں کے ساتھ چارسال قبل جامع مسجد میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، ابتداء میں مرحوم مفتی سلمان سرکھوت صاحب اور پاسبان کوکن مفتی رفیق پورکر مدنی مدظلہ ہفتہ میں دودن ممبئ جاکراس ذمہ داری کوانجام دے رہے تھے، لیکن مفتی سلمان صاحب کے انتقال کے بعد مستقل طور پر جامعہ حسینیہ کے ایک فاضل مفتی اشفاق قاضی صاحب کا باقاعدہ تقرر ہوالیکن وہ درمیان میں مزید تعلیم کی غرض سے ریاض چلے گئے اس دوران یہ ذمہ داری نائب امام وخطیب جامع مسجد مفتی اظہر نظیری بحسن خوبی انجام دے رہے تھے تقریبا دوسال تک مفتی محترم نے یہ خدمت انجام دی ہے، فی الحال مفتی اشفاق صاحب کی ریاض سے واپسی ہوئی ہےاور اب وہ واپس اپنی ذمہ داری کوسنبھال چکے ہیں اور مفتی اظہر بھی معین کی حیثیت سے برابر یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، الحمدللہ لوگ بکثرت دارالافتاء کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور سینکڑوں استفتاء کے جوابات دیئے جاچکے ہیں۔

دارالافتاء گولکوٹ چپلون:

کوکن کے ضلع رتناگیری میں شہر چپلون کے ایک قریہ گولکوٹ میں مدرسہ فیض القرآن کالسنہ کی سرپرستی میں چندسال قبل ایک دارالافتاء قائم کیا گیا تھا، جہاں جامعہ حسینیہ کے مفتیان اور مدرسہ فیض القرآن کالسنہ کے اساتذہ ہفتہ میں کچھ وقت نکال کرآنے والے استفتاء کے جوابات دینے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اگرچہ وہاں ایک مستقل مفتی کی ضرورت ہے، جس کے لئے مدرسہ فیض القرآن کالسنہ کے سرپرست اورکوکن کے مشہور خادم قرآن حافظ داود صاحب برابر کوشش میں اور فکر مند ہیں، دارالافتاء کی اب تک کی کارکردگی اطمینان بخش ہے، اطراف واکناف کے لوگ مستقل

دارالافتاء سے مراجعت کررہے ہیں۔

دارالعلوم الاسلامیہ العربیہ تلوجہ میں دارالافتاء:

ممبئی سے قریب تلوجہ نامی بستی میں فقہ شافعی کا ایک معروف ادارہ ہے جہاں پر دورہ حدیث تک مکمل تعلیم کا نظم ہے، جہاں کے تقریبا تمام اساتذہ جامعہ حسینیہ کے فراغت یافتہ ہیں یا مستفیدین میں شامل ہیں، وہاں پر چار سال قبل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا جس کے ذمہ دار مفتی اسحاق پٹیل صاحب حسینی ہیں اور ان کے ساتھ دیگر مفتیان بھی ان کے شریک کار ہیں، اب تک سو استفتاء کے جواب دیئے جا چکے ہیں، اور بہت سارے لوگ دارالافتاء میں آکر اپنی پریشانیوں کا حل شریعت کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں لوگوں کا اعتماد بھی اچھا ہے۔

دارالافتاء پٹیل محلّہ پنویل:

۶/اگست ۲۰۱۱ء میں شہر پنویل میں دارالقضاء اور اسی کے ساتھ ایک دارالافتاء کا قیام قاضی کوکن اور استاذ جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن قاضی حسین ماہمکر صاحب کی سرپرستی میں عمل میں آیا، ابتداء میں ہفتہ میں ایک دن جا کر اس ذمہ داری کو پورا فرمارہے تھے لیکن اب مستقل طور پر مفتی زید صاحب اس کے ذمہ دار ہیں جو قاضی صاحب ہی کے زیر نگرانی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دارالافتاء پارا محلّہ مسجد پنویل:

پارا محلّہ مسجد کے امام وخطیب اور جامعہ حسینیہ عربیہ کے اولین فارغین میں شامل حضرت مولانا مفتی نور محمد پٹیل صاحب کی سرپرستی میں یہ دارالافتاء جاری ہے، ابتداء میں تحریرا جوابات کی شکل تھی لیکن اب وہاں کے حالات کی بناء پر آپ زبانی ہی مسائل کا حل امت کے سامنے پیش کررہے ہیں، جامعہ حسینیہ کے دارالافتاء کے پہلے ذمہ دار بھی آپ ہی تھے۔

جامعہ نجم الھدی کیرلا میں شعبہ تدریب الافتاء:

ریاست کیرلا کے ضلع ملپورم میں منجیری شہر میں جامعہ نجم الھدی ایک مشہور ادارہ ہے، جو

برابر تیس سال سے فقہ شافعی کی خدمات انجام دے رہا ہے، جس کے روح رواں مولانا عیسیٰ کوثری ایک فعال اور متحرک شخصیت کے مالک ہیں، جہاں پر اس سال سے شعبہ تدریب الافتاء کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں کل سات فضلاء استفادہ کرر ہے ہیں، اوران کی تربیت کے لئے از ہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن سے فیض یافتہ تین مفتیان کرام اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ دوسالہ کورس ہے، جہاں کا نصاب بھی جامعہ حسینیہ کے نصاب کے مطابق ہے، مستقبل میں بہتر نتائج کی امید ہے۔

مدرسہ حسینیہ کا یم کلم کیرلا میں دارالافتاء:

ریاست کیرلا کے مشہور شہر کا یم کلم میں فقہ شافعی کا ایک ادارہ مدرسہ حسینیہ ہے، جہاں پر مکمل دورہ حدیث تک تعلیم ہے، جس کے مہتمم مولانا سفیان صاحب ہیں، جو اہتمام کے ساتھ بڑے درجات میں چند دروس کی ذمہ داری انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ وہاں پر امسال قبل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا ہے اب تک تقریبا سو استفاء کے جواب دیئے جا چکے ہیں۔

الجامعہ کوثریہ عربی کالج کیرلا میں دارالافتاء:

ریاست کیرلا میں فقہ شافعی کا سب سے زیادہ مشہور اور قدیم الجامعہ کوثریہ ادارہ ہے، جس کے ناظم حافظ اویس حاجی صاحب ہیں جہاں پر اس سال دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں از ہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن سے تربیت یافتہ دو مفتیان خدمت انجام دے رہے ہیں۔

شافعی دبستان فقہ سے متعلق استفتاء کے اہم مراکز

مولانا ڈاکٹر بہاء الدین ندوی ☆

ہندوستان میں احناف کے علاوہ شافعی مسلک کے مقلدین بھی پائے جاتے ہیں۔ حرمین شریفین، یمن اور مصر کو ہندوستان کے جن علاقوں سے بلاواسطہ تعلق تھا، وہاں شافعی مسلک کے ماننے والے رہتے ہیں۔ کیرلا کے اکثر وبیشتر مسلمان شافعی ہیں اور تامل ناڈو، کرناٹک، گوا، مہاراشٹر اور گجرات کے ساحلی علاقوں میں اور لکش دیپ اور اندومان حیدرآباد میں بھی شوافع پائے جاتے ہیں۔

شافعی مسلک کی ترویج واشاعت میں علمائے کرام اور مدرسے کا اہم کردار رہا ہے۔ قدیم دور میں شافعی مسلک کے ڈھیر سارے دار الافتاء تھے، اس طرح مختلف مراکز جو اپنے دور میں شہرت یافتہ تھے، لیکن اس کی موجودہ صورت حال سابقہ صورتحال سے بالکل مختلف ہے۔ مثال کے طور پر جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں تقسیم ہند سے پہلے شافعی مسلک کے مطابق بھی پڑھائی جاتی تھی۔ شیخ صالح باحطاب اور شیخ سالم باحطاب جیسے شافعی مسلک کے بڑے بڑے علمائے کرام بحیثیت استاد رہ چکے ہیں، لیکن موجودہ دور میں اس کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہندوستان میں شافعی مسلک کے اہم مراکز زیادہ تر کیرلا میں پائے جاتے ہیں۔

ہندوستان کے کچھ ایسے بھی علاقے ہیں جہاں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقلدین وپیروکار رہتے ہیں، لیکن ان کی آبادی بہت ہی کم ہے۔ اکثر شوافع ریاست کیرلا میں رہتے ہیں جو علما وعملا شوافع ہیں، دیگر علاقوں میں مثلا کوکن، بھٹکل میں بھی شوافع رہتے ہیں، لیکن احناف سے بکثرت

☆ دار الہدیٰ اسلامک یونیورسٹی، کیرالہ۔

اختلاط کی وجہ سے احناف ہی کی طرح رہتے ہیں، پتہ نہیں چلتا کہ یہ شوافع ہیں یا احناف۔ سرزمین کیرلا ہندوستان کی وہ ریاست ہیں جہاں صدر اسلام ہی مین اسلام کی لازوال دولت سے یہاں کے باشندے بہرہ ور ہوئے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ آج بھی کیرلا کے کچھ ساحلی علاقوں میں اجلاء صحابہ کرام آسودہ خاک ہیں۔ یہاں کی تہذیب اور روایت ملک یمن سے ملتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بعد تبلیغ اسلام کے غرض سے سرزمین یمن سے چوٹی کے علماء کرام وصالحین امت یہاں پہنچے۔

کیرلا میں شافعی مسلک کی افتاء کے مراکز:

جنوب ہند میں ایسا بھی ایک زمانہ آیا تھا کہ یہاں کی مسلم امت کی باگ ڈور مخدومی سادات کے ہاتھوں میں تھی، دینی وملی وسیاسی وسماجی وثقافتی امور کی نگرانی یہی سادات کرتے تھے، کچھ بھی مسئلہ درپیش ہوا یہاں کے مسلمان پنانی جمعہ مسجد کی طرف رجوع کرتے۔ پنانی جمعہ مسجد کیرلا کی وہ پرانی مسجد ہے جہاں مخدومی سادات رہا کرتے تھے اور آج بھی رہتے ہیں جن میں فقیہ عصر علامہ زین الدین المخدوم الصغیر (شاگرد رشید خاتم المحققین حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ) قابل ذکر ہیں۔

پھر جب علماء اہل سنت نے ایک فعال محرک تحریک کی ضرورت محسوس کی تو ۱۹۲۶ عیسوی میں سمستہ کیرلا جمعیۃ العلماء کے نام ایک تنظیم عمل میں آئی۔ تنظیم چالیس علماء کرام کی وہ ٹولی ہے جو یہاں کے مسلمانوں کے ملی وسماجی ودینی امور کی قیادت کرتی ہے۔ اس تنظیم کے ماتحت بہت سے ذیلی شعبے جات وجود میں آئیں۔ ان میں فتوی کمیٹی قابل ذکر ہے۔

فتوی کمیٹی زیر سمستہ کیرلا جمعیۃ العلماء:

فتوی کمیٹی ہی ہمارے کیرلا کا دار الافتاء ہے۔ کیرلا میں جتنے دینی مدارس قائم ہیں ان میں دار الافتاء کا کوئی خاص اہتمام نہیں اور کوئی شخص بھی فقہی مسئلہ درپیش ہونے کی صورت میں مدارس کی طرف رجوع نہیں کرتے، بلکہ اسی فتوی کمیٹی سے رجوع کرتے ہیں۔ فتوی کمیٹی جو حکم صادر کرتی ہے اسی کو علماء سمستہ اپنی قیمتی تصدیقات سے نوازتے ہیں اور اسی فتوے پر عمل کرنا سنی مدارس کے لئے ضروری ہے،

کوئی بھی دینی درس گاہ اپنی کوئی خاص موقف جو سمستہ کے موقف سے جداگانا ہو قائم نہیں کرسکتا۔ سمستہ جو فتوی شائع کریں، اسی پر کیرلا کے تمام سنی مدارس عمل کرتے ہیں۔ کیرلا میں سنیوں کی تین مشہور تنظیمیں ہیں: سمستہ کیرلا جمعیۃ العلماء جس کے روح رواں لیڈر حضور مفتی اعظم کیرلا محقق عصر فقیہ لاثانی علامہ زین العلماء زین الدین مسلیار چرشیری دامت برکاتہ العالیہ ہیں۔ حضور ہی کیرلا میں جو بھی مسئلہ ابھرتا ہے اس کا صحیح حل اور اس مسئلے کے سلسلے میں سمستہ کا کیا موقف ہے ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک پہنچاتے ہیں۔

اس کے علاوہ کیرلا کے دیگر تنظیموں کی بھی اپنی خاص فتوی کمیٹی یا فتوی بورڈ ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے:

۱- سمستہ کیرلا سنی جمعیۃ العلماء یہ سابق تنظیم سے چند فروعی اختلافات کی وجہ سے رونما ہوئی تھی۔ ان دونوں تنظیموں میں عقیدہ کا کوئی اختلاف نہیں جو بھی اختلاف ہے اس کا دارومدار یا تو تنظیمی ہے یا فروعی مسائل میں ہے۔ ان کی بھی ایک خاص فتوی کمیٹی ہے جو دینی امور میں سرگرم عمل ہے۔

۲- دکشینہ کیرلا جمعیۃ العلماء یہ کیرلا کے جنوبی حصوں کے علماء کرام کی تنظیم ہے، جس کے قائد مولوی عبدالعزیز صاحب ہیں، جیسا کہ سابق دونوں تنظیموں میں اصولی کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح ان میں بھی بگاڑ نہیں۔ صرف اپنی اپنی تنظیم کو فروغ دینا ان کا اہم مقصد ہے، اس دکشینہ کی بھی ایک خاص فتوی کمیٹی ہے جو اپنے پیروکاروں کو اپنا موقف اور نت نئے مسائل کے صحیح حل بتاتی ہے۔

۳- سمستھانہ کیرالا جمعیۃ العلماء جو صدقۃ اللہ المولوی کی تنظیم ہے۔ یہ چند فروعی شافعی مسئلے میں دوسروں سے اختلاف رکھتی ہے، ان کی بھی ایک خاص فتوی کمیٹی ہے جو اپنے تابعین کو صحیح فقہی مسائل پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔

ان تینوں تنظیموں کے تحت سرزمین کیرلا میں بڑے بڑے مرکزی ادارے چلتے ہیں، جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

۱- دارالہدی اسلامک یونیورسٹی اور اس سے ملحق ڈگری کالج:

یہ پورے ہندوستان کا مشہور دینی ادارہ ہے اس کی تاسیس ۱۹۸۶ ضلع ملاپورم کے قصبہ

چماڈ میں ہوئی۔ اس میں پندرہ سو سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں، جو مسلکاً شوافع ہیں۔ یہاں کے بارہ سالہ کورس میں شافعی مسلک کی معتبر کتابیں داخل نصاب ہیں۔ اس جامعہ کے پروچانسلر مفتی اعظم کیرلا محقق عصر فقیہ النفس استاذ الاساتذہ زین العلماء زین الدین مسلیار چرشیری دامت برکاتہ العالیہ ہیں۔

اس کے ماتحت سترہ سے زائد درسگاہیں ہیں۔ جن میں اکثر شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان میں مشہور ادارہ اصلاح العلوم ہے جس کا مختصر اُتعارف یہاں پر ہے۔

اصلاح العلوم تانور یہ فقہ شافعی کا قدیم مرکز ہے جس کی بنیاد ۱۹۲۶ میں رکھی گئی۔ اس کے پہلے مہتمم سمستہ کیرلا جمعیۃ العلماء کے ایک جلیل القدر عالم تھے، جو پانگل احمد کٹی مسلیار کے نام سے مشہور ومعروف تھے، اس ادارے میں سمستہ کے اکابر علماء کرام تدریسی خدمات انجام دیتے تھے جیسے صوفی باصفا قطبی محمد مسلیار، حضرت علامہ ای کے ابوبکر مسلیار، محدث کبیر مفسر قرآن کے وی محمد مسلیار نور اللہ مراقدہم۔

۲- جامعہ نوریہ عربیہ فیضاباد پٹیکاڈ:

یہ کیرلا کا وہ دینی ادارہ ہے جسے مرکزیت حاصل ہے۔ جیسے شمال میں ''الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور'' کو مقام حاصل ہے، وہی مقام ''جامعہ نوریہ عربیہ'' کو کیرلا میں ہے۔ ''سمستہ کیرلا جمعیۃ العلماء'' کے جتنے بھی اکابر علماء منسلک ہیں معظم اسی ادارے کے فاضلین ہیں۔ اس ادارے کی تاسیس کا پس منظر یہ تھا کہ کیرلا میں اعلیٰ تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا تو اکثر قدیم دور میں ابتدائی تعلیم کے بعد سند حاصل کرنے کے لئے جامعۃ الباقیات الصالحات ویلور تامل ناڈو، جامعہ لطیفیہ تامل ناڈو، جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف رجوع کرتے تھے، اسی خلا کو پر کرنے کے لئے جامعہ نوریہ عربیہ پٹیکاڈ فیض آباد کی تاسیس سنہ ۱۹۶۳ میں عمل میں آئی۔ اس مرکزی ادارے کو بھی اکابر علماء امت کی خدمات حاصل ہیں، جیسے حضرت علامہ ابوبکر مسلیار کوٹو ملا، علامہ ای کے ابوبکر مسلیار، رئیس المحققین کنیت احمد مسلیار، حضرت علامہ کے کے ابوبکر مسلیار نور اللہ مراقدہم۔ اس ادارے کے تحت تقریباً پچاس ادارے اپنی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

۳- جامعہ سعدیہ کاسرکوڈ:

یہ بھی دیگر اداروں کی طرح کیرلا کی مشہور و معروف دینی درس گاہ ہے، اس کی سنگ بنیاد ۱۹۷۱ عیسوی میں ناشر اہل سنت عالی جناب عباس حاجی نور اللہ مرقدہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ مدرسے کے تمام اخراجات کی تکمیل حضور والا خود اپنے ذاتی پیسوں سے کرتے تھے۔ پھر ۱۹۷۹ء میں علما کے طویل مشوروں کے بعد اس دینی درس گاہ کو آپ نے جمعیۃ العلماء ضلع کنور کی کمیٹی کے حوالے کر دیا، یہاں کے فاضلین مولوی الفاضل السعدی سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ آج کل یہاں تخصص کے بھی شعبے قائم ہو گئے ہیں۔

۴- جامعہ دار السلام نندی کالی کٹ:

اس ادارے کی بنیاد ۱۹۷۶ء میں عمل میں آئی، اس ادارے کے بانی حضرت علامہ نندیل ایم پی محمد مسلیار تھے، جو ایک متقی و پرہیز گار عالم دین تھے۔ اس ادارے میں کیرلا کے علاوہ تامل ناڈو اور کرناٹک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں، یہاں کے فاضلین مولوی الفاضل الدارمی سے پہچانے جاتے ہیں۔ ابھی اس ادارے کے مہتمم ماہر علم و فن حضرت علامہ موسی کٹی مسلیار (سابق استاذ جامعۃ الصالحات ویلور) ہیں۔ اس ادارے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں فضیلت کے بعد دو سالہ تخصص فی الفقہ کا نیا کورس کا انتظام ہے جو ۱۹۹۸ء میں شروع کیا گیا تھا، اس دو سال کی فراغت کے بعد "الہیتمی" کے لقب سے نوازا جاتا ہے، یہ خاتمۃ المحققین مفتی الشافعیۃ علامہ ابن حجر الہیتمی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔

۵- مرکز الثقافۃ السنیۃ کارنتو:

یہ کیرلا کے مشہور دینی اداروں میں سے ایک ہے جس کی بنیاد ۱۹۸۰ء میں رکھی گئی تھی۔ جس کی تعلیمی مدت دس سالہ نصاب پر مشتمل ہے، اس دس سال کی تکمیل کرنے والوں کو مولوی الفاضل الثقافی سے نوازا جاتا ہے، فضیلت کے بعد دو سالہ تخصص فی الفقہ الشافعی ۱۹۸۷ء میں شروع کیا گیا۔

۶-جامعہ منانیہ کولم:

۱۹۸۱ء میں اس ادارے کی سنگ بنیاد رکھی گئی اس کا نصاب تعلیم ویلور "الباقیات الصالحات" سے ملتا جلتا ہے، یہاں کی تعلیم دوشعبوں میں منقسم ہے:۱-شعبہ مطول جو دس سالہ تعلیمی مدت پر مشتمل ہے، ۲-شعبۂ مختصر جس کی تعلیمی مدت آٹھ سال ہے۔ یہاں کے فارغین مولوی المنانی سے جانے جاتے ہیں۔ یہ دکشینہ کیرلا جمعیۃ العلماء کا ایک مرکزی ادارہ ہے۔

۷-تنسیق الکلیات الاسلامیہ اوراس کے ملحق کالج:

کیرالا کے قدیم وجدید مدارس کو ایک نئے نصاب تعلیم اور تنسیق میں جمع کے گئے اور اس سلیبس میں شافعی مسلک کی پڑھائی کا خاص اہتمام رکھا گیا، اس کا مرکز ملاپورم میں ولانچیری میں واقع "مرکز التربیۃ الاسلامیۃ" ہیں۔اس تنسیق میں تیس سے زیادہ ملحق مدارس ہیں جس میں "کلیۃ مجمع الشرعیۃ" کاوانور دارالعلوم توتہ کلیہ عیدروس مسلیار وغیرہ مشہور ہیں۔ یہ تنسیق ۲۰۰۱ میں وجود میں آئی اور چارسو کے آس پاس طلبہ فراغت بھی حاصل کر چکے ہیں۔

۸-بیرون کیرلا شافعی استفتاء کے مراکز:

کیرلا کے باہر جو استفتاء کے مراکز ہیں وہ بہت کم ہیں جن میں مشہور ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

۹-الباقیات الصالحات ویلور تملناڈ:

"الباقیات الصالحات" جنوب ہندوستان کا ایک مشہور اور قدیم دار العلوم ہے جس کی تاسیس ۱۸۸۳عیسوی میں ہوئی۔اس کی تاسیس کے وقت سے لے کر آج تک وہ شافعی مسلک کا ایک اہم مرکز ہے۔ اس ادارہ میں شافعی مسلک کی اعلی کتابوں کی پڑھائی بھی ہوتی ہے اور بڑے علمائے کرام اساتذہ کی حیثیت میں خدمت انجام بھی دے رہے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن الفضفری اور شیخ حسن جیسے شافعی علماء وہاں کے پرنسپل یا مہتمم رہ چکے ہیں۔آج بھی وہاں شافعی اساتذہ موجود ہیں۔

۱۰-الجامعۃ الاسلامیۃ بھٹکل کرناٹک:

یہ ادارہ بھٹکل میں قائم ہے جہاں شافعی مسلک کے مقلدین زیادہ پائے جاتے ہیں۔ یہاں پڑھنے والے اکثر بلکہ کل بچے شوافع ہیں اور ایک با قاعدہ دار الافتاء بھی وہاں موجود ہے۔ کوکن اور کرناٹک کے اکثر شوافع اس ادارہ سے استفتاء کرتے ہیں، لیکن دیوبندیوں کے ہاتھ میں پڑ جانے کے بعد سنی شوافع اس سے رجوع نہیں کرتے۔

۱۱-قوت الاسلام عربی کالج مومبائی:

اس ادارہ کی تاسیس ۱۹۴۲ عیسوی میں رکھی گئی، ابھی یہ ادارہ دار الہدیٰ اسلامک یونیورسٹی کی شاخ ہے، اگرچہ وہاں پڑھنے والے اکثر طلبہ احناف ہیں پھر بھی مومبائی کے شوافع فتوے کے لئے اسی ادارہ سے مراجعت کرتے ہیں۔

پھر کیرالا میں بہت سے ادارے ایسے ہیں جہاں شافعی مسلک کی اعلیٰ ترین پڑھائی ہوتی ہے، وہاں سے فراغت بھی حاصل ہوتی ہے اور وہاں سے فتویٰ بھی شائع کرتے ہیں، لیکن وہ ادارے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر عمداً چھوڑتے ہیں۔

۱۲-کلیہ رحمانیہ اترا پٹنم تملناڈو:

یہ ادارہ قدیم شافعی مسلک کے مراکز میں اہم ہے۔ اس کے مہتمم کیرلا کے بہت سے علمائے کرام بھی ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر سمستہ کیرلا جمعیۃ العلماء کے نائب صدر مولانا عبد القادر الفضفری وہاں کے استاذ تھے اور فی الحال ممی کوٹی حضرت اس کے پرنسپل کی خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ تملناڈ کا بہت قدیم علمی گہوارہ بھی ہے۔

فقہ شافعی کی تدریس: جائزہ اور تجویز

ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی ☆

امام شافعیؒ محمد بن ادریس ۱۵۰ھ اسلامی تاریخ کی دوسری صدی میں غزہ فلسطین یا عسقلان میں پیدا ہوئے، ان کی ولادت سے متصل حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا تھا، ان کا فقہی منہج بڑی حد تک شہرہ آفاق ہو چکا تھا، اور لوگ اس کی اتباع کرتے تھے، وہ دورِ نبوت سے قریب تر تھے، اور تعامل اہل حرمین اور علمائے حدیث اور کتاب وسنت کی روشنی میں فقہ اسلامی کے مسائل مدون کرنے کی خداداد صلاحیت سے بہرہ ور تھے، انہوں نے حضرت مالک بن انس کی فقہ سے بھی پوری طرح استفادہ کیا، اور مسائل کو پیش کرنے میں وہ حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کے قول وفعل کو پیش نظر رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے فقہی مسلک کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور دنیا کے ایک بڑے حصے میں اسی پر عمل کیا گیا، اور اس کو ترجیح دینے کی کوشش جاری رہی۔

امام شافعیؒ کے والد ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھے، ان کا نسب ہاشمی ہے، اور وہ ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف کی طرف نسبت رکھتے تھے، ان کے اجداد میں شافع بن صائب تھے، اور غالباً انہیں کی نسبت سے شافعی کہلاتے تھے، ان کا اصل نام محمد اور کنیت ابوعبداللہ ہے، ان کے والد ادریس بن عباس اصلاً حجاز کے باشندے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، وہاں سے ہجرت کر کے شام آئے اور عسقلان میں سکونت اختیار کی، لیکن امام شافعیؒ کی ولادت سے قبل وہ انتقال کر گئے، ان کی والدہ قبیلہ

☆ مدیر البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ازدکی رہنے والے ایک شریف خاتون تھیں، اور ان کے والد کے انتقال کے بعد اپنے بیٹے محمد بن ادریس کو لے کر مکہ مکرمہ ہجرت کر گئیں، اور حرم مکی کے قریب ایک محلّہ میں جس کا نام ''شعب الخیف'' تھا، قیام پذیر ہوگئیں اور اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت میں پوری طرح مشغول ہوگئیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام شافعی ۷ یا ۸ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے، اور اس کے بعد مسجد حرام کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر علوم لغت پر توجہ مرکوز کی، اور اس میں مہارت حاصل کی، چونکہ وہاں کے اساتذہ بادیہ کے رہنے والے تھے، اس لئے خالص عربی لہجہ میں عربی زبان کو حاصل کرنے کا ان کو بہترین موقع ملا، اسی کے ساتھ انہوں نے فقہ اور علوم قرآن وحدیث کو بھی حاصل کیا۔

پھر انہوں نے حرم شریف کے علماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر علوم حدیث وقرآن میں استفادہ کرنا شروع کیا، حدیث میں ان کے شیخ سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد زنجی، سعید بن سالم قداح، داؤد بن عبدالرحمٰن عطار، عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی داؤد تھے، مسجد حرام میں ایک حد تک اپنی تعلیم پوری کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور وہاں جا کر امام مالک بن انسؒ سے سارے علوم اور فقہ کی تعلیم حاصل کی، ان کے شیوخ میں وہاں ابراہیم بن سعد الانصاری، عبدالعزیز بن عمر الدراودی اور محمد بن سعید بن ابی فدیک اور عبداللہ بن نافع الصائغ قابل ذکر ہیں، اس کے بعد انہوں نے یمن کا رخ کیا، وہاں انہوں نے حدیث اور فقہ کی تعلیم مطرف بن مازن، اور ہشام بن یوسف جو صنعاء یمن کے قاضی تھے، حاصل کی اور ان کے علاوہ دیگر شیوخ وقت سے استفادہ کیا، پھر عراق تشریف لے گئے، اور بغداد میں علم حدیث وفقہ اور علوم قرآن کو مزید تفقہ اور گہرائی کے ساتھ از سر نو وہاں کے مشہور علماء سے حاصل کیا، وہاں کے شیوخ سے استفادہ کیا، ان میں وکیع بن جراح، اور ابواسامہ حماد بن اسامہ جو کوفہ کے رہنے والے تھے، اور بصرہ کے مشہور عالم کبیر اسماعیل بن علیہ اور عبدالوہاب بن عبدالمجید تھے، سے بھی استفادہ کیا، اس تعلیم وتربیت کے بعد محمد بن ادریس شافعی اب امام شافعی کے لقب سے پہچانے جانے لگے۔

امام شافعی کی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب الام'': ایک جائزہ:

امام شافعیؒ نے علمائے حدیث وفقہ کی ایک تعداد سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد

اپنے فقہی مذہب کو پورے اطمینان قلب کے ساتھ پیش کرنے کے لائق اپنے آپ کو تصور کیا، اور انہوں نے اپنی مشہور عالم تصنیف ''کتاب الام'' تصنیف کی، اس کتاب میں فقہی مسائل کو بیان کرنے میں کتاب وسنت کا سہارا لیا، کتاب الطہارۃ سے اس کو شروع کیا، جس میں پانی کی طہارت، پھر وضو کے سلسلہ کے تمام مسائل، پھر مسافر ومقیم کے لئے تیمّم کی شکلیں، جس مٹی سے تیمّم کیا جائے، اس کی شرط، جسم اور کپڑوں کی طہارت کے سلسلے میں ساری تفصیلات بیان کی ہیں، طہارت کے سلسلہ میں کچھ ایسے مسائل ہیں، جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو بھی بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

پھر نماز کی فرضیت، پانچوں نمازوں کی تعداد، نماز کے اوقات، مختلف قسم کی نوعیتوں میں نماز کا حکم، سفر میں نماز کے وقت کی تعیین اور اس کے تمام مسائل، مریض ومسافر کی نماز اور جمع بین الصلاتین کے جملہ مسائل۔

اسی طرح اذان کی فضیلت، اس کے اوقات، جمع بین الصلاتین کی صورت میں اذان واقامت، پھر نماز میں لباس کی نوعیت، اور نماز کن جگہوں میں پڑھنے کی اجازت ہے، اس کا بالتفصیل ذکر، یہاں تک کہ کعبہ مشرفہ میں نماز پڑھنے کی کیفیت، نماز کا افتتاح تعوذ وتسمیہ سے کرنا، آمین کہنا، اور سورہ فاتحہ کے بعد کی قراءت، رکوع میں کس طرح جانا چاہئے، رکوع سے کس طرح اٹھنا چاہئے، کس طرح سجدہ کرنا چاہئے، ان تمام چیزوں کی تفصیلات، دو رکعتوں کے بعد قعدہ پھر قیام، نماز میں سلام، نماز میں گفتگو کی مخالفت، سلام کے بعد امام کا بیٹھنا، اور کسی موضوع پر گفتگو کرنا، امام اور مقتدی کا مسجد سے واپس جانا، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت وشکر، نفلی نماز، ایک رکعت سے وتر بنانا، جن اوقات میں نماز مکروہ ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف، جماعت سے نماز کی فضیلت، کس کو امامت کرنی چاہئے، مرد عورتوں کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں، عورت کی امامت، نابینا کی امامت، ناجائز اولاد کی امامت، بچہ کی امامت، ایسے شخص کی امامت جس کی قراءت صحیح نہ ہو، اسی طرح امامت کے تمام مسائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

جمعہ کی فرضیت، گاؤں میں جمعہ کی نماز کا مسئلہ، گھر میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا مسئلہ، کسی مصلی

کے دو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی صورت، اور اس کا حکم، جمعہ کے لئے جامع مسجد میں پہلے پہنچنے کی فضیلت، جامع مسجد تک چل کر جانے کی صورت، جمعہ کے دن حالت خطبہ میں سنت پڑھنے سے متعلق حکم، کہاں کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، خطبہ کے آداب، خطبہ کی مستحب کیفیت، حالت خطبہ میں گفتگو کی کراہت، خطبہ کو غور سے سننا، جمعہ کے دن مسجد میں مصلیوں کا گوٹا مار کے بیٹھنا، قراءت جمعہ میں دعائے قنوت کا مسئلہ، غرض یہ کہ جمعہ کے تمام جزئی اور تفصیلی مسائل کا پورا ذکر، اسی طرح صلاۃ الخوف کی رکعتوں کی تعداد، صلاۃ الخوف میں نماز کا قصر، عیدین کی نماز کے جملہ مسائل، کسوف کی نماز کا وقت اور اس کا خطبہ، استسقاء کی نماز اور اس کا طریقہ، صلاۃ الاستسقاء کے خطبہ میں امام کو کس طرح اپنی چادر پلٹنی چاہئے، بارش کے آثار دیکھ کر خاموش رہنے کی کیفیت، صلاۃ الاستسقاء چھوڑنے والے کا حکم، جنازہ کی نماز اور اس کا طریقہ، میت کو غسل دینا اور اس کی تجہیز و تکفین، شہید کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے، مسلمانوں کے شہداء کا کفار کے مردوں سے اختلاط کا مسئلہ، جنازہ اٹھانے کا طریقہ، جنازہ کی نماز اور اس میں کتنی تکبیریں ہوں، میت کو کس طرح قبر میں رکھنا چاہئے، دفن کرنے کے وقت کیا پڑھنا چاہئے، میت کے جملہ مسائل کا تذکرہ۔

کتاب الام کی پہلی جلد کتاب الجنائز پر مکمل ہوتی ہے اور دوسری جلد کتاب الزکاۃ سے شروع ہوتی ہے، فرضیت زکاۃ کے ساتھ جانوروں کی زکاۃ کا ذکر بالتفصیل موجود ہے، زکاۃ کے نکالنے میں نیت ضروری ہے، یتیموں کے مال میں زکاۃ دینے کا مسئلہ، اسی طرح سے کھجور، انگور اور زراعت اور دیگر پیداوار کی زکاۃ دینے کا ذکر، مال تجارت میں زکاۃ کا طریقہ، زکاۃ فطر کب ادا کی جائے گی، صدقات کی تقسیم کا بیان، اس کی تمام جزئیات کے بارے میں مفصل بیان، روزہ کا بیان اور اس کی تمام قسموں کا ذکر، اعتکاف کا مسئلہ، حج کی فرضیت، اور جن لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے، ان کی قسمیں، کسی مرحوم کی طرف سے حج کرنے کا مسئلہ، حج کے لئے قرض لینے کا مسئلہ، غلام اور عورت کا حج، اس بارے میں ائمہ کا اختلاف، وہ کون سی حالت ہے جس میں حج بدل کرنا صحیح ہے، اور وہ کون شخص ہے جو حج بدل نہیں کرسکتا، احرام اور مناسک حج وعمرہ کی تفصیلات، سرزمین حرم کی اہمیت، تلبیہ کے الفاظ، اور اس کا

استحباب، حجر اسود کا بوسہ لینا، اور اس کے لئے دعا پڑھنا، ازدحام کی حالت میں حجر اسود کے استلام کا طریقہ، طواف کی فضیلت اور اس کے مسائل، احرام کی حالت میں کون سا شکار ممنوع ہے۔

ارکان اسلام کی جزئیات اور ان کی تفصیلات، ان کے مسائل وفتاوی، اس کے علاوہ اور بھی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کو امام شافعیؒ نے اپنی کتاب جس کی نسبت ماں کی طرف ہے، میں پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ شامل کیا ہے۔

امام شافعی اور فقہ مقارن:

اب نمونے کے طور پر چند ایسے مسائل جس میں امام شافعی اور دیگر ائمہ کے درمیان کچھ اختلاف ہے، مثلاً تارک الصلاۃ کے بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر یا مرتد نہیں ہوتا، لیکن اس پر حد قتل جاری ہوگی، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایسے تارک الصلاۃ کو تین دن قید میں رکھ کر مہلت دی جائے گی، اگر وہ اس درمیان توجہ کر کے نماز شروع کر دے تو بہتر ہے، ورنہ اس کو اتنے کوڑے لگائے جائیں، جس کی وجہ سے اس کے جسم سے خون جاری ہو جائے۔

نفل عبادت کے بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس کو شروع کرنے کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے، اگر دوران عبادت کسی عذر کی بنا پر وہ فاسد ہو جائے، تو اس کی قضا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک اس کی قضا واجب ہے، اس کی دلیل دونوں اماموں کے پاس موجود ہے۔

زکاۃ کے بارے میں امام شافعیؒ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا جائز نہیں، لیکن امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ، زکوۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا جائز قرار دیتے ہیں، دونوں اماموں کے پاس دلیل موجود ہے۔

ماءِ مستعمل کے بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ طاہر ہے، لیکن مطہر نہیں ہے، حنفیہ کا بھی اس پر فتوی ہے۔

سمندر کے پانی سے وضو کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، لیکن سمندر کے جانور کے

بارے میں امام مالکؒ کا قول ہے کہ سوائے بحری خنزیر کے سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سوائے مینڈک کے تمام بحری جانور حلال ہیں، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ سمندر کے جانوروں میں صرف زندہ مچھلی حلال ہے، اگر وہ سمندر کے اندر مرگئی ہو اور سطح آب پر آجائے تو حرام ہے۔ باقی سارے بحری جانور حرام ہیں، برتن کی پاکیزگی کا مسئلہ بایں طور کہ اگر کتے نے منھ ڈال دیا تو کتنی بار دھونا ضروری ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سات بار دھونا ضروری ہے اور ایک مرتبہ اس میں مٹی لگا کر دھونا ضروری ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کتے کے منھ ڈالے ہوئے برتن کو تین مرتبہ دھونا واجب ہے، اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

استنجاء بالید الیمنی: داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے، تقریباً یہی خیال امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے، البتہ وہ مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، بلاعذر کھڑے ہوکر (استنجاء) پیشاب کرنے میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہؒ مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں، اسی طرح حلال جانور کا پیشاب جس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہو، امام شافعی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نجس ہے۔

عورتوں کے مسائل طہارت میں حیض ونفاس کے مسائل بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی اقل مدت تین دن تین رات اور اکثر مدت دس دن ہے، لیکن امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حیض کی اقل مدت ایک دن ایک رات ہے، اور اکثر مدت پندرہ یوم ہے، استمتاع بالحائض فوق الازار یا تحت الازار عورت کی شرمگاہ سے دور رہ کر ائمہ ثلاثہ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ کے ہاں جائز ہے، دیگر ائمہ کا بھی یہی خیال ہے۔

زکوۃ میں امام شافعیؒ کے نزدیک سونے چاندی کے زیورات میں زکوۃ نہیں ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زیورات کی زکوۃ بھی واجب ہے، مال یتیم میں امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کے نزدیک زکوۃ واجب ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مال یتیم میں زکوۃ نہیں ہے۔

فقہ شافعی کی تدریس: چند تجاویز:

فقہ شافعی کے اس مختصر جائزہ کے بعد شاید یہ عرض کرنا مناسب ہو کہ ہندوستان کے تمام

مدارس اسلامیہ میں فقہ اسلامی کی تدریس کے نصاب میں امام شافعیؒ کا فقہی مسلک ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے پڑھانا فقہ میں مہارت اور جامعیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے، لہذا مفتی کو ایک ماہرفن کی حیثیت سے ایسی تربیت دی جائے کہ وہ فقہ اسلامی اور ائمہ اربعہ کے مذاہب فقہیہ سے پوری طرح واقف ہو، اور ائمہ فقہ کے اختلاف اور ان کے استدلالات پر وہ پوری طرح حاوی ہو، بلاشبہ ہدایہ فقہ اسلامی کی ایک جامع کتاب ہے، موجودہ دور میں زندگی کے حالات اور تقاضے اور ان کے فقہی حل اور جواز کی ضرورت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، ایسے میں مسائل کا حل اگر ایک ہی مسلک میں تلاش کیا جائے تو دشواری اور بعض حالات میں مایوسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، بہت سے تمدنی اور اجتماعی مسائل ایسے بھی ہیں، جو کسی ایک مسلک میں پوری وضاحت کے ساتھ نہیں پائے جاتے، لیکن دوسرے مسلک میں ان مسائل کا اطمینان بخش جواب موجود ہوتا ہے۔

چونکہ فقہ حنفی زندگی کے وسیع رقبہ پر حاوی ہے، اور امام شافعیؒ کے فقہی مسلک سے مقدم ہے، اس کے ماننے والے روئے زمین کے ایک بڑے حصہ میں پائے جاتے ہیں، اس کے باوجود تغیر پذیر دنیا میں بہت سے ایسے حالات کا سامنا ہے، جہاں دوسرے ائمہ فقہ کی آراء وافکار سے قیمتی مدد ملتی ہے، خاص طور سے حضرت امام شافعیؒ کے مسلک میں ایک قسم کا لوچ اور کشش پائی جاتی ہے، شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے وہ علماء جو تقلید کے قائل نہیں ہیں، فقہ شافعی کی روشنی میں اپنی ترجیحات کو متعین کرتے ہیں، خاص طور پر فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، اور قعدہ صلاۃ اور وتر بیک رکعت ادا کرنے کے مسائل کو پیش نظر رکھتے ہیں، اسی طرح زکوۃ کی تفصیلات میں اور حج کے بعض مسائل میں امام شافعیؒ کے بتائے ہوئے فقہی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

فقہ اسلامی میں تقابلی مطالعہ کا اہتمام بھی ضروری ہے، ائمہ اربعہ کے علاوہ اور دوسرے اماموں کے فقہی مسالک کو پیش نظر رکھنے اور جدید پیدا شدہ زندگی کے مسائل کا حل ڈھونڈھنے میں آسانیاں پیدا ہوسکتی ہیں، اور وقت کی بچت بھی آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے، اس بنا پر میری ناقص رائے ہے کہ برصغیر کے مدارس اسلامیہ کے اندر فقہ اسلامی کے تقابلی درس ومطالعہ کا اہتمام کرنا ہر لحاظ سے

مفید ہے، اس طریقہ کو اختیار کرنے میں بظاہر کوئی قباحت یا کسی فقہی مسلک یا کسی فقیہ وامام کی تنقیص کا ہرگز کوئی امکان نہیں ہے، اس لئے کہ فقہ کا تعلق کتاب وسنت کی باریکیوں اور اس کی گہرائیوں سے ہے، اور ہر امام کتاب وسنت ہی سے اپنے فقہی مسلک پر استدلال کرتا ہے۔

فقہ واصول فقہ کی تدوین اور امام شافعیؒ کی اولیت:

سب سے پہلے امام شافعیؒ نے فقہ اسلامی کی تدوین کا بیڑا اٹھایا، ان کے دل میں من جانب اللہ یہ بات آئی کہ وہ اصول فقہ کے قواعد کی تدوین کریں، یہی قواعد دراصل علم فقہ کی بنیاد ثابت ہوئے اور علمائے فقہ نے اس سے زبردست استفادہ کیا، ابن خلدون نے تمام علمائے امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ اصول فقہ کے قواعد کی تدوین کے بارے میں امام شافعیؒ سب سے پہلے امام ہیں، جن کے ذریعہ یہ عظیم خدمت انجام پذیر ہوئی، اسی کے ساتھ یہ بات بھی صحیح ہے کہ اصول فقہ کے قواعد صرف امام شافعی کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ اس سے قبل کے علماء، صحابہ کرام، اور تابعین رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر اصول فقہ کے قواعد جاری تھے، لیکن ان کو مدون کرنے کی عظیم خدمت سب سے پہلے امام شافعیؒ نے انجام دی۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ کی فقہ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس حقیقت کا اعتراف کرے گا کہ انہوں نے اصول فقہ کے قواعد کے ذریعہ احکام کے استنباط کا کام انجام دیا ہے، اور جو بھی ان کی فقہی کتابوں کا مطالعہ کرے گا، بالخصوص کتاب الام اور الرسالہ کا تو وہ اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ہندوستان میں بہ زبان عربی لکھی ہوئی فقہ شافعی کی کتابیں

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی ☆

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی خلفائے راشدین نے اسلام کے استحکام اور اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی طرف توجہ کی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے ابتدائی سالوں ہی میں ہندوستان اسلام کی ضیاء پاشیوں سے منور ہوا اور روز بہ روز سرزمین ہند نے اسلام کے لیے اپنا دامن وسیع کیا، بالخصوص ساحلی علاقوں میں اسلام کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی، ابھی تیسری صدی ہجری ختم ہو کر چوتھی صدی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ بعض ساحلی شہروں میں دس دس ہزار مسلمان نظر آنے لگے جو اپنے اجتماعی شرعی نظام کے ساتھ زندگی گذارتے تھے، جیسا کہ مسعودی نے چیمور کے بارے میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ راجہ کی طرف سے ان کا ایک قاضی ہے جو ان کے معاملات کو حل کرتا ہے۔ یہ ۳۰۴ھ کی بات ہے(۱)۔

مسلمانوں کی ان علاقوں میں آمد بری و بحری دونوں راستوں سے ہوئی۔ بری راستہ براہ ایران و خراسان اور بحری راستہ بحیرۂ عرب کا طویل مغربی ساحل، کیرالا کے جنوبی سرے سے گجرات تک، اس پورے ساحلی علاقہ میں یمن و عمان اور خلیج فارس سے تعلق رکھنے والے عرب مسلسل آتے رہے، جو مذہباً شافعی تھے، اس لیے طبعاً ان علاقوں میں فقہ شافعی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، یہاں تک کہ چوتھی صدی کے ساتویں دہائی میں جب مشہور سیاح اور جغرافیہ نویس بشاری مقدسی یہاں آیا تو اس کو یہاں کے اکثر لوگ امام شافعی کے پیرو نظر آئے، اس نے یہاں کے باشندوں کو فقہی مذاہب

☆ استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں اکثر لوگ اصحاب حدیث ہیں، تاہم یہاں کے قصبات حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں، مالکیہ اور معتزلہ کا یہاں وجود ہی نہیں، نہ حنابلہ کا کوئی اثر ہے (۲)۔

قابل غور یہ ہے کہ اس نے شوافع کا نام لے کر ذکر نہیں کیا، اصحاب الحدیث سے مراد شوافع ہیں، اس لیے کہ یہیں اس نے اہل ظاہر کا داؤدی کہہ کر ذکر بھی کیا ہے، اس لیے اصحاب الحدیث سے شوافع کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں، اور یہ اس زمانے کی اصطلاح تھی، اہل علم جانتے ہیں کہ اصحاب الرائے کے مقابلے میں شافعیہ کے لیے اصحاب الحدیث کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔

اس تفصیل سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت ہندوستانمیں جہاں جہاں مسلمان آباد تھے، ان میں شافعیوں کی کثرت تھی، محمود غزنوی کے عہد تک یہی حال رہا، محمود غزنوی خود ایک شافعی عالم تھے (۳)۔ اور محمود کی طرح دیگر غزنوی سلاطین بھی شافعی مسلک کے پیرو تھے (۴)۔

ساتویں بلکہ آٹھویں صدی تک ہندوستان کے متعدد شافعی فقہاء کا تذکرہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں ملتا ہے، ان میں سے معتد بہ علماء کا تذکرہ ہمارے پاس موجود ہے اور یقینی بات ہے کہ ان میں سے بعض علماء نے فقہ میں کتابیں بھی تصنیف کی ہوں گی، بعض کے بارے میں صراحت بھی ملتی ہے کہ وہ صاحب التصانیف فی الفقہ تھے مگر چونکہ متعین طور پر ہمیں ان کی کتابوں کے بارے میں معلوم نہیں، اس لیے یہاں ان کا تذکرہ موضوع سے خارج ہے۔

موجودہ ملکی تقسیم کے لحاظ سے اس وقت شوافع کیرالا، تمل ناڈو، کرناٹک اور مہاراشٹر کے کل ساحلی علاقوں میں، نیز مہاراشٹر کے بعض وسطی علاقوں میں بھی، اسی طرح آندھرا پردیش کے متفرق علاقوں میں، خاص طور پر حیدرآباد میں اور بالخصوص اس میں بارکس کا پورا علاقہ نیز کشمیر میں ایک تعداد اور مدھیہ پردیش اور بہار میں کچھ گھرانے نیز لکھنؤ میں بعض خاندان شافعی مذہب سے وابستہ ہیں، ان بعض علاقوں میں چند گھرانے ہیں، انکی جدید نسل جہالت کی وجہ سے اہل حدیث میں ضم ہو رہی ہے۔

اس طویل عرصے میں اکثر علاقوں میں فقہ شافعی پر مختلف زبانوں میں کتابیں سامنے آئیں، کیرالا میں اکثر کتابیں عربی میں لکھی گئیں، تمل ناڈو میں عربی، عرب تمل، فارسی اور اردو میں، مہاراشٹر

میں عربی، فارسی اور کوکنی میں، ممکن ہے کچھ کتابیں مراٹھی میں بھی لکھی گئی ہوں مگر ہمارے علم میں نہیں ہے۔ کرناٹک میں اردو اور بھٹکل و آس پاس کے علاقوں میں اردو کے ساتھ مقامی زبان نوائطی میں بھی اور کشمیر میں فارسی میں لکھی گئیں، اس سب سے قطع نظر یہاں ہمیں صرف عربی میں لکھی ہوئی کتابوں کا مختصر تذکرہ کرنا ہے، ہم علاقوں کے بجائے زمانے کے لحاظ سے تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے کیرالا کے عالم الشیخ القاضی رمضان الشالیاتی متوفی ۸۰۵ھ کا نام سامنے آتا ہے، عمدۃ الاصحاب کے نام سے ان کی کتاب ہے(۵) جو بظاہر فقہ کے موضوع پر ہے۔

۲- الفقہ المخدومی یا المعتمد فی الفقہ الشافعی:

یہ ایک مایۂ ناز عالم، عظیم مفسر وفقیہ، اسرار شریعت کے رمز آشنا اور حقائق طریقت کے نکتہ شناس مخدوم فقیہ علی مہائمی (۷۷۶-۸۳۵ھ) کی تصنیف لطیف ہے، المعتمد فی الفقہ الشافعی کے نام سے اس کا مخطوط ماہم میں ان کی درگاہ کے کتب خانے میں موجود ہے، یہ نسخہ خوشخط ۲۵۹ اوراق میں ۱۱۲۹ھ کا مرقومہ ہے، ہمارے پاس اس کی سی ڈی موجود ہے، نیز فقہ مخدومی کے نام سے متعدد کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں، اور اسی نام سے ۱۳۱۴ھ میں بمبئی سے مع اردو ترجمہ مطبع گلزار حسینی سے شائع ہوا تھا، مترجم: مولانا عبدالعزیز بن عبدالسلام عثمانی ہزاروی ہیں، کہیں کہیں مختصر حاشیہ ہے، دوسری دفعہ مع الترجمہ ۱۴۰۸ھ میں بمبئی ہی سے شائع ہوا، ترجمہ بقلم مولانا محمود اختر القادری، اس کا دوسرا ایڈیشن رضا فاؤنڈیشن ماہم ممبائی نے ۱۴۱۵ھ میں شائع کیا۔

۳- انعام الملک العلام باحکام حکم الاسلام: تالیف علامہ مہائمی:

مکتبہ سعیدیہ حیدرآباد میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے، اس کا نام اسرار الفقہ بھی ہے جیسا کہ محی الدین مومن نے ذکر کیا ہے(۶)۔ امام الدین گلشن آبادی نے ان کو دو الگ الگ مستقل کتابوں کے طور پر ذکر کیا ہے(۷)۔ یہ کتاب احکام کے مصالح وحکم اور اسرار شریعت کے بیان میں ہے اور مولانا عبدالحی حسنی کے بقول: گمان غالب یہ ہے کہ یہ اس فن کی سب سے پہلی کتاب ہے، نیز وہ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہولی کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں (۸)۔

۴- فتاوی مخدومیہ:

یہ بھی علامہ مہائمی کی کتاب ہے، امام الدین گلشن آبادی نے اس کا تذکرہ کیا ہے (۹)۔

۵- علیۃ البنات والبنین فیما یحتاج الیہ من امر الدین:

اس کے مصنف علامہ زمانہ جمال الدین محمد بن عمر المعروف بہ ''بحرق'' ہیں، ان کی پیدائش حضر موت میں ہوئی، یمن وحجاز کے علماء سے استفادہ کر کے ہندوستان تشریف لائے اور مظفر شاہ حلیم گجراتی کے دربار میں بار پایا، ان کے اساتذہ میں علامہ سخاوی بھی شامل ہیں، مظفر شاہ حلیم نے آپ کی بڑی قدر کی، اور آپ سے حدیث کا درس بھی لیا، حدیث کے علاوہ فقہ وتصوف، تجوید وقرأت، نحو ولغت اور شعر وادب میں بھی آپ کو درک حاصل تھا، متعدد فنون میں تیس سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں، مظفر شاہ حلیم کے دربار میں آپ کی قدر ومنزلت اور عمومی طور پر آپ کی غیر معمولی مقبولیت کی وجہ سے امراء آپ سے حسد کرنے لگے، یہاں تک کہ ۲۰ رشعبان ۹۳۰ھ کی شب زہر دے کر آپ کو ہلاک کیا گیا، احمد آباد میں مدفون ہیں (۱۰) مذکورہ کتاب مطبوع ہے (۱۱)۔

نیز یہ کتاب حلیۃ البنات والبنین وزینۃ الدنیا والدین کے نام سے بھی قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے (۱۲)۔

۶- متعۃ الاسماع باحکام السماع: تالیف علامہ جمال الدین بحرق:

یہ شیخ کمال الدین ابوالفضل، جعفر بن تغلب الشافعی (متوفی ۷۴۹ھ) کی کتاب الامتاع فی احکام السماع (۱۳) کا اختصار ہے۔

۷- المقتصد:

یہ اپنے زمانے کے مشہور عالم وفقیہ اور شیخ طریقت شیخ مخدوم فقیہ اسماعیل صدیقی سکری بھٹکلی

(متوفی ۹۴۹ھ) کی تصنیف ہے، قرآن وحدیث کے دلائل کیساتھ اسرار وحکم کی توضیح کرتے ہوئے احکام بیان کیے ہیں، یہ کتاب مفقود ہے (۱۴)۔

۸- حاشیۃ علی ارشاد ابن المقری:

اس کے مصنف شیخ زین الدین بن علی المعبری الملیباری المعروف بالمخدوم الکبیر (۸۷۱-۹۲۸ھ) ہیں، اپنے عہد کے کبار علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے، وہ ایک بہت بڑے عالم، فقیہ، محدث، داعی، شیخ طریقت، سیاسی رہنما اور مجاہد تھے، شیخ الاسلام زکریا انصاری (متوفی ۹۲۵ھ) سے آپ کو تلمذ تھا، نیز جامع ازہر کے متعدد علماء ومشائخ سے آپ نے کسب فیض کیا (۱۵)۔

ان کی بیس سے زیادہ کتابیں ہیں، اکثر کتابیں کیرالا میں مشہور ہیں اور متعدد کتابیں طبع بھی ہوچکی ہیں، ان کی ایک مشہور ترین کتاب ان کا منظوم رسالہ ہے، جس کا نام "**تحریض اهل الایمان علی جهاد عبدة الصلبان**" ہے جس کو انہوں نے پرتگالیوں کے خلاف جہاد پر ابھارنے کے لیے لکھا تھا، یہ برصغیر کی تحریک آزادی کا سب سے پہلا منشور ہے، یہ ہندوستان میں پرتگالیوں کا ابتدائی دور تھا، شیخ کا انتقال ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء میں ہوا ہے۔

زیر تذکرہ کتاب حاشیۃ علی ارشاد ابن المقری کے بارے میں شیخ اے پی محمد علی موسلیار تحفۃ الاخیار میں لکھتے ہیں: "حاشیۃ وافیۃ محققۃ"۔

امام شرف الدین اسماعیل بن ابی بکر المقری الیمنی (۸۳۶ھ) کی کتاب "الارشاد" فقہ شافعی کی مشہور اور وقیع کتابوں میں ہے، متعدد کبار علماء نے اس کی شرح لکھی ہے، ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں، شیخ زین الدین کبیر کا یہ محققانہ حاشیہ اسی کتاب پر ہے۔

۹- کفایۃ الفرائض فی اختصار الکافی فی علم الفرائض: تالیف شیخ زین الدین مذکور:

۱۰- ارکان الصلاۃ:

یہ شیخ زین الدین مذکور کے صاحبزادہ والاتبار شیخ عبدالعزیز پونانی (۹۱۰-۹۹۴ھ) کی

تصنیف ہے(۱۶)۔

۱۱-۱۲-قرۃ العین بمہمات الدین اوراس کی شرح فتح المعین :

ان دونوں کتابوں کے مصنف شیخ زین الدین کبیر کے پوتے علامہ شیخ احمد زین الدین بن القاضی محمد الغزالی بن الشیخ زین الدین (۹۳۸-۱۰۲۸ھ) ہیں، دادا کو شیخ زین الدین مخدوم کبیر اور پوتے کو تمیز کے لیے زین الدین مخدوم صغیر کہا جاتا ہے، وہ اپنے زمانے کے بہت مشہور عالم تھے، وہ ایک دقیقہ رس فقیہ، جلیل القدر محدث اور عظیم مؤرخ تھے، معرفت وسلوک سے بھی حصہ وافر پایا تھا، بعض اہل نظر نے ان کو ہندوستان کا سب سے بڑا شافعی فقیہ قرار دیا ہے، فقہ کی تحصیل وتکمیل مشہور محقق فقیہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی (متوفی ۹۷۵ھ) سے کی (۱۷)، جن کو وہ اپنی کتاب میں شیخنا سے ذکر کرتے ہیں۔

شیخ زین الدین صغیر کی ایک کتاب تحفۃ المجاہدین فی احوال البرتغالین بھی شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ کم سے کم بارہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، جن میں چھ مغربی زبانیں بھی شامل ہیں، یہ کتاب برصغیر میں فرنگی تسلط کی سب سے پہلی تاریخ ہے، اسی طرح کیرالا کی تاریخ میں بھی اس کو اولیت کا مقام حاصل ہے۔

شیخ کی کتاب فتح المعین فقہ شافعی کے مشہور اور جامع مختصرات میں سے ہے، ہندوستان میں فقہ شافعی پر عربی زبان میں لکھی جانے والی کتابوں میں یہ سب سے وقیع اور مایۂ ناز کتاب ہے، ہندوستان کے شافعی حلقۂ مدارس میں آج تک شامل نصاب ہے، مصر وشام اور یمن وحجاز میں بھی ایک زمانے میں اس کا بڑا چلن تھا، مصری، یمنی اور حجازی علماء نے اس کے حواشی لکھے ہیں، جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی، حال میں مکہ مکرمہ سے اس کا ایک اچھا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

۱۳-الفتاوی الہندیۃ :

۱۴-الاجوبۃ العجیبۃ عن الاسئلۃ الغریبۃ :

یہ ان کے چند فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو شیخ محمد علی موسلیار کے بقول چھپ چکا ہے۔

۱۵-احکام احکام النکاح:

اپنے موضوع پر بہت مفید کتاب ہے، کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔

۱۶-المنہج الواضح فی شرح احکام النکاح:

شیخ محمد علی موسلیار کے الفاظ میں ''کتاب جلیل نافع مفید'' انہی کے بقول اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ چوتھا ایڈیشن ۱۳۰۳ھ میں چھپا تھا۔ یہ چاروں کتابیں شیخ زین الدین صغیر کی ہیں۔

۱۷- الجواہر فی عقوبۃ اہل الکبائر:

یہ کتاب بھی مصنف مذکور کی ہے، اس کا موضوع بھی فقہ سے قریب ہے، اس لیے اس کو اس فہرست میں شامل کرنے کی گنجائش ہے۔

۱۸-مقاصد النکاح: تالیف قاضی جمال الدین محمد بن قاضی عبدالعزیز کالیکوٹی (۹۸۰ھ-۱۰۲۵ھ)

نکاح کے فضائل اور احکام میں پانچ سو اشعار پر مشتمل ایک منظوم رسالہ ہے، یہ غیر مطبوع ہے(۱۸)۔

شیخ قاضی جمال الدین محمد بن قاضی عبدالعزیز کالیکوٹی کیرالا کے مشہور کبار علماء میں سے تھے، ان کے والد بھی بڑے عالم تھے، اپنے والد سے اکثر کتابیں پڑھ کر شیخ زین الدین مخدوم صغیر کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، کچھ عرصہ حرمین میں قیام کر کے وہاں کے علماء سے استفادہ کیا، علوم شرعیہ کے ساتھ علوم ادبیہ میں بھی کمال حاصل تھا، فرنگیوں کے سخت دشمن تھے، ان کی ایک کتاب ہے **الفتح المبین للسامری الذین یحب المسلمین** ہے، اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے(۱۹)۔

۱۹-ملتقط الفرائض فی علم الفرائض:

۲۰-منتخبات الفرائض:

یہ دونوں کتابیں بھی قاضی محمد مذکور کی ہیں(۲۰)۔

۲۱- القول المبین فی ذراری المشر :

۲۲- الدر النفیس فی شرح قول محمد بن ادریس:

یہ دونوں کتابیں علامہ محمد باقر آگاہ نائطی ویلوری (۱۱۵۸-۱۲۲۰ھ) کی ہیں، یہ علامہ باقر آگاہ نادرۂ روزگار عالم اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے ادیب تھے۔ ہندوستان کی طویل تاریخ میں معدودے چند عربی ادب کے ماہرین میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کا یہ بھی امتیاز ہے کہ علمی و دینی موضوعات کے لیے انہوں نے سب سے پہلے اردو نثر استعمال کی، حدیث وفقہ میں بھی ان کو بڑا درک تھا۔ ان کی تصنیفات کی تعداد تین سو سے زیادہ اور بعض محققین کے مطابق ساڑھے پانچ سو سے بھی متجاوز ہے، جو عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ مذکورہ دونوں کتابوں کا انہوں نے اپنی بعض تصنیفات میں ذکر کیا ہے، جواب دستیاب نہیں ہیں (۲۱)۔

۲۳- الفوائد الصبغیۃ فی شرح الفرائض الرحبیۃ:

یہ علامہ محمد غوث شرف الملک نائطی (۱۱۶۶ھ۔۱۲۳۸ھ) کی تصنیف ہے، آپ نواب اعظم الدولۃ نواب کرناٹک کے دیوان یعنی وزیر تھے، علمی پایہ بہت بلند تھا، متعدد کتابیں ان کی یادگار ہیں، ان کی ایک معرکۃ الآرا کتاب نشر المرجان فی رسم نظم القرآن سات ضخیم جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے چھپی ہے، جو اپنے موضوع پر بے نظیر ہے، مذکورہ کتاب الفوائد الصبغیہ اپنے دونوں فرزندوں مولوی عبدالوہاب مدارالامرا اور مولوی صبغۃ اللہ بدرالدولہ کے لیے لکھی تھی، اس کے قلمی نسخے مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس اور دیگر شخصی خاندانی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۲۴- نہور الفوائد و بحور الفرائض: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

یہ کتاب علم الفرائض میں ہے، غالباً اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

۲۵-کفایۃ المبتدی: علامہ محمد غوث شرف الملک:

یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں طہارت، نماز، جنائز، زکاۃ، صوم، اعتکاف، حج اور عمرہ کے مسائل آسان سادہ زبان میں ابتدائی طلبہ کے لیے لکھے ہیں۔ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۶-تعلیقات علی مختصر ابی شجاع: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

مختصر ابی شجاع، جو متن ابی شجاع اور متن الغایۃ والتقریب کے ناموں سے بھی مشہور ہے، فقہ شافعی کا ایک نہایت مختصر اور جامع ترین متن ہے، ایسا مختصر اور جامع متن شاید کسی فقہ میں موجود نہیں، یہ متن پوری شافعی دنیا میں عام اور رائج ہے، دسیوں فقہاء نے اس پر شروح وحواشی کا کام کیا ہے، انہی میں یہ ایک حاشیہ ہے، اس کے کسی نسخے کی موجودگی کا علم نہیں ہے۔

۲۷-مجموعۃ مسائل الفقہ الشافعی: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

یہ نکاح وطلاق کے مسائل پر ایک مختصر اور مفید رسالہ ہے، مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۸-بسط الیدین لاکرام الابوین: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے وجوب پر یہ مختصر رسالہ ہے، جو شائع ہو کر بہت مقبول ہوا، اس کا فارسی اور اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے (۲۲)۔

۲۹-مقاصد النکاح: تالیف قاضی عمر بلنکوٹی (۱۱۷۹ھ-۱۲۷۳ھ)

یہ نکاح کے احکام کے بیان میں ایک ہزار اشعار پر مشتمل عظیم فوائد کا حامل ایک منظوم رسالہ ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مولوی محمد مسلیار بن عبداللہ الایوری (م ۱۳۳۴ھ) کا اس پر ایک حاشیہ بھی ہے۔

قاضی عمر بلنکوٹی یاولنکوڈی، ولنکوڈ (کیرالا) کے مشہور عالم،فقیہ ومفتی، باکمال شاعر اورصاحب کرامات اورمستجاب الدعوات بزرگ تھے،انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے،اس کے لیے انہیں قید وبند سے بھی گزرنا پڑا،عوام پران کا بڑا اثر تھا(۲۳)۔

۳۰-کتاب الذبح والاصطیاد: تالیف قاضی عمر بلنکوٹی:

ذبح وصید کے احکام میں ایک جلیل القدر کتاب ہے،اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

۳۱-رسالۃ فی حکم العقعق:

یہ بھی قاضی عمر بلنکوٹی کی تصنیف ہے، عقعق کوے کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔ اس میں انہوں نے اس کا شرعی حکم بیان کیا ہے، یہ ایک منظوم رسالہ ہے۔

۳۲-الطارق فی ردالمارق:

علامہ محمد صبغۃ اللہ المعروف بہ قاضی بدرالدولہ مدراسی نائطی (۱۲۱۱ھ-۱۲۸۰ھ)۔

ایک زمانے میں مدراس میں یہ بحث چھڑی تھی کہ شافعیوں کے نزدیک وتر کی نماز تین رکعت فصل کے ساتھ پڑھنا افضل اور وصل کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، مسجد والا جاہی میں امام حنفی مسلک کے مطابق وتر کی نماز وصل کے ساتھ پڑھتا تھا، شافعیوں نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنے امام کے پیچھے پڑھنا شروع کیا، کسی نے قاضی بدرالدولہ سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے قفال اور قاضی حسین کے اقوال کی قوت کے ساتھ تردید کی کہ وصل کی کراہت اور عدم صحت کا قول درست نہیں ہے، اور امام رافعی اور امام نووی کے قول کی تصویب کی کہ فصل کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وصل مکروہ نہیں ہے، اس کے ثبوت میں انہوں نے چند حدیثیں نقل کیں اور لکھا کہ جب وصل اور فصل دونوں ثابت ہے تو اس کی وجہ سے جماعت کی تفریق نہیں ہونی چاہیے، پھر انہوں نے مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق، اور تفریق واختلاف کے مٹانے کے سلسلے میں چند حدیثیں نقل کی ہیں، جب یہ فتویٰ شائع ہوا تو بمبئی کے چند گمنام شافعی علماء نے اس فتوے پر تنقید کی اور جب ۱۲۶۵ھ

میں اس کو چھپوا کر بمبئی سے شائع کیا، جب یہ فتویٰ قاضی صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے الطارق فی رد المارق کے نام سے اس پر سخت تنقید لکھ کر ناقدین کی غلطیاں ظاہر کیں۔ اس کا نفیس قلمی نسخہ مدرسہ محمدی دیوان صاحب باذغ مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۳۳- فقۃ العین لمن ابدع بالشین : تالیف قاضی بدر الدولۃ :

قاضی بدر الدولہ، علامہ زمانہ اور فاضل یگانہ تھے، وہ دقیقہ رس اور وسیع النظر فقیہ و مفتی، جلیل القدر اور صاحب نظر محدث، متنوع علوم وفنون کے ماہر اور عظیم مصنف تھے، قاضی صاحب کی انتیس کتابیں عربی میں، چوبیس کتابیں فارسی میں اور چودہ کتابیں اردو میں ہیں، جنوبی ہند میں اردو نثر کو پروان چڑھانے میں ان کا بڑا کردار ہے، ان کی کتاب فوائد بدریہ اردو نثر میں سیرت کی سب سے پہلی کتاب ہے، قاضی صاحب کی حیثیت قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام کی تھی، آپ ڈاکٹر حمید اللہ کے حقیقی دادا تھے (۲۴)۔

۱۲۴۲ھ میں رنگی روٹی نان پاؤ کے متعلق مدراس کے عوام میں یہ مشہور ہوا تھا کہ تاڑی سے اس کا خمیر اٹھایا جاتا ہے، اس لیے بعض لوگوں کو اس کی حلت کے متعلق شبہ پیدا ہو گیا تھا، قاضی صاحب کے سامنے یہ سوال پیش ہوا تھا تو انہوں نے اولاً یہ لکھا کہ محض سنی سنائی بات پر کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی جب تک قطعی ثبوت بہم نہ پہنچے، پھر اگر اس کی خمیر میں تاڑی ملائی بھی جاتی ہے تو ہیئت کے بدل جانے سے وہ جائز ہو جاتی ہے، شراب اگر چہ حرام ہے مگر جب اس کی ہیئت بدل کر سرکہ بن جاتی ہے تو وہ حلال ہو جاتی ہے، اس فتوے کی صحت پر قاضی صاحب کے بڑے بھائی مولوی عبد الوہاب مدار الامراء اور شیخ محمد زین بن شریف عثمان المدنی کے دستخط ثبت تھے۔ مدراس کے بعض علماء نے اس فتوے کے سخت ترین مخالفت کی، ان کی سر گروہ مولانا اسد علی مودودی تھے، جنہوں نے فرنگی روٹی کو حرام قرار دیا۔

ہندوستان میں فارسی زبان میں لکھی ہوئی فقہ شافعی کی کتابیں

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی ☆

محمود غزنوی کی فتوحات ہند ہی سے غالباً ہندوستان میں فارسی زبان کی بنیاد پڑتی ہے۔ پھر غوری، خاندان غلامان، خلجی، تغلق سلاطین تا آنکہ ۱۸۵۷ء تک جب بہادر شاہ ظفر کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کی آخری سلطنت، سلطنت مغلیہ کا سورج غروب ہوا، ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی رہی، اس لئے طبعاً عربی کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہی فارسی یہاں کی علمی زبان رہی، اسی وجہ سے تمام علوم وفنون کی کتابیں اس زبان میں لکھی گئیں۔

محمود غزنوی اور دیگر غزنوی سلاطین خود شافعی مسلک کے پیرو تھے(۱)۔ محمود غزنوی نے جب ہندوستان کا رخ کیا تو اس کے ساتھ شافعی علماء کی ایک تعداد تھی، جن میں بعض نے ہندوستان میں اقامت اختیار کی تھی (۲)۔ لیکن ہمیں اس زمانے میں لکھی ہوئی فقہ شافعی کی کسی فارسی کتاب کا علم نہیں۔

۱- ہندوستان میں لکھی ہوئی فقہ شافعی فارسی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب جس کا پتا چلتا ہے وہ امیر کبیر سید علی ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ) کی تصنیف مالا بد منہ ہے۔ بہت سے لوگوں کے لئے یہ ایک انکشاف ہوگا کہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی جن کا شمار ہندوستان کے چند گنے چنے داعیان اسلام میں ہوتا ہے وہ مذہباً شافعی تھے۔ اپنے عہد کے بہت بلند پایہ صوفی، نامور عالم اور عظیم داعی تھے۔ ۷۷۳ھ یا ۷۸۰ھ میں مختلف ملکوں کی سیاحت کرتے ہوئے سات سو اصحاب کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تو ہزاروں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، تقریباً پورا کشمیر ان کے ہاتھ پر

☆ استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

مسلمان ہوا۔ انہوں نے اپنے مسترشدین اور عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے دسیوں اور بقول بعض سیکڑوں کتابیں تصنیف کیں (۳)۔ انہی میں سے فقہ شافعی کے مسائل پر مشتمل یہ کتاب مالا بد منہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں کشمیر کی عمومی آبادی شافعی تھی۔ پھر اس کے بعد کشمیر میں حنفیت نے کیسے فروغ پایا اس کا صریح کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا، بظاہر اس کی وجہ صوبۂ کشمیر کے دہلی حکومت کے ماتحت ہونا ہے، اس کی وجہ سے غالباً آہستہ آہستہ یہ پورا علاقہ فقہ حنفی کا پیرو ہوا، بہر حال ایک عرصے تک یہ کتاب پردۂ خفا میں رہی، یہاں تک کہ اسی نام سے فقہ حنفی میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب مالا بد منہ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ امیر کبیر کی اس کتاب کو حال میں ایک بزرگ کشمیری شافعی عالم مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی ازہری نے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے (۴)۔

۲-تعلیقات قاضی محمود بر معاملات گووا: تالیف قاضی محمود کبیر (متوفی ۹۹۵):

قاضی محمود بن قاضی احمد اپنے زمانے کے بہت مشہور عالم وفقیہ تھے۔ کوکن کے پورے علاقے کے قاضی القضاۃ تھے، علامہ قاضی بدرالدولہ انہی کی نسل سے ہیں، چونکہ ان کے ایک پوتے نے بھی قاضی محمود کے نام سے شہرت پائی، اس لئے جد کو قاضی محمود کبیر اور پوتے کو قاضی محمود صغیر کہا جاتا ہے۔

مذکورہ کتاب فقہ کی ایک وقیع کتاب ہے، جس سے قاضی محمود کی فقہی بصیرت اور فقہی مطالعے کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، اس میں انہوں نے متعدد قضاۃ کے فقہی جوابات پر تعلیق لکھی ہے اور بعض کے غلط جوابات پر بڑی سخت تنقید کی ہے۔ مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس کے کتب خانے میں اس کے متعدد نسخے ہیں (۵)۔

۳-مختصر مالا بد منہ: تالیف قاضی محمود صغیر:

یہ کتاب شیخ نورالدین محمد کی نام کی کتاب مالا بد منہ کا اختصار ہے، اس کا مخطوطہ مدراس میں موجود ہے، آپ قاضی محمود کبیر کے صاحبزادے قاضی رضی الدین مرتضٰی (۱۰۴۳ھ) کے فرزند تھے (۶)۔

۴-رسالہ دررد مسئلہ زیارت قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک۔
صاحب گلزار عزیز نے ان کی غیر مطبوعہ فارسی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے (۷)۔
۵-مفید الطالبین: تالیف مولانا محمد سعید اسلمی نائطی (۱۱۹۴ھ ۱۲۷۲ھ)۔
یہ فقہ شافعی پر ایک جلد میں ضخیم کتاب ہے، اس کا قلمی نسخہ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے۔

اس کے مصنف مولانا محمد سعید اسلمی اپنے عہد کے بہت مشہور اور ممتاز عالم تھے اور بڑے فاضل تھے، علامہ بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی سے خصوصی تلمذ تھا۔ حاکم مدراس نواب اعظم جاہ نے ان کو سراج العلماء کے خطاب سے نوازا تھا، نواب اعظم جاہ نے حرمین شریفین کے امور کی نگرانی کے لئے ان کو حجاز روانہ کیا تھا جہاں انہوں نے دس سال قیام کر کے اہم خدمات انجام دیں۔ ان کا ایک عظیم کارنامہ شاہ عبد العزیز کی شہرت یافتہ کتاب ''تحفۂ اثناعشریہ'' کا عربی میں ترجمہ ہے، جس کا ایک نسخہ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ تفسیر میں بھی ان کا پایہ بلند تھا، تفسیر مواہب الرحمٰن کے نام سے آٹھ ضخیم جلدوں میں انہوں نے فارسی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے جس کے دو آخری اجزا مطبع جامع الاخبار مدراس میں ۱۲۶۱ھ میں چھپے تھے (۸)۔

۶-رسالہ در اجتہاد: از مولانا محمد سعید اسلمی۔
۷-منہج الصواب فی حکم العزاب۔
۸- رسالہ در رویت ہلال: مطبوعہ مطبع عزیزی مدراس ۱۳۱۹ھ۔
۹-رسالہ شروط اقتداء: مطبوعہ مطبع عزیزی مدراس ۱۳۱۸ھ۔
۱۰-رسالہ در تحریم لہو: مطبوعہ مطبع محمدی مدراس ۱۳۱۸ھ۔
۱۱- ارشاد الضال إلی صوم ستت شوال۔
۱۲-رسالہ در حلیت نان فرنگی۔
۱۳-رسالہ در جواز گفتن انا مومن انشاء اللہ۔

یہ ساتوں رسائل علامہ بدرالدین قاضی صبغۃ اللہ نائطی مدراسی (۱۲۱۱ھ ۱۲۸۰ھ) کے ہیں۔ جو ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے حقیقی دادا ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، جلیل القدر محدث، ممتاز فقیہ، مختلف علوم کے ماہر اور عظیم مصنف تھے، وہ حکومت مدراس میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔ اردو نثر کو علمی زبان کے طور پر استعمال کرنے کا سہرا انہی کے سر بندھتا ہے، انہیں یہ بھی امتیاز ہے کہ اردو میں سیرت نبوی میں "فوائد بدریہ" کے نام سے سب سے پہلی کتاب انہوں نے ہی لکھی، اسی طرح فیض الکریم کے نام سے اردو میں سب سے پہلی مفصل تفسیر قرآن کا آغاز بھی انہی کا کارنامہ ہے جس کو ان کے متعدد صاحبزادگان نے یکے بعد دیگرے مکمل کیا جو تقریباً سات ہزار صفحات میں مکمل ہوئی ہے (۹)۔

۱۴- ردفتوی مولوی ارتضا علی خاں در تلویث مساجد۔

قاضی ارتضا علی خاں خوشنود گوپامئوی مدراس کے بڑے اور مشہور علماء میں تھے، تلویث مساجد سے متعلق ان کے فتوے اور بعض علماء کی اس پر تنقید، پھر ان کی طرف سے تنقید پر تنقید، آخر میں مولوی عبدالجبار قندھاری کی کڑی تنقید ہے۔ قاضی بدرالدولہ نے ان تمام باتوں کو اس رسالے میں جمع کیا ہے، اس کا قلمی نسخہ مدراس میں ہے۔

۱۵- فیصلنا مجات: قاضی بدرالدولہ یکم جمادی الثانی ۱۲۳۹ھ سے ۱۳ر شعبان ۱۲۷۳ھ تک قاضی رہے، اس عرصے میں انہوں نے جو فیصلے کئے، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے، اس کے متعدد نسخے مدراس میں ہیں۔

۱۶- فتاویٰ صبغیہ: قاضی بدرالدولہ نے اپنے زمانے میں جو فتوے لکھے تھے، ان کو ان کے فرزند مولوی احمد نے جمع کیا تھا، جو بڑی تقطیع کے تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے، اس کا قلمی نسخہ مدرسہ محمدیہ کے کتب خانے میں ہے۔

۱۷- کتاب فقہ شافعی: قاضی بدرالدولہ نے بطور درسی کتاب کے فقہ شافعی پر ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی، جس کو مکمل نہیں کر سکے، اس کا ناتمام نسخہ ۸۲ صفحات پر مشتمل مدرسہ محمدیہ کے کتب

خانے میں موجود ہے۔

۱۸-ہبۃ الوہاب: تالیف مدارالامراء مولوی عبدالوہاب مدراسی (۱۲۰۸ھ-۱۲۸۵ھ)۔
چند صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور قربانی وغیرہ کے مختصر احکام بیان کئے ہیں، اصل رسالے کے متن پر توضیحی حواشی بھی لکھے ہیں۔

اس کے مصنف مولانا عبدالوہاب مدراسی، اشرف الملک علامہ محمد غوث مدراسی کے فرزند اور قاضی بدرالدولہ کے برادر اکبر تھے۔ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم بالخصوص علم حدیث ورجال میں ان کی نظیر نہیں تھی۔ حدیث ورجال میں متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں، ساتھ ساتھ مدراس کی والا جاہی حکومت میں مدارالمہام کے منصب پر فائز تھے، مدارالامراء ان کا خطاب تھا، اسی سے شہرت پائی۔ دینی ودنیاوی دونوں فضیلتوں کے جامع تھے، معاشرے کے ہر طبقے میں ان کو بڑی عزت حاصل تھی (۱۰)۔

۱۹-کاشف الرموزات إلی الاوقاف: از مدارالامراء۔

اصول فقہ میں امام الحرمین عبدالملک الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی کتاب ''الورقات فی اُصول الفقہ'' دریا بکوزہ کی مصداق ہے۔ مدارالامراء نے کچھ تشریحی نوٹس کے ساتھ فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

۲۰-فتاوی الجمعہ۔

۲۱-تکمیل المہام فی الصیام۔

۲۲-صدقۃ الفطر۔

یہ تینوں کتابیں حکیم شاہ زین العابدین وازع نائطی (۱۲۱۴ھ-۱۳۰۰ھ) کی تصنیفات ہیں، یہ اپنے زمانے کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، مولانا اسلم خاں شایاں وغیرہ سے ان کو تلمذ حاصل تھا، فقہ وحدیث میں مہارت کے ساتھ شعروادب میں پوری دسترس تھی، طب وحکمت میں دور دور تک ان کا شہرہ تھا۔ مدرسہ باقیات الصالحات کے بانی مولانا عبدالوہاب ویلوری ان کے شاگرد تھے (۱۱)۔

مفتی محمد سعید قاضی بدرالدولہ کے صاحبزادے تھے، قاضی بدرالدولہ پر اللہ کا ایک خاص

فضل یہ بھی ہے کہ ان کے تمام صاحبزادے علم وفضل میں ممتاز ہوئے۔ ان میں مفتی محمد سعید کو امتیاز خاص اور والد صاحب کا سب سے زیادہ اعتماد حاصل تھا، ان کی حیثیت اپنے زمانے میں شیخ الاسلام کی تھی، وہ ریاست حیدرآباد کے مفتی اعظم تھے، ان کی شہرت عالم عرب تک تھی۔ کتابوں کو جمع کرنے کا شوق موروثی تھا، ان کا جمع کیا ہوا نوادرات پر مشتمل کتب خانہ مکتبہ سعیدیہ (واقع حیدرآباد) دنیا بھر میں مشہور اور مرجع خلائق ہے (۱۲)۔

۲۳-فتویٰ در تعظیم زیارات آثار شریف: از مفتی محمد سعید مدراسی۔

۲۴-اوضح المناسک۔

۲۵-تحفۃ الاحبہ فی بیان استحباب قتل الوزغہ۔

یہ دونوں کتابیں قاضی بدرالدولہ کے صاحبزادۂ گرامی حاجی محمد عبداللہ معروف بہ صدارت خاں بہادر (۱۲۳۶ھ۔۱۲۸۸ھ) کی تصنیفات ہیں۔

علمی کمالات کے ساتھ، سیاست میں بھی نمایاں مقام تھا۔ والی مدراس نواب غلام غوث خاں کی سرکار میں صدارت کے عہدے پر فائز تھے، سرکار کی طرف سے صدارت خاں بہادر کا خطاب مرحمت ہوا، اسی سے شہرت ہوئی (۱۳)۔

یہ ایک سرسری جائزہ تھا ہندوستان میں فقہ شافعی پر لکھی ہوئی فارسی کا، اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے، یہاں اس کا تذکرہ بھی شاید بے محل نہ ہو کہ قاضی بدرالدولہ کے جدامجد مولانا ناصرالدین محمد جب ارکاٹ کی عدالت سے متعلق تھے تو انہوں نے مختلف مسائل کے متعلق فتویٰ صادر کئے تھے جن کو ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند مولانا محمد غوث شرف الملک نے ''فتاویٰ ناصریہ'' کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کیا تھا۔ یہ فتوے زیادہ تر فارسی میں اور بعض عربی میں ہیں، یہ مجموعہ فتاویٰ چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا نسخہ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے، یہ فتوے انہوں نے حنفی فقہ کے مطابق دیئے ہیں، اس لئے ہم نے اس کی فہرست میں اس کو شامل نہیں کیا، لیکن چونکہ یہ ایک شافعی فقیہ کی کاوش ہے، اس لئے اس کا تذکرہ یہاں مناسب معلوم ہوا۔

حواشی:

(۱) دیکھئے طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی (۵/ ۳۲۴)،علم حدیث میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ،ص ۲۷،از ڈاکٹر محمد اسحاق، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۳ھ

(۲) دیکھئے مرآۃ احمدی جلد دوم(ص ۲۷ تا ۴۳)

(۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے نزہۃ الخواطر (۲/ ۸۹۔ ۹۳) وتذکرہ اولیائے کشمیر (۱/ ۵۔ ۳۶)۔

(۴) ناشر شاہ ہمدان لائبریری، دارالعلوم نظامیہ مگن پورہ بادشاہی باغ، سہار نپور۔

(۵) قاضی صاحب کے حالات اور اس کتاب کے اقتباسات کے لئے دیکھئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ (۱/ ۲۷۔ ۳۶)۔

(۶) ایضاً (ص ۴۴۔ ۴۵)

(۷) دیکھئے گلزار عزیز (ص ۹۴) یہ قاضی بدرالدولہ کے خاندان کے علماء وفضلاء کی تصنیفات کی فہرست ہے مرتبہ: قاضی محمد عزیز الدین، جو یادگار نمبر بتقریب جشن صد سالہ مدرسہ محمدی کے ساتھ منسلک ہے (ناشر مدرسہ محمدی باغ دیوان صاحب مدراس، ۱۴۰۹ھ)۔

(۸) حدیقۃ المرام (ص ۱۹) اردو ترجمہ، تذکرہ علمائے ہند، از مولوی رحمان علی، اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری (ص ۱۲۱) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی (دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۳ء) تاریخ النوائط (ص ۴۶۲-۴۶۳) نزہۃ الخواطر (۷/ ۴۸۲-۴۸۳)، Arabic and Persian in Carnatic. P.12 and P.477-483-

(۹) ان کے مفصل حالات اور کارناموں اور علمی خدمات وغیرہ کے لئے دیکھئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ از یوسف کوکن عمری، دارالتصنیف مدراس ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء۔

(۱۰) ان کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ اول (ص ۲۵۷۔ ۳۳۳۔

(۱۱) تذکرہ گلزار اعظم (ص ۳۹۶) تاریخ النوائط (ص ۳۰۸۔ ۳۰۸) محبوب الزمن (۲/ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵) نیز راقم کی کتاب أعلام النوائط۔

(۱۲) ان کے لئے دیکھئے تاریخ النوائط (۴۵۶۔ ۴۶۱)، نزہۃ الخواطر (۸/ ۴۵۳) خانوادہ قاضی بدرالدولہ (۲/ ۸۲-۸۵) وتذکرہ سعید از ڈاکٹر افضل الدین اقبال، دیگر مصادر کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب أعلام النوائط۔

(۱۳) حالات کے لئے دیکھئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ جلد دوم (ص ۶۳۔ ۶۸) از عبید ایم اے، مدرسہ محمدی باغ دیوان چنئی۔

علماء کوکن - حیات وخدمات

مفتی اظہر عبدالرزاق نظیر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد آله وصحبه اجمعين، امابعد!

تمہید:

بمبئی کے کوکنی مسلمان اور پورے علاقہ کوکن کے مسلمان شافعی المسلک ہیں، اور یہ ان عربوں کی نسل سے ہیں، جو ۷۰۰ء میں حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ سے نکل گئے اور کوفہ جاکر آباد ہوئے۔ پھر ۷۶۵ء میں ہندوستان کے سواحل پر پہنچے اور مغربی ہندوستان میں گوا سے کھمبایت تک آباد ہو گئے، نویں اور سولہویں صدی کے درمیان ان لوگوں نے کوکن کے ساحل پر لنگر انداز ہونے والے عرب اور ایرانی تاجروں سے رشتہ داریاں کیں، اسی طرح ۹۲۳ء اور ۹۲۶ء میں کئی عرب خاندان کرمانیوں کے مظالم سے بھاگ کر ہندوستان آئے اور مغربی ساحلی علاقوں میں قیام پذیر ہوئے، ان سے بھی کوکنی مسلمانوں نے رشتے جوڑ لئے۔ نیز ۱۲۵۸ء میں تاتاری ہلاکو کے ہاتھوں برباد ہوکر کئی عرب قبائل یہاں آئے اور آباد ہو گئے۔ ان نو واردوں کو بھی کوکنی مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

کوکنی مسلمانوں کے بمبئی میں وارد ہونے کی صحیح تاریخ کا تعین نہیں کیا جا سکتا، البتہ چودہویں صدی میں یہ لوگ ماہم کے علاقہ پر قابض تھے، لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جنوبی اور مشرقی حصوں پر سترہویں صدی کے اواخر سے قابض تھے۔ اور یہ لوگ رتنا گیری، بانکوٹ، علی باغ، پنویل،

تھانہ،کلیان، بسین، گھوڑ بندراور دوسرے مغربی ساحلی علاقوں سے آ کر شہر بمبئی کی موجودہ حدود میں مقیم ہو گئے تھے اور یہاں برسوں تک تجارت اور جہاز رانی کرتے رہے۔

مختصر یہ کہ بمبئی میں مقیم کوکنیوں میں سے کئی خاندان رئیس بمبئی سمجھے جاتے تھے۔ مقبہ، روگھے، جیتیکر، تنلکیر جیسے خاندانوں کی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی جائیدادیں تھیں، ان لوگوں نے توسیع علوم وفنون کے لئے کافی روپے صرف کیے، اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ رفاہ عام کے لئے وقف کردیا، گاؤں اور قصبات میں مسجدیں تعمیر کیں، بمبئی شہر میں مسافر خانے، کنویں اور تالاب بنوائے۔ان میں چند اوقاف مسجد جامع، مدرسہ محمدیہ، کتب خانہ محمدیہ، قبرستان، مرحومہ فاطمہ روگھے ٹرسٹ، محمد علی روگھے فنڈ، ناخدا کی تجہیز و تکفین فنڈ وغیرہ ہیں۔

علمی وادبی میدان میں بھی کوکنی حضرات نے اپنی مثال قائم کر رکھی تھی۔منشی ابراہیم مقبہ نے درس وتدریس کے ساتھ متعدد مدرسے قائم کئے۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء کی ایک رپورٹ کے مطابق شہر بمبئی میں ۱۱۱ مدرسے جاری تھے اور اس سلسلے میں پہلا نام منشی محمد ابراہیم مقبہ کا ملتا ہے۔اور ان کے ان افادی کاموں میں ان کے پوتے محمد حسن مقبہ احسن نے چار چاند لگا دیئے ،ان کے علاوہ کوکن کے کئی مشاہیر علماء گزرے ہیں، جن کے حالات اور علمی کارناموں کو اس مقالہ میں فرداً فرداً ہم ذکر کریں گے،کوکنی مسلمانوں میں ہر ایک خاندان کے لئے الگ الگ لقب استعمال ہوتے ہیں، جو مختلف وجوہات سے اختیار کئے گئے ہیں۔مؤلف تاریخ النوائط کے خیال میں اس کی غرض پابندی کفوتھی۔

کوکنی مسلمانوں کے خاندانی لقب کئی قسم کے ہیں جو آبائی، معاشی، شخصی اور رہائشی حیثیت سے اختیار کئے گئے ہیں۔مثلاً: صدیقی، عباسی، العسکر، فقیہ، قاضی، خطیب، قریشی، رئیس، سوائل، مکی، بصری، کوفی، بغدادی، باربیر، یا کچھ لقب عرب خاندان کی وراثت ہیں۔عطش خاندان، ارائی مہری، نورانجی اور شہباز کر ایرانی اصل کے شاہد ہیں۔بعض کوکنی مسلمانوں نے افغانی نسل سے ہونے کی وجہ سے خان، پٹھان، کھوکھر جیسے لقب اختیار کئے ہیں۔معاشی اعتبار سے چند القاب ادھیکاری، ملا، سرکار، پٹیل بھی ہیں۔

بعض مخصوص اور اہم لقب یہ ہیں: بھاریر، بھائجی، بھینسکر، بیٹو، ہنڈے، لونڈے، کھٹکھٹے، اندرے، واگھمارے وغیرہ۔

حضرت علامہ شیخ علاء الدین علی فقیہ مخدوم مہائمی:

آپ سے متعلق تفصیلی حالات دوسرے مقالے میں موجود ہیں۔

قاضی غلام قاسم مہری:

قاضی قاسم مہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کوکن کے ایک قصبہ مہاڑ کے رہنے والے تھے، بعد میں آپ کا خاندان ممبئی میں سکونت پذیر ہوگیا، مہری خاندان کے اکثر افراد عالم اور اپنے عہد میں میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے، ممبئی کے دو مشہور مسلم کوکنی ادیب قاضی یوسف مرگھے اور فقیہ سے دوستانہ مراسم تھے اور ان دونوں حضرات نے اپنی تصنیفات میں بھی قاضی قاسم کا ذکر بڑی عزت ومحبت سے کیا ہے۔

قاضی قاسم اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، ''بیاض قاسم'' کے نام سے ان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے، جس میں کئی غزلیں، قطعے، رباعیاں اور قصیدے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے متعلق ایک طویل مثنوی ''عروس المجالس'' کے نام سے لکھی تھی۔ یہ مجالس ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے ۱۲ تاریخ تک پڑھی جاتی تھی اور آج بھی ممبئی کے کئی گھرانوں میں یہ رواج باقی ہے۔

قاضی قاسم نے ایک اور مثنوی ''عقائد منظوم'' نظم کی تھی اور چالیس حدیثوں کا منظوم ترجمہ ''ترجمہ چہل حدیث'' کے نام سے کیا تھا۔

مصنف کی تصانیف کا مختصر اً تعارف:

۱۔عروس المجالس: عروس المجالس رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے متعلق ہے، جسے مصنف نے ۱۲۰۹ھ میں تصنیف کیا تھا اور صرف دو ہفتہ کے اندر پانچ ہزار چھ سو ستائیس (۵۶۲۷) اشعار کی یہ مثنوی

مکمل کرلی تھی۔ یہ کتاب کئی مرتبہ زیورطبع سے آراستہ ہوئی ہے اور اب بھی ممبئی میں اس کی مانگ ہے۔

۲-عقائد منظوم: مصنف کی دوسری تصنیف ''عقائد منظوم'' ہے۔ یہ دوسواکسٹھ (۲۶۱) اشعار پر مشتمل ایک مذہبی مثنوی ہے۔ اس میں اسلام کے ضروری عقائد پر مختلف عنوانات کے تحت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے، اس مثنوی میں شاعر نے سنہ تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ مثنوی ۷ ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ میں مطبع فضل الدین کھمکر سے شائع ہوئی تھی، اس مثنوی کی ابتداء میں شاعر نے اسلامی عقائد کی اہمیت کو واضح کرنے کے بعد یوں لکھا ہے کہ چونکہ عام لوگ عربی اور فارسی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، اس لئے میں نے مولوی جامی کے ایک رسالہ ''نامۂ اعتقاد'' کا دکھنی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بعد اشارات کے مختلف عنوانات کے تحت تقریباً تیس عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً اشارت فی توحید سبحانہ تعالیٰ، اشارت معلم، اشارت بہ کتابہائی خدائے تعالیٰ، اشارت الیٰ روایت اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

۳-ترجمہ چہل حدیث: مذکورہ مثنوی ''عقائد منظوم'' کے ساتھ مصنف کا ایک اور مختصر منظوم رسالہ ترجمہ چہل حدیث بھی شامل ہے، اس میں چالیس مختصر اور فکر انگیز حدیثوں کا منظوم ترجمہ ہے۔ ہر حدیث کا ترجمہ دوشعر میں ہے، ابتداء میں کوئی تمہیدی بیان نہیں ہے۔ البتہ آخر میں مصنف نے دودعائیہ شعر لکھے ہیں، جن میں اپنا تخلص بھی استعمال کیا ہے۔ منظوم ترجمہ پیش کرتے وقت مصنف نے پہلے حدیث ذکر کی ہے، پھر اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ زبان پر دکھنی اثر بہت زیادہ ہے۔ حدیثوں کا ترجمہ کمال خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔

مصنف نے اپنی تصنیفات کے لئے جو زبان استعمال کی ہے، اسے دکھنی زبان کے نام سے موسوم کیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ان تصانیف میں دکھنی زبان کا عنصر غالب ہے۔

قاضی غلام علی مہری:

آپ کا نام غلام علی اور علی تخلص تھا۔ ممبئی کے مشہور کوکنی خاندان مہری سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور شاعر قاضی غلام قاسم مہری کے بھتیجے تھے، آپ ایک اچھے عالم اور ادیب تھے۔ آپ نے کئی

تصانیف یادگار چھوڑی ہیں اور خوش قسمتی سے وہ دستیاب بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم ممبئی کے اردو ادب کے سلسلے میں مصنف کے مرتبے کا تعین کر سکتے ہیں۔

مصنف کی تصانیف کا مختصر اًتعارف:

ا- روضۃ البکاء کی تکمیل: مصنف کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ۱۲۶۰ھ میں مشہور شاعر فقیہ کی مقبول عام مثنوی "روضۃ البکاء" کو مکمل کیا۔ فقیہ نے اس کتاب میں نو مجلسیں لکھی تھیں اور فقیہ کا انتقال ۱۲۲۳ھ میں ہو گیا اور مذکورہ مثنوی نامکمل رہ گئی تھی۔ اپنے دوست داؤد خان اجمل کے اصرار پر علی نے اس مثنوی کی دسویں مجلس کو نظم کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ علی نے مجلس دہم کے پانچ سو اشعار اور خاتمہ کے اٹھارہ اشعار نظم کئے ہیں۔

۲- مصباح المجالس: مصنف کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چچا قاسم کے تتبع میں ایک مثنوی "مصباح المجالس" کے نام سے لکھی، یہ مثنوی سیرت رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے، اور اس میں کل ۱۶۳۷ شعر نظم کئے ہیں اور اس کتاب کو ۱۲۶۰ھ میں مکمل کیا۔

۳- مثنوی تحفۂ اعظم: مصنف نے یہ بزمیہ مثنوی "مثنوی ہمایوں مزاج و خجستہ القا المسمیٰ بہ تحفۂ اعظم" کے نام سے ۱۲۶۲ھ میں لکھی تھی اور اسی سال مطبع فضل الدین کھمکر مہائمی سے شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ایک ضخیم مثنوی ہے، جسے مصنف نے ارکاٹ کے نواب غوث اعظم جاہی کے نام سے منسوب کیا تھا، جس کے صلہ میں انہیں نواب نے خوب انعام واکرام سے نوازا تھا، لیکن جب آپ ارکاٹ سے ممبئی آرہے تھے تو راستے میں ڈاکوؤں نے آپ کو لوٹ لیا اور آپ خالی ہاتھ لوٹ آئے۔

۴- مثنوی سعد و سلمیٰ: مصنف نے ۱۲۸۶ھ میں ایک مثنوی تصنیف کی تھی جس کا نام مثنوی منازل القمرین شمائل البدرین یعنی قصۂ حسن و عشق سعد و سلمیٰ ہے۔ یہ مثنوی ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں مطبع رحمانی سے شائع ہوئی تھی۔

مصنف نے تحفۂ اعظم کی طرح اس مثنوی میں بھی ہر واقعہ کا عنوان ایک ایک شعر میں نظم کیا ہے۔ اگر ان اشعار کو الگ کیا جائے تو مثنوی کا خلاصہ تیار ہو جاتا ہے۔

۵-غزلیات علی: مصنف کی غزلوں کا دیوان ''مدحت النبی'' کے نام سے شائع ہوا تھا، جو اس وقت نایاب ہے، البتہ اسی دیوان کا مخطوطہ مدرسہ محمدیہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس دیوان کی اکثر غزلیں مشکل زمینوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

۶-تحفۃ الاحباب فی مناقب الاصحاب: مصنف نے مذکورہ نام سے ایک مختصر کتاب مرتب کی تھی جس میں آپ نے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے فضائل ومناقب بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب مخطوطے کی شکل میں کتب خانہ مدرسہ محمدیہ میں محفوظ ہے۔

۷-شفاعت کبرائی نبی: یہ رسالہ ۱۲۷۷ھ کی تصنیف ہے اور عقائد وہابی کی رد میں لکھا گیا ہے، اس میں شاہ اسمٰعیل شہید اوران کے متبعین کی طرف اشارے ہیں، یہ رسالہ بھی مخطوطے کی شکل میں مذکورہ کتب خانے میں موجود ہے۔ مصنف نے اس رسالہ میں کئی اشعار بھی استعمال کئے ہیں۔

قاضی غلام حسین مہدی:

آپ کا تعلق کوکن کے خاندان مہری سے ہے۔ آپ نے فقہ حسینی کے نام سے فقہ شافعی پر ایک کتاب اردو زبان میں لکھی ہے۔ جس کے قلمی نسخے کتب خانہ مدرسہ محمدیہ اور ممبئی یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔

آپ نے اس کتاب میں فقہ شافعی کی عربی کتابوں کا آسان اور سلیس زبان میں ترجمہ پیش کیا ہے، یہ کتاب ۱۲۴۲ھ میں لکھی گئی ہے اور اس میں کل ۲۲۰ ابواب اور فصول ہیں۔

وجہ تالیف: مصنف نے خود اپنی تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ اکثر مسلمان تعلیم وتعلم علوم دینی کو ایک طرف چھوڑ کر امور معاش میں گرفتار ہیں اور اکثر مسائل دینی سے کہ جن کا فہم اور دریافت ضروری ہے محروم رہتے ہیں۔ بنا بریں اس فقیر حقیر کوتاہ تدبر غلام حسین مہری نے ایک مختصر فقہ زبان ہندی (ہندوستانی) میں جمع اور تصنیف کیا اور فقہ حسینی نام رکھا۔

آگے لکھتے ہیں: ''اس فقیر نے ترجمہ کتب معتبرہ فقہ مذہب سنیہ شافعیہ سے (کیا) چنانچہ تحفہ وشرح منہاج اور امداد شرح ارشاد وغیرہا کہ جو برخوردار سعادت یار فضیلت وبلاغت دستگاہ قاضی

شہاب الدین مہری طال عمرہ وضاء علمہ کے لئے کیا"۔

قاضی شہاب الدین مہری: آپ قاضی غلام حسین مہری کے فرزند تھے۔ دینی علوم کا ذوق انہیں اپنے آباواجداد سے ورثہ میں ملا تھا، خود اپنے والد کے زیر سایہ تربیت پائی اور انہیں کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو علوم دینی و دنیوی سے آراستہ کیا اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں لگ گئے۔

مصنف کی تصانیف کا مختصر اُتعارف:

ا- رسالہ احکام دینیہ: مصنف نے مذکورہ نام سے ایک مختصر رسالہ تالیف کیا تھا۔ اس کا سن تصنیف معلوم نہ ہوسکا، البتہ یہ رسالہ ۱۲۶۳ھ میں شائع کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ احکام دینیہ، نماز وتر کی وصل و فصل کی افضلیت واولیت کے متعلق استفسارات کے جواب میں تالیف کیا تھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جو تفریق عظیم اور کسر جماعت بسبب تعدد جمعہ ایک محلہ میں دو جگہ اور سب ممبئی میں چار پانچ جگہ جمعہ ہونے سے ہوتی ہے، اس کا تو کچھ خیال ہی نہیں۔ باوجودیکہ جامع مسجد عظیم الشان اور وسیع شہر میں موجود ہے۔

۲- مختصر شہابیہ فی المسائل الفقہیۃ: مذکورہ کتاب کی تمہید میں مصنف نے وجہ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ جب میرا زیادہ تر قیام مہاڑ میں رہنے لگا تو میرے بعض کرم فرماؤں نے مشورہ دیا کہ اگر کوئی زبان میں فقہ شافعی پر ایک کتاب مرتب ہوجائے تو اس سے کوئی مسلمانوں کو بے حد فائدہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے یہ کتاب اسی لئے ترتیب دی ہے اور اس کا نام مختصر شہابیہ رکھا ہے۔

۳- المنن والشرح الشہابیۃ: مصنف نے مذکورہ کتاب زبان عربی میں لکھی ہے اور یہ کتاب مسائل نکاح سے متعلق ہے۔ تمہید میں مصنف نے لکھا ہے کہ میں اپنے دادا کے مدرسہ میں پڑھتا تھا تو مجھ سے بعض اصحاب مدرسین نے درخواست کی کہ میں احکام نکاح پر ایک رسالہ ترتیب دوں۔ ان کی درخواست پر میں نے کمر ہمت باندھی اور خدا کی مدد سے یہ کام شروع کردیا۔ کیونکہ میں اس کو قیامت کے روز اپنی نجات کا ایک وسیلہ سمجھتا تھا اور مختلف کتابوں کی مدد سے اور خاص کر ابن حجر مکی کی کتابوں کی مدد سے اسے پورا کیا اور اس کا نام "المنن والشرح الشہابیہ" رکھا۔

مصنف کی ایک اور کتاب ''درۃ التاج فی شرح المنہاج'' ہے، جس کی تفصیل میں بعض باتیں متضاد ہیں۔

قاضی محمد اسماعیل مہری:

آپ قاضی غلام علی مہری کے صاحبزادے ہیں، تخلص کے طور پر مہر لکھا کرتے تھے، آپ نے نثر میں ایک مختصر سا رسالہ تصنیف کیا ہے، جس کا نام ''**الصمصام علی من یجوز التقبیل السجود علی الاقدام**'' ہے۔ اس مختصر سے رسالہ میں آپ نے مرشد اور پیروں کی قدم بوسی کے خلاف فتوے پیش کئے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی اردو نثر میں ایک عرضداشت ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں ممبئی میں زبردست طاعون پھوٹ پڑا تھا اور حکومت ممبئی نے اس کے انسداد کے لئے مریضوں کو جبراً اسپتال میں رکھنے کا حکم دیا تھا، تو اس کے خلاف ایک مجلس منعقد کی گئی اور آپ کو اس مجلس کا صدر بنایا گیا، چنانچہ آپ کی تحریر کردہ عرضداشت مطبع شہابی سے شائع ہوئی اور ممبئی کے گورنر لارڈ سینڈھرسٹ کی خدمت میں اسے بھیجا گیا۔

مولوی محمد اسماعیل کوکنی:

آپ ضلع رتنا گیری کے رہنے والے تھے۔ خاندانی لقب بروے تھا۔ لیکن آپ نے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ کوکنی لکھا ہے۔ آپ کچھ مدت نواب جنجیرہ سیدی ابراہیم خاں کی ملازمت میں رہے، چونکہ اس زمانے میں ممبئی علم وادب کا ایک مرکز بن رہا تھا، اس لئے مولوی صاحب کی سکونت ممبئی اور رتنا گیری دونوں جگہ رہی، آپ کے تمام تصانیف ممبئی سے شائع ہوئی ہیں۔ مولوی صاحب نے رتنا گیری سے ایک ہفتہ وار اخبار ۱۶/رمضان ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں جاری کیا تھا، جس کا نام ''معدن الفیض'' تھا۔ اس پرچہ میں ہندوستان اور بیرونی ممالک کی خبریں، مقامی خبریں اور اسلامی مسائل پر مضامین لکھے جاتے تھے۔

۱۔ فرائض قادریہ: (۱۲۶۱ھ، ۱۸۴۴ء) اس کتاب میں ایک مقدمہ، دو قسم اور ایک خاتمہ ہے۔

مقدمہ میں ترکہ کی تعریف وتقسیم کا مختصر بیان ہے۔ قسم میں پہلے عنوانات اور پھر کئی فصلیں ہیں اور آخر میں پورے باب کا خلاصہ درج ہے۔ خاتمہ میں چند فصلیں ہیں جن میں انہیں مسائل پر مختصراً بحث کی ہے۔

۲- رسالہ تحفۂ احمدیہ: یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۲۶۷ھ، ۱۸۵۰ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۲۷۷ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ میں نکاح وطلاق، مہر اور ایجاب وقبول وغیرہ کے مسائل درج ہیں، مصنف نے یہ رسالہ بانکوٹ میں تالیف کیا تھا اور ممبئی سے علی بھائی لقمان جی کے پریس سے شائع کیا تھا۔

۳- رسالہ تحفۂ اہل حق: یہ رسالہ ۱۸۷۶ھ میں تالیف ہوکر مطبع مخدومی ممبئی سے شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ میں نکاح سے متعلق مسائل کا بیان ہے اور مذکورہ رسالہ زبان اردو میں ہے۔

۴- رسالہ تحفۂ ابراہیم خانیہ: یہ رسالہ ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں مطبع جگ منتر واقع رتناگیری سے شائع کیا گیا تھا اور اس رسالہ میں نکاح کے احکام، میراث اور طلاق وغیرہ کے احکام ومسائل درج ہیں۔ مصنف نے اس رسالہ کو نواب جنجیرہ سیدی ابراہیم خاں کے نام کے ساتھ موسوم کا تھا۔

۵- ردہندو: مصنف نے اس رسالہ میں ایک ہندو اور مسلمان کے درمیان مناظرہ پیش کیا ہے۔ مسلمان سے مراد خود مصنف کی ذات بابرکت ہے۔ جنہوں نے ایک ہندو شخص کے سوالات کے ایسے معقول جوابات اور دلائل پیش کئے کہ بالآخر وہ شخص مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

مولوی محمد علی:

آپ کوکنی خاندان حافظ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے روگھے خاندان سے نہایت اچھے مراسم تھے، چنانچہ آپ نے ناخدا محمد امین روگھے کی صاحبزادی فاطمہ بی روگھے کی ہدایت پر ایک رسالہ ''الجواهر المضية فی فقه الشافعيه'' کے نام سے لکھا تھا۔

غلام احمد روگھے:

آپ کا پورا نام اس طرح ہے: غلام احمد ابن سعید ابن محمد حسین ابن محمد امین روگھے اور آپ

کوکن کے ایک ایسے مسلم خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو روگھے کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ النوائط کی وضاحت کے مطابق روگھے دراصل ''رقع'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور عربی میں رقع چٹھی یا ہنڈی وغیرہ کو کہتے ہیں، چونکہ یہ کاروباری لوگ تھے اور ہنڈیاں جاری کرنا ان کا خاص پیشہ تھا۔ اس لئے یہ رقع (روگھے) کہلائے۔

مصنف نے ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں ایک رسالہ فقہ شافعی میں تصنیف کیا تھا جس کا نام آپ نے ''نورالاسلام'' رکھا۔

مذکورہ کتاب کتب خانہ جامع مسجد ممبئی کے اردو مخطوطات میں موجود ہے۔

محمد اسمٰعیل مہمطو لے:

آپ منشی جمال الدین مہمطو لے کے صاحبزادے تھے، اصلی وطن دابیل ضلع رتنا گیری تھا، لیکن ممبئی میں آ کر بس گئے تھے اور مدرسہ محمدیہ چوکی محلّہ میں مدرسی کے فرائض انجام دیتے تھے اور ٹیمکر محلّہ کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ آپ کا انتقال ۲۶ رجنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۱۲۹۱ھ میں ہوا۔

مصنف کی تصنیف کا مختصر اتعارف:

آپ نے ''تحفۃ الاخبار'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو آپ کی بڑی مقبول تصنیف تھی، اس کا نام تاریخی ہے اور ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں دوبارہ شائع کی گئی۔ اس میں ایمان ،طہارت وغیرہ مسائل کا تفصیلی بیان ہے۔

عبدالغنی مہمطو لے:

جمال الدین مہمطو لے کے صاحبزادے تھے۔ رتنا گیری کے ایک گاؤں دابیل کے باشندے تھے، لیکن اکثر قیام ممبئی میں رہتا تھا۔ زندگی کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔ البتہ آپ کا انتقال ۱۱ر رجب ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۲ر مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔

مہمطو لے خاندان کے اکثر افراد تصنیف و تالیف کا کام کرتے رہے اور یہ خاندان اپنے وطن میں بڑا عالم و فاضل مانا جاتا رہا ہے۔

آپ کی تصانیف کا مختصراً تعارف:

۱- باغ قادر: اس کتاب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مجملاً حالات زندگی اور آپ کی کرامات کا ذکر ہے، یہ کتاب ۱۳۰۸ھ میں مطبع علوی سے شائع ہوئی تھی۔

۲- روضۂ مکرم: اس مختصر سے رسالہ میں رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی درج ہیں اور یہ رسالہ ۱۳۱۱ھ میں مطبع گلزار حسنی سے طبع ہوا تھا۔

مولوی یوسف مرگھے:

آپ کا نام محمد یوسف اور مرگھے خاندانی لقب ہے، تاریخ پیدائش ۱۱۸۹ھ ہے، والد کا نام محمد حسین ہے۔ والد کا انتقال آپ کے بچپن میں ہو چکا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے بھائی شیخ محمد عطاؤ الدین کے زیر سایہ رہی۔ بھائی کے انتقال کے بعد سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں سندھ گئے اور جب وہاں سے ۱۸۳۱ء میں واپس آئے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر سر رابرٹ گرانٹ جی سی ایچ نے انہیں چیف قاضی آف ممبئی کا منصب عطا کیا اور آپ تاحیات اس فریضہ کو انجام دیتے رہے۔ یہ منصب آج بھی وراثتاً آپ کے خاندان میں چلا آرہا ہے۔

قاضی صاحب عربی اور فارسی کے اچھے عالم مانے جاتے تھے اور آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ قاضی صاحب کا شمار اپنے وقت کے ذی عزت اور باا ثر لوگوں میں ہوتا تھا۔ ممبئی گزیٹیئر میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

قاضی محمد یوسف مرگھے عالم باعمل تھے، انہوں نے کئی مخطوطات مرتب کیے۔ انہیں سکہ جات اور قیمتی پتھروں کا نادر ذخیرہ جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ معلم اخلاق کی حیثیت سے کئی کتابیں نوجوانوں کے لئے تصنیف کیں۔

آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف:

۱- کفایت الاسلام: آپ نے ۱۲؍ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۴ء میں فقہ شافعی پر ایک منظوم رسالہ لکھا تھا، جس کا نام آپ نے کفایت الاسلام رکھا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ محمد حسین بن احمد حسین کھٹکھٹے کے مطبع سے شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ دو مقاصد پر مشتمل ہے: ایک عقائد اور دوسرا عبادت۔ خاتمہ میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے یہ رسالہ اپنے دو دوست محمد علی روگھے اور محمد ابراہیم مقبہ کی فرمائش پر تحریر کیا ہے۔

۲- زین المجالس: آپ نے یہ کتاب ماہ ربیع الآخر 1215ھ میں حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے حالات سے متعلق لکھی ہے، اور یہ کتاب نظم میں لکھی ہوئی ہے، جس میں کل گیارہ مجلسیں اور ۱۴۹۵۳ اشعار ہیں، آپ نے اس مجموعہ کا نام زین المجالس رکھا۔ یہ مثنوی ادبی حیثیت سے بھی بیشتر شعراء کے ادبی کارناموں کے مقابلہ میں بلند پایہ معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے اس کتاب کی ابتدا میں حمد ونعت کے تقریباً تیس اشعار لکھے ہیں اور ان کے آخر میں اپنا نام یوسف بطور تخلص استعمال کیا ہے، پھر استاد کی تعریف کی ہے، اس کے بعد اصل مضمون شروع کیا ہے۔ مثنوی کے خاتمے میں سنہ تصنیف پر روشنی ڈالی ہے اور درود وسلام پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔

۳- زینت المجالس: آپ کی دوسری نایاب مثنوی قطب کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی کے حالات پر مشتمل ہے، یہ مثنوی ۱۲۲۲ھ میں تصنیف کی گئی ہے۔ اس مثنوی کی ابتداء میں آپ نے ایک مناجات بدرگاہ الٰہی لکھی ہے۔ اس کے بعد ایک طویل نعتیہ قصیدہ ہے، جس کا آغاز نعت رسول سے کیا ہے۔ پھر منقبت خلفائے راشدین اور اولیائے کبار کی مدح کرتے ہوئے حضرت مخدوم مہائمی کا ذکر اور مدح کی ہے، اس کے بعد اصل مثنوی شروع ہوتی ہے۔ مناجات اور قصیدہ دونوں کی زبان بہت صاف ستھری ہے۔

۴- بیاض قاضی محمد یوسف: یہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ محض ایک بیاض یا یادداشت معلوم ہوتی ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن مجید سے متعلق مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً کام کرنے کے لئے

کچھ صفحات مقرر کر رکھے تھے اور اپنی فرصت کے وقت ان پر مواد جمع کرنے کا کام شروع کیا تھا، لیکن کوئی چیز مکمل نہ ہوسکی، چنانچہ اس کے ابتدائی صفحات میں عربی قواعد ہیں اور اسماء، افعال، حروف وغیرہ کی تعریف کرنے کے بعد قرآنی آیات سے ان کی مثالیں جمع کی گئی ہیں۔ پھر عربی الفاظ کے معنی ہیں اور سند کے طور پر احادیث کی عبارتوں کو پیش کیا گیا ہے۔ آخری صفحات میں استفہامی ہمزہ کی تعریف کرنے کے بعد قرآن مجید میں جہاں جہاں ہمزہ استفہام کا استعمال ہوا ہے۔ آیت، رکوع، سورۃ اور جزء کے حوالوں کے ساتھ جمع کر کے اردو میں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ایسے عربی قواعد تیار کرنا تھا جن کی مثالیں قرآن مجید سے دی جائیں اور قرآن مجید کو سمجھنے میں ان سے مدد ملے، لیکن بد قسمتی سے یہ کام پورا نہ ہوسکا۔ مذکورہ بیاض کتب خانہ جامع مسجد ممبئی کے اردو مخطوطات میں موجود ہے۔

۵-تیسیر القرآن وتسہیل الفرقان: مذکورہ کتاب آخر سے ناقص اور نامکمل ہے اور مصنف نے اپنا ذکر کہیں نہیں کیا ہے۔ البتہ مخطوطہ کے سرورق پر کھٹکھٹے صاحب کا یہ نوٹ ہے: ''شرح کلمات قرآن از قاضی محمد یوسف مرگھے''۔

تمہید میں مصنف نے وجہ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ منعم حقیقی نے اس احقر محض کو نعمت علم اور صفت حفظ سے سرفراز فرمایا۔ چاہتا تھا کہ اس کے شکریہ میں کوئی تفسیر عربی اور ترجمہ عجمی لکھے۔ مگر چونکہ علمائے سلف...... اس سعادت عظیم کو بوجہ اتم حرز کر چکے تھے عزم مصمم وقلب مطمئن سے فتویٰ چاہتا تھا۔ بعد اصرار بسیار کے نفس ملہمہ نے یوں صلاح دی کہ تمامی لغات قرآن مجید اور فرقان حمید کے استنباط کر کے بہ طور فرہنگ کے مبوب اور مفصل لکھے۔ راقم السطور نے اس کو الہام غیبی سمجھ کر بعد ریاضت جلیلہ کے بیچ مدت قلیلہ کے باحسن وجوہ تمام کیا اور نام اس کا ''تیسیر القرآن وتسہیل الفرقان'' رکھا۔

کتاب سہ کالمی ہے، قرآنی الفاظ ترتیب وار سرخ روشنائی میں خط نسخ میں ہیں اور ان کا ترجمہ اردو میں، کتاب باب النون مع العین پر ختم ہوتی ہے۔ مذکورہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں کتب خانہ

جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے۔

٦- رمضان کی نماز وتر کا بیان: یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں آپ نے بتایا ہے کہ دونوں مسلک (شافعی اور حنفی) کے مصلیوں کی وتر کی نماز ماہ رمضان میں ایک ہی جماعت سے پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل بھی ہے۔اس رسالہ کو ممبئی میں ناخدا میاں محمد علی روگھے کے ارشاد سے عبدالملک بن مولوی محمد صادق مرحوم نے مطبع محمدی میں ۱۵ر شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں چھاپا، لیکن اس پر قاضی شہاب الدین مہری نے لکھا ہے۔رسالۂ مذکور کے آخر میں چند علماء کی دستخط ہیں: ابراہیم باعاظہ (امام وخطیب جامع مسجد ممبئی ومصنف کتاب تحفۃ الاخوان) محمد یونس حافظ محمد صالح ابن سلیمان میرداد، محمد ابراہیم پٹیل وغیرہ رحمہم اللہ۔

مولوی یوسف کھٹکھٹے:

آپ کھٹکھٹے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے ممبئی یونیورسٹی سے ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے تھے اور اردو کے علاوہ عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر اور فقہ وحدیث کے بہترین عالم تھے، آپ نے یوسف کے تخلص سے اپنے اشعار بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ جامع مسجد ممبئی میں ناظر کے عہدہ پر فائز رہے۔ جامع مسجد ممبئی کی مشہور لائبریری کتب خانہ محمدیہ کے نظم ونسق کی تمام تر ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق تھیں، چنانچہ آپ نے لائبریری کا کام نہایت عمدگی سے انجام دیا۔ کتابوں کی ایک فہرست بھی مرتب کی۔ نیز خود اپنی جانب سے اس لائبریری میں کئی اہم کتابوں کا اضافہ کیا اور بالآخر ۱۹۳۰ء میں آپ کا انتقال ہوا۔آپ کے مولانا شبلی اور خواجہ حسن نظامی کے ساتھ دوستانہ تعلق تھے اور خواجہ حسن نظامی نے اپنے سفرنامہ ممبئی میں آپ کا ذکر نہایت احترام وعقیدت کے ساتھ کیا ہے۔

آپ کی تصانیف کا مختصراً تعارف:

۱- کشف المکتوم من حالات الفقیہ علی المخدوم: آپ کا یہ مختصر سا رسالہ ہے جو زبان اردو میں لکھا ہوا ہے اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، مصنف نے اس رسالہ میں حضرت مخدوم علی مہائمی کے

حالات زندگی اوران کی تصانیف وکمال فن پر نہایت جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس رسالہ کا ماخذ ایک عربی رسالہ ہے جس کے مصنف سید ابراہیم بن سید محمد القادری المدنی ہے۔

۲- مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی: آپ نے یہ رسالہ نثر میں لکھا ہے اور اس میں شاہ وجیہ الدین صاحب احمد آبادی کی سوانح حیات ہے، لیکن اب یہ کتاب نایاب ہے۔

یہ رسالہ دراصل حسامیہ فارسی زبان میں ہے، جسے گجرات کے ایک شاعر حسام بن صدیق نے حضرت خواجہ یعقوب چشتی (متوفی ۸۰۰ھ پٹن گجرات) کے مناقب میں لکھا تھا۔ مولوی یوسف کھٹکھٹے نے حسامیہ فارسی کے نام سے ۱۳۴۱ھ میں سادہ وسلیس اردو میں اس کا ترجمہ لکھا اور یہ ترجمہ مخطوطہ کی شکل میں ممبئی یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

۳- تاریخ کوکنیان: آپ نے ایک اور اہم کارنامہ ''تاریخ کوکنیان'' کے نام سے انجام دیا تھا، لیکن افسوس کہ یہ کارنامہ نامکمل رہا اور اس کا نامکمل مخطوطہ ممبئی یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ مخطوطہ کے سولہ صفحات میں سے نصف پر آپ کی تحریر میں ممبئی کے چند قدیم کوکنی مسلمانوں کی حیات ومشغولیات کے بارے میں معلومات درج ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ شخصیات شامل ہیں جو عہدۂ قضات پر مامور تھیں۔

۴- کوکنی مثالیں اور مصطلحات: آپ نے ادبی اور لسانی نقطۂ نظر سے ایک اہم کارنامہ انجام دیا تھا، چنانچہ کوکنی مثالیں اور مصطلحات کے نام سے ایک مخطوطہ آپ نے یادگار چھوڑا ہے اور یہ کتاب اگر چہ کوکنی زبان سے متعلق ہے، لیکن اس سے آپ کی تحقیق وجستجو کا گہرا رنگ جھلکتا ہے۔ اس مخطوطہ کی ابتداء میں تقریباً ۹۵ ضرب الامثال اور کہاوتیں ہیں جو کوکن کی جغرافیائی اور سماجی زندگی کی عکاسی کرتی ہیں اور قومی خصوصیات کی بھی مظہر ہیں۔

مذکورہ کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی یوسف کھٹکھٹے عربی فارسی کے جید عالم ہونے کے ساتھ اردو کے بھی ماہر تھے اور کوکنی تو آپ کی مادری زبان تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے ممبئی میں رہتے ہوئے یہاں کی دیگر مقامی زبانوں جیسے مرہٹی اور گجراتی سے بھی خاصی واقفیت حاصل کر لی تھی۔ نیز آپ کے اندر تحقیق وجستجو کا جذبہ بدرجۂ اتم موجد تھا۔

مولوی محمد یوسف جلیل ہینڈادے:

آپ کا نام محمد یونس اور جلیل تخلص تھا۔ ممبئی کے مشہور کوکنی خاندان ہینڈادے کے رکن تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ ہاشمیہ واقع زکریا مسجد ممبئی میں حاصل کی۔ ۱۹۰۲ء میں میٹریکولیشن اور ۱۹۰۵ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی، پھر ایل ایل بی کرنے کے بعد ممبئی ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔

شاعری میں آپ کو ممبئی کے مشہور شاعر مولانا نظامی سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ ممبئی کے اکثر مشاعروں میں اپنا کلام سناتے تھے اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ آپ کا دیوان ''خمخانہ ازل'' کے نام سے ۱۳۳۴ھ میں شائع ہو چکا ہے، آپ نے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی علوم کی نہایت عمدہ اور نایاب کتابوں کی ایک لائبریری تیار کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد ان کتابوں کو دینی مدارس کے کتب خانوں کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۹۵۳ء میں ۷۴ سال کی عمر میں ہوئی۔

قاضی غلام احمد تلیائی:

آپ کی ولادت قصبہ تلا میں ہوئی جو ممبئی شہر سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ابتداء عصری تعلیم مراٹھی زبان میں ساتویں جماعت تک اسی گاؤں میں حاصل کی، پھر علم دین کے حصول کے لئے آپ نے مبارکپور کا سفر کیا اور وہاں کسی مدرسہ میں مکمل عالم دین بن کر اپنے وطن اصلی لوٹے۔

آپ کی تصانیف کا مختصراً تعارف:

سرتاج ترجمہ تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج: آپ نے فقہ شافعی میں علامہ ابن حجر ہیتمی کی مستند اور معتبر کتاب تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج کا اردو زبان میں ترجمہ کیا، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، لیکن مطبوعہ صرف ایک جلد ہے جو کتب خانہ جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے اور تین جلدیں غیر مطبوعہ ہیں اور ان کی نقل حضرت مولانا عبدالسلام تلیائی صدر مدرسہ جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کے پاس موجود ہے، نیز اس کتاب میں بین القوسین کئی حواشی اور شروحات کا خلاصہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ آپ نے اس

کتاب کو ۱۳۲۳ھ میں مکمل کیا۔

تصحیح علی تحفۃ الاخوان: یہ کتاب دراصل مولانا محمد ابراہیم بعکلظہ خطیب وامام جامع مسجد ممبئ کی تصنیف ہے جو زبان اردو میں لکھی گئی ہے، مگر چونکہ اس کی عبارت میں اس زمانہ کے قدیم محاورے او رتقدیم وتاخیر تھی، اس لئے جامع معقول ومنقول حاوی فرع واصول مولانا قاضی غلام احمد صاحب تلیائی نے سعی بلیغ سے تصحیح عبارت اور سلاست زبان کا ایک دل پذیر اور عمدہ لباس اس کو پہنایا اور نفع عام کے لحاظ سے حسب موقع جابجا مزید مسائل کے گل بوٹوں سے بھی اس کو آراستہ فرمایا، بنابریں یہ کتاب ایک نئی تحفۃ الاخوان بن کر مرغوب دل وجان ہوگئی اوراس کتاب کو قاضی غلام احمد صاحب تلیائی کے زمانہ ہی میں قاضی عبدالمجید ابن قاضی نور محمد نے کریمی پریس ممبئ نمبر ۱۰ میں چھپوایا تھا۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب بعکلظہ:

تیرہویں صدی ہجری کے عالم باعمل، فاضل بے بدل گزرے ہیں جو جامع مسجد ممبئ کے خطیب تھے اورآپ نے اردوزبان میں فقہ شافعی پرایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام تحفۃ الاخوان ہے۔ اس کتاب میں عقائد، وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی اور عقیقہ کے مسائل مذکور ہیں اور یہ کتاب ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

محمد بن عبدالرحیم بن محمد صفی الدین۔حیات وخدمات

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی☆

تمہید:

بلاشبہ سرزمین ہند کی زرخیزی زمانہ قدیم سے ہی صفحہ تاریخ کا جزءلاینفک بنی رہی ہے، شاید ہی اس سے کسی کو انکار ہو کہ سرزمین ہند نے ایسی ایسی ہستیوں کو جنم دیا ہے جن پر تاریخ کو فخر ہے، یہاں سیاست وصحافت، ادب وسائنس، تاریخ وثقافت اور علوم وفنون شرعیہ میں سے ہر میدان میں اصحاب فکرودانش پیدا ہوتے رہے ہیں۔

جہاں تک دینی علوم وفنون کا تعلق ہے، اور خدمت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کا معاملہ ہے، تو اس میدان میں بھی سرزمین ہند نے زیادہ ہی سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ ایک سے ایک علم وفضل کا بحر بیکراں، سیف وقلم کا مالک، بیان حق وصداقت میں تیغ براں، امراض نفس کا حکیم حاذق، محی السنہ، ماحی بدعت وضلالت اور دینی فہم وبصیرت کے حامل افراد اس کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔

اگرچہ ہندوستان ''فقہ حنفی'' کی خدمات زریں کے لئے مشہور ہے، لیکن ''فقہ شافعی'' کی وقیع خدمات کا سہرا بھی اس کے سر ہے، خاص طور سے جنوبی ہندوستان اور ساحلی علاقوں میں ایسی مایہ ناز ہستیاں اٹھی ہیں، جنہوں نے فقہ شافعی کی زلفیں اس طرح سنواری ہیں کہ پوری دنیائے اسلام ان کی خدمات کے اعتراف پر مجبور ہوگئی ہے۔

ان ہی مایہ ناز ہستیوں میں سے وسط ہندوستان، مرکز ہند ''دہلی'' سے اٹھنے والی ''علامہ

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرلا۔

محمد بن عبد الرحیم بن محمد، صفی الدین، شافعی ارموی'' کی شخصیت ہے، جو اپنے وقت کے نامور عالم دین اور فقہ شافعی کے مایہ ناز ترجمان تھے، جن کی خدمات کا اعتراف صرف برصغیر ہند و پاک کو ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کو ہے، اور جن کی شخصیت پوری ملت اسلامیہ کا ایک عظیم اور گرانقدر سرمایہ ہے۔

ولادت، نشو ونما اور مختصر حالات زندگی:

علامہ محمد بن عبد الرحیم بن محمد، صفی الدین، شافعی، ارموی، ساتویں صدی ہجری کے نصف اول یعنی ربیع الآخر ۶۴۴ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر اور مرکز'' دہلی'' میں پیدا ہوئے، چنانچہ والد ماجد عبد الرحیم بن محمد نے جد امجد کے اسم گرامی پر آپ کا نام نامی'' محمد'' رکھا، بعد میں آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' اور لقب ''صفی الدین'' پڑا، اور ''صفی ہندی'' سے مشہور ہوئے۔

آپ نے اپنے خاندانی دینی ماحول میں نشو ونما اور پرورش پائی، اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی نانا جان سے حاصل کی، پھر رجب ۶۶۷ھ میں اپنے وطن دہلی کو چھوڑ کر یمن کے لئے روانہ ہوئے، چنانچہ وہاں کے شاہ یوسف المظفر بن عمر (و: ۷۱۱ھ) نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا، اور آپ کی آمد سے خوش ہو کر نو سو دینار بطور ہدیہ خدمت میں پیش کئے۔

پھر فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آپ - رحمۃ اللہ علیہ - نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، جہاں تین ماہ قیام کے دوران آپ نے ''ابن سبعین'' عبد الحق بن ابراہیم صوفی (و: ۶۶۹ھ) سے شرف ملاقات حاصل کیا، اور ان کے کلام کو سنا، پھر ۶۷۱ھ میں مصر کا سفر کیا، جہاں مکمل چار سال اقامت پذیری کے بعد، ۶۷۵ھ میں ملک روم تشریف لے گئے، اور وہاں کے مختلف شہر ''قونیہ''، ''سیواس''، اور ''قیساریہ'' کا دورہ کیا، اور ''قونیہ'' میں ''سراج ارموی''، محمود بن ابی بکر بن احمد، ابو الثناء، سراج الدین شافعی (و: ۶۸۲ھ) کی خدمت میں طویل مدت گزاری، چونکہ ''سراج ارموی''، ''اذربیجان'' کے شہر ''ارمیہ'' کے اصلاً رہنے والے تھے، چنانچہ اسی نسبت سے آپ کو ''ارموی'' کہا جانے لگا، پھر اس جلیل القدر عالم کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ نے ۶۸۵ھ میں ''شام'' کی راجدھانی ''دمشق'' منتقل ہو کر اسی کو وطن بنالیا، اور وہاں آپ نے ''ابن البخاری'' علی بن احمد بن عبد الواحد حنبلی فخر الدین،

ابوالحسن (و:۶۹۰ھ) کی شاگردی اختیار کی، اور ان سے بھرپور استفادہ کیا، پھر جامع دمشق اور دیگر مدارس میں درس وتدریس اور فقہ وفتاوی میں مشغول ہوگئے۔

علمی مرتبہ ومقام:

''ذہبی'' نے ان کے بارے میں ''العلامة الأوحد'' (علامہ یکتائے روزگار) لکھا ہے، اور ''طبقات الشافعیۃ'' میں علامہ تاج الدین سبکی خامہ فرسائی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ''علامہ موصوف مسلک اشاعرہ کے سب سے بڑے عالم اور اس کے اسرار ورموز کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور آپ کو کتاب وسنت کی سمجھ اور فہم کا وافر حصہ ملا تھا، ساتھ ہی اصول دین اور اصول فقہ میں گہری مہارت تھی''، مسائل کو ثابت کرنے اور دلائل کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں بڑے مشاق تھے، آپ علم کے بحر بیکراں تھے، لوگوں سے حق منوانے اور ان کی علمی تشنگی کو بجھانے کا فن جانتے تھے، جب کسی مسئلہ پر بات کرتے تو جامع بات کرتے، کسی طرح کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، اور ایک ایک باریکی کو صاف صاف اور واضح انداز میں بیان کرتے تاکہ مخاطب کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے، اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ مل سکے، اسی طرح بحث ومباحثہ اور مناظرہ کے میدان میں آپ کو پوری دسترس حاصل تھی، چنانچہ جب کسی مسئلہ میں کسی سے مباحثہ یا مناظرہ کرتے تو اس کو لاجواب کردیتے، حتی کہ وہ بغلیں جھانکنے لگتا، اور مجبور ہوکر میدان خالی کرجاتا۔

آپ کی اس علمی بلندی اور حاضر جوابی کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مقام ''دارالسعادۃ'' میں امیر ''تنگز'' کے سامنے اور علماء ودانشوران کی ایک جم غفیر کی موجودگی میں ایک مسئلہ پر امام ابن تیمیہ - رحمۃ اللہ علیہ - سے مناظرہ کرنے کا موقع ملا، اور جب آپ نے دلائل کی روشنی میں بات چیت شروع کی، تو امام ابن تیمیہ اپنی عادت کے مطابق جلدی جلدی کرنے لگے، اور ایک مسئلہ سے نکل کر دوسرے مسئلہ میں جانے لگے، امام صاحب کی یہ حالت دیکھ کر علامہ موصوف نے ان سے پوچھا، کیوں صاحب، کیا بات ہے؟ آپ تو گوریا کی طرح ایک ٹہنی سے دوسری شاخ پر چھلانگ لگارہے ہیں ''أنت مثل العصفور تنزط من هنا إلى هنا'' (آپ تو اس چڑیا کی طرح ہیں جو ایک

جگہ سے دوسری جگہ پھدکتی رہتی ہے)۔

چنانچہ اس مناظرہ میں ابن تیمیہ کی شکست فاش ہوئی، اور اللہ تعالی کے لئے جہت ماننے کی وجہ سے ابن تیمیہ جیل میں ڈالے گئے، اور انہیں اور ان کے تمام متبعین کو تمام وظائف سے معزول کر دیا گیا۔

اس جگہ شوکانی - رحمۃ اللہ علیہ - نے علامہ ابن تیمیہ - رحمۃ اللہ علیہ - کے دفاع میں علامہ صفی کے قول ''تم اس گوریا کی طرح ہو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھدکتی رہتی ہے'' کی الٹی توجیہ کی ہے جو ان جیسے عالم کے شایان شان نہیں ہے۔

تصنیف وتالیف:

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں، اور اپنے پیچھے بے شمار علمی سرمایہ بطور یادگار چھوڑ گئے، چنانچہ آپ کی مشہور تصانیف میں ''الزبدۃ'' ہے، جو علم کلام میں بہت ہی اہم اور مایہ ناز کتاب ہے، اور ''اصول دین'' میں ''الفائق'' اور ''الرسالۃ التسعینیۃ فی الأصول الدینیۃ'' ممتاز کتابیں ہیں، جبکہ ''اصول فقہ'' میں ''نہایۃ الوصول إلی علم الأصول'' تین جلدوں پر مشتمل ایک وقیع تصنیف ہے، نیز اس کے علاوہ بھی دوسری گراں قدر تصانیف اور دیگر تحریریں اور قلمی نگارشات ہیں، جو آپ کی علمی لیاقت وقابلیت کی غماز ہیں، چنانچہ سبکی تحریر کرتے ہیں: ''کل مصنفاته حسنة جامعة لا سيما النهاية'' (ان کی تمام تصنیفات عمدہ اور جامع ہیں، خاص طور سے ''النہایۃ'')۔

عام معمولات زندگی:

آپ بڑے ہی متواضع، زاہد اور متورع تھے، آپ کی نگاہ میں دنیائے دوں کی بڑی سے بڑی متاع کی کوئی وقعت نہ تھی، زہد وفقر کی زندگی مرغوب تھی، نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، اور بالکل سادہ زندگی بسر کرتے تھے، جو مل جاتا پہن لیتے، اور جو میسر آجاتا کھا لیتے، کبھی کسی شئی کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، ساتھ ہی بڑے دریا دل اور جود وسخا میں طاق تھے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش

آتے، اور فقراء و مساکین کی دستگیری اور مدد کر کے بڑی فرحت محسوس کرتے تھے۔

مشہور ہے کہ آپ کو قرآن کریم کا صرف ایک چوتھائی حصہ یاد تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ''المص'' کو میم کے فتحہ اور صاد کی تشدید کے ساتھ پڑھ دیا تھا (لیکن میری رائے میں یہ روایت مشکوک لگتی ہے، کیونکہ یہ ان کی علمی شان سے میل نہیں کھاتی ہے)۔

آپ کے شب و روز کے الگ الگ وظائف و اوراد اور معمولات تھے، جس کا آپ ہمہ تن اہتمام کرتے اور اس کو پورا کئے بغیر بستر استراحت پر تشریف نہیں لے جاتے، اسی طرح روزمرہ کا معمول یہ تھا کہ صبح کو بیدار ہوتے ہی وضوء فرماتے، اور اچھے لباس زیب تن کرتے، اور اسی حالت میں فجر کی دوگانہ فریضہ ادا کرتے۔

ساتھ ہی آپ اسلامی اخلاق وصفات کا مظہر اور سلف صالحین کا نمونہ تھے، اور دل میں کسی کے تعلق سے کدورت نہیں رکھتے تھے، خاص طور سے سلف صالحین کے مسلک کے تعلق سے حسن ظن رکھتے تھے۔

ظرافت اور سادگی:

آپ بہت ہی ظریف اور سادہ تھے، آپ کی ظرافت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے، جسے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کتابوں کے بازار میں ایک کتاب دیکھی، جس میں لکھی ہوئی تحریر کو دیکھ کر میں نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ تحریر ہماری تحریر سے زیادہ ردی ہے، چنانچہ میں نے زیادہ قیمت دے کر اس کتاب کو خرید لیا، تاکہ میں لوگوں کو یہ بتاسکوں کہ دنیا میں صرف میری ہی تحریر خراب نہیں ہے، بلکہ کوئی ایسا بھی ہے جو مجھ سے زیادہ بدخط ہے اور اس کا خط مجھ سے زیادہ خراب ہے، لیکن سوء اتفاق جب میں گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ میری ہی اپنی پرانی تحریر ہے۔

خانگی زندگی:

ان کی خانگی زندگی کا پتہ نہ چل سکا، ایسا لگتا ہے کہ شاید انہوں نے شادی نہیں کی تھی، اور علم

کی خدمت میں انہماک کی وجہ سے بن بیاہے عالم کی حیثیت سے زندگی گزاردی۔

عجمیت کا اثر:

کہا جاتا ہے کہ مرتے دم تک ان کی زبان اور نطق میں عجمی پن اور ہندوستانی اثر باقی تھا، لیکن اس عجمی لکنت کے باوجود آپ دمشق کے علماء وفضلاء کے سردار بنے رہے، اور'' مدرسہ ظاہریہ'' کے امام کی حیثیت سے علم وفن کے موتی بکھیرتے رہے، اور وفات سے قبل دمشق کے'' دار الحدیث الأشرفیۃ'' کے لیے اپنی ساری کتابیں وقف کرگئے، تاکہ علمی دنیا مرنے کے بعد بھی آپ کی علمی میراث سے اپنی پیاس بجھاتی رہے۔

وفات:

فقہ شافعی کا یہ ممتاز ترجمان اور علم وفن کا یہ آفتاب ومہتاب دینی علوم کے گیسو سنوارتے ہوئے، سہ شنبہ (منگل) کی رات ۲۹/صفر ۷۱۵ھ کو دمشق میں قیام کے دوران، اپنے مالک حقیقی سے جاملا، اور اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی، "إنا لله وإنا إليه راجعون" اور وہیں'' مقابر الصوفیہ'' میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالی ان کی قبر پر اپنی رحمت کی شبنم افشانی فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مراجع ومصادر:

اس مقالہ کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

- تاج الدین، سبکی، عبد الوہاب بن علی (و: ۷۷۱ھ)'' طبقات الشافعیۃ الکبری'' ۹/ ۱۶۲- ۱۶۴، ہجر، ۱۴۱۳ھ، ط ۲۔
- ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (و: ۸۵۲ھ)'' الدرر الکامنۃ فی أعیان المئۃ الثامنۃ'' ۲/ ۱۹، الشاملۃ۔
- شوکانی محمد بن علی (و: ۱۲۵۰ھ)'' البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع'' ۲/ ۱۷۹، الشاملۃ۔
- قنوجی، محمد صدیق بن حسن خان (و: ۱۳۰۷ھ)'' ابجد العلوم ۳/ ۱۲۰، بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۹۷۸م۔

- حسنی، عبدالحی بن فخر الدین (و:۱۳۴۱ھ) ''نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر'' ۱/ ۱۲۷-۲۰۷، الشاملۃ۔
- ذہبی، محمد بن احمد (و:۷۴۸ھ) ''سیر اعلام النبلاء'' ۱۷/ ۴۱۶-۴۱۷، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ -۱۹۹۷م، ط:۱۔
- اسنوی، عبدالرحیم بن الحسن (و:۷۷۲ھ) ''طبقات الفقہاء الشافعیۃ'' ۲/ ۵۳۴، بیروت۔
- طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ (و:۹۶۸ھ) ''مفتاح السعادۃ'' ۲/ ۳۶۰، بیروت۔
- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر (و:۷۷۴ھ) ''البدایۃ والنہایۃ'' ۱۴/ ۸۵، بیروت، داراحیاء التراث العربی ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م، ط:۱۔
- صفدی، خلیل بن ایبک بن عبداللہ (و:۷۶۴ھ) ''الوافی بالوفیات'' ۳/ ۲۳۹، بیروت۔
- ابن عماد عکری حنبلی، عبدالحی بن احمد (و:۱۰۸۹ھ) ''شذرات الذہب فی أخبار من ذہب'' ۶/ ۳۷، دمشق، دارابن کثیر ۱۴۰۶ھ۔
- زرکلی دمشقی، خیر الدین بن محمود (و:۱۳۹۶ھ) ''الاعلام'' ۶/ ۲۰۰، بیروت، دار العلم للملایین، ۲۰۰۲م، ط:۱۵۔

مخدوم علی مہائمی-حیات وخدمات

مولانا فرید احمد بن حسین ☆

وہ اکابر اسلام جو ہندوستان کی خاک سے اٹھے اور اس سرزمین میں اپنی ساری زندگی گزاردی ان میں حضرت مخدوم علی مہائمی شافعی کا مقام بہت اونچا ہے، ان کی غیر معمولی ذہانت، حیرت انگیز تبحر علمی، خداداد بصیرت اوران کی بے مثال روحانیت نے حقائق عالم کے چہرے سے جس طرح نقاب کشائی کی ہے اس نے بڑے بڑے ذی عقل اور صاحبان علم وفضل کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت مولانا سید عبدالحئی حسنیؒ اپنی کتاب یادایام میں لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں، مگر ان کی نسبت یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کے شاگرد تھے، کس کے مرید تھے اور مراحل زندگی انہوں نے کیونکر طے کئے تھے، جو تصنیفات ان کی پیش نظر ہیں ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس کو ابن عربی ثانی کہنا زیب ہے وہ کس کسمپرسی کی حالت میں ہے، کہیں اوران کا وجود ہوتا تو ان کی سیرت پر کتنی کتابیں لکھی جا چکی ہوتیں، اور فخریہ لہجے میں مؤرخین ان کی داستانوں کو دہراتے''(۱)۔

ولادت: حضرت مخدوم علی مہائمی کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری ہے، یہ علوم وفنون کی ترقی کا عہد زریں ہے، تصنیف وتالیف کی گرم بازاری، ابداع واختراع، نکتہ آفرینی اور ذہنی ثقافت جیسے مظاہر اس عہد میں سامنے آئے اس کی نظیر پہلے کی صدیوں میں شاید ہی مل سکے، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن

☆ خادم جامعہ حسینیہ عربیہ۔

قیم، امام زیلعی، علامہ ابن رجب، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابن بطوطہ اور ابن خلدون جیسے یگانہ روزگار ائمہ اور ارباب علم وفن اسی عہد کی پیداوار ہیں۔

یہی وہ دور ہے جب دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق کا بھتیجا سلطان فیروز شاہ تغلق متمکن تھا، اس بادشاہ کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں امن وامان اور رعیت پروری کے لئے یادگار ہے۔ اس عہد حکومت میں علم وادب کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ فقہی علوم اور ترویج شریعت پر زیادہ توجہ دی گئی، اسی زمانے میں قدیم گجرات اور موجودہ مہاراشٹر کے علاقہ کوکن میں سرزمین مہائم پر ۱۰ ارمحرم ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۲ء کو خاندان نوایت کے معزز گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (۲)۔

نام ونسب: فقیہ مخدومی کا نام علاء الدین اور علی دونوں ہے، کنیت ابوالحسن اور لقب زین الدین ہے، علم فقہ میں مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر فقیہ اور مرجع خلائق ہونے کی بنا پر مخدوم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ کے والد کا نام مولانا شیخ احمد ہے جو بہت بڑے عالم اور ولی کامل تھے، اور کوکن کے دولت مند تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، آپ کی والدہ فاطمہ بنت ناخدا حسین ہیں، آپ کی والدہ بھی بڑی عابدہ زاہدہ وصاحبہ کشف وکرامات تھیں۔

آپ کے والد بزرگوار مولانا شیخ احمد بہت بڑے عالم وفاضل تھے، چنانچہ آپ نے خود اپنے ہونہار لخت جگر کی تعلیم وتربیت میں غیر معمولی توجہ سے کام لیا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ وفلسفہ وغیرہ علوم سے بہت تھوڑے عرصے میں آپ فارغ ہو گئے، آپ کی والدہ ماجد بھی ولیہ کاملہ تھیں۔

بزرگ والدین کی تعلیم وتربیت نے حضرت مخدوم صاحب کے خداداد جوہروں کو ایسا چمکایا کہ آپ عنایات الٰہی سے بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، فلسفی اور بڑے رتبے کے صاحب کشف وکرامات صوفی ہوئے۔

تصنیفات: عام طور پر لوگ مخدوم صاحب کو ایک صوفی اور درویش کی حیثیت سے جانتے ہیں اور ان کی علمی عظمت سے بے خبر ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مخدوم صاحبؒ کی زندگی کا بڑا حصہ

تصنیف وتالیف میں گزرا، اور وہ ان مصنفین میں ہیں جن میں تصوف وفلسفہ کا بہترین امتزاج پایا جاتا ہے، انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تصوف کے حقائق پر بحث کی اور اپنی گہری بصیرت سے فلسفہ وشریعت کو نئی آگاہی اور نیا شعور عطا کیا۔ ان کی تصنیفات کے ذریعے بہت سے ایسے مسائل کھل کر سامنے آگئے ہیں جن پر برسوں انسانی ذہن غور وفکر کرتا رہا۔ وحدت الوجود، جبر واختیار، ہستی مطلق، فنا وباق، تنزلات ستہ اور اسرار شریعت اور اسی قسم کے دقیق مباحث پر قلم اٹھانا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ ذیل میں ان کی تصنیفات کا مختصر تعارف کے ساتھ ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔تفسیر مہائمی: حضرت مخدوم علی مہائمیؒ کی تفسیر کا اصل نام ''**تبصیر الرحمان وتیسیر المنان بعض ما يشير إلى إعجاز القرآن**'' ہے۔ لیکن ''تفسیر رحمانی'' اور ''تفسیر مہائمی'' سے مشہور ہے۔

اس تفسیر کا موضوع دراصل نظم قرآن ہے، ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ کیا تعلق ہے اور پوری سورت کا مضمون ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح مناسبت رکھتا ہے۔

علامہ مہائمیؒ نے اس عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس فریضے کو انجام دیا ہے کہ کہیں سلسلۂ کلام ٹوٹتا نہیں، اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ سلسلہ مضمون میں آیت بین القوسین آجاتی ہے، پھر اس کے ساتھ ہی حقائق ومعارف بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں۔

تفسیر مہائمی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ہر سورت سے پہلے اس کے مضمون اور عنوان کا مختصر تعارف کراتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اگر کسی واقعہ یا پیغمبر کی وجہ سے ہے تو اس کی مختصر تاریخ بھی بیان کردیتے ہیں۔ آپ کی یہ تفسیر مطبوع ہے۔

۲۔تنویر الجنان: یہ علامہ مہائمیؒ کے سورۂ فاتحہ کی ایک مستقل تفسیر ہے جو اس تفسیر سے مختلف ہے جو انہوں نے تبصیر الرحمٰن میں لکھی ہے ورنہ تبصیر الرحمٰن کے حاشیے میں تنویر الجنان کے اقتباسات کی ضرورت پیش ہی نہ آتی۔

۳۔ رسالۂ عجیبہ: یہ رسالہ اپنے موضوع پر نہایت نادر اور حیرت انگیز ہے اور اسے علامہ

مہائمی کی غیر معمولی ذہانت، عبقریت اور ان کے تبحر علمی کا شاہکار کہا جائے تو بے جا ہوگا، انہوں نے جس دقت نظری کے ساتھ سورۂ بقرہ کی پہلی آیت کے وجوہ اعراب بتائے ہیں، ان کی مثال نہ تو سلف میں ملتی ہے نہ خلف میں۔ حضرت مخدوم مہائمی اس رسالہ کی تمہید میں لکھتے ہیں:

''اس حقیر بندے نے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اللہ تعالیٰ کے قول: ''الم ذلک الکتب لاریب فیه هدی للمتقین'' میں اکسٹھ لاکھ گیارہ ہزار چھ سو چوالیس وجوہ اعراب کی تخریج کی ہے۔

۴- فقہ المخدومی: فقہ شافعی کی یہ کتاب آپ ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، لیکن زبان و بیان کا جو معیار مخدوم صاحبؒ کی دیگر کتابوں میں پایا جاتا ہے اس میں مفقود ہے، مولوی محمد یوسف مرحوم کا خیال ہے کہ یا تو اس میں تحریف ہوئی ہے یا یہ آپ کی بالکل ابتدائی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو ترجمے کے ساتھ بمبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

۵- فتاویٰ مخدومیہ: شاہان گجرات بڑے دین دار اور علم دوست تھے، اس لئے انہوں نے اپنی حکومت میں اسلامی قوانین کو رواج دیا تھا، علامہ مہائمی کی اعلیٰ قابلیت اور فقیہانہ بصیرت کو دیکھتے ہوئے سلطان احمد شاہ نے منصب درس و تدریس کے ساتھ ساتھ منصب افتاء و قضاء بھی آپ کو سپرد کیا تھا۔ ''فتاویٰ مخدومیہ'' انہیں جوابات کا مجموعہ ہے، مگر جہاں آپ کی اکثر تصانیف ضائع ہو گئیں وہیں اب اس کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

۶- انعام الملک العلام بأحکام حکم الأحکام: یہ آپ کی بڑی نادر و نایاب کتاب ہے۔ اس میں آپ نے احکام شرع کی حکمتیں اور اسرار بیان کئے ہیں اور قرآن و حدیث کے ہر حکم کو عقل کی میزان پر تول کر پیش کیا ہے۔ اس طرح ہندوستان میں اسرار شریعت پر یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، مولانا سید عبدالحئیؒ ''یاد ایام'' اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ کتاب اسرار شریعت میں ہے، اور گمان غالب ہے کہ اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس فن میں ''حجۃ اللہ البالغہ'' نام کی ایک کتاب لکھی ہے جس میں دعویٰ کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی، یہ میرے دعوے کی دلیل ہے کہ

سب سے اول علامہ مہائمی نے اس فن میں کتاب لکھی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نظر سے نہیں گزری (۳)۔

۷-**الوجود فی شرح اسماء المعبود:** یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی شرح میں ہے۔

۸-**أدلة التوحید:** علامہ ابن عربی کے نزدیک حقیقت وجودی اپنے جوہر اور ذات کے لحاظ سے ایک ہے، اور اپنی صفات اور اسماء کے لحاظ سے کثیر ہیں۔

علامہ مہائمی شیخ ابن عربی کے اس نظریہ توحید کو اپنے رسالے میں کتاب وسنت ائمہ دین ومفسرین کرام کے اقوال کی روشنی میں زیادہ محقق کر دیا ہے۔ اور نہایت حکیمانہ انداز میں علامہ ابن عربی کے افکار کی ترجمانی کی ہے، لیکن یہ رسالہ نہایت مختصر ہے۔

۹-**أجلة التائید فی شرح ادلة التوحید:** ادلۃ التوحید کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ اس موضوع پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، اس لئے آپ نے ادلۃ التوحید کی شرح میں یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔

۱۰- **النور الأزهر فی کشف سر القضاء والقدر۔**

۱۱- **الضوء الاظهر فی شرح النور الازهر۔**

یہ دونوں کتابیں (متن وشرح) آپ نے علامہ ابن عربی کے قضاء وقدر کے نظریے کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔

اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں موجود ہے، لیکن مکمل نہیں ہے۔

۱۲-**خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم:** علامہ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم نے صوفیانہ عقائد کی تشکیل میں بہت گہرا اثر ڈالا ہے، ان کی یہی وہ تصنیف ہے جس میں شیخ نے مسئلہ وحدت الوجود کو نہایت مکمل شکل میں پیش کیا ہے۔

علامہ مہائمی نے وحدت الوجود سے متعلق مسائل کو ایسے نازک اور لطیف انداز میں مدون کیا

ہے جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں ملتی، اس کتاب کے بارے میں مولانا عبدالحئی صاحب اپنی کتاب **نزهة الخواطر** میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ شرح اپنی نظیر آپ ہے'' اس شرح کا جو قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں ہے اس کی ضخامت (۱۰۶) اوراق ہے۔

۱۳-**الرتبة الرفيعة فی الجمع والتوفيق بين اسرار الحقيقة وانوار الشريعة:** یہ کتاب آپ نے علامہ ابن عربی پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں لکھی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ درگاہ پیر محمد شاہ کی لائبریری احمد آباد میں موجود ہے۔

۱۴- **امحاض النصيحة:** ابن عربی کے دفاع میں علامہ مہائمی کی یہ دوسری تصنیف ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں ہے۔

۱۵-**شرع الخصوص فی شرح الفصوص:** علامہ ابن عربی کے شاگرد شیخ صدر الدین قونوی کی کتاب ''فصوص'' کی یہ بے نظیر شرح ہے۔

۱۶-**زوارف اللطائف فی شرح عوارف المعارف:** عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی کی مشہور تصنیف ہے، علامہ مہائمی نے اس کی شرح زوارف کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ جامع مسجد کے کتب خانے میں ہے۔

۱۷-**ترجمه وشرح لمعات عراقی:** لمعات عراقی شیخ فخر الدین عراقی کی مسئلہ زماں کے متعلق مشہور تصنیف ہے اور فارسی زبان میں ہے، علامہ مہائمی نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے عربی میں منتقل کیا اور اس پر حواشی بھی لکھے۔

۱۸- **مرأة الحقائق:**

۱۹- **إراءة الدقائق شرح مرآة الحقائق:** محمد عز الدین المغربی بھی فلسفۂ وحدت الوجود کے قائل تھے، انہوں نے اپنے نظریے کے اثبات میں فارسی میں ایک ''جام جہاں نما'' نامی کتاب لکھی، علامہ مہائمیؒ نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ''مراۃ الحقائق'' رکھا، پھر اسی کتاب کی انہوں نے شرح کی اور اس کا نام اراءۃ الدقائق شرح مرأۃ الحقائق'' رکھا۔ یہ شرح اپنے

متن کے ساتھ مطبوع ہے۔

۲۰- استجلاء البصر فی الرد علی استقصاء النظر: یہ کتاب شیعی عالم ابن مطہر کے جواب میں لکھی گئی ہے، اس کا ذکر اکثر لوگوں نے کیا ہے مگر اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔

وفات: اقلیم ولایت کے تاجدار، علوم ربانی کے بحر بیکراں، اسرار شریعت کے ماہر، فلسفۂ وجودی کے نکتہ طراز، قطب کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی ۵۹ برس کی مسلسل علمی وروحانی زندگی گزار کر ۸؍جمادی الاخریٰ جمعہ کی رات کو ۸۳۵ھ میں اپنے محبوب حقیقی سے جاملے، اور ماہم ہی میں آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا، آپ کی وفات کے بعد مقبرے کی تعمیر عمل میں آئی۔